

یارِ ستمگر



از غنیم ریاست

یارِ شتمگر

از نیلم ریاست

ملنے کا ہتہ

Facebook@ Neelam Riasat Novels

Instagram @Neelam Riasat

riasatneelam@gmail.com

جملہ حقوق

نام کتاب : یار ستمگر

ترتیب و تدوین : از نسیم ریاست

سن اشاعت : جون 2022ء

قیمت :

اس کتاب کے تمام جملہ حقوق نسیم ریاست کے پاس محفوظ ہیں۔ کسی بھی ادارے یا شخص کو اجازت نہیں ہوگی کہ وہ نسیم ریاست کی اجازت کے بغیر اس تحریر کو فیس بک، انسٹاگرام، ٹوئٹر، ویب سائٹ، گوگل پلے سٹور یا پھر یوٹیوب چینل پر اپ لوڈ کرے۔ ایسا کرنے والے کے خلاف تصدیق ہو جانے کے بعد سخت قانونی کارروائی کی جائے گی بکسٹاگرامز والے اس کے مکالمات کو فقط ایڈیٹس کے لیے استعمال کر سکتے ہیں۔۔

وہ اندھیرے کمرے میں دیوار گیر کالج کی کھڑکی میں بیٹھ کر نیچے سڑک پہ لگے ٹریفک کے اشاروں کی بتیاں دیکھ رہی تھی۔ برستی بارش کی بوندیں لکیروں کی شکل میں کھڑکی پہ اپنے نشان چھوڑ رہی تھیں۔ پانی کے قطرے روشنیوں کو مزید اُجاگر کرنے میں مصروف تھے۔ کوئی بھی آنکھ رکھنے والا شخص اُس لڑکی کے چہرے پہ رقم تریر پڑھتا تو جان جاتا۔ وہ لڑکی ایک دل تھی۔ ایک ٹوٹا ہوا دل تھی۔ اور اسکی تکلیف اسکی آنکھوں میں درج رہتی۔ نہ کاجل سے مٹی نہ مسکراہٹ سے چھپتی۔

وہ روزیادوں کے باکس کھولتی۔ تکلیف سے گزرتی اور پھر انکو اسی طرح احتیاط سے بند کر کے سنبھال دیتی۔ یہ اسکا روز کا معمول تھا۔

یادوں کے صندوق کھول کر

گزرے پلوں کے سائے اپنے پاس بکھیر کر

اُن میں تجھے ڈھونڈتی ہوں۔ تم مجھ سے شکوہ کرو گے کہ اگر اتنا ہی یاد کرتی ہو، تو چھوڑ کر کیوں گئی؟ کسی دن تمہیں بتاؤں گی، کہ وہ کیا وجہ تھی، جس کے لیے مجھے اپنے ہاتھوں اپنے دل کو یعقوب علیہ السلام والے غم کو گلے میں ڈالنا پڑا۔ ان سے ان کا بیٹا سازش کر کے دور کیا گیا، میں نے خود ہی دے دیا۔

کیا کوئی جان بوجھ کر بھی ایسے روگ پالتا ہے؟ میرا جواب ہوگا، ہاں کبھی کبھی زندگی میں اپنی بات دوسروں تک پہنچانے کے لیے سخت راہ کا انتخاب کرنا پڑتا ہے۔ وہ راہ جس کے بغیر آپ نامکمل گھومیں اس کو خود سے دور کرنا پڑتا ہے۔

ایک ہی زاویے میں گھنٹہ بھر سے بیٹھے رہنے کی وجہ سے اسکی کمر اکڑ گئی۔ اُس نے ہاتھ میں پکڑا کافی کا خالی کپ ایک طرف رکھا۔ اور دونوں

گھٹنوں کو کھول کر اپنے پیر نیچے اُتارے گھٹنوں کی ہڈی نے اس حرکت کے خلاف بھرپور احتجاج کیا جسے مکمل انور کرتی وہ کھڑی ہوئی اور دو چار بل جسم کو دیئے تاکہ وہ ملنے کے قابل ہو جائے۔

پھر جیسے قدموں سے چلتی اپنے سر دپڑے بیڈ تک آئی۔ ہر رات کی طرح آج بھی سونے کو من نہیں کر رہا تھا۔ مگر اب اسکے جسم میں اتنی ہمت نہیں بچی تھی کہ وہ آرام کئے بغیر اپنے فرائض سرانجام دے پاتی۔
باہر بارش ہوتی۔ اور اندر وحشت کے ڈیرے لگتے۔

کسی کا زندگی سے بھرپور لمس یاد آتا۔
اُس کی نظروں کی وارفتگی تصور میں آکر نیند چھین لیتی۔
کہیں آتے جاتے راستے میں یا کسی مارکیٹ میں، چوراہے میں، کہیں ماں کی گرم آغوش میں جھپا شیر خوار دیکھ لیتی تو ساری ساری رات تکیہ بھگوتے گزرتی۔

میں نے کب سوچا تھا تم مجھے یوں یاد آؤ گے۔
کب سوچا تھا میرے دل میں تمہارے نام کی ادا اسی گھر کرے گی۔
پر پھر یہ سبھی سچ ہے کہ میری زندگی میں آج تک جو بھی ہوا۔۔۔ وہی ہوا جو میں نے کبھی سوچا نہ تھا۔

بیڈ پہ چست لیٹ کر رضائی اوڑھی تو بند ہوتی آنکھوں کے کناروں سے آنسو ٹوٹ کر بالوں میں گم ہو گئے۔

مائیں فی مائیں ساڈے گیتاں دے عینا وچ

برہوں دی رڑک پوے

ادھی ادھی راتیں اٹھ راون موئے میسراں نوں

تے مائیں سانوں نیند نہ پوے

☆☆☆☆☆☆☆☆

ملاقات کے لیے آنے والی ہستی کو دیکھ کر اُس نے نظریں گھماتے ہوئے
زیر لب خود کو گالی دی۔

جبکہ سامنے والی ہستی اسکو دیکھتے ہی آنسوؤں پہ اختیار کھو بیٹھی۔
اُس نے اُنکو چپ کروانے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ کسی بُت کی طرح اکڑ
کر ان کے پاس پڑی کر سی پہ ٹک گیا۔ جیل میں قید ہونے کے باوجود اس کے
چہرے پہ کسی قسم کی عاجزی یا شکست نہیں تھی، ایک نظر کے بعد دوسری نظر
بھی اُن پہ نہ ڈالی۔

جبکہ وہ اپنی سفید بے داغ چادر کے پلو سے آنکھیں صاف کرنے کے بعد
دکھی لب و لہجہ لیے بولیں۔

"میں نے اسکی ہر منت کر دیکھی ہے۔۔۔ اس پہ کسی کے کہے کا کوئی اثر
نہیں ہوتا۔"

اُس شخص کی آنکھوں کے سامنے ایک خوبصورت مگر ضدی عورت کا
چہرہ گھوما تو ماتھے پہ ایک بل کا مزید اضافہ ہوا۔

"وہ ایسا کیسے کر سکتی ہے؟ کیا کسی کان نے ایسا سنا یا کسی آنکھ نے ایسا دیکھا
ہے۔۔۔ جو تماشا ہمارے گھر ہو رہا ہے۔ تمہارا چھوٹا بہنوئی آیا تھا۔ میں نے اسکو
بھی کہا ہے کہ۔۔۔"

"اماں اُس شخص کے ذریعے صلح کی بات کرنے سے بہتر ہے مجھے سزا ہو
جائے۔۔۔ جب میں آپ کو پیغام بھجوا چکا تھا کہ میری ملاقات کو یہاں پہ کوئی
نہ آئے تو کیوں آئی ہیں؟ مجھے پھانسی نہیں لگ رہی ہے جو آپ ایسی پریشان

ہیں۔ اگر سزا ہوتی بھی ہے۔۔ تو زیادہ سے زیادہ سات آٹھ سال کی ہوگی
میں مر نہیں جاؤں گا۔"

"تمہارا دل کس مٹی سے بنا ہوا ہے؟ میرا ڈلا بیٹا، ایک عورت کی وجہ
سے اس حال کو پہنچ گیا۔ اور میں غم بھی نہ کروں، مجھے یہ سمجھ نہیں آتا وہ کیسے
تم پہ ایسا الزام لگا رہی ہے؟ تمہارا باپ اور چچا عمرے پہ گئے ہوئے ہیں۔ مجھے
لگتا ہے، اسی چیز کا اس نے فائدہ اٹھایا ہے۔ ماں یا باپ گھر پہ ہوتے تو اور بات
تھی۔ وہ لوگ کسی نہ کسی طرح اسکو سمجھا کر صورتحال پہ قابو پالیتے، میرے تو
ہاتھ پیر ہی پھول گئے ہیں۔ بھائی تمہارا بہت دوڑ دھوپ کر رہا ہے، مگر بیچارے
کی دال نہیں گل رہی، بیچ میں موئی بڑتالیں چل رہی ہیں، جس کی وجہ سے ہر
دوسرے روز ادارے بند ہوتے ہیں، میں کیسے برداشت کر لوں کہ میرا بیٹا
شبِ برات گھر پہ نہیں کرے گا۔"

ماں کی پریشانی سے بے آرام ہو کر اس نے لمبی سانس بھری اور اُن کے
دونوں ہاتھ تھام کر مخاطب ہوا۔

"ہمارے ملک کے بڑے بڑے نامور سیاست دان جیل کی ہوا کھانے کو
اپنی خوش قسمتی سمجھتے ہیں۔ آپ کو بھی اپنی سوچ کو جمہوری کرنا ہو گا۔ تب ہی
اس ملک میں رہا جاسکتا ہے۔ فخر سے کہیں میرا بیٹا۔ اپنی عورت کی جانب سے
کئے کیس میں جیل گیا ہے، جتنے فخر سے کہیں گی، اتنا ہی لوگ آپ پہ اور مجھ پہ
ریشک کریں گے۔ اور جہاں تک رہی اُس عورت کی بات، اس کے ساتھ میں
خود نمٹوں گا۔ اسکو کوئی کچھ نہ کہے، جو من مانی کرتی ہے، کرنے دو، تاکہ بعد
میں اسکو کوئی غم نہ ہو کہ مجھ سے بچنے کے وہ تمام اقدام نہ کر پائی جو کرنے
چاہیے تھے۔ اب آپ یہاں مت آئیے گا۔ بھائی کو میرا پیغام دیجئے گا، میں

انکے نام پاور آف اثرنی بنوا رہا ہوں۔ میرا وکیل ایک دو دن میں ان سے رابطہ کرے گا۔"

"میں خود نہیں آئی ہوں۔ مجھے علم تھا تمہیں میرا آنا اچھا نہیں لگے گا۔"
اُس نے بھنویں اچکا کر ماں کی آنکھوں میں دیکھا۔
انہوں نے کوئی جواب دینے کی بجائے اپنے بیگ کی بیرونی جیب سے ایک ورقہ نکال کر اسکے سامنے کر دیا۔

اُس نے ورقہ لینے کے لیے فوراً سے ہاتھ نہیں بڑھایا۔ سوالیہ نظروں سے ماں کا چہرہ دیکھتا رہا۔ جن کے آنسو ایک دفعہ پھر ابل پڑے۔
وہ بولیں، تو یوں لگا جیسے ہچکی لی ہو۔ "خود کھول کر دیکھ لو۔"
اُس نے مضبوط ہاتھوں کی گرفت میں کاغذ تھام کر کھولا۔
جوں جوں صفحے پہ درج متن اسکو سمجھ آیا۔ چہرے کی سرخی میں اضافہ ہوتا گیا۔

جبکہ اماں آنسوؤں کے درمیان بتا رہی تھیں۔
"ہمیں تو اس سب کی خبر بھی نہ ہوتی جو وہ درزی کی لڑکی ادھر ہسپتال میں نہ لگی ہوتی۔ اُسی نے تمہاری بیوی کو ادھر دیکھ کر ڈاکٹر سے ساری معلومات لی ہیں۔ میری تو بھوک پیاس مر گئی ہے۔ میں اُسی دن اسکے پاس گئی پہلے تو میرے سامنے آنے سے انکار کر دیا۔ بہت انتظار کروانے کے بعد آئی تو صاف کہہ دیا۔ یہاں سے چلی جائیں۔ جو کچھ آپ کے بیٹے نے میرے ساتھ کیا ہے۔ مر کر بھی معاف نہیں کروں گی۔ میں نے اسکے آگے ہاتھ بھی جوڑے ہیں۔ مگر وہ کچھ سُننے کو تیار نہیں ہے۔"
وہ بولا تو آواز میں انتہا کا ٹھہراؤ تھا۔

"اماں آپ گھر جائیں، میں جیل میں ہوں، پر بے بس ولاچار نہیں ہوں، اس عورت کی فکر کرنا اسی بل سے بند کر دیں، یہ کچھ نہیں کر پائے گی۔"

ماں کو مطمئن کر کے واپس بھیج دیا۔

مگر اپنا سکون غارت تھا۔

اُس نے اپنے سیل کے قریب کھڑے سپاہی کو اپنی جانب متوجہ کیا۔
سپاہی بظاہر تو اُس پہ جیسے احسان کرتے ہوئے قریب آیا۔ مگر دل سے وہ ایسے ہی کسی موقع کی تلاش میں تھا۔ کیونکہ قیدی نمبر دس کے گھر سے آنے والا تین وقت کا شاندار قسم کا کھانا قیدی تو برائے نام کھاتا تھا۔ البتہ سپاہیوں کی خوب موج لگی ہوئی تھی۔

وہ دیکھ رہا تھا۔ جب سے قیدی کی ملاقات ہو کر گئی تھی۔ وہ بے چینی سے چکر کاٹ رہا تھا۔ قیدی کو ابھی سزا نہیں ہوئی تھی۔ کیس کو عدالت میں آئے ابھی ایک ہفتہ ہی ہوا تھا۔ مگر بظاہر ہی حلے اور بول چال سے وہ کسی بڑے گھرانے کا معلوم ہوتا تھا۔

"بولو۔۔۔؟"

"کیا جیلر صاحب موجود ہیں؟"

"کیوں؟"

"اگر زیادہ سوال و جواب کئے بغیر میرا کام کر دو تو زیادہ فائدہ رہے گا۔"

"آن ڈیوٹی موجود اہلکار کو دھمکی دے رہے ہو یا رشوت؟"

"یہ تو اب آن ڈیوٹی اہلکار کی عقل پہ منحصر ہے۔ وہ کیا سنتا اور سمجھتا ہے۔"

اس وقت میں تو فقط ایک ضرورت مند ہوں۔ جو بھی میرے کام آئے گا۔ اسکو بس رقم بتانی پڑے گی۔ نام اب تک مجھے معلوم ہو ہی چکا ہے۔"

سپاہی نے ادھر ادھر نظر دوڑائی۔ کچھ دیر سوچنے کی ایکٹنگ کی۔ قیدی جانتا تھا۔ یہ سب اپنا دام بڑھانے کے اقدام ہو رہے ہیں۔ مگر اتنا تو یقین ہی تھا۔ اسکی آفر رد نہیں ہونے والی۔

اور وہی ہوا۔ اگلے تین گھنٹے بعد وہ قیدی جیلر کے کمرے میں بیٹھ کر نہ صرف چائے پانی پی رہا تھا۔ بلکہ ضروری کال بھی جیلر کے فون سے کی جا رہی تھی۔

فون پہ بات مکمل کر کے اٹھا۔

"کوئی بڑی بات نہیں جو اگلے دو تین گھنٹوں میں تم لوگوں کو میری رہائی کے آرڈر مل جائیں۔ تم لوگوں نے میرے مشکل وقت میں ساتھ دیا ہے۔ معاوضہ بھی انعام کے ساتھ دیا جائے گا۔"

جیلر کہہ نہ سکا کہ جناب میرے بیٹے کی کال آئی ہے۔ دو عدد اعلیٰ نسل کی بھینسیں اور ایک عدد موٹر سائیکل میرے گھر پہنچایا جا چکا ہے۔ کیونکہ جیلر نے رونا رویا تھا کہ خالص دودھ بہت مشکل سے دستیاب ہوتا ہے۔ اور دوسرا یہ کہ میرے بیٹے کے پاس موٹر سائیکل تک نہیں ہے۔ جو وہ کالج آسانی سے آجاسکے۔



گاڑی میں بیٹھے شخص نے ایک دفعہ پھر اپنے ارد گرد کا جائزہ لیا۔ وہ کب سے سامنے والے بنگلے پہ نظریں جمائے بیٹھا ہوا تھا۔ مگر کوئی حرکت محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ وہ پوری معلومات لیکر نکلا تھا۔ اس لیے اسکو بھرپور یقین تھا کہ جس کی تلاش میں وہ آیا ہے۔ وہ اندر ہی موجود ہے۔

وواپنی کلائی پہ بندھی گھڑی پہ وقت دیکھ رہا تھا۔ جب اُس بنگلے کا گیٹ کھلا اور کالے رنگ کی ٹیوٹا کرولا برآمد ہوئی۔

گاڑی کو ڈرائیور چلا رہا تھا۔ اور پیچھلی سیٹ پہ کالا چشمہ لگائے ایک لڑکی براجمان تھی۔ جس کا سارا دھیان اپنے ہاتھ میں پکڑے فون کی سکرین پہ تھا۔ جیسے ہی کرولا قریب سے گزر کر آگے گئی۔ انتظار میں بیٹھے شخص نے اپنے ڈرائیور کو پیچھا کرنے کا اشارہ کیا۔

کرولا اور پیچھا کرنے والی گاڑی کے درمیان فقط ایک اور گاڑی تھی۔ ٹیوٹا کرولانے پہلے ایک بوتیک کا رخ کیا۔ وہاں پہ دس منٹ رکنے کے بعد اگلی منزل کی جانب روانہ ہوئی۔

دوسری گاڑی کچھ فاصلے پہ ساتھ ساتھ رہی تھی۔

ٹیوٹا کرولا ایک پرائیویٹ ہسپتال کے انڈر گراؤنڈ پارکنگ آلات میں داخل ہو کر غائب ہو گئی۔ جبکہ دوسری کار وہیں باہر رُک گئی۔ گاڑی کا ڈرائیور وہیں رہا۔ پیننبر سیٹ سے وہ سنجیدہ چہرے سمیت نکلا اور متوازن قدموں سمیت ہسپتال کے داخلی دروازے سے ہوتا ہوا عمارت کے اندر داخل ہوا۔ اس کا رخ رسیپشن کی جانب تھا۔

"السلام علیکم یہاں کا انچارج کون ہے؟"

وہاں پہ موجود لڑکے نے سوال کرنے والے سوئڈ بوٹڈ بندے کو سرتاپیر غور سے دیکھا۔ اور پہلا خیال یہی آیا کہ کوئی سرکاری آفیسر ہسپتال کے دورے پہ نکل آیا ہے۔ اس لیے ہکلاتے ہوئے بولا۔

"وہ۔۔۔ س۔۔۔ سر ایوب یہاں کہ انچارج ہیں۔"

"اس وقت کہاں ملیں گے آپ کے یہ سر ایوب؟"

"سروہ سراس وقت اپنے دفتر میں موجود ہیں۔"
"اب کیا مجھے یہ پوچھنا پڑے گا کہ انکا دفتر کدھر پایا جاتا ہے؟"
ماتھے پہ تیوری لیے خشک و سرد لہجے میں بولتا سامنے والے کو مزید نروس کر رہا تھا۔

"نہیں سر۔۔۔ آئیے میں آپ کو انکے دفتر تک چھوڑ آتا ہوں۔"
"بڑی مہربانی ہوگی۔"
وہ لڑکا آگے چل پڑا۔ اسکی پیروی کرتے ہوئے وہ مزید پوچھنے لگا۔
"آج کتنی لیڈی ڈاکٹرز آن ڈیوٹی موجود ہیں؟"
وہ لڑکا ایک بل کو اسکی سمت دیکھ کر بولا۔
"اس وقت تو جی بس مس اسماء ہی موجود ہیں۔"
"اور ان مس کی ڈیوٹی کتنے گھنٹے قائم رہنی ہے؟"
"مس نائٹ شفٹ پہ ہیں۔ چھ سے صبح سات بجے تک یہیں ہوں گی۔"
لیس سر دفتر آگیا ہے، اب میں جاؤں گی؟"
سامنے والے نے اپنی ڈیپ بیلوڈریس جیکٹ کی جیب سے پانچ ہزار کا نوٹ نکال کر اس لڑکے کے ہاتھ پہ رکھا۔
"رشوت نہیں ہے۔۔۔ تمہارے تعاون کا انعام ہے۔"

اتنا کہہ کر دروازے پہ دستک دی۔ دوسری جانب سے اجازت ملتے ہی دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

وہ لڑکا تعجب سے اسکو دیکھتا رہا۔ جیسے ہی اسکے پیچھے دروازہ بند ہوا۔ وہ کندھے اچکاتے ہوئے پانچ ہزار کے نوٹ کو جیب میں ٹھونس کر واپس اپنی ڈیوٹی پہ مڑ گیا۔

ادھیڑ عمر ڈاکٹر ایوب نے آنے والے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ انہوں نے تو اپنے عملے کا کوئی ممبر سمجھ کر اندر آنے کی اجازت دی تھی۔ مگر ایک اجنبی شخص کو سامنے کھڑے دیکھ کر حیرت ہوئی۔ مزید حیرت تب ہوئی جب نو وارد بغیر اجازت کے کرسی کھینچ کر ٹانگ پہ ٹانگ چڑھا کر بیٹھ گیا۔

"جناب آپ کون؟۔۔۔ اور کس سلسلے میں تشریف لائے ہیں؟"

"ویسے تو میں تمہارے اس ہسپتال کے لیے موت کا باعث بن سکتا ہوں، مگر اب یہ تمہارے رویے پہ ہے کہ تم مجھے میرے سوالوں کا جواب سیدھے سے دیتے ہو۔ یا مجھے دوسرے راستے پہ مجبور کرتے ہو۔"

ڈاکٹر ایوب کا ماتھا ٹھنکا۔

"سر کیا ہم سے کوئی گستاخی سرزد ہو گئی ہے؟"

"کیا مجھے بتا سکتے ہو کہ تمہارے اس ادارے میں غیر قانونی کام کیوں کئے جاتے ہیں؟"

"سر میں سمجھا نہیں۔۔۔ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔۔۔؟ جہاں تک مجھے علم ہے۔ ہمارے یہاں کوئی غیر قانونی کام نہیں ہوتا ہے۔۔۔ ہماری لیبارٹری سے لیکر آپریشن تھیٹر۔۔۔ فارمیسی ہر جگہ ایمانداری کا خیال رکھا جاتا ہے آپ نے اپنا تعارف نہیں دیا؟ کیا آپ کا تعلق کسی ٹی وی چینل سے ہے؟ کیا آپ گیمرہ پہنے ہوئے ہیں؟"

وہ اسکے آخری سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے بولا۔

"جانے دو ایوب صاحب۔ اگر میں تفصیل میں چلا گیا تو تمہاری

ایمانداری کے بچے ادھیڑ کر رکھ دوں گا۔ فلحال تو مجھے اس بات کا جواب چاہیے

کہ تمہارے ہسپتال میں میری بیوی کے ابارشن کرنے کی اپوائنٹمنٹ کس نے دی ہے۔ اور کس کی اجازت سے یہ گناہ کیا جانے والا ہے؟"

اسکے چہرے پہ دوڑنے والی غصے کی سُرخی نے ایوب کے پسینے چھڑا دیئے۔

"ابارشن؟"

"جی ہاں ابارشن۔۔۔ ذرا بلائیں اپنی آن ڈیوٹی لیڈی ڈاکٹر کو۔"

ایوب کے ماتھے پہ سلوٹیں آئیں۔ بولا۔

"جناب آپکو ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ ہمارے یہاں ایسا کوئی کام نہیں کیا جاتا ہے۔ ہمارا ایک نام ہے۔ جس پہ ہم کوئی کمپرومائز نہیں کرتے ہیں۔"

"تو پھر ڈر کس بات کا۔ ڈاکٹر اسماء کو بلائیے، باقی ان سے پوچھ گچھ میں خود کر لوں گا۔"

"آپ ڈاکٹر اسماء سے بات کر کے اپنی تسلی کر لیں۔۔۔ مگر میں پہلے ہی بتا دیتا ہوں۔ آپ کو مایوسی ہونے والی ہے۔"

ایوب نے انٹرکام پہ مس اسماء کو بھیجنے کا پیغام چھوڑا۔۔۔ تین منٹ بعد دروازے پہ دستک ہوئی۔

ایوب کی کرخت آواز نکلی۔

"تشریف لائیے۔"

ایک پچیس چھبیس سالہ اسٹائلش سی لڑکی نے دروازہ کھولتے ہی پوچھا۔

"سر آپ نے بلایا؟"

"جی مس اسماء آئیے بیٹھیے۔۔۔ یہ صاحب آپ سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں۔۔۔ اور انکے سوال کا جواب مجھے بھی چاہیے۔"

ڈاکٹر اسماء کو ایوب صاحب کالب و لہجہ معمول سے ہٹ کر لگا۔۔۔ مگر پھر بھی اپنا وہم سمجھ کر ٹالتے ہوئے آکر کرسی پہ بیٹھ گئی اور وہاں موجود تیسرے شخص کی جانب رخ کیا۔ جو گہرے نیلے ٹراؤزر سوٹ کے ساتھ سفید بے داغ شرٹ پہنے ہوئے تھا۔

"جی میں آپ کی کیا مدد کر سکتی ہوں؟"

"آپ میری کیا مدد کریں گی۔ مدد تو میں آپ کی کرنے آیا ہوں۔"

اسماء نے ایک دفعہ ایوب صاحب کی جانب دیکھا۔۔۔ پھر مہمان کی جانب۔۔۔ اور بولی۔

"میں سمجھی نہیں کہ آپ کیا کہنے چاہ رہے ہیں؟"

"ڈاکٹر صاحبہ آج آپ ایک لڑکی کا ابارشن کرنے والی ہیں۔ کیا یہ بات سچ ہے۔۔۔؟ اگر آپ انکاری بھی ہوں۔۔۔ تو میرے پاس آپ کے خلاف سب سے بڑا ثبوت اُس خاتون کی اس ہسپتال میں موجودگی ہے اور وہ یہاں پر اسی کام کے لیے آئی ہے۔ جبکہ آن ڈیوٹی صرف ایک لیڈی ڈاکٹر موجود ہے جو کہ آپ ہیں۔ کیا آپ کو ان میں سے کسی ایک بات سے بھی انکار ہے؟"

ڈاکٹر اسماء منہ کھولے اسکو دیکھے جارہی تھی۔۔۔ جو بات اس نے ٹاپ سیکریٹ رکھی تھی۔ وہ یوں سر عام کھل گئی تھی۔ مگر پھر خود کو بروقت سنبھالتے ہوئے ترشی سے گویا ہوئی۔

"اول تو یہ کہ میں اپنے مریضوں کی پرسنل معلومات کسی کے ساتھ ڈسکس نہیں کرتی ہوں۔ دوسرا یہ کہ وہ لڑکی غیر شادی شدہ ہے اور اس بچے کو

لیکر اس کے خاندان والے اس کو سیریس قسم کا نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ میں یونہی اس کام کے لیے راضی نہیں ہوئی تھی۔ اس لڑکی کی زندگی کو خطرہ ہے۔"

"اور آپ تک یہ خرافات کس نے پہنچائی ہیں؟ اس لڑکی نے؟"
 "ظاہری بات ہے جی۔ اور کون بتائے گا۔ وہ اپنے امی ابو سے چھپ کر آئی ہے۔"

"اس لڑکی نے کہانی سنا دی اور آپ نے آنکھیں بند کر کے یقین کر لیا۔۔۔؟ ایک ڈاکٹر ہونے کی حیثیت سے جب آپ ایک معصوم بے قصور جان کا قتل کرنے پر راضی ہوئی تھیں۔ تو آپ کا یہ اخلاقی فرض نہیں بنتا تھا۔ کہ آپ اس لڑکی کے بارے میں اپنے طور پر تفتیش کروائیں۔۔۔ یا کہ آپ کو نوٹ ہی اتنے مل گئے تھے کہ آپ نے اس بارے میں سوچنے کی بھی زحمت نہیں کی کہ وہ لڑکی جھوٹی بھی ہو سکتی ہے۔"

"یہ نہیں ہو سکتا۔ وہ بہت پریشان تھی۔ اسکے چہرے پہ رقم تھا کہ وہ کسی مشکل میں ہے۔"

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے نہ کہ اس لڑکی کے چہرے پہ موجود تاثرات ندامت کے ہوں۔ گناہ کو سوچ کر پچھتاوے کے ہوں۔ اندر سے ڈر رہی ہو۔ اور آپ اپنے غلط چہرہ شناسی کے زعم میں میری آنے والی نسل کو ختم کرنے چلی ہیں۔"
 "ڈاکٹر صاحبہ وہ لڑکی میری بیوی ہے۔ آپ بڑی خوش قسمت ہیں کہ مجھے بروقت اطلاع مل گئی۔ ورنہ یقین جانے میں یہاں کی اینٹ سے اینٹ بجا دیتا۔ معاف تو میں اب بھی نہیں کروں گا۔ آپ کے خلاف کیس کروں گا۔ تاکہ آئندہ آپ دو لاکھ کے پچھے بغیر تصدیق کے قتل عام نہ کرتی پھریں۔"

"سر پلیز آپ ایسا نہیں کر سکتے۔۔ آپکی مسز نے کہانی بنا کر ایکٹنگ ہی ایسی کی تھی۔ کہ میری جگہ کوئی اور بھی ہوتا تو دھوکا کھا جاتا۔ سر ایوب آپ ان صاحب سے کہیے نا۔ سر میں ایک ایماندار ملازمہ ہوں، سر میں نے پیسے کے لالچ میں کیس نہیں لیا تھا، سر اس لڑکی کا بار بار یہی کہنا تھا، کہ اگر اس نے بچے سے جان نہ چھڑوائی تو اسکی جان کو خطرہ ہے۔"

آپکے ساتھ میرا ملازم بات کرے گا۔ فلحال مجھے اتنا بتا دیں آپکی جھوٹی مرتضیٰ اس وقت کس کمرے میں موجود ہے۔"

"وہ گائینی وارڈ کے کمرہ نمبر چار میں ہے۔"

"بہت خوب۔۔۔ تعاون کا شکریہ۔۔۔ امید ہے کہ ہم دوبارہ نہیں ملیں گے۔"

اتنا کہہ کر وہ وہاں سے نکلا۔۔۔ جیب میں سے فون نکال کر اپنے ملازم کا نمبر ملا کر ضروری ہدایت دینے لگا۔۔۔ اس دوران اس کے قدم گائینی وارڈ کی جانب رواں دواں تھے۔۔۔ فون پہ بات ختم کرنے کے بعد فون بند کر کے جیکٹ کی اندرونی جیب میں رکھا۔۔۔ مطلوبہ کمرے کے دروازے پہ وہ چند سکینڈ کوز کا اور اگلے پل گہری سانس کھینچ کر دروازے کے ہینڈل پر وزن ڈالا۔۔۔ دروازہ کھل گیا۔۔۔

کمرے میں داخل ہو کر دروازہ دوبارہ بند کیا۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

وہ بڑی بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے وہاں پر موجود تو تھی۔ مگر دل کو بے چینی لاحق تھی۔ جیسے کچھ ہونے والا ہے۔ کچھ بُرا ہونے والا ہو۔ وہ بار

بار خود کو تسلی دیتی کہ نہیں۔ جس شخص سے مجھے خطرہ ہے۔ وہ اس وقت حوالات میں بند ہے۔ بہت جلد اسکو سزا ہو جائے گی۔

سزا آج ہوتی ہے یا کل۔ یہ فائل نہیں تھا۔ مگر اسکے دماغ میں ایک بات بالکل کلیئر تھی کہ۔۔۔ وہ اب زمانہ قریب میں اُس شخص کی شکل کبھی نہیں دیکھے گے۔ جس سے وہ دنیا میں سب سے زیادہ نفرت کرتی ہے۔ اتنی نفرت کہ وہ اسکی اولاد کو دنیا میں آنے سے پہلے ہی ختم کر رہی تھی۔ ہاں چند گھنٹوں کی بات تھی۔ پھر زبردستی کی لکھی کہانی کا ختمی انجام ہو جائے گا۔ اپنے ٹھنڈے پڑتے ہاتھوں کو آپس میں رگڑا۔

تب ہی دروازے پہ دستک ہوئی اور اگلے پل دروازہ وا ہوا۔
فریم میں ابھرنے والے چہرے کو دیکھ کر اس کو اپنی آنکھوں پہ یقین نہ آیا۔

مگر آج سامنے والے کی نظروں میں نرمی کی جگہ شعلے نکل رہے تھے۔
آج وہاں اسکو ویسی ہی نفرت نظر آئی جیسی اُس کے اپنے اندر پائی جاتی تھی۔
اپنے پیچھے دروازہ بند کرتا وہ شخص عین کمرے کے وسط میں سینے پہ ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوتا بولا۔

"خونخوار جانور بھی اپنی اولاد کے لیے نرم ہوتا ہے۔ تم نے تو اُس جانور کو بھی مات دے دی۔ جو ماس تو کھاتا ہے۔ مگر اپنی اولاد کے لیے کرم ہی کرم ہوتا ہے۔ کیا سمجھ لیا تھا۔۔۔؟ میں اتنا کمزور ہوں۔۔۔؟ کہ اپنی اولاد کی حفاظت نہ کر پاؤں گا؟"

وہ بڑی دھیمی مگر سرد اور دو ٹوک آواز میں بولتا جا رہا تھا۔۔۔ اور آج وہ صرف سُن رہی تھی۔ ایک دم سے اُسکو اپنے سامنے دیکھ کر اس کے اوسان

دھنگ رہ گئے تھے۔ اور زبان ساتھ نہیں دے رہی تھی۔ ورنہ ایسا تو کبھی نہیں ہوا تھا۔ وہ تو اینٹ کا جواب پتھر سے دینے والوں میں سے تھی۔
"سارے قصور میرے ہیں۔۔۔ اپنی اولاد کو کس بات کی سزا دینے جاری تھیں؟"

بلا آخر لب ہلے۔

"یہ میری اولاد نہیں ہے۔"

"اچھا۔۔۔ کیا تمہارے وجود میں نہیں بل رہا ہے۔۔۔؟ یا تمہارے خون سے نہیں سینچ رہا؟ کس حوالے سے یہ تمہاری اولاد نہیں ہے؟"
"ہر حوالے سے۔"

"مجھے بھی تو بتاؤ۔۔۔؟"

"جب میں تمہیں اپنا شوہر ہی نہیں مانتی ہوں۔۔۔ تو اسکو اپنی اولاد کیوں مانوں گی۔۔۔ یہ حر۔۔۔۔۔"

منہ پہ پڑنے والے زوردار چاٹنے نے اگلے لفظ چھین لیے۔

"خبردار۔۔۔۔۔ جو تم نے میرے بچے کو گالی دی۔"

نم آنکھوں کے ساتھ وہ اسکی جانب دیکھ کر غصے سے چیخی۔

"دوں گی گالی۔۔۔۔۔ کیوں نہ دوں۔۔۔۔۔ جو کچھ تم نے کیا ہے۔۔۔۔۔ اب

اُس کا سامنا کرنے سے کیوں ڈر رہے ہو۔؟"

"تمہارے سامنے کھڑا ہوں۔ کیا میری شکل پہ کسی قسم کا خوف یا ڈر دیکھ رہی ہو۔۔۔؟ نہیں نا۔ کیونکہ میں چور نہیں ہوں۔۔۔۔۔ بے ایمان نہیں ہوں۔"

وہ تالیاں پیٹ کر داد دینے لگی۔

"براؤ۔۔۔ جس تھالی میں کھاتے رہے اسی میں چمید کر کے کہتے ہو۔ تم چور نہیں ہو۔ اگر ایسا ہے تو ماؤ میرے باپ کا نمبر اور یہاں میرے سامنے اپنے جرم کا اعتراف کرو۔ پھر میں مانوں کتنا دم رکھتے ہو۔"

"مجھے کوئی کم عمر جڈ باقی لڑکا سمجھا ہوا ہے۔ جو تمہاری جملے بازی کا جواب دینے کھڑا ہو جائے گا۔"

"اپنا سامان پکڑو۔۔۔ اور میرے ساتھ چلو۔۔۔ تمہیں آزادی راس نہیں آئی ہے۔"

"میں شور مچا کر سارا ہسپتال سر پہ اٹھا لوں گی۔ میرے نزدیک آنے کا تو سوچنا بھی مت۔"

"کیا کرو گی۔۔۔؟ مجھے پولیس کے حوالے کروا کر میرے پہ ہراسمنٹ کا کیس کرواؤ گی؟ تم پاگل ہو گئی ہو۔ ہارمونز تمہارے دماغ کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔"

ساتھ ہی اُس نے جیب میں سے فون نکال کر اس کے برابر بیڈ پہ اُچھالا۔

"یہ فون پکڑو اور اپنے والد کو کال ماؤ۔ انکا نمبر سپیڈ ڈائل پہ موجود ہے۔ اُن سے بات کرو۔ اور پھر انسانوں کی طرح میرے ساتھ چلو۔"

اپنے باپ کو اپنی آپ جیتی کا ایک ایک احوال سُنانے کے لیے فون ہاتھ میں لیکر نمبر ملا یا۔

جیسے ہی دوسری جانب سے ہیلو کی آواز آئی۔۔۔ وہ جوش سے بولی۔

"آپ سے رابطہ کیوں نہیں ہوتا تھا۔۔۔ میں۔۔۔"

دوسری جانب اسکے والد نے جس لہجے میں بات شروع کی وہ اس کے لیے بالکل اجنبی تھا۔ ہر بات پیارا اور محبت سے کرنے والے باپ کی آواز میں

غصہ اور نفرت بول رہی تھی۔ اور جو جو باتیں انہوں نے کیں۔ اسکے کانوں میں سیسے کی طرح پکھلتی گئیں۔

کال پورے تین منٹ چلی۔۔۔۔۔ وہ بت بن کر صرف سُنتی رہی۔ اور آخر بے ہوش ہو گئی۔

اُس مرد نے تیزی سے آگے بڑھ کر اس کے بے خبر ہوتے وجود کو فرش پہ اوندھے منہ کرنے سے بچانے کی خاطر اُس عورت کو دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔ پھر نرمی سے بیڈ پہ لٹا کر ڈاکٹر کو بلا لایا۔

کال کٹ چکی تھی۔۔۔۔۔ آگہی کا تیر چل چکا تھا، اب یہ دیکھنا باقی تھا کہ اس سے کس درجے کی تباہی عمل میں آئی تھی۔

☆☆☆☆☆☆

"آپی ابی کہہ رہے ہیں۔۔۔ اگر آپ کو ہر حال میں آج ہی اپنی نئی گاڑی خریدنی ہے تو۔۔۔ جلدی سے تیار ہو کر آئیں۔"

آج ویک اینڈ ہونے کی وجہ سے وہ سستی کا شکار تھی۔ اور اپنے کمرے کے کارپنڈ فرش پہ بیٹھی اپنے جیولری باکس کو خالی کرنے کے بعد اب سیٹ کر رہی تھی۔ ابھی تک شبِ خوابی کے لباس میں تھی۔ ایک ڈھیلا سا گرے سویٹر اسکے ساتھ چیک والا کالا اور گرے ٹراؤزر۔ ایمان کی بات پر ایک دم سے چوکس ہو کر متوجہ ہوئی اور خوشی و جوش سے پوچھا۔

"ہائے کیا ابی نے واقعی ایسا بولا ہے۔۔۔؟"

"ہاں نا۔۔۔ اب جلدی سے تیار ہو کر آجائیں۔"

ایمان چہرے کے زاویے بناتی واپس مڑ رہی تھی جب اس نے اُٹھ کر اسکو بازو سے دبوا۔۔۔ اور کمرے میں واپس کھینچا۔

"تم کہاں جا رہی ہو۔۔۔ ادھر بیٹھ کر یہ سارا بکھیرا سمیٹو۔۔۔ میں ابھی آئی۔۔۔"

اُس نے زبردستی ایمان کو اپنی جگہ بٹھایا اور خود کمرے سے نکل گئی۔ ایمان نے اپنی عینک کا فریم درست کرتے ہوئے غصے سے اپنے سامنے بکھری اپنی بہن کی جیولری کو دیکھا۔۔۔ اور خود سے بڑبڑائی۔

"آپی جو کہتی ہیں۔ ابی سے منوائے بغیر ان کو سکون نہیں لینے دیتی ہیں۔ شی از سو سیلفش۔ اب ابی سے کنفرم کرنے گئی ہوں گی۔ جیسے میری بات پہ تو یقین ہی نہیں ہے۔ اوہ پر ابی کے پاس تو فاز بھائی آئے بیٹھے ہیں۔"

ایمان نے اپنا سیدھا ہاتھ پیشانی پہ مارا۔

"پہلے خود اندھوں جیسے بھاگ گئی ہیں۔۔۔ اب آکر مجھے ہی ڈانٹیں گی۔ آف میری لائف۔ اللہ کسی کو درمیان والا بہن بھائی نہ بنائے۔ ساری عمر رعب سنتے ہی گزر رہی ہے۔"

ایمان بولنے کے ساتھ ساتھ بڑی بہن کی ساری انگلیاں اٹھا اٹھا کر اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں پہ سجا چکی تھی۔ ایک بڑے سے جھمکے کو ماتھے پہ ٹیکے کی صورت نکالیا۔ اب چوڑیاں پہن رہی تھی۔ جو کہ اسکی فربہ مائل کلائیوں پہ خوب بچ رہی تھیں۔

تیزی سے سیزھیاں اترتی وہ ہوا کے گھوڑے پہ سوار ابی کے کمرے میں بغیر ناک کئے داخل ہوئی۔

"ابی جان کیا میرے سماعت نے جو سنا وہ سچ ہے۔۔۔؟"

دونوں چچا بھتیجا بڑے ریلیکس انداز میں بیڈ پہ نیم دراز ہو کر خشک میوہ جات سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ فاز کی گود میں ایک فائل کھلی پڑی تھی۔

جسے وہ پوری توجہ سے پڑھ رہا تھا۔ ایک پل کو نظر اٹھی۔ نہ سر پہ آنچل نہ سینے پہ۔ اسکا خون ہی کھول کر رہ گیا۔

اور ایک دم بھنویں اچکا کر نظر واپس فائل پہ نکادی۔
جہانگیر تارڑ عام طور پر بیٹی کو دیکھ کر خوش باش ہو جایا کرتے تھے۔ مگر اس وقت اسکے حلیے کی وجہ سے ماتھے پہ شکن آگئی۔
کھٹکھی وہ بھی تھی۔۔ مگر پھر اپنے ازلی اعتماد کے سہارے جم گئی۔

"ابی کیا آپ مجھے گاڑی دلوار ہے ہیں؟"
بھتیجے کے پہلو بدل کر فائل پہ نظریں غرق کرنے پر وہ اسکا احتجاج سمجھ گئے اور بیٹی کو وہیں ٹوک دیا۔

"اے مل بیٹے کمرے میں آنے سے پہلے ناک کرتے ہیں۔۔ اور یہ کیا حلیہ ہے یوں منہ اٹھا کر بھائی کے سامنے آنے کا۔"

"ابی یہ آدمی میرا بھائی کبھی نہیں ہو سکتا۔ میرا ایک ہی بھائی ہے۔ جسکا نام فاز تو ہر گز نہیں ہے۔ اور دوسرا یہ کہ میں آپ کے پاس آئی تھی۔ مجھے کیا علم آپ نے اپنے مہمان کو ڈرائینگ روم کی بجائے لا کر اپنے کمرے میں بٹھایا ہوا ہے۔"

"اے مل بد تمیزی مت کرو۔۔ فاز اس گھر کا فرد ہے۔۔ مہمان نہیں ہے۔"

"اوہ ایز آلویز۔۔ آپ اس شخص کی ہی حمایت کریں گے۔ مجھے فضول میں اپنا سر کھپانے کا کوئی شوق نہیں ہے۔ آپ بس اتنا بتادیں کیا واقعی آپ نے ایمان سے مجھے گاڑی دلوانے کی بات کی ہے۔۔ یا مذاق تھا؟"

"میں مذاق کیوں کروں گا۔ تمہارا اپنا مطالبہ تمہاری گاڑی کا۔ آج فاز کو میں نے اسی لیے زحمت دی ہے۔ اسکے ساتھ جا کر گاڑی پسند کر آؤ۔ باقی یہ دیکھ لے گا۔"

اٹل کا منہ کڑوا ہو گیا۔ بادل ناخواستہ بولی۔

میں تیار ہو کر آتی ہوں۔"

☆☆☆☆☆☆

اپنے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے ایمان کو بولی۔

"ابی ہمارے گھر کا کوئی کام کوئی فیصلہ اس شخص کی مداخلت کے بغیر کیوں نہیں کر سکتے ہیں۔ اگر مجھے علم ہوتا ابی اس کے انتظار میں ہیں تو میں کب کی ان کو زبردستی اپنے ساتھ لے گئی ہوتی۔ کل میری پہلی آفیشل ریپ واک ہے۔ میں لیٹ نہیں ہونا چاہتی ہوں۔ اس لیے میں اس آدمی کا احسان لینے پر مجبور ہوں۔"

ایمان اشتیاق سے پوچھنے لگی۔

"میں بھی چلوں؟"

"کیا یہ بھی پوچھنے والی بات ہے۔ اُس شخص کے ساتھ جانے کا سوچ کر ہی مجھے الجھن ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ کجا کے اس کے ساتھ گاڑی میں اکیلے بیٹھنا۔ اُف اللہ ایسا وقت کسی دشمن پر بھی نہ لائے۔"

نیچے باغیچے سے فاز کی آواز سنائی دی۔ اٹل اپنے کمرے کی بالکونی پر نکلی۔ وہ شاید اپنی کوئی کال سننے کے بعد اندر کی طرف جا رہا تھا۔ سفید کلف دار سوٹ پہ ہلکی ہلکی سی شکنیں ابھر آئی تھیں۔ اٹل نے وہیں سے لٹکایا۔

"میں دودھ پیتی بچی ہر گز نہیں ہوں۔۔۔ جو تمہاری انگلی پکڑ کر شوروم تک جاؤں۔ اپنی یہ سر و سزا اپنی فدا یوں تک محدود رکھا کرو۔ مجھے اپنے کام خود کرنے کی عادت ہے۔"

وہ اس کی ہمت پہ داد دیئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس وقت بھی وہ اپنے اسی حلیے میں تھی۔ دراز قد میں ٹراؤزر شرٹ بنگی ہونے کے باوجود اس کے جسم کے بعض مقامات پر بری طرح نمودار تھی۔ اس دفعہ فاز نے نظر نہیں جھکائی۔ اور نظر جھکاتا بھی کیوں؟ جب سامنے والی کو فرق نہیں پڑتا تھا۔ وہ تو ویسے بھی حسن کا دیوانہ واقعہ ہوا تھا۔

اُس کو جم کر کھڑا دیکھ کر امل کو غصہ آیا۔ کیونکہ وہ ایک ٹک آنکھیں جھپکے بغیر دیکھے جا رہا تھا۔ اس کو جواب میں ایک لفظ تک نہ کہا۔ بڑے آرام سے جتایا

"ایسا کرو خود جا کر چچا کو انکار کر دو۔"

امل نے دانت پیسے۔

"جانور کہیں کا۔"

پیر پٹختی کمرے میں چلی گئی۔

سنجیدہ چہرے کے ساتھ اندر کی جانب جاتے ہوئے لبوں پر بڑبڑاہت تھی۔

"اس منہ زور ندی کے آگے بندھ باندھنا اہم ہو گیا ہے۔ ورنہ سالوں کی کمائی عزت ہاتھ سے جاتی رہے گی۔"

آدھے گھنٹے بعد وہ لوگ فاز کے دوست کے شوروم کی جانب جا رہے تھے۔ ایمان امل کے ساتھ پچھلی سیٹ پر براجمان تھی۔ فاز کی آنکھوں کو مہنگے

کالے شیشے اپنے پیچھے چھپائے ہوئے تھے۔ مگر اس کے باوجود امل کا ہے بگا ہے
بیک ویو مرر پر اٹھنے والی نظر سے واقف تھی۔

مضبوط ہاتھوں سے اسٹریٹنگ وہیل کو گھماتے ہوئے اس نے بڑے آرام
سے موڑ کاٹا۔ اور ایمان کو مخاطب کرتے ہوئے بولا۔

"ایمان سنا ہے کچھ لوگ دُھن کے بڑے پکے واقع ہوئے ہیں۔ ان کا
لوگو ہے کہ جان جاتی ہے تو جائے، عزت جاتی ہے تو جائے، مگر دو لکے کا تھرا
کلاس شوق ضرور پورا کرنا ہے۔ ایسے لوگوں کو ایک بات یاد رکھنی چاہیے کہ جو
لوگ خاندانی رسم و رواج سے ٹکراتے ہیں۔ ان کا وجود ختم ہو جاتا ہے۔"

امل بڑی اچھی طرح جانتی تھی۔ وہ یہ سب کس کو سنارہا ہے۔ اسلئے بیک
ویو مرر میں اس کو گھورتے ہوئے بولی۔

"ہمارے باپ دادا نے تو کبھی طوائفوں اور ناچنے والیوں پر دولت نہیں
واری تھی۔ نہ ہی انہوں نے حرام کی کمائی گھر میں داخل کی تھی۔ نہ ہی ان کے
ان گنت معاشقے رہے تھے۔ پھر ایسا کرنے والے انسان کا وجود اب تک اس
خاندان میں نظر کیوں آرہا ہے؟ رسم و رواج توڑنے والے کے اپنے ٹکڑے
کیوں نہیں ہوئے؟"

فاز کے لب ایک کونے سے ہلکے سے پھیلے پھر واپس ایک لائن میں آگئے
۔ مزالیتے ہوئے بولا۔

"چلو یہ تو کھلا کہ جتنا تم میری ذات سے لاپرواہ نظر آنے کی کوشش کرتی
ہو۔ حقیقت اُس کے برعکس ہے۔"
امل ناگواری سے بولی۔

"تمہاری حیثیت میری زندگی میں اتنی سی ہے کہ میرے ابا تمہیں
تمہارے گھر سے بلا کر میری ڈرائیوری کرنے کا بولتے ہیں۔ جیسے ایک نوکر کو
بولا جاتا ہے۔"

فاز نے ایک دفعہ پھر دل جلانے والی مسکراہٹ جھپائی اور کمینگی سے بولا

"خبر رکھا کرو امل جہانگیر کہیں ایسا نہ ہو۔ یہ ڈرائیور عمر بھر کے لیے
تمہارا ذمہ دار بنادیا جائے۔"

امل نے خوفزدہ نگاہوں سے اُس کو دیکھتے ہوئے کہا۔
"تمہارے منہ میں خاک فاز اور نگزیب، ایسا دن دیکھنے سے پہلے میں مرنا
پسند کروں گی۔"

فاز نے اس کے تاثرات سے لطف لیتے ہوئے کہا۔
"میرا مخلصانہ مشورہ ہے امل جہانگیر مردوں کا مقابلہ کرنا چھوڑ دو۔ ورنہ
بہت پچھتاؤ گی۔ میں پہلے سے بتا رہا ہوں۔ تاکہ بعد میں تم ہمیں الزام نہ دو۔"
امل نے حیرت سے دریافت کیا۔

"تمہیں آوارہ بد چلن مرد کہنے کا مطلب تمہاری نظر میں یہ ہے کہ میں
تمہارا مقابلہ کرنا چاہ رہی ہوں؟"

فاز نے گیراج کے سامنے گاڑی روکی اور بڑے تحمل سے بولا۔
"اگر میں ایک آوارہ بد چلن انسان ہوں تو تم بھی تو ماڈلنگ میں جا کر ایسا
ہی بننا چاہ رہی ہو۔ تم میں اور مجھ میں کوئی خاص فرق تو نہیں رہے گا۔"
امل کو اپنے کانوں پہ یقین نہ آیا۔

"تمہارا مطلب ہے، ماڈلنگ کرنے والے بد چلن ہوتے ہیں؟"

فاز نے بھی آگے سے سیدھا سوال داغہ۔

"تو کیا آدھی ننگی ہو کر غیر مردوں کے سامنے جانے والی عورتیں

پرہیز گار ہوتی ہیں؟"

امل نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"تمہاری سوچ سے ہی اندازہ ہوتا ہے کہ تم کتنے چھوٹے انسان ہو۔ مہنگا

لباس اور نفیس خوشبو بھی تمہیں خوبصورت دکھانے میں ناکام ہو گئے ہیں۔"

وہ لاپرواہی سے بولا۔ "چلو تم مجھے نہ سہی میری خوشبو کو تو نفیس مانتی ہو۔

آہستہ آہستہ میرے بارے میں بھی رائے بدل جائے گی۔"

امل نے نفرت سے کہا۔

"ہاں تمہاری موت کے بعد دنیا داری کو میں بھی کہہ دوں گی۔ مرنے

والا کمبخت اچھا انسان تھا۔"

فاز کے لبوں کو دانتوں میں دبا کر طنزیہ مسکراہٹ امل کی جانب پھینکنے

سے امل کی روح تک جل کر راکھ ہو گئی۔ ایمان سے بولی۔

"مانی چلو گھر چلیں۔"

مانی نے منہ بسورا۔

"آپ لوگ اتنا لڑتے کیوں ہیں؟ ہم گاڑی لیے بغیر واپس نہیں جائیں

گے۔ کیوں فاز بھائی؟"

وہ اپنی طرف کا دروازہ کھول کر باہر نکلتے ہوئے بولا۔

"بالکل جی۔۔ آج گاڑی والی سر درد ختم کر کے ہی واپسی ہوگی۔ اب روز

روز میں اپنا قیمتی وقت ضائع کر کے فضول کاموں کے لئے نہیں نکل سکتا ہوں

۔"

اٹل بھی باہر نکل کر مستحکم لہجے میں بولی۔ "بھاڑ میں جاؤ تم اور تمہارا قیمتی وقت۔۔ میں گھر جا رہی ہوں۔" وہ سڑک کی جانب چل پڑی اور وہ اُس کو جاتے دیکھتا رہا۔ اس سے پہلے کہ ایمان گاڑی سے نکل کر اس کے پیچھے جاتی۔ اٹل پہلا آنے والا رکشہ روک کر اس میں بیٹھی اور وہاں سے چلی گئی۔

☆☆☆☆☆

"تمہیں کتنی دفعہ کہاں ہے۔ کرائے پہ مت رہو۔ آخر میرا اتنا بڑا گھر کس کام کا؟ اگر میری اپنی ہی بیٹی نے کرائے پہ رہنا ہے تو۔"

"مجھے یہاں پہ آسانی رہتی ہے۔ ایک تو یہ جگہ میرے کام کے قریب ہے۔ دوسرا میری آنے جانے کی روٹیں ایسی ہے کہ مجھے اپنے ساتھ رہنے والوں کو ڈسٹرب کرنا اچھا نہیں لگتا۔"

"اکیلی لڑکی فلیٹ کرائے پہ لیکر رہ رہی ہے۔ اور جس علاقے میں تمہارا فلیٹ ہے۔ وہاں تو دن دھاڑے لوگوں کو چھریاں مار دی جاتی ہیں۔ ڈرگ ڈیلرز کا گڑھ ہے۔ میں کہتی ہوں اگر اکیلے ہی رہنا تھا تو کیا کسی اچھی جگہ پہ گھر نہیں لے سکتی ہو؟"

"اچھی جگہ پہ اتنے میں ایک کمرہ بھی نہیں ملتا جتنے میں یہاں مجھے ایک فلیٹ میسر ہے۔۔۔ اور مجھے یہاں کے لوگ کچھ نہیں کہتے ہیں۔ میرے بلاک میں رہنے والے سارے لوگ مجھے پسند کرتے ہیں۔"

"ہاں تو اگر تمہارے گھر کا لاک توڑ کر سارے پیسے اور قیمتی چیزیں چوری کر لیں۔ اور جواب میں تم نے پولیس میں رپورٹ تک نہ کی اب وہ تمہیں پسند نہ کریں گے تو کیا بیرپالیں گے۔"

"آپ اپنی صحت کی سُنائیں۔ گھر پہ سب کیسے ہیں؟"

"سب ٹھیک ہیں۔۔۔ اپنی اپنی زندگیوں میں مصروف۔ میں نے نیا واکنگ گروپ جوائن کیا ہے۔ ہر جمعے کو ہم لوگ چار سے پانچ میل چلتی ہیں۔ اس کے علاوہ میری ایک بنگالی دوست کیفے کھول رہی تھی۔ میں اُس کے ساتھ پارٹنر بن گئی ہوں۔ ہفتے میں دو دن وہ وہاں ہوتی ہے۔ دو دن میں تم یہاں ہو تو میرے پاس تھوڑی رونق ہے۔"

"اپنی بہو کو بولیں ناکہ بچوں کو آپ سے ملوانے لیکر آیا کرے۔۔۔ رونق ہو جایا کرے گی۔"

"وہ تو اسی انتظار میں رہتی ہے۔ کب میں جھوٹا سا بھی اشارہ کروں اور وہ بچوں کو میری طرف چھوڑ کر اپنی دوستوں کے ساتھ جائے۔ اسکے شوہر کا فون آیا تھا۔ اگلے ہفتے فرانس جارہا ہے۔"

"ہیں۔۔۔ کیا اکیلا جارہا ہے؟"

"اُسکی اتنی ہمت۔ اکیلا تو وہ کارنر شاپ تک نہیں جاسکتا۔ بیوی بھی ساتھ جارہی ہے۔"

"اور بچے۔۔۔؟"

"نانا نانی کے ساتھ رہیں گے۔ اسکی ماں کی اچھی شامت آئی ہوئی ہے۔ وہ دھیمے سے ہنسی۔"

"اچھا سنو۔"

"جی کہیے؟"

"کیا ابھی تک نائٹ شفٹ کر رہی ہو؟"

"ہاں۔۔۔ مجھ سے دن کے وقت کام نہیں ہوتا ہے۔"

"تمہاری ہر بات اُلٹ ہے۔ لڑکیوں والی کوئی بات نہیں ہے۔ اور سناؤ، وہ

جو تمہارا ہمسایہ تھا۔۔؟"

"کون؟ وہ اپنا چوہدری؟"

"ہاں۔۔۔ وہی کیا ابھی تک ادھر ہی رہتا ہے۔۔؟"

"خالہ وہ بھی میرے جیسا فوجی ہے۔ دن کے وقت لمبی تان کر سویا ہوتا

ہے۔ اور رات کو کام کرتا ہے۔"

"تم نے اسکو پوچھا نہیں کبھی، اسکے ماں باپ کے بارے میں کہاں سے

ہے؟"

"وہ بات بھی ایسے کرتا ہے۔ جیسے پتھر مار رہا ہو۔ اور مجھے کبھی اسکے

بارے میں جاننے کا شوق نہیں ہوا۔"

"ہاں۔۔۔! تم اس دنیا کا حصہ ہی کب ہو، جو تمہیں اپنے ارد گرد بننے

والوں کے احوال جاننے کی فکر ہو، کبھی سوچا ہے ایسا کب تک چلنا ہے؟"

"مجھے سوچنے سے نفرت ہے۔"

"یہ بھی اچھا ہے۔ اور پسند کیا ہے۔؟"

"بے خبری، خود فریبی، نہ آشنائی۔"

اُس نے سرگوشی میں میں کہا تو دوسری طرف چند پل کو خاموشی چھا گئی۔

پھر خالہ بولیں۔

"ہلی۔۔۔؟"

"جی خالہ۔۔۔؟"

"کب تک اس ملک میں چھپنے کا ارادہ ہے؟"

"کیوں؟ کیا آپ مجھ سے تنگ آگئی ہیں؟"

"میں کیوں تنگ ہونے لگی تم کون سا میرے ساتھ رہتی ہو۔"

"تو پھر آپ نے آج اچانک سے ایسا سوال کیوں پوچھا ہے؟"

"کیونکہ کل میری پاکستان میں تمہاری ممانی سے بات ہوئی تھی، وہ کہہ رہی تھی۔ میں تم سے رشتے کی بات کروں۔"

"کس کے رشتے کی خالہ؟" تمہاری ممانی چاہتی ہے تم اس کی بہو بن جاؤ، ماموں کی بھی یہی خواہش ہے۔"

ملی نے قہقہہ مارا۔ "ممانی نے ہی ماموں کو اس طرف لگایا ہونا ہے، آخر میرے نام پہ اتنی ساری جائیداد ہے، جس کی خاطر وہ مجھے قبول کرنے پر راضی لگتی ہیں۔ آپ ان سے کہیے گا، میں آج بھی وہی ملی ہوں۔ جس کے لیے انہوں نے کبھی میری ماں کے سامنے بہت غلط بیانی سے کام لیا تھا، اور میری ساری جائیداد میرے وارث کی ہے۔"

"شادی کر لو۔ اگر شادی نہیں کرنی تو کم از کم ایک بوائے فرینڈ ہی بنالو۔ اکیلی رہ رہ کر تم آدم بیزار ہو گئی ہو۔"

"کھنڈرات میں انسان نہیں بستے میری بھولی ماں۔۔۔ جنات کا بسیرا ہوتا ہے۔ ویسے بھی میں ابھی تک کسی کے نکاح میں ہوں۔ جب تک طلاق نہ لوں، شادی نہیں کر سکتی ہوں۔ اور طلاق لینے کا مطلب ہے کہ میں اس کے ساتھ رابطہ کروں۔ وہ کڑوا گھونٹ میں پی ہی لیتی اگر جو مجھے کسی اور کے ساتھ کی چاہت ہوتی۔"

"میں اپنے دیور سے بات کروں۔۔۔؟ وہ چند دن کے لیے تمہارے پاس آجاتا ہے۔ اسکو لندن دیکھنے کا بڑا شوق ہے۔"

"خالہ۔۔۔! کیوں بیچارے شریف آدمی کی جان کو عذاب میں ڈالنا

چاہتی ہیں۔"

"نہیں عذاب کیسا۔۔۔ بلکہ وہ تمہیں اچھے اچھے کھانے بنا کر دے گا۔ بڑا اچھا شیف ہے۔ تمہیں بتایا تو تھا۔ اپنا یوٹیوب چینل چلا رہا ہے۔ صرف کھانوں کی ترکیبیں ڈالتا ہے۔"

"مجھے اس بیچارے سے مکمل ہمدردی ہے۔ اگر یہاں میرے دروازے پہ آیا تو بری طرح پٹ کر جائے گا۔ کیونکہ یہ جو سارے گینگسٹر میرے آس پاس رہتے ہیں نا۔ آتے جاتے مجھے دیکھتے ہی مسکرا کر ہاتھ ہلاتے ہیں۔ سوچ لیں آپ کے دیور کے ساتھ کیا کریں گے۔ جب میں کہوں گی۔ زبردستی میرے گھر میں کھس رہا ہے۔ اور ویسے خالہ اندر کی بات بتاؤں۔۔۔؟"

"جائے وفا لڑکی منہ کا سارا اذائقہ ہی خراب کر دیا۔"

"ارے ابھی کہاں ابھی تو اصل بم پھوڑنے جا رہی ہوں۔"

"مجھے کچھ نہیں جاننا۔ تم اپنی زندگی کو ضائع کرو۔ میری طرف سے سب کے سب آزاد ہو۔ میں کل ہی اپنا پیچھلا گارڈن کھودتی ہوں۔ اور سبزیاں اگاتی ہوں۔ بڑھاپے کا کوئی تو ساتھی ہو۔"

"کیوں۔ کیا کارنیشن سٹریٹ۔۔۔ ایسٹ اینڈرز اور مسٹر خان ٹی وی پہ آنا بند ہو گئے۔۔۔؟"

"نہیں سب ہی آرہے ہیں۔ روز شام کو پوسٹ آفس سے چھٹی کے بعد سب کی قسطیں دیکھ کر ہی سوتی ہوں۔"

"ویسے آپ کو ایک اور سیریز کا بتاؤں۔ آپ کو پسند آئے گی۔"

"نہ تم ہر گز مت بتانا، آخری دفعہ تم نے بتائی وائیکنگنز۔ اُف اللہ کیا دیکھتی ہو تم، اور کیسے دیکھ لیتی ہو۔ مار مار اور بس مار دھاڑ، چاکو، کلہاڑے۔۔۔ تو بہ مجھے تو اب تمہاری بڑی فکر ہے۔ تمہارے اندر نارمل لڑکیوں والی ایک عادت نہیں ہے۔"

"اچھا اب میں فون بند کر رہی ہوں۔ میری بریک ختم ہو گئی ہے۔ مجھے جاب پہ جانا ہے۔"

"ہاں ہاں کرو لوگوں کی ویٹری! اچھا ہوا اللہ نے میری بہن کو بہت پہلے اپنے پاس بلا لیا۔ آج اپنی نازوں پلی کو ایک تھرڈ کلاس ریسٹورنٹ میں ویٹری کرتے دیکھ کر صدمے سے ہی مر جاتی۔"

"وہ ہوتیں تو شاید میرے اندر کچھ بچ جاتا۔۔۔ اب کیا ہے؟ فقط راکھ کا ڈھیر۔"

خالہ کو بچھتاوا ہوا ساتھ ہی بولیں۔

"اچھا دفعہ کرو۔ میں تو ویسے بھی بڑھاپے میں آکر بس دماغی طور پر فارغ ہو چلی ہوں۔ کچھ بھی بول دیتی ہوں، پر ملی شادی کر لو۔۔۔ میری جان چاہے کسی ڈرگ ڈیلر سے ہی سہی۔ پر تمہاری تنہائی مجھے راتوں کو بے چین رکھتی ہے۔"

"خالہ مجھے اتنا بتا دیں۔ چالیس سال کی عمر میں بوڑھی کیسے ہوئی ہیں۔۔۔؟"

"ہائے کچھ نہ پوچھو۔۔۔! صحبت ایسے لوگوں سے رہی جنکو چھوٹی عمر کے لوگوں سے البیشن تھی۔ اسلئے چالیس سال بعد میں مکمل ہوئے۔ بڑھایا پہلے آیا ہے۔"

"دیکھ لیا آپ نے پھر شادی کرنے کا انجام۔"
"اچھا۔۔۔ اچھا۔۔۔! تم میرے کندھے پہ رکھ کر بند وق مت چاؤ۔
اپنی کہانی خود لکھو۔"

"وہی تو کر رہی ہوں۔۔۔ اب خدا حافظ۔"
"جاؤ، پر پلینز فون اٹھا لیا کرو۔ زندگی سے بیزار ہو تو میرا کیا قصور جسکی کال
دیکھ کر بھی اگنور کر دیتی ہو؟"
"میں دیکھ کر اگنور نہیں کرتی ہوں۔ فون میرے بیگ میں رہتا ہے۔"
"ایک بات اور۔۔۔"

"ہاں جی کہہ لیں۔۔۔! ویسے تو شاید ہی وقت ملے۔ دوبارہ میری زندگی
میں شاید آپ سے بات ہی نہ ہو۔"
"ہاں تبھی کہنا چاہتی ہوں۔ آج کل جدید دور نے بہت سی سہولیات دی
ہوئی ہیں۔ ایک ٹیکنالوجی ہے۔ جسکو سمارٹ فون کہتے ہیں۔ یہ جو ہماری دنیا کا
گلوب ہے نا جسکی ناسا کے مطابق گولائی کی لینتھ۔ کوئی چوبیس ہزار نو سو ایک
میل ہے۔ اس اتنے بڑے سیارے کو ایک انٹرنیٹ نامی ایجاد نے سمارٹ فون
کے ساتھ مل کر ایک جدید گاؤں کی شکل دے دی ہوئے ہے۔ میری بچی
۔۔۔! تم بھی کبھی خود کو ان سہولیات سے مستفید کرو۔ ایک سیکنڈ بینڈ ہی
سمارٹ فون لے لو۔ تاکہ کبھی کبھار یہ عورت تمہاری مرجھائی ہوئی شکل دیکھ
کر ہی خوش ہو جایا کرے۔ اگر کہتی ہو تو میں اپنے کارڈ پہ تمہیں کنٹریکٹ پر فون
لے دیتی ہوں۔ کبھی دعائیں دوگی۔ کیسی فرشتہ صفت ماسی تھی۔ مجھے غاروں
کے دور سے نکال کر جدید دنیا سے متعارف کروایا۔"

"ہاں ضرور دعائیں دیتی۔ اگر میں نے آپکی جدید دنیا کو برتنے کے بعد نہ چھوڑا ہوتا۔ مجھے غاروں میں سکون میسر ہے۔ مجھے یہیں رہنے دیں جائے۔"

اُس نے مزید کچھ کہنے سننے کا موقع دیئے بغیر نہ صرف لائن کاٹ دی بلکہ فون بند کر کے اپنی جینز کی جیب میں رکھ دیا۔

جاتی گرمیوں کی رات میں وہاں وقت ریسٹورنٹ کے عقب کی جانب واقع سُنسان گلی میں موجود تھی۔ جہاں یا تو کچرے کے بڑے بڑے ڈرم موجود تھے۔ یا وہاں سامان والے ٹرک وغیرہ آتے تھے۔ انسان تو دن کی روشنی میں بھی اس ویران جگہ کا رخ نہ کرتے۔ سوائے نشہ کرنے والوں کے۔ پر وہ ہر روز اپنی دس پندرہ منٹ کی بریک یہیں بیٹھ کر گزارتی۔

ایم پی تھری اور ہیڈ فون کان پہ دھرا ہوتا اور تسلی سے لکڑی کے خالی گریٹس پہ بیٹھ کر اونچی بلڈنگز کی سرنگ میں چھپے آسمان کو ڈھونڈتی۔ آسمان نظر آتا۔ تو ستاروں کی تلاش میں نظریں بھٹکتیں۔ ستارے بھلا یونہی مل جاتے ہیں۔۔۔؟ نہیں یونہی ملتے ہوتے تو ہر کسی کا دامن ستاروں سے بھرا ہوتا

آج بھی ایک ستارہ نہ ملا۔ اور بریک ختم ہو گئی۔ وہ اٹھی۔۔۔ اپنی جینز پہ نہ نظر آنے والی گرد جھاڑی اور پچھلا دروازہ جس کے درمیان اُس نے اینٹ رکھ کر اسکو کھلا رکھا ہوا تھا۔ اینٹ ہٹا کر اندر چلی گئی۔ اور اُس کے پیچھے بھاری دروازے کے بند ہونے کی آواز پوری گلی میں گونجی۔

☆☆☆☆☆☆

"اے یہ کیا حرکت تھی۔ اگر تم نے یوں راستے سے واپس آنا تھا۔ تو فاز کے ساتھ گئی ہی کیوں تھی۔ کتنی بُری بات ہے۔ وہ اپنا کام چھوڑ کر خاص

تمہاری مدد کو آیا تھا۔" وہ گرے رنگ کی ہڈی اور گرے ہی ٹریک سوٹ پہنے
صوفے کی نرمی میں کھسی بیٹھی ٹیلی وژن دیکھ رہی تھی۔

باتھ میں فروٹ ہاؤل پکڑ رکھا تھا۔ جس میں سے فورک کی مدد سے کھا
رہی تھی۔ سامنے سکرین پر پیرس میں ہونے والے فیشن شو کی ریکارڈنگ
چل رہی تھی۔ باپ کے تنبیہ کرنے پر آنکھیں گھماتے ہوئے بولی۔

"ابی مجھے اس کا احسان لینے کا کوئی شوق نہیں ہے۔ ایمان سے پوچھیں وہ
کیسے میری ذاتی زندگی پر رائے زنی کر رہا تھا۔ جیسے میرا باپ لگتا ہو۔ مجھے آئندہ
مت اس کے ساتھ بھیجے گا۔ آپ خود میری گاڑی منگوا دیں۔"

"اے اے اگر اُس نے کچھ کہا ہے۔ تو مجھے یقین ہے۔ تمہاری بہتری کو ہی کہا
ہو گا۔ تم اُس کے خاندان کی لڑکی ہو۔ وہ تمہارا بھلا ہی چاہے گا۔"

"ابی مجھے یہ سمجھ نہیں آتا کہ آخر اتنا پڑھ لکھ جانے کے باوجود آپ کی سوچ
وہیں گاؤں کے ماحول میں کیوں اٹکی ہوئی ہے۔ اگر آپ کو یہ ڈر ہے کہ آپ
کے بہت نیک خاندان کی لڑکی غلط ماحول میں جا رہی ہے۔ تو آپ کو بتا دوں۔
ایسا ہر گز نہیں ہے۔ آج شوبز کے بارے میں وہ پہلے جیسی سوچ رکھنا غلط ہے۔
اتنے اتنے بڑے اور خاندانی گھرانوں کے بچے اس فیلڈ میں کام کر رہے ہیں۔
شوبز کو کنجیر خانہ بول کر گزر جانا انتہائی غلط اور زیادتی کی بات ہے۔ آپ کے
خاندان کی عورتیں گھریلو فنکشنز میں ننگے سر فل میک اپ میں گھومتی ہیں۔
ہر عورت یا بچی چاہے وہ شادی شدہ ہے یا غیر شادی شدہ ہر ایک کو یہی ہوتا ہے
کہ وہ سب سے الگ اور پیاری لگے۔ انکے لیے سب کرنا جائز ہے۔ کیا وہاں انکو
خاندان یا باہر کے مرد نہیں دیکھ رہے ہوتے ہیں۔۔؟ میں نے ماڈلنگ کرنا کیا
شروع کی یہاں تو سب نیک پروین بن گئے۔ ایک بری رہی تو میں۔ وہ منحوس

شخص ہمارے گھر آتا ہی اس لیے ہے۔ تاکہ یہاں کی کن سوئیاں لے سکے کبھی اس نے آکر بتایا اسکی بہنیں کیا کر رہی ہیں۔۔۔؟ ایک بہن کے پاس کتنے فون ہیں۔۔۔؟ آدھی آدھی رات تک سوشل میڈیا پہ فیک اکاؤنٹس پہ کیا کرتی ہوتی ہیں۔ ادھر فوراً سے عزت کا ٹھیکیدار بن کر آ جاتا ہے۔ تب آپکے خاندان کی عزت کہاں گئی ہوتی ہے۔ جب شادیوں کے فنکشنز میں آپکے خاندان کے مرد مجرہ کرواتے ہیں۔۔۔؟ تب تو بڑے بوڑھے سب وہاں کھڑے ہو کر رنگین مجسموں سے آنکھیں سینک رہے ہوتے ہیں۔ اندھے پیسے پھینک کر ان عورتوں کے جسم کو داد دی جاتی ہے۔ اب اپنی بیٹی باعزت طریقے سے ایک پروفیشن اپنا ناچا رہی ہے تو سب کی غیرت جاگ گئی۔"

"تمہاری زبان حد سے زیادہ بڑھتی ہوئی ہے امل۔ تم بولتے وقت یہ لحاظ بھی بھول جاتی ہو کہ سامنے تمہارا باپ کھڑا ہے۔"

"آپ بھی تو اپنی بیٹی کو سمجھنے میں ناکام ہو رہے ہیں۔ ایک اتنا عاشق ہے۔ کیوں میری راہ میں روڑے اٹکائے جارہے ہیں۔ میں بتا رہی ہوں ابلی۔ میں ہر حال میں ماڈلنگ کروں گی۔ اس کے لیے اگر مجھے یہ گھر بھی چھوڑنا پڑا تو میں تب بھی باز نہیں آؤں گی۔ پھر اپنے عظیم خاندان کے سامنے کھڑے ہو کر مجھ سے لا تعلقی کا اظہار کر لیجئے گا۔"

"امل بیٹی ماں باپ کے ساتھ یوں ضد نہیں لگاتے ہیں۔ میں اور تمہارے ابلی تمہارے دشمن تو نہیں ہیں بیٹی۔ ہم نے ساری عمر اس معاشرے میں گزاری ہے۔ اچھے بھلے کی تمیز کر سکتے ہیں۔ ہم یہ نہیں کہہ رہے کہ شو بزم میں جانے والے لوگ کسی طرح سے بھی عزت اور مرتبے میں کم ہیں۔ بیٹی ہمارا کہنا یہ ہے کہ یہ کام تمہارے لیے بہتر نہیں ہے۔ ہمارے بیک گراؤنڈ کو سوٹ

نہیں کرتا۔ دوسرا میں اتنی کھلے دل کی ماں نہیں ہوں۔ کہ اپنی بیٹی کو اسے
لوگوں کی مخالفت مول لیکر کوئی کام کرنے دوں۔ اتنے سارے پروفیشن ہیں
کسی بھی فیلڈ کا انتخاب کر لو۔ جہاں تمہارے اہلی تمہیں خوشی سے اجازت دے
دیں۔ سمجھ رہی ہوں امیری بات؟

"امو۔۔ آپ نے آج تک اگر شوہر کی بات کے مخالف کوئی بات کی ہے
تو بتائیں۔۔۔؟ ابی کہہ دیں دن ہے تو آپ کے لیے دن ہے۔ ابی کہہ دیں رات
ہے تو آپ کے لیے رات ہے۔ میں ایسی اللہ میاں کی گائے نہیں ہوں۔ مجھے
اپنا اچھا برا خود سوچنا آتا ہے۔ آپ لوگ تایا لوگوں سے ڈرتے ہیں۔ انہوں نے
آپ کو انڈر پریشر کیا ہوا ہے۔ آپ کو سب کاموں کے لیے ان کے سامنے
جواب دہ ہونا پڑتا ہے۔ اگر بات صرف آپ دونوں کی ہوتی نا تو مجھے یقین ہے۔
آپ کو کوئی اعتراض نہیں ہونا تھا۔ کیونکہ میں جانتی ہوں کہ میرے والدین
تنگ نظر لوگوں میں سے نہیں ہیں۔ اس لیے خدارا دوسرے لوگوں کی فکر کرتے
ہوئے میرا دل نہ توڑیں۔ آج میرے کیریئر کا بہت اہم موڑ ہے۔ اگر آج میں
اپنا یہ ٹیسٹ پاس کر گئی نا۔ تو اگلے ماہ پیرس میں ہونے والے فیشن ویک میں
شرکت کر سکوں گی۔ میری ہاسٹ کی وجہ سے مجھے بارہ نئی لڑکیوں پر ترجیح دی
گئی ہے۔۔۔ آپ کو تو فخر ہونا چاہیے کہ جس انڈسٹری میں جانے کی خواہش میں
لڑکیاں لڑکے سالوں کو شش کرتے رہتے ہیں۔۔۔ مگر چانس نہیں ملتا۔ وہاں
آپ کی بیٹی کو پہلے اوڈیشن پہ ہی چن لیا گیا۔ میری تمام دوستیں اس بات پر مجھ
سے اس قدر متاثر ہوئی ہیں۔ اور گھر کی مرغی کو دال برابر بھی قدر نہیں مل
رہی ہے۔"

"ضدی اور ہٹ دھرم تم آج غی نہیں ہوئی ہو۔ سدا سے ہی ایسی ہو خود
 غرض، جو چاہیے سو چاہیے چاہے اسکے لیے کسی دوسرے کا سکون برباد ہوتا
 ہے۔ تو تمہاری بلا سے ماں باپ سمجھا سمجھا کر بوڑھے ہو رہے ہیں۔ اور نواب
 زادی کی ایک ہی رٹ ہے۔ آپ اسکو اس کے حال پر چھوڑ دیں۔ اگر یہ اپنی
 من مانی کرنا چاہتی ہے تو کر لے۔۔۔ پھر ماں باپ پہ بھی ایک ہی دفعہ فاتحہ پڑھ
 کر آج دبلیز پار کرنا۔"

"چلو جی اب ان کے ایمو شنل ڈرامے شروع ہو گئے ہیں۔"
 "تمیز نام کو بھی نہیں ملی تمہیں۔۔۔ نہ میں اتنی گنی گزری تھی۔ نہ تمہارا
 باپ اتنا بد تہذیب ہے۔ نہ جانے کس پہ جا پڑی ہو۔"
 "اپنے لگتوں پہ گئی ہوں۔"

"ہمارا نام ہی روشن کرتی رہنا۔ کبھی اپنی بد کلامی سے کبھی آوارہ شوق سے
 ۔ میں تمہارے ساتھ مزید سر نہیں کھپا سکتی ہوں۔ ہر روز سونے سے پہلے سر
 درد شروع ہو جاتا ہے۔ اور یہ سب تمہاری مہربانی ہے۔"

امو شروع ہوئیں تو سارا غصہ نکال کر وہاں سے واک آؤٹ کر گئیں۔
 "آپکی بیوی میری سگھی ماں بالکل نہیں ہیں۔ اسلیے ابی آپ مجھے جہاں سے
 لیکر آئے تھے۔ وہاں واپس چھوڑ آئیں۔"

"ناٹ فنی اٹل۔۔۔! ناٹ فنی ایٹ آل۔۔۔! ماں کو یوں پریشان کرتی ہو
 ۔ تیس سال کی ہو گئی ہو۔ مگر عقل کے لحاظ سے ابھی بھی ٹین ایج میں پھنسی
 ہوئی ہو۔"

"ابی پلیز سپورٹ می۔۔۔! اس وقت میرے لیے میرا شوق سب سے
 اہم ہے۔"

"میں تمہیں کسی فضول فیصلے میں سپورٹ نہیں کر سکتا ہوں۔ اور مجھے افسوس ہو رہا ہے کہ میری بیٹی کو ماں باپ کے بڑھاپے کا کچھ احساس نہیں ہے۔ کہ اگر ہم لوگ کچھ کہہ رہے ہیں۔ تو تم سن لو۔ ہمیشہ اپنی ہی منوائی آئی ہو۔ کیا ہو جائے گا اگر جو میری بھی ایک ماں لوگی۔"

"اودہ میرے خدایا۔۔۔! آپ ماں باپ لوگ اس قدر خود غرض کیوں ہوتے ہیں۔۔۔؟ لوگ کیا کہیں گے انکی اتنی پرواہ ہے کہ اپنے بچوں کی خوشیاں کھا جاتے ہیں۔ آپ مجھے بتائیں کہ آخر اس میں غلط کیا ہے۔۔۔؟ میں کونسا گناہ کرنا چاہ رہی ہوں۔ فقط ایک ڈیزائیز کے ملبوسات پہن کر میک اپ کر کے ریمپ پہ یہاں سے وہاں تک واک ہی تو کرنی ہے۔ کوئی زنا کرنے تو نہیں جا۔۔۔۔"

اگلی بات اسکی پوری ہونے سے پہلے ہی جہانگیر تائر کا ہاتھ اٹھا اور لاڈلی کے چہرے پہ اپنا نشان چھوڑ گیا۔ وہ اپنے گال پہ ہاتھ رکھے۔ پھٹی آنکھوں سے باپ کو دیکھتی چلی گئی۔ جو غصے سے کانپ رہے تھے۔

"مجھے اس لمحے میں افسوس ہو رہا ہے کہ تم میری بیٹی ہو۔ جاؤ میری نظروں سے دور ہو جاؤ۔۔۔ جو کرنا چاہتی ہو جا کر کر لو۔۔۔ میری طرف سے جاؤ بھاڑ میں۔۔۔ وہاں بیٹھ کر رونا ان دنوں کو جن میں ماں باپ کی یوں بے حرمتی کر رہی ہو۔ اس وقت میری نظروں سے دور چلی جاؤ۔ نفرت محسوس کر رہا ہوں۔"

اتنا کہہ کر جہانگیر صاحب بھی کمرے سے چلے گئے۔ وہ کتنی دیر تک حیرت سے بت بنی کھڑی رہی۔ دماغ پہ بہت بوجھ ڈالنے پر بھی کوئی ایسا وقت یاد نہ آیا جب باپ نے اس پر ہاتھ اٹھایا ہو۔

حیرت کی جگہ صدمے نے لی۔۔ اور صدمے کو غصے نے وقتی طور پر چھپا دیا۔

اُس نے آنکھ سے بہتی پانی کی لکیر کو صاف کیا۔۔ اور فون اٹھا کر اپنی سب سے قریبی دوست کا نمبر ملا یا۔

"ہیلو شبی۔۔۔ مجھے تمہاری گاڑی میں لفٹ چاہیے۔"

"یہ کیا انداز ہے جناب عالی، نہ سلام، نہ دعا، نہ حال، احوال، اور سیدھی اپنے مطلب پہ۔ ہٹ مطلبی عورت۔۔۔!"

"میں اس وقت ایسے موڈ میں ہوں کہ یا خود کو مار دوں گی یا کسی اور کو۔۔"

"کیوں؟ ایسا کیا کھا لیا ہے۔۔؟ یا ماڈلنگ کے چکر میں ڈانٹنگ کر کر کے دماغ بل گیا ہے۔۔؟"

"ایسا کرو۔۔! تم بکواس کر لو میں لفٹ کے لیے کسی اور کو فون کر لیتی ہوں۔"

"ہاں ہاں لگاؤ اب شایان کو کال جو تمہاری زلفوں کا اسیر ہے۔ منحوس آدمی کچے دھاگے سے کھینچا چلا آئے گا۔"

"دھاگے سے کھینچا آئے یا بلڈ وزر پہ جڑھ کر آئے۔ تمہاری بلا سے تم کھاؤ اپنا کے ایف سی اور بیٹھ کر پی ایس فور کھیلو۔ دنیا میں انہی دونوں کاموں کے لیے ہی تو بھیجی گئی ہو۔"

"اچھا بی بی زیادہ اوقات دیکھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ جیسے تمہارے دماغ میں ماڈلنگ کا خناس بھرا ہوا ہے۔ ویسے ہی دوسرے لوگوں کے بھی اپنے اپنے شوق ہیں۔ دنیائے ولا گز میں فقط ایک لڑکی ہوں۔ پاکستان میں بیٹھ کر یوٹیوب پر گیمنز کا چینل چلا رہی ہوں۔ جانتی ہو بڑے بڑے مشہور لوگوں

کے اتنے زیادہ سبکراہرز نہیں ہیں۔ جتنے تیری اس بہن کے ہیں۔ چار ملین عبور کرنے کی دیر ہے۔ یوٹیوب سے گولڈ کا بٹن ملے گا۔ میں گھر پہ بیٹھ کر اتنا پیسہ بنا رہی ہوں۔ تم جیسی ماڈلز تو میرے ہاتھ میں ہوا کریں گی۔"

"انتہا درجے کی خوش فہم پیدا ہوئی ہو۔"

"او بھئی تیرے جیسی ماڈل فیگر نہ سہی۔۔۔۔! خوش فہمی ہی سہی کچھ تو

اپنے پلے میں ہے نا۔"

"ماڈل فیگر تمہارے بس کاروگ بھی نہیں ہے۔ کھاتی تھوڑا ہو بھینس

۔"

"جتنی تم خوبصورت ہو۔ کاش اتنی ہی خوب سیرت بھی ہوتیں۔ یقین جانو بہت پیاری لگتیں۔ اب اس گز بھر لمبی بد لحاظ زبان کے ساتھ بس زہر سے ذرا ہی کم بری لگتی ہو۔"

"بہت شکریہ۔ اور اب یہ بھی بتا دو۔ لفٹ دے رہی ہو یا نہیں؟"

"تم بلاؤ اور میں نہ آؤں۔۔۔؟ ایسے تو حالات نہیں

ایک ذرا سادل ٹوٹا ہے۔۔۔ اور تو کوئی بات نہیں"

شب منی بیگم کی گائی غزل کے شعر کو اپنے مطلب کے مطابق استعمال کر گئی۔

"بتاؤ۔۔۔ کب آؤں۔۔۔؟"

"لنچ کے بعد۔"

"کیا تھا جو تم بڑے دل کی ہوتیں۔۔۔ اور کہتیں۔۔۔ ابھی ہی آ جاؤ۔ لنچ دونوں ساتھ کریں گے۔ اسی بہانے امو کے ہاتھ کے بنے کو فٹے کھانے کو ملتے

۔۔۔"

"تمہاری اطلاع کے لیے بتا دوں۔۔ مسز جہانگیر نے آج کوئی کوئی نہیں بنائے ہیں۔ اور نج رنگ کی دال بنی ہوئی ہے۔۔۔ ساتھ امونے نان بنائے ہیں۔"

"نان تو سمجھ میں آتا ہے۔ پر یہ اور نج دال کوئی ہے۔۔؟"

"مجھے کیا علم کہ کوئی ہے۔۔۔ نہ میں دال کھاتی ہوں۔۔۔ نہ انکے حسب نسب و نام پہ تحقیق رکھتی ہوں۔۔۔"

"اللہ کرے تیری شادی کسی شیف سے ہو جائے یا کسی سپر سٹور والے سے۔۔۔ دن رات دالوں کی باتیں ہوا کریں۔۔۔ وہ تجھے دالوں پہ دیوان لکھ کر سنائے۔۔۔ اور تو۔۔۔"

"بس بس چپ کر جا بے حیا عورت۔۔۔ کبھی کوئی اچھی دعانہ دینا۔۔۔ میری شادی نہیں ہونی ہے۔ کیونکہ میری زندگی کے بہت سے گولز ہیں۔ میں دنیا میں صرف اس لیے نہیں آئی ہوں۔۔۔ کہ شادی کر کے کنبہ سنبھالوں۔۔۔ نہ ہی میں نے تعلیم اس لیے حاصل کی ہے کہ اچھا رشتہ مل سکے۔۔۔ نہ دن رات منہ پہ بیوٹی کا سیمیٹیکس کا لپ اس امید پہ کرتی ہوں کہ رنگ گورا ہو جائے تاکہ جو میرا رشتہ دیکھنے آئے میری گوری رنگت کا ایسا اسیر ہو کر جائے کہ باقی کچھ یاد ہی نہ رہے۔ نہ ہی میں اچھا لباس پہن کر باہر نکلنے سے پہلے یہ سوچ رہی ہوں کہ آج ایک دو تو اس قاتل لگر کو دیکھ کر ضرور گریں گے۔ کھرے دل کی نڈر اور بہادر لڑکی ہوں۔ اپنی زندگی اپنے لیے جی رہی ہوں۔ لوگوں کو خوش کرنے کے لیے نہیں۔"

"اے مل تم اس قدر سیلف اسیسڈ عورت ہو کہ اپنی ذات کی صفات میں جو صفات سرے سے موجود بھی نہیں ہیں۔ ان پہ بھی لمبی لمبی چھوڑنے کی عادی

ہو۔ بیچاری عورت۔۔۔! یہ چست پا جامے پہن کر شایان کے دل کو لوٹا
اب۔"

"یہ جو تم ہر دفعہ شایان شایان کی تسبیح پڑھتی ہو نا۔ اگلی بار جب ملا تو ہاتھ
جوڑ کر اس سے کہوں گی او بھائی تو میری جان چھوڑ کر اس کے ایف سی کی
شیدائی پہ فدا ہو جا کیونکہ اسکو تیرے سوا کوئی نہیں سو جھتا۔"
"کھامیری قسم کہ تو ایسا بولے گی۔ اگر تو اسکو اس بات پہ منالیتی ہے نا۔
تو اپنی آدھی کمائی تیرے اکاؤنٹ میں ڈلوادوں گی۔"

"ہاں تو نے گھنٹہ کمانا ہے۔ اور گھنٹہ ہی میرے اکاؤنٹ میں آئے گا۔ اگر
تجھ سے دو دن کے لیے تیری گاڑی مانگ لوں۔ اتنے میں تیرا جگر فیل ہونے
لگتا ہے۔ آئی بڑی آدھی کمائی دینے والی۔"

"دیکھ گاڑی ایک الگ چیز ہے۔ جو اپنی ماں کو بھی ادھار نہیں دیتی ہوں۔
پائی پائی جوڑ کر اپنی شہزادی کو خریدا تھا۔ تو خود سوچ تیرے جیسے سر پھرے
لوگوں کو گاڑی دینے کی کیا تک بنتی ہے۔ جو غصے میں ہوں تو چاہے گاڑی ہی
سیدھی کسی دیوار میں ٹھونک دیں۔ نہ بابائے ایساریک میں تو نہ لوں۔"
"بس بکواس جتنی مرضی کروالے کوئی تجھ سے بکواس کرنے میں تو نے
پی ایچ ڈی کر رکھی ہے۔ آج تک کتنی گاڑیاں مار چکی ہوں۔۔۔؟"

"نہیں ماری تو اسکا یہ مطلب تو نہیں ہے ناکہ آگے بھی نہیں مارو گی۔ کیا
پتا تم اسی انتظار میں ہو کہ جس دن شبی کی گاڑی ہاتھ آئی اگلے پچھلے سب بدلے
چکانے ہیں۔"

"تیرا کچھ نہیں ہو سکتا شبی۔۔۔۔ کچھ نہیں ہو سکتا۔۔۔! تو ایک لاعلاج
کیس ہے بیٹا۔۔۔۔ جا کے ایف سی کھا۔۔۔ پی ایس فور کھیل اور مر جا۔۔۔"

میں کسی اور سے لفٹ مانگ لوں گی۔۔۔۔ نہ جانے کس پاگل کتے نے کانام تھا
۔۔۔ جو تیرا نمبر ملا لیا۔۔۔ ایک نمبر کی کام چور بھانڈ عورت۔۔۔۔ بائے
۔۔۔!"

اس نے فون بند کر کے بیڈ پہ پھینکا تو لبوں پہ مسکراہٹ دوڑ رہی تھی۔ وہ
جانتی تھی۔ شبی عین وقت پہ اسکو پک کرنے کے لیے موجود ہوگی۔

☆☆☆☆☆☆

"یہ کیا کر رہے ہو؟"

"دادو جان کیا آپ کو نظر نہیں آ رہا ہے؟"

"نظر تو آ رہا ہے۔ اس لیے تو پوچھ رہی ہوں۔۔۔ باپ کے فون پہ کیا کر

رہے ہو؟"

"اُف، ایک تو آپ سوال بہت کرتی ہیں۔"

اُس نے جیسے بڑوں کی طرح ماتھے پہ ہاتھ مار کر بات کی تھی۔۔۔ اسکی
اس ادا نے اسکی دادی کے چہرے پہ مسکراہٹ بکھیر دی۔

"تم کون سا میرے سوالوں کے فوراً سے جواب دے دیتے ہو۔"

"دادو جان میں گیم کھیل رہا ہوں۔"

"بس اسی موئے فون کی وجہ سے ہی تمہاری نظر کمزور ہوئی ہے۔"

تمہارے باپ کو بھی احساس نہیں ہوتا۔ جب دیکھو اسکا فون تمہارے ہاتھ میں
ہوتا ہے۔"

"دادو میری نظر کمزور نہیں ہے۔ میری آنکھوں میں موجود آئی بال کی

شیپ انڈے جیسی ہے۔ جسکی وجہ سے میری نظر ایک پوائنٹ پہ فوکس کرنے

میں ناکام رہتی تھی۔ یہ عینک پہن کر مجھے چیزیں زیادہ فوکسڈ نظر آتی ہیں۔"

"اپنی عمر دیکھو اور اپنی ہائیں دیکھو۔ کہاں تین سال کا بچہ یوں پٹر پٹر
دادی کو لیکر دیتا ہو گا۔"

"دادو جان۔۔۔ میں تین سال کا نہیں ہوں۔ میں ساڑھے تین سال کا
ہوں۔ ہا ہا نے اپنے فون کے کیلنڈر پر میرا برتھ ڈے مارک کیا ہوا ہے۔ میں ہر
ویک پریک کرتا ہوں۔ ابھی میرا برتھ ڈے آنے میں پورے اتنے ماہ باقی ہیں۔"

اس نے فون اپنی گود میں رکھنے کے بعد اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر چھ
انگلیاں دکھائیں۔ تب ہی ایک دراز قامت مرد وہاں آیا۔۔۔ قمیض کے کف
بند کرتے ہوئے ماں سے مخاطب ہو کر بولا۔

"لگتا ہے آپ کا جانے پروگرام بدل گیا ہے؟"
"نہیں پروگرام نہیں بدلا ہے۔ ہم تو دادی پوتا تمہارا انتظار کر رہے تھے۔"

"میں تیار ہوں، چلیں چلتے ہیں۔ اسکے سونے کے وقت سے پہلے واپسی
کرنی ہے۔"

"کیا تمہیں بھوک نہیں لگی ہے۔۔؟ آفس سے آتے ہی میں نے تمہیں
اس طرف لگا دیا۔ جمال نے بڑے مزے کا آلو گوشت بنایا ہوا ہے۔ پہلے کچھ
کھالو۔۔"

"نہیں اس وقت بھوک محسوس نہیں کر رہا ہوں، واپس آکر کھالوں گا۔"

ماں کو جواب دینے کے بعد بیٹے سے مخاطب ہوا۔
"موسیٰ ابھی اپنی گیم کو بند کرو۔"

"بابا پہلے وار ننگ دیتے ہیں۔ کہ موسیٰ فون پہ تمہارا وقت ختم ہونے میں دس منٹ بچ گئے ہیں۔ پھر کہتے ہیں۔ پانچ منٹ بچ گئے ہیں۔ یہ ایک دم سے نہیں کہہ دیتے موسیٰ گیم بند کر دو۔"

"جی حضور آپ بجا فرما رہے ہیں۔ مگر چونکہ اس وقت ہم کسی کی عیادت کو جا رہے ہیں۔ اس لیے مہربانی کریں اور فون دے دیں۔"

دادی کو چادر اوڑھتے دیکھ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اور فون پہ اپنی ایپ بند کرتے ہوئے فون باپ کی جانب بڑھا دیا۔۔۔ جسے ہاتھ میں لیکر وہ مسڈ کالز کی ہسٹری دیکھنے لگا۔۔۔ جبکہ موسیٰ بولا۔۔۔

"بابا۔۔۔"

"ہوں۔۔۔؟"

"یہ عیادت کیا ہوتا ہے۔۔۔"

"کسی بیمار کا حال احوال پوچھنا۔۔۔"

"تو ہم کس بیمار کا حال احوال پوچھنے جا۔۔۔ رہے ہیں۔۔۔؟"

"دادو کے بھائی کا۔۔۔"

"دادو آپ کے بھائی کو کیا ہوا ہے۔۔۔؟"

"وہی جو تمہارے دادا کو ہوا تھا۔۔۔"

"اوہ۔۔۔۔ دادا جان کا تو دل بے ایمان ہوا تھا۔"

اسکی دادی نے ہنستے ہوئے اپنے بیٹے کو دیکھا۔

"کیا تم نے اسکو یہ معلومات دی ہیں۔۔۔؟"

"نہیں دلو۔۔۔ بابا کہتے تھے۔ دادا جان کا دل کمزور ہو گیا ہے۔۔۔ مگر دادا جان کہتے ہیں۔ ازکا دل بے وفا ہو گیا ہے۔ اور انکے ساتھ بے ایمانی کر گیا ہے۔"

"تم نے آج اسکا صدقہ دیا تھا۔؟"

دو بیٹے سے مخاطب ہوئیں۔ جو سنجیدہ چہرہ لیے فون کی سکرین پڑھتے ہوئے بلڈنگ کی سیڑھیاں اتر رہا تھا۔ ایک ہاتھ میں فون تھا تو دوسرا ہاتھ موٹی نے تھما ہوا تھا۔

"جمعے کو مسجد میں پیسے دیئے تھے۔"

"لو بھلا۔۔۔ تین دن گزر گئے۔ میں نے تمہیں کتنی دفعہ کہا ہے۔ ہر روز اس پر سے وار کر کچھ نہ کچھ صدقہ دے دیا کرو۔ میرا گھر بھرا پڑا ہے۔ اللہ نے حد سے بڑھ کر نوازا ہوا ہے۔ پوتے پوتیاں ہیں۔ نواسے نواسیاں ہیں۔ پر میرے موٹی جیسا یہ ارادہ سراسر اکوئی نہیں ہے۔ اسکی زبان اتنی میٹھی ہے۔ اور ہر بات کا اسکو علم ہے۔ مجال ہے جو کبھی کسی بات پہ چونک جائے۔ اللہ کا تحفہ ہے۔ اسکو نظر نہ لگے۔۔۔ اسلئے میں اسکا صدقہ دیتی ہوں۔"

"اماں ہر دوسرا بچہ ایسا ہی ہے۔ باتونی اور افلاطون۔ اس میں کیا خاص ہے۔ یہ آپکا اپنا ہے نا اسی لیے آپ ایسا سوچتی ہیں۔ ورنہ اسکی کلاس میں جا کر دیکھیں۔ ایک سے بڑھ کر ایک توپ بچہ ہے۔ بات ایسے کرتے ہیں۔۔۔ جیسے بابا آدم کے دور سے تعلق رکھتے ہوں۔"

"تم مجھے یہ سب بتانے مت بیٹھ جایا کرو۔ جو کہتی ہوں۔ اس پہ عمل کر دیا کرو۔"

گامڑی پادکنگ سے نکالتے ہوئے وزیر لب مسکراتے ہوئے بولا۔۔

"جی اچھا۔۔۔ اور کچھ؟"

"پوچھ ایسے رہے ہو۔۔۔ جیسے ماں کے بڑے فرمانبردار ہو۔۔۔ جو کہوں گی۔۔۔ فٹ سے عمل کرو گے۔"

وہ جانتا تھا۔ لب و لہجہ بہت اچھے سے پہچانتا تھا۔ اس لیے بات وہیں ختم کر دی۔ موضوع بدلتے ہوئے بولا۔

"کیا خیال ہے۔۔۔ فروٹ لے لوں۔۔۔ یا کیک وغیرہ۔۔۔؟"

"فروٹ ہی لے لو۔ پہلے ہی لالے کو دل کا مسئلہ بنا ہوا ہے۔ کیک وغیرہ کہاں کھا پائے گا۔"

پچھلی سیٹ پہ دادی کے برابر بیٹھے موسیٰ کے کان کھڑے ہو چکے تھے۔
"دادو میں کیک لوں گا۔"

"اچھا بیٹے بابا سے بولو تمہارے لیے لے آئے گا۔"

"بابا مجھے کیک کھانا ہے۔"

"تم نے ڈنر کر لیا تھا۔۔۔؟"

"ہاں جمال چاچا نے پاسٹا کھلایا تھا۔"

"پھر ٹھیک ہے۔ کیک لے دیتا ہوں۔ مگر گھر جاتے ہی دانت برش کر لینا

"۔"

"میں ایک بات سوچتی ہوں۔"

ماں کی بات پہ اُس نے بیک ویو مرر سے انکا چہرہ دیکھا تھا۔ نظروں میں گہری سنجیدگی تھی۔

"اماں۔۔۔ پلیز۔۔۔!"

"نہیں میں کچھ نہیں کہہ رہی ہوں۔ بس میرے دل سے اُس کا خیال نہیں

جائے۔"

"کس کا خیال دادو۔۔۔؟"

اُنکے بیٹے نے بے چینی سے پہلو بدلا تھا۔

"دادو نے ایک بلی پالی ہوئی تھی۔ جو گھر سے بھاگ گئی ہے۔ اسکی بات کر

رہی ہیں۔"

"تو دادو آپ اُداس نہ ہوں۔ ہمارا بلا لے لیں۔"

جوش میں اپنی سیٹ سے اُٹھ کر باپ کی جانب لپکا اور اسکے کندھے پہ سر

جھکا کر بولا۔

"بابا۔۔ ہم اپنا ثانی دادو کو دے دیتے ہیں۔"

جواب میں باپ نے اپنا گئیر شک پہ رکھا ہاتھ ایک پل کو اسکے گھنے بالوں

میں پھیر کر پوچھا۔

"کیا تم ثانی کے بغیر رہ لو گے۔۔؟"

"ہم نیا لے آئیں گے۔"

"میں صدقے میں قربان میرا نرم دل بچہ۔۔۔ جو بلا رو رو کر باپ سے

مانگا تھا۔ آج اسکو دادی پہ قربان کرنے کو تیار ہے۔"

"بابا میں خالی کیک نہیں لوں گا۔۔ ساتھ میں گاڑی بھی لوں گا۔"

"گاڑی لیکر کیا کرو گے۔ ابھی تو آپکی ٹانگیں بہت چھوٹی ہیں۔ پہلے بابا جتنے

لبے ہو جاؤ۔ تاکہ پاؤں بریک تک پہنچ سکیں۔"

"بابا یار میں نے اصلی والی گاڑی نہیں لینی ہے۔ ریمورٹ کنٹرول والی لینی

ہے۔ وہ جو دوکان میں لگی ہوئی ہے۔"

موسیٰ نے کھڑکی میں سے باہر دیکھتے ہوئے مارکیٹ میں موجود کھلونوں والی دکان کے شوکیس کی جانب اشارہ کیا۔

"جس کو آپ ریمورٹ کنٹرول والی گاڑی سمجھ رہے ہو۔ وہ دھکا لگانے والی گاڑی ہے۔"

"ناہی بابا۔۔۔! وہ دیکھیں تو۔۔۔ باکس میں پیک ہے۔"

"باکس کہاں یا وہ تو دکان کے باہر لٹک رہی ہے۔ رسی سے باندھی گئی ہے۔ اسی کی بات کر رہے ہونا۔۔۔ وہ سُرخ والی۔۔۔"

بیٹے کو تنگ کرنے کی نیت سے وہ موسیٰ کی کہی گاڑی کے اُلٹ۔۔۔ دکان کے باہر لٹکی پلاسٹک کی کار کی جانب متوجہ تھا۔ موسیٰ نے پہلے دادی کو دیکھا۔۔۔ پھر باپ سے بولا۔

"بابا یو وانٹ مائی گلاسز؟ سو یو کین سی دارائٹ کار (بابا آپکو اپنی عینک دوں تاکہ آپ اصل کار دیکھ سکو)؟"

"یار گلاسز کے بغیر بھی مجھے نظر آرہی ہے۔۔۔ یہ سامنے ہی تو لٹکی ہوئی ہے۔"

"بابا۔۔۔ اٹس ناٹ دیس ون۔۔۔ (بابا یہ والی نہیں) میری گاڑی شوکیس میں شیشے کے اندر پڑی ہے۔ وہ دیکھیں نا۔۔۔ وہ جس کے اندر کالا ریمورٹ پڑا ہوا ہے۔"

موسیٰ باپ کو اپنی بات سمجھانے کے لیے ایڑھی چوٹی کا زور لگا رہا تھا مگر اس کے باوجود کامیابی نہیں نصیب ہو رہی تھی۔

"اماں آپ اسکو بتائیں نا بھلا کام کی گاڑی بھی کوئی شوکیس میں رکھتا ہے۔
شوکیس میں تو ٹوٹی پھوٹی کار پڑی ہے۔۔۔ چلنے والی تو باہر ہے۔۔ اسکے ساتھ
رسی باندھ کر جمال موسیٰ کو جھولے دیگا۔"

"دادو۔۔۔ بابا کو بولیں ناں۔۔۔ موسیٰ اس گاڑی پہ نہیں بیٹھے گا۔
موسیٰ چھوٹی کار کو ریموٹ سے چلائے گا۔"

"دادو کی سفارش کروانے سے پہلے موسیٰ یہ بات بتائے کہ موسیٰ اتنی
ساری گاڑیوں کا کیا کرے گا؟ پہلے ہی آپ کے پاس ہر رنگ کی کار موجود ہے
۔"

"وہ سب تو پرانی ہو گئی ہیں۔ یہ نئے ماڈل کی کار ہے۔۔۔ بابا پلیز۔۔۔"
"کیا وجہ بیان کی ہے بیٹا۔ بہت اچھے یعنی کل کو باپ بھی بدل لو گے کہ۔
اب یہ بابا پُرانا ہو گیا ہے۔ اسکی جگہ کوئی نیا بابا لے آتا ہوں۔"
موسیٰ ہنسا۔۔۔ اور بولا۔

"نو۔۔۔ آئی لو مائے بابا۔۔۔ مجھے نیا بابا نا ہی چاہیے۔"
"سوچ سمجھ کر جواب دینا۔۔۔ یہ بھی ممکن ہے۔۔۔ نیا باپ کوئی مل گیا
ہو۔"

اُس کی بات پہ ماں نے بری طرح گھورا تھا۔
"تمہیں شرم تو نہیں آئی۔"
"عرصہ گزارا ہے بے شرم میں پھر ایسے نجل خراب ہوئے اور اُجڑے
ہیں کہ اب تو بے شرمی سے بھی نفرت سی ہو گئی ہے۔"
"تو پھر ایسی باتیں کیوں کرتے ہو؟" ماں کے سوال پر وہ ہلکا سا مسکراتے
ہوئے بولا

"کیونکہ کبھی کبھی خود اذیتی بھی مزادیتی ہے۔"
 اماں نے بیٹے کے چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔
 "تم نے اُس کے پیچھے جو گ لیا ہوا ہے۔ مگر مانتے نہیں ہو۔"
 "ماننے یا نہ ماننے سے حقیقت تو نہیں بدلتی ہے۔"

وہ یہ سب صرف سوچ سکا۔۔۔ ماں کو سنا کر وہ اپنا کیس مشکل نہیں بنانا
 چاہتا تھا۔۔۔ اُسکو علم تھا۔۔۔ ماں صرف موقع کی تلاش میں تھیں۔۔۔ کب اُسکو
 کسی بات پر قابو کر کے نھوڑا لیتیں۔

وہ خاموشی کے ساتھ گاڑی سے نکل گیا۔
 کچھ باتیں ان کہی ہی اچھی رہتی ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

وہ سامنے کھلے رجسٹر پہ کچھ لکھ رہا تھا۔ موبائل کی گھنٹی بجی مگر اس نے
 اٹھایا نہیں۔ کیونکہ ساری توجہ لکھنے پر مبذول تھی۔۔۔ کام مکمل ہوتے ہی پین
 بند کر کے میز پہ رکھا اور کال اٹھالی۔

"جی ابا جی۔۔۔؟ فرمائیے۔۔۔؟"

"اوئے یار تمہاری کیسی بری عادت ہے کہ جتنی دیر تک دو تین دفعہ کال

نہ ملائی جائے تم فون نہیں اٹھاتے ہو۔"

"ابا جی کال کرنے والے کو یہ ثابت کرنا ہو گا کہ اسکو واقعی مجھ سے کام
 ہے۔ اگر میں نے اپنے سو کام چھوڑ کر کال اٹھانی ہے۔ تو اگلے میں بھی صبر ہو
 ۔"

"صبر کیسا۔۔۔ اگلے بندے کو ایمر جنسی بھی تو پیش ہو سکتی ہے۔"

"تو بتائیں کہاں پہ آگ لگی ہے۔۔۔ یا کس کو موت کے فرشتے نظر آرہے ہیں۔ میں جا کر اسکے سرہانے بیٹھ کر سورۃ یاسین پڑھوں۔"

"تمہیں بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ جب تمہیں کال کی جائے۔"

"تکلیف نہیں ہوتی اباجی مصروفیت میں خلل آتا ہے۔ اس بات پہ مجھے تپ چڑھتی ہے۔"

"تجھے تپ کس بات پہ نہیں چڑھتی وہ بھی بتادے بھائی۔"

"نہیں اب میں اتنا بھی بے ادب نہیں ہوں۔ کہ منہ پھاڑ کر کہہ دوں کہ یہ جو آپ اندھے والے اپنے جاننے والوں کو نوازتے ہیں۔ جو لوگ مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتے آپ نے انہی کے بندے کو تین لاکھ کی بھینس دلوا دی ہے۔ بندہ کچھ سوچ سمجھ کر ایسا فیصلہ کرتا ہے۔ انکی پسلی ہے کہ وہ تین لاکھ واپس کر سکیں۔ اور پیسہ درختوں پہ تو اگتا نہیں ہے کہ جہاں سے اتار اتار کر لوگوں میں تقسیم کیا جائے۔"

"اتنا جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ سفید پوش انسان کی مدد کر دینے سے اللہ خوش ہوتا ہے۔ اس کے حالات تنگ تھے۔ میں نے اچھی نسل کی بھینس دلوا دی۔ اب دودھ بیچ کر اپنا گزر بسر کر لے گا۔"

"اس کے بیٹے کو میں نے ادھر فیکٹری میں کام دیا تھا۔ دودن ٹک کر نہیں آیا۔ ایسے ہڈ حرام لوگ سفید پوش نہیں ہوتے ہیں۔ ہم دن رات ایک کر کے کمارہے ہیں۔ اور ان جیسے ڈرامہ مظلوم آجاتے ہیں۔ آپ جیسے نرم دل لوگوں کو بیوقوف بنانے۔"

"تمہاری جیب سے اگر کچھ گیا ہے۔ تو بتاؤ میں بھر دیتا ہوں۔ ورنہ اپنی زبان کو قابو میں رکھو۔ میرا روپیہ ہے جہاں مرضی لگاؤں۔"

"ٹھیک ہے جی۔۔۔ جیسے آپ کی مرضی۔"

"وہ جہانگیر کا فون آیا تھا۔۔۔ پریشان لگ رہا ہے۔"

"تو مجھے کیوں بتا رہے ہیں۔۔۔ آپکا بھائی ہے۔۔۔ آپ جانیں اور وہ۔"

"ہم دونوں بھائی ٹھہرے شریف آدمی۔۔۔ اسلیے اپنی اوقات سے باہر کی مشکل پڑنے پر تم جیسے واہیات آدمی سے رابطہ کرنا پڑتا ہے۔"

فاز کا قہقہہ جاندار تھا۔۔۔ جبکہ اور نگزیب کہہ رہے تھے۔

"جہانگیر کی اہل کے ساتھ تکرار ہوئی ہے۔ وہ کہہ رہا تھا۔ اہل اسکے کنٹرول سے باہر ہو گئی ہے۔ ہر طرح سے سمجھا کر دیکھ لیا ہے۔ پیار یا ڈانٹ کا اُس پہ کوئی اثر نہیں۔ وہ اپنی ہی ضد پہ اڑی ہوئی ہے۔"

"تو آپ کیا چاہتے ہیں۔۔۔؟"

"اسکو ذرا ڈر ادا دھمکا دو۔۔۔ کسی طرح اپنے ارادے سے باز آجائے۔"

"وہ آپکی ہی نسل سے ہے۔۔۔ ڈرانے دھمکانے سے بھی باز نہیں آئے گی۔"

"باپ کے ڈرانے پہ نہیں مانی مگر تم سے ڈر جائے گی۔"

"میری بات پہ وہ بھڑکے گی جیسے پٹرول کو آگ پکڑتی ہے۔ جلا کر سب کچھ بھسم کر دینے والی۔"

"مجھے تمہاری کوئی سمجھ نہیں آرہی ہے۔ پہلے تم خود ہی جہانگیر سے کہتے رہے ہو کہ تم اسکو قابو کر لو گے۔ اب اچانک سے کیا ہو گیا ہے۔ جویوں کہہ رہے ہو۔"

"ایک کزن کی حیثیت سے وہ کبھی بھی میرے قابو میں نہیں آئے گی۔
ہاں اگر واقعی میری مدد چاہیے تو اسکو میرا کر دیں پھر میں جانوں اور میری
بیوی۔"

لائن کچھ دیر کے لیے خاموش ہو گئی۔ پھر اور نگزیب کی پُر سوچ آواز
ابھری۔

"وہ باپ کے کہنے پر اپنا شوق تو چھوڑ نہیں رہی ہے۔ تم سے شادی کے
لیے ہاں کیسے کرے گی۔ تمہیں تو وہ ویسے بھی پسند نہیں کرتی ہے۔"
فاز اپنے والد کی معلومات پہ ایک دفعہ پھر دل کھول کر ہنستے ہوئے بولا۔
"آپ سے کس نے کہا کہ وہ مجھے ناپسند کرتی ہے۔"

"میرے سامنے کئی واقعات ہیں۔ اسکے پیپروں کے دوران ایک دن تم
اسکو لینے گئے تھے۔ اس نے تمہارے ساتھ آنے سے انکار کر دیا۔ رکشہ لیکر
لوکل آگئی۔ اور پچھلی عید پر ہمارے گھر آئی ہوئی تھی۔ سب کو آئس کریم
دے رہی تھی۔ مگر تمہیں نظر انداز کر گئی۔ اس طرح کے اور بھی کئی واقعات
ہیں۔"

فاز ایک دفعہ پھر ہنستے ہوئے بولا۔
"میں تو آپکو بے خبر ہی سمجھتا تھا۔۔۔ مگر آپ تو بڑے جھپے رستم نکلے۔"
"اب دانت مت نکالو۔۔۔ معاملے کا حل نکالو۔"
"بتا چکا ہوں۔۔۔ ایک ہی حل ہے۔ اگر آپ دونوں بھائیوں کو منظور
ہے تو بتادیں۔ آپ کا کام ہو جائے گا۔"
"اس کا خاص خیال رکھو گے۔۔۔؟"
"خاص کیا خاص الخاص خیال رکھوں گا۔"

"سوچ لو ساری عمر کی بات ہوگی۔ یہ نہیں کہ ابھی تم اہل کو ماڈلنگ سے روکنے کی خاطر سارا پنڈا مول لو اور بعد میں جان چھڑانا چاہو۔ ایسا نہیں ہوگا۔ وہ میری بیٹی ہے۔ اس کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی برداشت نہیں کروں گا۔"

"تو والد محترم اپنی بیٹی کو پھر وہ سب کرنے کی اجازت دے دیں جو اسکی چاہت ہے۔ پھر کا ہے کو سارا جھگڑا کھڑا کرنا۔"

ابو نے اسکی بات کو دوپیل سوچا اور بولے۔

"تمہارا کوئی مطالبہ۔۔۔؟"

"مطالبہ تو نہیں ہے جناب مگر ایک شرط ضرور ہے۔"

"وہ کیا۔۔۔؟"

"چاہے میرے اور اسکے درمیان جتنا بھی بڑا گھمسان کارن پڑے۔ خاندان کا کوئی فرد ہمارے درمیان نہیں آئے گا۔ اپنے بھائی کو بھی پوچھ لیں۔ یہ نہ ہو آج میں ساری سر درد لوں اور کل کو انکی ہمدردیاں اپنی منہ پھٹ بد تہذیب بیٹی کے ساتھ ہوں۔ اگر ایسا ہوا تو میں بھی فاز ہوں۔ خطروں سے میں بھی نہیں گھبراتا۔ خاص کر جب بات خود داری کی آجائے۔ نہ کوئی باپ نہ چچا۔ کیسے منظور ہے۔۔۔؟ اپنے بھائی سے بھی پوچھ کر مجھے واپس کال کر دیں۔"

"نکاح میں ہم شریک ہوں گے؟"

فاز ہنسا۔

"ابا۔۔۔ یہ پسند کی شادی ہے۔ میاں بیوی ایک دوست اور مولوی دو جا

کوئی نہیں۔"

"پسند کی کیسے۔۔۔؟"

"جیسے بھی ہوئی آپ کو علم ہو جائے گا۔ مجھے آپ کی کال کا انتظار ہے۔ اگلے
آدھے گھنٹے میں یا میں شکار کے لیے نکلوں گا یا پھر ہنی مون پر۔"

اس نے کال کاٹ کر فون میز پر رکھا۔

لبوں پہ بڑی کمینی سی مسکراہٹ تھی۔

تصور کی آنکھ سے امل کو اپنے سامنے کھڑا دیکھ کر دل ہی دل میں کہا گیا۔

"امل جہانگیر۔۔۔ اگلے پچھلے سارے حساب بے باک ہونے کا وقت

آگیا ہے۔ سیانے سچ کہتے ہیں۔۔۔ گرم گرم کھانے سے منہ جلتا ہے۔ اور مجھے

سیانوں کے اقوال نے ٹھنڈا کر کے کھانے کا سبق دیا ہے۔"

☆☆☆☆☆☆

"یار مجھے اپنے ماں باپ کی سمجھ نہیں آتی۔"

"کیوں کیا ہوا ہے۔۔۔؟"

"اب یہی دیکھ لے۔ دونوں کو میرا نام رکھتے وقت بس ایک ہی بات یاد

رہی۔ شبنم جی سے محبت تھی۔ دونوں نے محبت کو زندہ رکھنے کے لیے اپنی

اولاد کا نام ہی شبنم رکھ دیا۔ نہ بندہ پوچھے۔ محبت تم لوگوں کو ہے۔ اس کا معاوضہ

تمہاری اولاد کیوں بھرے۔ اب کل کو تم بہت بڑی ماڈل بنتی ہو۔ اور ظاہری

بات ہے۔ چاہے تم کتنی بھی بُری لگو۔ ایک دوست ہونے کی حیثیت سے مجھے

تم سے محبت کرنی ہی پڑے گی۔ کیونکہ دوست یہی کام کرنے کے لیے تو پیدا

ہوئے ہیں۔ دوست بد شکل ہو تو اس کی ہمیشہ جھوٹی تعریف کر کے اسکو

خوبصورت ہونے کا احساس دلوانا۔ اور اگر خوش شکل ہو تو اسکو اگلی ڈکلیں کہہ

کہہ کر احساس کمتری میں مبتلا کرنا۔ وغیرہ وغیرہ وغیرہ۔ تو تم سے اپنی محبت کی

سزا اپنی اولاد کو کیوں دوں۔ مر کے بھی اپنی بیٹی کا نام امل نہیں رکھوں گی۔ وہ تم پہ چلی گئی تو میرا کیا بنے گا۔ وہ تو ماں کو دو دن میں بیچ کر کھا جائے گی۔"

وہ فرارز کو کیچپ میں ڈبو کر منہ میں رکھتے ہوئے بولی۔

"مجھے یقین نہیں آتا۔ ایسی ہی بکواس تم اپنے چینل پہ بیٹھ کر کرتی ہو۔ اور لوگ تمہیں پسند کرتے ہیں۔"

"امل میری بچی نہ جل۔۔۔ نہ جل۔۔۔ کالی ہو گئی نا۔۔۔ تو پاکستانی انڈسٹری میں تمہیں بریک نہیں ملنی۔"

امل بولی۔

"اب وہ زمانے گئے جب۔۔۔ گورے رنگ کو ہی خوبصورتی کی علامت سمجھا جاتا تھا۔"

شبّی نے پیسی کے بڑے گلاس میں سے دو چار گھونٹ بھرے اور ٹشو میں ڈکاری۔

امل نے اسکے بازو پہ ہاتھ مار کر اپنی ناگواری کا اظہار کیا۔۔۔ جبکہ شبّی بولی

"میری جان وہ زمانے کہیں نہیں گئے۔ میری ساہیوال والی خالہ کے بیٹے کی شادی تھی۔ وہ ہی جس کو مجھ سے بھی عشق ہوا تھا۔ پر پھر میرا سائز دیکھ کر عشق کی موت واقع ہو گئی۔ وہی جو حبیب بینک میں مینیجر ہے۔"

"جان گئی ہوں۔ تم ثنا اللہ کی بات کر رہی ہو۔ اب اصل وجہ بک دو۔

تمہید باندھنے میں دس منٹ لگاتی ہو۔ بات چاہے اندر کچھ بھی نہ ہو۔"

"ایسے ہی کچھ بھی نہ ہو۔ تمہاری تو آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جانی ہیں۔ اُس

ثنا اللہ نے اپنی شادی پہ پوری باڈی کی سکن پالش کروائی تھی۔"

"بشی تیرا ستیاناس جائے۔ دل خراب کر دیا۔ اپنے سے ہی بک رہی ہوگی۔
ورنہ لڑکے کیوں کروانے لگے باڈی پالش۔"

"تو لڑکیاں کیوں کرواتی ہیں۔۔؟ گورا لگنے کو ہی نا۔۔ تو اب وہ بیچارہ
کیوں نہ کرواتا۔۔؟ لڑکیوں سے سوگنا زیادہ اس کو کالے رنگ کا کمپلیکس ہے۔
خود کو گورا کرنے کے لیے مہینے میں دو دفعہ فیشل کرواتا ہے۔ شادی والے دن
اس کی دلہن کے میک اپ کی بیس کم تھی۔ اس کی زیادہ تھی۔ اور تو اور اُس نے
پلنگ بھی کروائی ہوتی ہے۔ میں نے تو کب کا اسکو کھسرے کا خطاب دیا ہوا
ہے۔ بڑا بُرا ملتا ہے۔ اپنی بیوی کو کہتا ہے۔ میں نے اس موٹی سے شادی نہیں
کی ہے نا اس لیے جلن میں اپنے دل کے پھپھو لے پھوڑتی ہے۔ پر میں تمہیں بتا
رہی ہوں۔ اگر میری شادی اُس ہی سے ہوتی نا میں نے میسٹر کے نیچے آکر خود
کشی کرنی تھی۔"

"یہ شرف میسٹر کو ہی کیوں ملنا تھا۔۔۔؟"
"کیونکہ وہ ن لیگ کا ووٹر جو ہے۔ اور ابا میرے ٹھہرے پی ٹی آئی کے۔
ساری زندگی انہوں نے زلیل کرنا تھا۔ کہ نہ ن لیگ والوں نے لاہور میں
میسٹر و بنائی ہوتی۔ نہ میری بیٹی کی جان جاتی۔ جاتے جاتے بھی میں نے ایک تیر
سے دو شکار کر کے جانا تھا۔"

"تم سے یہی امید کی جاسکتی تھی۔"

"تو اور کیا بچ گیا میرا میسر (خالہ زاد)۔"

اٹل ایک دم سے اُداس سی شکل لیکر لہجے میں حسرت لیے بولی۔

"بشی یاد تم کتنی خوش قسمت ہو۔"

"ہاں یہ تو ہے۔۔۔ آخر برطانیہ کی ملکہ جو ہوں۔ اور تم امریکہ سے مائیکریٹ کر کے آنے والی امریکن سیاہ فام۔ جس نے امریکہ میں گوروں کے خلاف اپنے حقوق کی جنگ لڑی۔ یہ بات کرتے ہوئے تمہیں شرم تو آئی نہ ہوگی۔ کہ شرم کا اور تمہارا دور دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ دس دس ہزار کے جوڑے پہنتی ہو۔۔۔ نت نئے گئیٹ خریدتی ہو ہر روز کسی نئی جگہ لنچ و ڈنر اڑاتی ہو۔ اور خوش قسمت مجھے کہا جا رہا ہے۔ تم تو ایک دفعہ بولتی ہو تمہارے ابا منہ مانگی رقم تمہارے ہاتھ پہ رکھ دیتے ہیں۔ کبھی میرے باپ سے مانگ کر دیکھو۔ منگتوں کی طرح منتیں کرنی پڑتی ہیں۔ اب تو ایسی عادت ہو گئی ہے کہ ڈیڈی کو دیکھتے ہی منہ سے بے اختیار ایک ہی جملہ نکل آتا ہے۔ اللہ آپکا بھلا کرے بچے جیئے۔۔۔ اللہ بھاگ لگے رہیں۔۔۔ دے جا سخی اللہ کے نام پہ۔"

اٹل ہی کیا انکے ساتھ والے میز پہ موجود لڑکیاں بھی قہقہے مار رہی تھیں۔

"اور ڈیڈ بھی ایسے ڈھیٹ ہیں۔ ایسے وقت میں مجھے دیکھتے ہی راستہ بدل لیتے ہیں۔ قسم سے اُس وقت اپنا آپ بڑا لاوارث سا لگتا ہے۔ جب آپ کے پسندیدہ پاپ سٹار کا شو ہو اور ٹکٹ خریدنے کو جیب میں پھوٹی کوڑی نہ نکلے۔ اور ماں باپ چہرے پہ تحریر چپکائے پھر رہے ہوں۔ اس منگتی سے ہمارا دور دور کا بھی رشتہ نہیں ہے۔ وہ تو شکر ہے اللہ کا جس نے دماغ دیا۔ اور میں نے اپنا خود کا کام شروع کر لیا۔ میں نے ارادہ کیا ہوا ہے۔ اتنی دولت کمائی ہے کہ ایک دن ڈیڈ میرے پاس آئیں گے۔ بیٹی دو چار کروڑ دے دو۔ اور میں کہوں گی۔ ان منگتوں سے میرا کوئی واسطہ نہیں ہے۔"

"دو چار کروڑ؟ یہ منہ اور مسور کی دال۔"

"ویسے اہل۔۔۔ وہ جو تمہارا کزن ہے۔"

"کونسا۔۔؟"

"ارے وہی۔ جو شکل سے یتیم لگتا ہے۔ اگر جو اس کو پہننے اوڑھنے کا ہنر نہ آتا ہوتا۔۔۔ تو یقین کرو شکل سے بالکل پانٹھی لگتا ہے۔۔۔ اُس پہ وہ فارمولا سیٹ بیٹھتا ہے۔"

"کونسا۔۔؟"

"وہی کہ پیسہ آنے کی دیر ہے۔۔۔ لوگ خوبصورت ہو جاتے ہیں۔" "یہ تم اُس کی بات تو نہیں کر رہی ہو؟ جس کی مجھے سمجھ آئی ہے کہ تم اُس کی بات کر رہی ہو؟"

"ہاں یار جہانگیر انکل کی آنکھ کا تارا۔۔۔"

"اُف چپ کر جاؤ۔ میں اس شخص کا نام تک نہیں سُن سکتی۔"

"یہ تو بہت بُری بات ہے۔ کیونکہ جہانگیر انکل جب اس کی بات کر رہے ہوتے ہیں۔ لہجہ گھی شکر بنا ہوتا ہے۔ مان نہ مان بیٹا تجھے وہی ملے گا۔۔۔ لکھ کر رکھ لے۔"

"تمہاری اس کالی زبان کو کاٹ کر نہر میں نہ پھینک دوں۔۔۔ تمہارے

منہ میں سات چولہوں کی سواہ۔۔۔"

"بیٹا جو مرضی کہہ لے۔ میں نے وہی کہا ہے۔ جو آج تک محسوس کیا ہے

۔ چل ویسے لڑکا کڑخان ہے۔ دھن دولت کی بھی کمی نہیں ہے۔ اس کے

علاوہ پلس پوائنٹ یہ ہے۔ تیری اس زرافے جیسی لمبی گردن کے پاس وہی

کھڑا اچھا لگے گا۔ کیونکہ اس کا قد تیرے سے لمبا ہے۔ ورنہ ایسا نہ ہو۔ تیری

جوڑی بھی نیکال کیڈ من اور اُس مشن امپا بل والے ہیر و جیسی بنے۔۔۔ اُسکا
کیا نام ہے۔۔۔؟ میرے ذہن میں نہیں آرہا۔۔۔"

امل نے لقمہ دیا۔

"ٹوم کروڑ۔۔۔"

"ہاں ہاں۔۔۔ وہی۔۔۔ بیچارہ بڑھا ہو گیا۔ مگر ہیلی کاپٹر ز سے چھلانگنا
اب بھی نہیں چھوڑا۔"

"تمہاری بکو اس تو نہ کبھی بند ہوئی ہے۔ نہ ہو سکتی ہے۔ دنیا میں صرف دو
کام کرنے آئی ہو۔ فری کا کھانے۔ اور مفت مشورے دینے۔ تم یہاں بیٹھ کر
اپنا کام چالور کھو۔ میں چلتی ہوں۔"

"ارے کہاں چلتی ہو۔ اور خود ہی تو تم نے کہا تھا۔ شبی کل کے شو کے
لیے نروس ہو رہی ہوں۔ تمہارا نروس پن دور کرنے کو میں آسمان کے تارے
توڑ لائی۔ اور تم مجھے ہی ڈمپ کر کے جارہی ہو۔ اللہ اسے اب کیا کہوں۔ گالی نہ
دینے کی قسم کھا چکی ہوں۔ ورنہ ایک سو ایک القابات سے نوازی۔ چل اب
شرافت کے ساتھ بل پے کر۔ پھر میری کار میں پیٹرول بھی دلوانا ہے۔ اتنے
امیر گھر کی لڑکی سے دوستی چنے بیچنے کے لیے نہیں کی تھی۔"

امل اپنا بیگ کندھے پہ ڈالتے ہوئے بولی۔

"کاش مارکیٹ میں غیرت برائے فروخت ملتی ہوتی۔ یقین مان منوں

کے حساب سے تیرے لیے خریدتی۔"

"اُس سے کیا فائدہ ہونا تھا۔ سنا نہیں ہوا۔ کہ انسان کو بُرے دوست مل
جائیں تو وہ نیک سے نیک انسان کو بھی ڈبو دیتے ہیں۔ بس میرے اندر بھی جو جو

غیر انسانی خوبیاں ہیں۔ وہ تیری صحبت کا ہی اثر ہے۔ ماں باپ کی نافرمانی تجھ سے سیکھی۔ اپنی پھٹیچر شخصیت پر غرور کرنا تم سے سیکھا۔"

"میں سب سمجھتی ہوں۔ تم اصل میں پس پردہ میری بے عزتی کر رہی ہو۔ مگر اپنی خاطر جمع رکھو۔ مجھے محسوس نہیں ہوتی۔"

"وہ تو ہم سب جانتے ہیں۔ تم سننے والے دن پیدا ہی نہیں ہوئی تھیں۔" دونوں اسی طرح ایک دوسرے کو جواب در جواب دیتے ہوئے بل پے کرنے کے بعد پارکنگ کی جانب آئیں۔ جہاں ششی کی مہران سوزو کی اپنی پوری خستہ حالی سمیت کھڑی تھی۔

ششی نے بڑے پیار سے دروازہ کھول کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔ اور اُسی لاڈ سے دروازہ دوبارہ بند کیا۔

جبکہ امل نے لاپرواہی سے دروازہ کھول کر اپنا بیگ پچھلی سیٹ پہ پھینکا۔ اور زور سے دروازہ بند کیا۔

ششی نے آنکھیں میچ کر دل پہ ہاتھ رکھا۔
"کتنی دفعہ کہا ہے۔ میری چمپا کلی کے ساتھ یوں سوتیلوں سا برتاؤ مت کیا کرو۔ نازک مزاج ہے۔ بُرا مانا جاتی ہے۔ پر تمہاری موٹی عقل میں یہ بات سماتی ہی نہیں ہے۔ جس دن یہ روٹھ گئی نہ۔ تم اسکو یاد کر کر کے رویا کرو گی۔ بے قدری عورت۔"

"تم نئی کار کیوں نہیں استعمال کرتی ہو۔ اُس کو شو پیس کے طور پہ خریدا تھا۔؟"

"مجھ سے یہ بے وفائی نہ ہو گی۔ میں کبھی پہل نہیں کروں گی۔ جب تک چمپا کلی چلتی ہے۔ دوسری کوئی حسینہ اس کی جگہ نہیں لے گی۔"

"اپنی چمپا کلی کی طرح تم بھی لا علاج ہو چکی ہو۔"
"کوئی شک۔۔؟ ویسے میں نے اس کے سارے پارٹس آرڈر کئے ہوئے
ہیں۔ باڈی یہی رہے گی۔ اندر سے اسکو بدل دوں گی۔"
"رحم کرو۔"

"بلکہ میں سوچ رہی ہوں۔ یانی سے رابطہ کروں۔"
"ہیں۔۔۔؟ کون یانی۔۔۔؟"

"ارے وہی یامیناز کا اونر۔۔۔ یانی جو گاڑیوں کو ریمپ کرنے والی کمپنی
ہے۔ اس کا ورکشاپ یو کے میں ہوتا ہے۔ بس کسی دن جوش میں آکر اس کو
ای میل کروں گی کہ۔ مجھے اپنی چمپا کلی کو نئے رنگ میں ریمپ کروانا ہے۔"
"صدقے جاؤں۔ وہ تمہاری چمپا کلی کو ایک نظر دیکھ کر ڈیڈ سی میں
پھینک دے گا۔"

"وہ گاڑیوں سے محبت کرتا ہے۔ تمہارے جیسا بدزوق نہیں ہے۔"
"گاڑیوں سے محبت کرتا ہے۔۔۔ شئی جی۔۔۔ خوفناک نظر آنے والی بے
رنگ و روپ مشینوں سے نہیں۔"

"تمہیں تو بس موقع چاہیے میری چمپا کلی کی برائیاں کرنے کا۔"
"کسی دن اسی کسی سڑک پہ یہ دم توڑ جائے گی۔ اور وہ دن دور نہیں لگتا
ہے۔"

"چُپ کر جاؤ۔ ورنہ گاڑی سے دفع کر دوں گی۔"
اٹل کھل کر ہنستی چلی گئی۔

پھر ایک دم سنجیدہ ہوتے ہوئے بولی۔

"کل امو۔۔۔ ابی میں سے کوئی بھی میرے شوپہ نہیں آئے گا۔ کیا تم سے بھی ایسی ہی توقع رکھوں؟"

"مجھے یوں دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کہو نہ آج، ات ہی جا کر ہال کے باہر کیمپ لگا لیتی ہوں۔ سٹیج کے بالکل سامنے کی سیٹ خریدی ہے۔ وہ بھی ڈبل پیسے دیکر۔ تیرے سٹیج پہ آتے ہی میں نے سیٹیاں مار مار کر ہال میں شور مچا دینا ہے۔ ایک تو سوچ رہی ہوں۔ اپنے ساتھ دو ڈھول والے لیکر جاؤں۔ جیسے ہی تم ریمپ پہ آؤ۔ میں نعرہ ماروں۔ ہٹ اٹ بوائز۔۔۔! اور وہیں پہ ڈھولی شروع ہو جائیں۔ واہ کیا اینٹری ہوگی۔ چھت سے تم پہ پھول گریں۔ اور تم سٹیج پہ ناچتی ہوئی آؤ۔"

امل مکمل شبی کی جانب رخ کر کے اس کو گھورنے لگی۔

"اب میں نے کیا کر دیا ہے؟"

"سیریل سیل تم ایک الگ کیس ہو۔"

"بس بات ختم ہوئی بھلائی کا زمانہ ہی کہاں ہے۔ شکر ہے میں نے ڈھول والے کو پیسے نہیں دے دیئے۔ ورنہ ایویں خرچہ پڑ جانا تھا۔"

"تم جتنی بڑی فلم ہو۔ نامیں بڑی اچھی طرح جانتی ہوں۔ کل وقت پہ پہنچ جانا۔ ورنہ مرنا تم نے میرے ہاتھوں ہی ہے۔"

☆☆☆☆☆☆

آج اُس کے دادا کی برسی تھی۔ سارا خاندان اکٹھا ہونے والا تھا۔ اس لیے وہ جلدی گھر آ گیا تھا۔

"ایک تو آپ نے ان مفت خوروں کو سر پہ جڑھایا ہوا ہے۔ کام کاج ان سے کوئی ہوتا نہیں۔ روٹیاں توڑنے آ جاتے ہیں۔"

آدمیوں سے بھری حویلی پہ نظر ڈال کر اپنے جذبات کا اظہار کرتا وہ بغیر کسی لحاظ کے اپنے بڑے بھائی کو سنا تا گاڑی سے نکل کر گھر کی جانب چل پڑا۔
پیچھے سے ایک آدھ بندوں نے آواز بھی لگائی۔
"فاز بات سنو یار۔"

"اس وقت اس کو جانے دو نہ جانے کس بات پہ بھڑکا ہوا ہے۔"
"صد یار ایک ضروری کام تھا۔۔۔ فاز سے کہو اگر وہ مدد کر دے۔"
"کیا کام ہے۔۔؟ وہ تو گھر چلا گیا ہے۔۔۔ تم کام بتاؤ۔۔۔ میں بات کروں گا۔"

"یار ہماری زمین پہ کسی نے ناجائز قبضہ کیا ہوا ہے۔ ہم یہ تک نہیں جانتے کہ وہ کون لوگ ہیں۔ بس ڈاک کے ذریعے کورٹ کا آرڈر ملا ہے کہ اس زمین پہ تیسری پارٹی کا حق ہے۔ اس لیے ہم لوگ فصل نہ لگائیں۔ یار ہماری جدی پشتی زمین ہے۔ ہمارے پاس سارے کاغذات موجود ہیں۔ مگر اس کے باوجود عدالت نے ہماری درخواست خارج کر دی ہے۔ فاز سے کہو اگر یہ پٹواری وغیرہ کو ذرا دھمکی لگا دے۔ ہماری اپیل پہ اگلے ہفتے پٹواری کے بیان ہونے ہیں۔ اگر وہ بیان ہمارے حق میں دیتا ہے۔ تو ہمارا کیس مضبوط ہوگا۔ اس وقت پٹواری ہماری نہیں سن رہا۔ اُس کو شاید بڑی رقم لگائی گئی ہوئی ہے۔"
"میں تمہارا پیغام فاز کو دے دوں گا۔ اگر وہ کچھ کر سکتا ہوا تو۔ ضرور کرے گا۔"

"بڑی مہربانی صد بھائی۔ میں عمر بھر آپ کا اور فاز بھائی کا مشکور رہوں گا۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تم بیٹھو دوپہر کا وقت ہے۔ کھانا وانا کھا

کر اندر آرام کرو۔"

"نہیں جی۔ میں صبح کا آیا بیٹھا ہوں۔ فاز بھائی کے انتظار میں بیٹھا ہوا تھا۔

اُن سے تو بات نہیں ہو سکی۔ پر شکر ہے آپ نے تو میری عرض سنی ہے۔"

"اللہ نے چاہا تو خیر ہی ہوگی۔"

"شکریہ جناب۔ اب مجھے اجازت دیں صدم بھائی ذرا یاد سے فاز بھائی سے

میری درخواست بیان کیجئے گا۔"

"جیسے تمہاری مرضی ہاں ہاں فکر نہ کرو۔ کوئی نہ کوئی حل نکل آئے گا۔"

صدم اُس شخص کو تسلی دینے کے بعد خود بھی گھر کی جانب ہی چل پڑے۔
چھوٹے بھائی سے کچھ باز پرس کرنے کا من ہو رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

"اماں۔۔۔! جب بھی دیکھتا ہوں۔ اپنے اس نکمے ٹبر کی خد متوں میں لگی
ہوتی ہیں۔ آگ لگائیں سب کاموں کو۔"

"اللہ معافی دے۔ کیوں بولنے سے پہلے سوچتے نہیں ہو۔ قسمت والی
ہوں۔ اللہ نے آل اولاد میں بٹھایا ہوا ہے۔ تمہیں کیا کام ہے۔"

"تین سیٹیاں ہیں۔ یہ ڈھیر بہوؤں کا ہے۔ پھر بھی آپ کو کاموں سے
فرصت نہیں ملتی ہے۔"

"ارے کب یہ لڑکیاں مجھے کسی کام کو ہاتھ لگانے دیتی ہیں۔ یہ تو آج گل
شیر کے لیے حلوہ بنانے بیٹھ گئی تھی۔ کتنے دنوں بعد گھر آیا ہے۔"

"آپ نے جتنے ملوے بنائے تھے۔ گل شیر کے ہاپ کے لیے بنائیں ہیں۔
اب یہ کام گل شیر کی ماں کے ہیں۔ آپ نے اپنے بیٹے پالے ہیں۔ اب
بہوؤں کو انکے بچے خود پالنے چاہیے۔"

وہ ماں کا ہاتھ پکڑے انگور بردستی چولہے کے آگے سے اٹھا کر اپنے ساتھ
لیے بیٹھک کی جانب لے جا رہا تھا۔ حمیدہ بیگم صفائیاں دینے کے ساتھ ساتھ
اپنے خالی ہاتھ کے ساتھ اپنا دوپٹہ درست کر رہی تھیں۔

گل شیر کی ماں نے یہ منظر دیکھا تو مسکراہٹ لیے بولیں۔
"فاز۔۔۔ گل کو اگر تم نے اماں جی سے اپنی بیوی کی خدمت کروائی نا تو
پھر دیکھنا۔"

وہ رکے بغیر بھا بھی کو جواب دیتے ہوئے بولا۔
"میں ایسی کاہل بیاہ کر نہیں لانے والا۔ جس کی خدمت میری ماں کو کرنی
پڑے۔ وہ لڑکی بیاہ کر لاؤں گا۔ جو میری ماں کو پانگ پہ بٹھا کر انکی بلائیں لیا
کرے گی۔"

اماں نے بیٹے کے چوڑے شانے پہ پیار سے ہاتھ پھیرا۔ اور ہنستے ہوئے
بولیں۔

"جھلانہ ہو تو۔ لے بھلا وہ بیچاری میری بلائیں کیوں لے گی۔ بلائیں تو میں
اسکی لوں گی۔"

"بس آپ جیسی نرم دل ساس اپنی دشمن آپ ہوتی ہے۔ بہو کی بلائیں
لیکر سر چڑھاتی ہیں۔ اور جب بہو اپنی اصلیت دکھاتی ہے۔ تو ساس رونے بیٹھ
جاتی ہے۔"

"بس پھپھا کٹنی عورتوں کی طرح شروع مت ہو جایا کرو۔ بولو مجھے
کس لیے کھینچ کر لائے ہو۔"

"سچائی تو برداشت ہوتی ہی نہیں ہے۔"
حمیدہ بیگم نے پُر سوچ نظروں سے دیکھتے ہوئے بیٹے کو کہا۔
"تمہارا موڈ خراب لگ رہا ہے۔ کیا کوئی بات ہوئی ہے۔"
"نہیں بس ایسے ہی۔۔ حویلی میں مفت خوروں کو دیکھ کر غصہ آ گیا تھا۔"
"مفت خورے کہاں ہیں پُتر اپنے گاؤں کے بندے ہیں۔ کام کے دنوں
میں بغیر معاوضے کے روٹی پر ہی کام کر جاتے ہیں۔"

تبھی صد دروازے پہ ہلکی سی دستک دیکر اندر آئے اور آتے ہی فاز کو
سنجیدہ نظروں سے دیکھا۔ جس پہ وہ ماتھے پہ سلوٹ لیکر بولا۔
"خیریت ہے مولوی۔۔؟ نظروں سے کیوں مار رہے ہو۔۔؟"

اماں نے بھی نوٹ کیا تب ہی پوچھا۔ "صد پُتر کیا ہوا ہے؟"
"اماں یہ دو نمبر کام کر رہا ہے۔ دولت کے انبار یو نہی نہیں لگ رہے۔ اور
صدے والی بات تو یہ کہ دوسروں کا حق مارتے ہوئے اسکا ضمیر بھی اس کو
ملامت نہیں کرتا۔"

فاز بڑے بھائی کو ایسے گھور رہا تھا۔ جیسے کچا چبا جانے کا ارادہ ہو۔
"تم اپنا نام صد کی بجائے ضمیر رکھ لو۔ کیونکہ تمہیں مجھے ملامت کرنے
کے سوا اور کوئی کام نہیں ہے۔"

"میں تمہارا بڑا بھائی ہوں اور یہ میرا فرض ہے کہ جب تم کچھ غلط کرو تو
میں تمہیں بُرائی سے بچانے کی کوشش کروں۔"

"بس جہاں بے معنی رعب ڈالنے کی بات آئے تو، بڑا بھائی ہونا یاد آتا ہے اور جب بات ذمہ داریوں کی آئے۔ وہاں کچھ یاد نہیں رہتا؟"

"تم دونوں میرے سامنے کھڑے ہو کر منہ ماری کر رہے ہو۔ اگر توفیق پڑے تو ماں کو بھی کچھ بتادو۔"

"اس نے باہر کی ایک پارٹی سے پیسے لیکر گاؤں کے غریب کی زمین ان کو بیچی ہے۔ بلکہ ان کو مشورے دیئے ہیں کہ کیسے وہ زمین پہ ناجائز قبضہ کر کے زمین ستے داموں اپنے نام لگوا سکتے ہیں۔ اور جس کی زمین ہے۔ وہ لڑکا اسکی اتنی عزت کرتا ہے۔ ہر دوسرے روز ہمارے گھر آتا ہے۔ کہ فاز بھائی سے کہیں میری مدد کریں۔ کیونکہ اپنا تو بڑا نام ہے نا۔ کہ کہیں کسی کو چار لگا کر سیدھا کرنا ہو۔ دو تین گالیاں دیکر عقل ٹھکانے لگانی ہو۔ اپنے فاز صاحب ان کاموں میں ماہر ہیں۔ اب وہ چاہتا ہے کہ فاز اس کی زمین واپس لینے میں اسکی مدد کرے۔ اور بیچارہ اس بات سے لاعلم ہے کہ اسی نے تو اس کی زمین پہ قبضہ کروایا ہے۔ میں نے کبھی نہیں سوچا تھا۔ کہ میرا بھائی اتنا بے حس ہو گا۔"

"اوہیلو۔ جو منہ میں آرہا ہے۔ بکے جا رہے ہو۔ تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ میں نے کسی کی زمین پہ قبضہ کروایا ہے؟ اور مجھ سے باز پرس کرنے والے تم ہوتے کون ہو؟"

"پیسے کی ہوس میں تم اس قدر اندھے ہو گئے ہو۔ کہ تمہیں غلط اور صحیح کا فرق بھی یاد نہیں رہا حرام مال کما رہے ہو۔"

"اگر یہ بات ہے مولانا صاحب تو کبھی اپنے بال بچوں کا خرچا ہی اٹھا کر دیکھو۔ کیونکہ یہ بھی غلط ہے کہ انسان اپنی ذمہ داریاں اپنے چھوٹے بھائی پہ ڈال کر خود بے فکر رہے۔ تم اگر بھول رہے ہو۔ تو یاد کروادیتا ہوں۔ تمہارے

بچے میں پال رہا ہوں۔ تمہارا گھر میں چلا رہا ہوں۔ ایک دن کما کر ایک روپیہ
تک تو ماں باپ کے ہاتھ پہ رکھ نہیں سکے۔ ویسے بڑے وعظ کرنے آتے ہیں
۔ جاؤ پہلے جا کر اپنے دوسرے فرائض پورے کرو۔ پھر مجھ پہ دین جھاڑنے کو

آنا۔"

"تم اس قدر بد تمیز انسان ہو تمہیں چھوٹے بڑے کی تمیز تک نہیں

ہے۔"

"اوبھائی میں بد تمیز ہی نہیں بد لحاظ بھی ہوں۔۔۔ مجھ سے بچ کر رہنا۔"

"سن رہی ہیں آپ۔۔۔؟ یہ سب آپ کی دی ہوئی شے ہے۔ جولاڈلے

کو کبھی کچھ کہنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی ہے۔"

"مولانا میری ماں کو میرے خلاف بھڑکانا بند کر دے۔"

"تم سے تو اب میں کورٹ میں ملاقات کروں گا۔ گاؤں کے کرتادھرتا کا

کام اپنے لوگوں کی مدد کرنا اور ان کے لیے آسانیاں پیدا کرنا ہوتا ہے۔ ناکہ

ناحق کسی کے لیے مشکلات پیدا کرنا۔ کسی کا مال کھانا۔۔ میں بھی دیکھتا ہوں

۔۔ کیسے تم ان کی زمین سے دامنوں بکواتے ہو۔ اور اپنی حرام کی کمائی میرے

بچوں پہ لگانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

"جا کر لے جو کرنا ہے۔ آج اولاد پل گئی ہے۔ تو تمہیں یاد آ گیا ہے کہ وہ

تمہاری اولاد ہے۔ مجھے بے حس کہتا ہے۔۔۔؟ وہ میں ہی تھا جو تیرے بیمار بچے

کو یہاں سے وہاں لیکر گھومتا تھا۔ جب تم باپ صاحب حویلی میں اے سی کے

نیچے لیٹ کر فلمیں دیکھ رہے ہوتے تھے۔ یاد دوستوں کے ساتھ عیاشیوں

میں مصروف ہوتے تھے۔"

صد بھائی کے چہرے کا رنگ بدلا۔

فاز آنکھیں جھپکے بغیر تن کر کھڑا۔ مسلسل گھور رہا تھا۔ چہرہ غصے سے
سُرخ ہو رہا تھا۔

"آج کے بعد تم میری طرف سے فارغ ہو۔ بھول جاؤں گا۔ کہ میرا کوئی
فاز نامی بھائی بھی ہے۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ کیسے تم لوگوں کے ساتھ
نا انصافیاں کرتے ہو۔"

"پہلی بات تو یہ کہ تم نے جو جائیداد میرے نام کرنی تھی وہ نہ کرنا۔
دوسرا یہ کہ کیا کر لو گے؟ ایک کنگلا انسان کر بھی کیا سکتا ہے۔ یہاں پیسے کی
زبان سمجھی اور بولی جاتی ہے اور تمہارے پاس تو پھوٹی کوڑی تک نہیں ہے۔
پیسہ میرے پاس ہے۔ جس نے دن رات ایک کیے ہوئے ہیں اس لیے اپنی یہ
دھمکیاں کسی اور کے لیے سنبھال رکھو۔ جو تمہیں جانتا نہ ہو۔"
"تم دونوں چُپ نہیں کر سکتے۔ ارے ماں کا بھی کوئی لحاظ نہیں ہے۔ فاز
مجھے کس چیز کی کمی ہے۔ جو غریبوں کا مال کھانے پہ آگئے ہو؟"
فاز کو تو تپ ہی چڑھ گئی۔

"آپ بھی اس کی بکواس پہ یقین کر رہی ہیں۔ کس کا حق کھایا ہے؟ اُن
بے غیرتوں نے دام لیکر بھی زمین خریدار کے نام نہیں کی ہے۔ بدلے میں
دوسری پارٹی نے زمین پہ قبضہ کر لیا ہے۔ تو اس میں میرا کیا قصور نکلتا ہے۔"
"جو دام زمین کا دیا گیا ہے۔ وہ اصل سے تین گنا کم ہے۔ اس زمین پہ سارا
خاندان بٹل رہا تھا۔ اب وہ چند لاکھ لیکر کیا کریں گے؟"

"میری بلا سے جہاز بنا کر ہوا میں اڑائیں۔ مجھے کوئی سروکار نہیں ہے۔"
اماں کے آواز دینے کے باوجود وہ رُکا نہیں۔ اماں نے صمد کو دیکھا۔ جو فاز
کو جانا دیکھ رہے تھے۔

اماں نے ان کے کندھے پہ تھپکی دی۔
 "چل پتر تم بڑے ہو۔ تم غصہ تھوک دو۔ تمہیں علم تو ہے۔ غصے میں وہ
 بالکل بے لحاظ ہو جاتا ہے۔ ورنہ دل کا بُرا نہیں ہے۔ تمہارے بچوں سے بڑی
 محبت کرتا ہے۔ خاص کر فاطمہ میں تو اس کی جان ہے۔"
 "اماں آپ وہی کر رہی ہیں جو مائیں کرتی ہیں۔"

"اچھا وہ کیا ہے۔"

"مرہم پٹی۔۔ اور کیا۔"

"اس کا کیا مطلب ہوا؟"

"مطلب یہی کہ بچوں کو ایک دوسرے کے قریب رکھنے کے لیے ان
 کے درمیان پیوند کاری کرنا۔ ایک دوسرے کے حق میں دلوں کو نرم کرنا۔"
 اماں مسکرائیں۔

"تمہاری یہی بات پیاری ہے صمد کے تم باریکیوں میں دیکھتے ہو۔ جبکہ فاز
 کے اندر رشتوں کے حوالے سے ابھی اتنی گہرائی نہیں ہے۔"
 "مگر اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے نہ کہ وہ یوں دوسروں کے احساسات
 کے ساتھ کھیل جائے۔ کبھی اس کو ڈانٹ بھی لیا کریں۔ دل کا بُرا نہیں
 ہے۔ یہ کہہ کر ہر دفعہ بات ختم کر دیتی ہیں۔ لاڈلا سپوت اسی شہ میں پھنے
 خان بن گیا ہے۔"

"اچھا اچھا میں اُس کو سمجھاؤں گی۔ تم بھی اپنا دل صاف رکھو۔ خبردار جو
 تم دونوں نے ایک دوسرے کے خلاف کورٹ میں جا کر لوگوں کو تماشہ دکھایا
 ۔ باپ سے الگ جوتے کھاؤ گے۔ بھائی کی باتوں کا غصہ نہ کرنا۔ بس زبان کا تیز

ہے۔ میں تمہارے باپ سے بات کروں گی۔ دیکھ لینا خود تمہارے پاس معافی مانگنے آئے گا۔"

"مجھے اس کی شکل بھی نہیں دیکھنی ہے۔ اس سے کہیے گا۔ میرے سامنے نہ آئے۔"

صد بھی وہاں سے چلے گئے۔ اماں نے چھت پر جاتے فاز کو دیکھ کر ماتھے پر ہتھیلی ماری۔

"وے فاز میں تیرا کی کر اس۔"

وہ ہال میں داخل ہوا تو سامنے اپنی ساری پھوپھیوں کو ہاتھ میں سپارے پکڑے کلام پاک کی تلاوت میں مصروف پایا۔

"بڑی بات ہے، تم سب ایک جگہ بیٹھی ہوئی ہو۔ اور اتنی خاموشی ہے۔ میں تو سمجھتا تھا ابھی تک کوئی آیا ہی نہیں ہے۔ کیا حال ہے؟"

اس کی آواز سننے ہی سب کی توجہ اس کی طرف جاتی دیکھ کر امل نے ناک چڑھائی۔ جبکہ وہ ایک ایک کر کے اپنی پھوپھیوں کے سامنے سر جھکا رہا تھا۔ بڑی پھوپھیوں نے اپنا ہاتھ اس کی جانب بڑھایا جو اشارہ تھا کہ مجھے اٹھنے میں مدد کرو، وہ ان کی مدد کرنے کی بجائے ان کے موڑھے کے پاس ہی بیٹھ گیا۔

"بازار جانے کا بولوں تو ابھی دوڑ کھڑی ہوں گی۔ ویسے ایک موڑھے سے نہیں اٹھا جاتا ہے۔"

پہلے تو وہ ہنسیں پھر وضاحت کرنے لگیں۔

"ہاں جیسے تمہاری ماں تو بازار نہیں جاتی ہے نا۔ اب اپنے کاموں کے لیے

تو مجبوری میں جانا پڑتا ہے۔" مجبوری یا برینڈز پر لگنے والی سیل؟"

اس کی بات پر چھوٹی پھوپھیوں نے اس کے کندھے پر ہاتھ مارا۔

"تمہیں ساری خبریں ہوتی ہیں۔" صد بھائی سے چھوٹے افضال بھائی کی
زوجہ اپنی چار سالہ بیٹی کا ہاتھ پکڑے وہاں آئیں آتے ہی فاز کو مخاطب کیا۔
"بھائی ایک کام کر دیں۔" اس نے تکلف سے کھینچ کر جواب دیا۔

"جی بھائی کی بہن فرمائیں؟"

"آپ صد بھائی کا غصہ میرے پر تو نہ نکالیں۔"

صد کا نام سنتے ہی سارا کمرہ متوجہ ہو گیا۔ بڑی بھابھی نے وہیں ٹبٹ دیا۔
"فاز پھر سے میرے گھر والے کے ساتھ بد تمیزی کر کے آئے ہو؟" فاز

نے آنکھیں گھمائیں۔ "چلو۔ اب ان کی سنو۔۔"

اس نے بھابھی کی جانب متوجہ ہو کر دونوں ہاتھ جوڑے۔

"نہیں میری ماں۔۔ یہ جو ڈیلے نکال نکال کے ہر دفعہ مجھے ڈراتی رہتی

ہیں۔ کبھی ان کا استعمال اس بیجو پر بھی کر لیا کریں۔" امل جو ابھی تک خاموشی

سے تلاوت کر رہی تھی۔ صد بھائی کے لیے ایسا لفظ برداشت نہ کر پائی فوراً

قطعی انداز میں بولی۔۔ "سارے خاندان میں سب سے نفیس انسان کے لیے

بیجو جیسا تھرڈ کلاس لقب بولتے ہوئے شرم آنی چاہیے۔"

اس کی آواز پر فاز بڑی طرح چونکا۔

"اوہ۔۔۔ یہ بھی موجود ہے؟ تم اپنے منہ کے مطابق لفظوں کا انتخاب کیا

کرو۔۔۔ نفیس انسان۔۔۔ اگر یہ لفظ گلے منہ پھنس جاتا تو دادا کی اگلی برسی پر

تمہاری بھی برسی منار ہے ہوتے۔"

تہقہہ گونجے۔۔۔ امل نے اس کو گھورتے ہوئے تعریف کی۔

"جاہل انسان۔۔"

فاز کے دماغ میں ابھی تک ابا جی کے ساتھ ہونے والی گفتگو تازہ تھی۔
اسیے کمینگی سے ہنتے ہوئے بولا۔

"پھوپھو لوگ آپ ہی اس کو سمجھائیں سوچ کر میرے نام رکھے۔ کل کو
اسی جاہل سے واہ پڑ جانا ہے۔" امل کو تو آگ ہی لگ گئی۔
"اپنی شکل دیکھی ہے ایک نمبر کا کو جا۔۔۔ منحوس کمینہ۔۔۔"

وہ وہاں سے واک آؤٹ کر گئی۔۔۔ پہلے تو سب ہنس رہے تھے، مگر امل کو
غصے سے جاتا دیکھ کر فاز کو مصنوعی ڈانٹ سے نوازا گیا۔ بھابھی نے بتایا۔
"جب تمہیں پتا ہے وہ تمہارا مذاق پسند نہیں کرتی ہے تو تم کیوں اس کو
تنگ کرتے ہو۔ جانتے ہو وہ تو آنا ہی نہیں چاہتی تھی۔ میں نے اس کی منتیں
کر کے اسکو راضی کیا تھا۔"

فاز نے کہا۔

"فکر نہ کریں آئندہ آپ کو مہارانی صاحبہ کی منتیں نہیں کرنی پڑا کریں
گی۔ ایویں سر پہ چڑھایا ہوا ہے۔" پھوپھو بولی۔
"امل پتہ نہیں کیوں تمہاری بات کا اتنا غصہ کرتی ہے۔ مذاق تک
برداشت نہیں کرتی ہے۔"

فاز کا موڈ مکمل طور پر خوشگوار ہو چکا تھا۔ آنے والے وقت کا سوچ کر اس
کو ہنسی آرہی تھی۔ اسیے ترنگ میں بولا۔
"پگلی محبت جو بہت کرتی ہے۔"

امل کے کان میں تک پہنچنے کی دیر تھی، وہیں سے پھنکاری۔

"مر جانا۔۔۔ تم سے محبت کرنے سے پہلے میں زہر نہ پی لوں۔"
سامنے سے تائی امی کو سیڑھیوں سے نمودار ہوتا دیکھ کر ان سے بولی۔

اسیائی امی اس لفنگے کو منع کر لیں۔ ورنہ ایسی بد عاداتوں کی۔ سزا کر مرے

گا۔" تائی امی کا دل ہول گیا۔ پھوپھیوں نے امل کی لعن طعن شروع کر دی۔
"امل تیرے منہ میں خاک کس قدر بد تمیز ہو۔ سوچ سمجھ کر بولا کرو۔"
"تو آپ لوگ اس کو نہیں دیکھ رہی ہیں۔ کیسے فضول بکواس کرتا ہے۔
اس کو تو کسی نے نہیں ٹوکا ہے۔ کہ ایسے کیوں بھونک رہا ہے۔"
"اس نے ایسا کیا بول دیا ہے؟ ویسے بھی سب کو علم ہے وہ مذاق کرتا ہی
رہتا ہے۔"

"تو براہ کرم اسکو بولیں خاندان کی دوسری لڑکیوں کے ساتھ ایسے
واہیات مذاق کیا کرے میرے ساتھ نہیں۔ میں ایسے مذاق برداشت نہیں
کرتی ہوں۔"

اس کے غصے سے لال ہوتے چہرے کو دیکھ کر فاز سوچ رہا تھا۔

"بیٹا یہ لڑکی تجھے چھٹی کا دودھ نہ یاد کروادے۔"

سب کی توجہ امل سے ہٹانے کو بولا۔

"آپ سب کیوں اس کے الفاظ کو اتنا دل پہ لے رہی ہیں۔ وہ کون سا مجھے
دل سے بد عادتیتی ہے۔" امل جاچکی تھی، سارا کمرہ قہقہوں سے گونجھ گیا۔
بڑی پھوپھیوں نے اپنے سامنے کارپٹ پہ سر کے نیچے کہنی رکھے لیٹے فاز کے بال
ہاتھوں میں بھر کر کہا۔

"اثر تمہیں بھی نہیں ہوتا۔"

تائی امی نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا۔

"مجھے تو سوچ کر ہی ڈر آتا ہے کہ میرے دل میں کبھی ان دونوں کی شادی کرنے کا خیال بھی آیا تھا، توبہ اللہ کا شکر ہے میں نے جا کر امل کے ماں باپ سے رشتہ نہیں مانگ لیا۔ میرا گھر تو اکھاڑا بن جاتا۔"

فاز کھل کر ہنسا۔۔ (ہائے میری بھولی ماں، بہو تو یہی آتی ہے، اور دن گل بھی روز ہونے ہیں۔)

فاطمہ بھابھی ساری کارروائی ملاحظہ کرنے کے بعد بولیں۔

"فاز بھائی پلینز شہلا کو ڈیرے پہ چھوڑ آئیں۔"

فاز نے ناک چڑھا کر حیرت سے دریافت کرنا چاہا۔

"ڈیرے پہ کیا ہے۔"

"وہ سب بچے چچا جان چچی اور ابا جان کے ساتھ وہیں گئے ہوئے ہیں ناتو یہ بھی ضد کر رہی ہے کہ میں نے بھی جانا ہے۔"

امل کمرے کے دروازے پہ رک کر فاطمہ سے بولی۔

"بھابھی وہ صمد بھائی کے موٹر سائیکل کی چابی کہاں ہے؟ میں شہلا کو ڈیرے پہ لے جاتی ہوں۔ کیونکہ میں وہیں جا رہی ہوں۔"

بھابھی نے بتاتے ہوئے ابھی اتنا ہی کہا تھا۔

"چابی وہ نیچے برآمدے۔۔" فاز نے تیزی سے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بھابھی کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔

"رحم کریں، باہر حویلی آدمیوں سے بھری ہوئی ہے۔ کیوں نمونج نکالنا چاہ رہی ہیں۔ جس جس نے جانا ہے۔ جائے مگر گاڑی پہ جاؤ۔"

ساتھ ہی اُس نے جیب سے چابی نکال کر بھابھی کی طرف بڑھادی۔ اپنی ماں اور پھوپھیوں سے بولا۔۔ "اب میں نے منع کیا ہے ناتو یہ مجھے نیچا دکھانے

کو موٹر سائیکل ہی نکالے گی۔ اپنی زبان میں سمجھالیں ورنہ یہ نہ ہو موٹر سائیکل سمیت مجھے اس کو نہر میں پھینکنا پڑے۔"

اٹل نے مسکراتے ہوئے گاڑی کی چابی پکڑی اور شہلا سے بولی۔

"شہلا جانو آؤ ڈیرے پر چلیں۔"

فاز کا ماتھا ٹھنکا۔ آنکھیں میچ کر دیکھتے ہوئے بولا۔

"یہ کوئی نہ کوئی پزنگا کرنے گئی ہے۔"

اماں نے ٹوکا۔ "اچھا اب اگر وہ آرام سے تمہاری بات مان گئی ہے تب بھی تم اس پہ شک کر رہے ہو، تمہارا بھی کوئی حال نہیں ہے۔"

مگر وہی ہوا جس کا اس کو ڈر تھا۔ پانچ منٹ بعد کریش کی آواز نے ان سب کو دہلا کر رکھ دیا۔ فاز نے ماتھا پیٹتے ہوئے خود کو زیر لب گالی سے نوازا۔

"گاڑی کی بینڈنگ گئی۔۔"

وہ سب حیران ہوئیں کہ اس کو کیسے پتا کہ کیا ہوا ہے۔ مگر جب منڈھیر سے نیچے حویلی کے صحن میں نظر ڈالی۔ تو فاز کی بات کی سچائی سمجھ آئی۔ جہاں مجمع لگا ہوا تھا۔ کیونکہ گیٹ کے پلر کے ساتھ فاز کی سفید ایسی یووی ٹھکی ہوئی تھی۔ بونٹ میں سے دھواں نکل رہا تھا۔ وہ ننگے پیر باہر آیا تھا۔ گاڑی کی حالت دیکھ کر اس نے اپنے آپ کو کچھ کہنے سے منع رکھنے کے لئے اپنے دونوں ہاتھ باندھ کر سر کے اوپر رکھ لئے اور سر تاسف سے ہلاتے ہوئے اپنا دکھ چھپانے کی کوشش کی۔ اسی پل گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ سے اٹل جی باہر نکلیں۔ صدمہ بھائی نے اس کو بازو سے پکڑ کر اس کے خیریت سے ہونے کا یقین کیا۔ اٹل ان کی تسلی کروانے کے بعد مڑی تو نظر چھت پہ کھڑے فاز سے ملی۔ اٹل نے فاز کو اسی کی کمینی مسکراہٹ لٹاتے ہوئے اشارے سے کہا۔

"یو آر ویلکم۔۔"

فاز نے سر پہ رکھے ہاتھ ہٹا کر ایک ہاتھ میں پہ پھیرنے کے بعد شہادت کی انگلی سے نبٹ لینے کا تنبیہی اشارہ کیا۔۔ امل کا قہقہہ اس کو مزید جلا کر خاک کر گیا۔

☆☆☆☆☆☆

بیک روم میں تل دھرنے کی جگہ نہ مل رہی تھی۔ ہر کوئی مصروف تھا۔ ماڈلز کے میک اپ جاری تھے۔ باہر سے بلند ہوتے میوزک کی آواز آرہی تھی

۔ امل کے پیٹ میں تتلیاں اڑ رہی تھیں۔ آج اسکے خواب کو تعمیر مل رہی تھی۔

سامنے لگے آئینے میں نظر آتے اپنے حسین سراپے پہ نظر نہ جم رہی تھی۔ میک اپ آرٹسٹ نے اسکو جو لک دی تھی۔ وہ اسکے چہرے کو مزید پتلا اور لمبا دکھا رہی تھی۔ سارے بال سر کے اوپر اکٹھے کر کے جوڑا بنایا گیا ہوا تھا۔ اس نے ٹاپ بدلی ہوئی تھی۔ ٹی شرٹ کی جگہ بلاؤز پہنا ہوا تھا۔ نیچے ابھی تک جینز ہی پہن رکھی تھی۔ کیونکہ اسکا میک اپ مکمل ہونے کے بعد اس نے نیچے کا لہنگا پہننا تھا۔

مشرقی لباس مغربی کٹس کے ساتھ بنا ہوا تھا۔ اس نے اپنے سراپے کو غور سے دیکھتے ہوئے سوچا، اس وقت اس کے خاندان کو اس کی یہاں موجودگی کی خبر ہو جائے تو کیا تماشہ لگے۔ شکر ہوا کل گاؤں میں کسی نے یہ موضوع نہیں چھیڑا، مگر سب نے اس کو فاز کی گاڑی کی فرنٹ باڈی اتنی بُری طرح سے توڑنے پر کافی سنائیں تھیں۔ بڑوں کو اس کی کزنوں نے معاملہ سمجھایا تھا، جن

کو ہر حال میں فاز کی نظروں میں نمبر بنانے کا شوق رہتا ہے۔ مگر حیرت انگیز طور پر فاز نے بات نہیں بڑھائی۔ بلکہ تایا ابو کو جب خبر ہوئی کہ امل نے فاز کی گاڑی توڑ دی ہے، انہوں نے معنی خیز نظروں سے فاز کو دیکھا تھا، جس پر امل کو عجیب سا محسوس ہوا تھا۔

وہ لہنگا پہننے کے لیے اٹھی جب ایک لڑکے نے آواز لگائی۔

"امل جہانگیر کہاں ہیں؟"

اسکے کان کھڑے ہوئے۔

"جی ادھر ہوں۔۔۔؟"

"یہ آپ کے لیے ہے۔"

امل نے آگے بڑھ کر انتظامیہ کے لڑکے کے ہاتھوں سے وہ فولڈ ہوا کاغذ کا ٹکڑا پکڑا۔

لڑکا وہیں سے مڑ گیا۔ امل نے حیرت سے کاغذ کو دیکھا اور کھولا تو اس پہ چند حرف لکھے تھے۔

"امل۔۔۔ ہم لوگ غلط تھے۔ تم ٹھیک تھیں۔ ہم تمہارا شوق دیکھنے کے لیے آئے ہیں۔ ایک دفعہ باہر آکر بیسٹ آف لک کی وش وصول کر لو پارکنگ میں انتظار کر رہی ہوں۔ فقط تمہاری ماں۔ فائزہ جہانگیر۔"

امل خوشی سے وہیں کھڑی کھڑی کودنے لگی۔

اپنے پاس کھڑی لڑکی کو مخاطب کر کے بتایا۔

"میری امی آئی ہیں۔۔۔ میں دو منٹ میں ان سے مل کر آئی۔۔۔ پلینز

اگر میم پوچھیں تو بتا دینا بس ابھی آرہی ہوں۔" اُس نے جلدی میں لہنگا پہنا اور بھاگ بھاگ باہر آئی۔

شام رات سے مل رہی تھی۔۔۔ اندھیرا چھایا تو مصنوعی روشنیوں نے
اندھیرے کو کھانا شروع کر دیا۔۔۔ گاڑیوں کی لمبی قطاروں میں اپنی گاڑی
سب سے الگ پارک ہوئی دیکھ کر وہ تیزی سے چلتی گاڑی کے پاس آئی مگر
گاڑی کے اندر جھانکا تو گاڑی کو خالی پایا۔۔۔ سیدھی ہو رہی تھی۔۔۔ جب پیچھے
آکر رکتے فاز نے اسکو مڑ کر دیکھنے کا موقع دیئے بغیر ایک رومال اسکے ناک پہ
رکھا۔۔۔ جواہل کے حلق سے ابھرنے کو نیار چیخ کو نکلنے سے پہلے ہی مار گیا۔

اسکا وجود فاز کے بازوؤں میں جھول گیا۔۔۔ اس نے بڑی مہارت کا
مظاہرہ کرتے ہوئے اسکو یوں تھاما کہ دیکھنے والے کو یہی لگے کہ اہل اسکو گلے
مل رہی ہو۔۔۔ اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کر اپنے ساتھ کھینچ کر اسکو فرنٹ پینجر
سیٹ پہ بٹھایا۔۔۔ سیٹ کو تھوڑا پیچھے کولٹایا۔۔۔ اہل کا چہرہ ہلکا سا ڈرائیونگ
سیٹ کی جانب موڑ دیا۔۔۔ باہر سے دیکھنے پر یہی معلوم ہوتا کہ جیسے بڑے
ریلیکس انداز میں سیٹ پہ نیم دراز ہے۔۔۔

اگلے چند منٹ میں گاڑی پارکنگ سے نکل کر انجان منزل کو نکل چکی تھی

☆☆☆☆☆☆☆☆

آنکھ کے پردے پہ روشنی دستک دے رہی تھی۔۔۔ مگر نیند اس قدر
گہری تھی کہ وہ چاہ کر بھی پوٹے کھول نہیں پارہی تھی۔۔۔ ایسا لگتا جیسے
آنکھوں کے اوپر کسی نے بھاری بوجھ ڈال رکھا ہو۔

پھر وہی آواز سنائی دی جو وقتاً فوقتاً اسکو سنائی دیتی رہی تھی۔۔۔ کبھی اسکو
محسوس ہوتا وہ اس آواز کو جانتی ہے۔۔۔ کبھی لگتا پہلی دفعہ سن رہی ہو۔

بڑی مشکل اور پوری کوشش کے ساتھ اس نے بھاری پونے اٹھائے۔۔۔ سورج کی تیز روشنی کسی برتھی کی طرح نینوں میں چبھی۔۔۔ اس نے محسوس کیا وہ چت لیٹی ہوئی تھی۔۔۔ احساس ہوتے ہی۔۔۔ کروٹ کے بل ہو کر اٹھی۔۔۔ سب سے پہلی نظر گھاس پر پڑی۔

بڑی بڑی جنگلی گھاس۔۔۔ اسکو لگا خواب ہے۔۔۔ وہ اپنے گھر میں نہیں تھی۔۔۔ نہ ہی یہ اسکا بیڈروم تھا۔۔۔ اُس نے اٹھ کر کھڑے ہونے کی کوشش کی تو نقاہت کا احساس ہوا۔۔۔ جیسے کئی دنوں کی بیماری سے اٹھی ہو۔ حیرت اور بے یقینی سے تاحدِ نگاہ پھیلے سبزے کو دیکھے گئی۔۔۔ ایک ہی جگہ کھڑے ہو کر گول چکر میں گھوم کر اپنے چاروں اطراف نظر دوڑائی۔۔۔ اوپر نیلا آسمان۔۔۔ اور نیچے ہریالی میں نہائے اونچے نیچے ٹیلے۔۔۔ کھیت۔۔۔ اور آبشاریں۔۔۔

"یہ خواب ہے۔۔۔"

اسکے قریب سے خوبصورت رنگوں کی تتلی اڑتے ہوئے جا کر ایک جنگلی پھول کے اوپر بیٹھ گئی۔

اٹل نے اپنے گھومتے ہوئے سر کو پکڑا۔

"مائے گڈنس میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔۔۔"

"تم وفات پا کر اس وقت جنت میں میری ساتھی بنی ہوئی ہو۔"

اپنے عقب سے ابھرنے والی آواز پہ وہ کرنٹ کھا کر مڑی۔

اٹل کی نظروں میں بے یقینی سی بے یقینی تھی۔

فازا ایک بڑے سے پتھر پہ سر کے نیچے دونوں بازو رکھ کر پیچھے کو جھک کر

بیٹھا تھا۔۔۔ ٹانگیں سامنے کو پھیلی ہوئی تھیں۔۔۔

اٹل کو اسکے حلیے پہ تعجب ہوا۔

اُس نے بھاری جیکٹ پہن رکھی تھی۔۔۔ جس کے ساتھ دستانے اور مفلر اوڑھے ہوئے تھا۔۔۔ وہ سوچ میں پڑ گئی بھلا پنجاب میں کب سے اتنی سخت سردی پڑنے لگی کہ یہ شخص اون کا گیند بن کر گھوم رہا ہے۔

"ہیلو۔۔۔!!۔۔۔ تمہاری اس خاموشی سے جی بھر کر بور ہو چکا ہوں۔۔۔ اڑتالیس گھنٹے گاڑی چلائی ہے۔۔۔ شکر ہوا اپنے وزیر دوست کا۔۔۔ جس نے اپنی جھنڈے والی گاڑی ادھار دے دی۔ ورنہ ہر دوسری چوکی اور ناکے پہ کھڑے ہو کر وضاحتیں دیتا کہ آنسو اٹل جہانگیر میری کون ہیں۔۔۔ اور مسلسل نیند کی دنیا میں کیوں غوطہ زن ہے۔"

"یہ کونسی جگہ ہے۔۔۔؟"

"اُف صرف اڑتالیس گھنٹوں کی سنگت اور اتنا نرم اور معصوم لہجہ۔۔۔ زندگی سے پیار ہی نہ ہو جائے۔"

"تم تو فاز ہو۔۔۔"

"جی۔۔۔ ابھی تک فاز ہی ہوں۔۔۔"

"کیوں۔۔۔؟ اور کیا ہونا تھا۔۔۔؟"

"ہونا تھا نہیں۔۔۔ بننا ہے۔۔۔ بہت جلد میں نے مجازی خدا بننا ہے۔۔۔"

"

"وہ کیا ہوتا ہے۔۔۔"

"جب پوری طرح ہوش و ہواس میں آؤ گی۔۔۔ تب تفصیل سے بتاؤں

گا۔۔۔"

"کیا ہم لوگ ٹرپ پہ آئے ہوئے ہیں۔۔۔؟۔۔۔ باقی افراد کہاں ہیں۔۔۔"

"؟"

"نہیں۔۔۔ ہنی مون پہ صرف دو لوگ ہی آتے ہیں۔"

"کس کا ہنی مون۔۔۔؟"

"فاز اور اٹل کا۔"

"میرا سر کیوں گھوم رہا ہے۔"

"سچ سن کر۔۔۔"

"کیسا سچ۔۔۔؟"

"اپنا اور میرا سچ۔"

"تم کون ہو۔۔۔؟"

"ایک۔۔۔ آوارہ ضدی۔۔۔ وحشی۔۔۔"

"مجھے نیند کیوں آرہی ہے۔۔۔"

"تم نے افہیم کھائی ہوئی ہے۔۔۔"

"فاز میرے کزن کا نام ہے۔۔۔"

"ہاں ہونے والے شوہر کا بھی۔۔۔"

"وہ بہت ہی گرا ہوا شخص ہے۔"

"ہاں۔۔۔ تبھی تو تمہیں قبول کر رہا ہے۔"

"فاز نے میری استانی کے ساتھ افیر چلایا تھا۔"

دور افق میں دیکھتے ہوئے فاز نے ہنستے ہوئے تاسف میں سر ہلایا۔

"پہل میں نے نہیں تمہاری استانی نے کی تھی۔"

اٹل گال کے نیچے ہاتھ رکھ کر واپس جھنگی گھاس پہ لیٹ چکی تھی۔ اوپر سورج اپنی گرمائی لٹا رہا تھا۔۔۔ وہ ابھی بھی ڈر گز کے زیر اثر بولتی جا رہی تھی۔
"وہ میری فیورٹ استانی تھی۔ مگر اُس دن میرے دل سے اتر گئی جس دن اُس نے مجھ سے تمہارا فون نمبر مانگا تھا۔"

"تمہیں جلن ہوئی۔۔۔؟"

"شیواز تو نئی فائیو۔۔۔"

"تمہیں کیوں جلن ہوئی۔۔۔؟"

"آئی ہیٹ ریٹ مین۔۔۔ ہی از سو چیپ۔۔۔ سچ آگ فلرٹ۔"

"بس اٹل جی آپکے نصیب جو اس چیپ فلرٹ سے پھوٹے۔"

"مجھے۔۔۔ شوپہ جانا ہے۔"

"ہاں۔۔۔ ضرور جانا۔۔۔ مگر اس وقت میرا تھوڑا سا اور ساتھ دے دو۔"

"

وہ اپنی جگہ سے اٹھا۔ قریب رکھا ایک پیک ایک کندھے پہ ڈالا اور مضبوط قدموں سے چلتا ہوا اس کے قریب آیا۔
"مس جہانگیر۔۔۔"

"تمہاری آواز بہت بے سُر ہے۔"

"میں کونسا مہدی حسن مرحوم کا شاگرد رہا ہوں۔"

"وہ کون ہے؟"

"پاکستان کے ایک بڑے عظیم کلاسیکل سنگر۔۔۔ جواب اس دنیا میں

نہیں رہے۔"

"میں سو جاتی ہوں۔"

"نہیں ابھی نہیں سونا ہے۔"

اُس نے دستانے اُتارے کراپنے ہاتھ گھاس سے پہ رگڑے اور پھر امل کے گال سے مس کئے۔

ٹھنڈے ہاتھ کے لمس سے امل کے ماتھے پہ تیوری ابھری۔۔۔ آنکھیں پھر سے موند چکی تھیں۔

"امل۔۔ دن ڈھلنے میں صرف چند گھنٹے باقی ہیں۔۔ ہماری منزل وہ اوپر پہاڑی کی چوٹی دیکھ رہی ہو۔ ہمیں دوسری جانب جانا ہے۔ ایک دفعہ ہمت کر کے میرے ساتھ گھوڑے پہ سوار ہو جاؤ۔ پہاڑی کی چوٹی پہ پہنچتے ہی دھکا دے دوں گا۔"

اُس نے کسی طرح بھی اسکا چہرہ تھپک تھپک کر اسکو آنکھیں کھولنے پر مجبور کر ہی دیا تھا۔ ایک دفعہ پھر وہ جاگی سوئی کیفیت میں فاز کی بتائی ہدایات پہ عمل کر گئی تھی۔

جس ٹیلے پہ وہ دونوں بیٹھے ہوئے تھے۔ وہاں سے اُتر کر نیچے آئے تو ویران پڑے اونچے نیچے راستے پہ ایک مٹی میں اٹی جیپ کھڑی تھی۔ اور ساتھ ہی ایک بیس اکیس سالہ لڑکا ایک عدد گھوڑا لیے کھڑا تھا۔ فاز نے ایک ہاتھ میں کسی نشے کے عادی کی طرح چل کر آتی امل کا بازو تھام رکھا تھا۔ اور دوسرے ہاتھ میں گھوڑے کی لگام تھام لی۔ جو اپنی موج میں سڑک کے کنارے اگلی تازہ گھاس کھا رہا تھا۔

"جانبا ز خان تم جیپ کو واپس بیس پہ لے جاؤ۔ مجھے کسی چیز کی ضرورت ہوئی تو میں خود سے رابطہ کر لوں گا۔ پنجاب سے میرے گھر والوں کا یا کسی کا

"صبر کر لو آنے والے دنوں میں جان جاؤ گی۔"

"تمہاری شکل کس سے ملتی ہے۔۔۔؟"

"ہمارے دادا سے۔۔۔"

"وہ کون ہے۔۔۔؟"

"تمہارے باپ کا باپ۔"

فاز نے کندھے والا بیگ ایڈ جسٹ کیا اور بات کرتے کرتے ایک پیر پائیدان میں رکھ کر خود کو اوپر اٹھا کر گھوڑے پہ سوار کیا۔ ساتھ ہی جھک کر امل کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسکو بھی اوپر کھینچ کر اپنے پیچھے بیٹھنے میں مدد دی۔

"ہم اونٹ پہ سواری کیوں کر رہے ہیں۔۔۔؟"

"اس وقت ہمارے گھر والے تمہارا انداز اور گفتگو سن لیں تو انکو غش آجائے غش۔"

جیسے ہی فاز نے گھوڑے کو چلنے کا اشارہ دیا۔۔۔ وہ حرکت میں آ گیا۔ امل نے زور سے فاز کی جیکٹ پکڑ لی اور اسکا چہرہ فاز کی پشت پہ ٹک گیا۔

"تم مجھے گرا نا چاہتے ہو۔۔۔؟"

وہ پھر سے ذومعنی انداز میں بولا۔

"نہیں وہ کام تو تم خود بھی با آسانی کر رہی تھیں۔۔ میں نے تو اسکے الٹ

کیا ہے۔"

اگلے بیس سے پچیس منٹ تک ایسا ہوا کہ جیسے گھوڑے نے سپیڈ پکڑی۔۔۔ فاز امل کے الفاظ پوری طرح سے سن نہ پایا۔ مگر اپنی کمر سے لگے امل کے چہرے سے محسوس ہونے والی وابہریشن سے احساس ہوتا رہا کہ وہ مسلسل بول رہی تھی۔ پر سامنے سے آنے والی ہوا اسکی آواز کو سماعت کے لیے مشکل بنا

رہی تھی۔ درختوں اور جنگلی گھاس میں سے ہوتے ہوئے وہ اوگ ایک کھلے میدان میں پہنچے۔ بیس منٹ پہلے جو سورج پوری تاب کے ساتھ چمک رہا تھا۔ اس وقت اسکو بادلوں نے گھیرے میں لے لیا تھا۔ ہوا تیز ہو گئی تھی۔ امل کے بال ہوا سے لڑتے ہوئے فاز کے چہرے تک پہنچ رہے تھے۔ جنکو اُس نے دو ایک بار تو ہٹایا۔ مگر پھر یہ شعر پڑھ کر انکے حال پہ چھوڑ دیا۔

کالی کالی زلفوں کے پھندے نہ ڈالو

ہمیں زندہ رہنے دواے حسن والو

کھلے میدان کے درمیان کو عبور کیا تو ایک دفعہ پھر درختوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔۔۔ جس کے بہت اندر جا کر ہٹ تھا۔۔۔ دور سے نظر نہ آتا۔۔۔ مگر جوں جوں فاصلہ کم ہوا۔۔۔ ہٹ کی شکل و صورت واضح ہونے لگی۔۔۔

ہٹ پہ پہنچتے ہی فاز نے شکر کا کلمہ پڑھا۔۔۔ کیونکہ پچھلے دو دن سے صرف دو گھنٹے کی نیند لی تھی۔۔۔ منزل قریب دیکھ کر ہی نیند غالب آگئی تھی۔۔۔

پہلے امل کو نیچے اترنے میں مدد دی۔۔۔ پھر خود اُترا۔۔۔ گھوڑے سے بندھا سامان کھول کر گھوڑے کو آزاد کر دیا۔۔۔

گھوڑا کسی سیکھائے ہوئے جانور کی طرح سر جھکا کر ایک طرف کو چل پڑا۔۔۔ فاز جانتا تھا۔۔۔ وہ سیدھا اپنے مالک کے پاس جائے گا۔۔۔

فاز نے امل کا ہاتھ پکڑا۔۔۔ ہٹ کی سیڑھیاں عبور کر کے دروازے تک آیا۔۔۔ جیب میں سے چابی برآمد کرتے ہوئے لاک کھولا۔۔۔ پہلے امل کو اندر

داخل کیا۔۔۔ جس کو دیکھ کر ہی لگ رہا تھا۔۔۔ کسی بھی وقت خراٹے بھرنے لگے گی۔۔۔

لکڑی سے بنے خوبصورت ہٹ کے اندر کا ماحول تاریک مگر گرم تھا۔۔۔ ٹھنڈ سے چھٹکارا ملنے پر جسم و جاں کو سکون ملا تھا۔۔۔

"وہ سامنے بیڈروم کا دروازہ ہے۔۔۔ اگر سونا چاہو۔۔۔"

وہ سامان ایک طرف رکھتے ہوئے جس سے مخاطب تھا۔۔۔ وہ سینک روم کی کھڑکی کے پاس پڑے بظاہر گندے مندے نظر آتے صوفے پر گرنے کے انداز میں بیٹھی۔۔۔ سربیک سے ٹکا کر آنکھیں موندیں۔۔۔ اور وہیں بے خبر ہو گئی۔۔۔

"فاز اور نگزیب بیٹا۔۔۔ سکون کی گھڑیاں تب تک ہی میسر ہیں۔۔۔ جب تک یہ خاتون سو رہی ہے۔۔۔ اسکے بعد تجھے کان بند کرنے سے بھی فائدہ نہیں ملنا۔۔۔ اسلیے ان خاموش ساعتوں کو غنیمت جان اور لمبی تان کر سو جا۔۔۔ پر پہلے اپنے گرد سے اٹے لباس سے نجات حاصل کرنا ہو گی۔۔۔"

سب سے پہلے اُس نے انگلیٹھی میں سوکھی لکڑی ڈالی اور ان پہ مٹی کا تیل چھڑک کر آگ دکھائی۔۔۔ باہر سے اندر آنے پر تو گرما ہٹ محسوس ہوئی تھی۔۔۔ مگر وہ گزشتہ تجربے سے جانتا تھا کہ اس علاقے میں شام ڈھلتے ہی سردی اپنے عروج پہ پہنچ جاتی۔۔۔ مائنس دو سے مائنس دس تک ڈراپ کرنا عام سی بات تھی۔۔۔

داش روم میں پانی تو موجود تھا۔۔۔ مگر انتہائی سرد۔۔۔ پہلے باہر کی سرد ہوا میں جا کر اُس نے ہٹ سے ذرا فاصلے پہ بنے چھوٹے سے پاور ہاؤس کا لاک

کھول کر بجلی چلائی۔۔۔ وہاں ایک چھوٹا سا ونڈر بائن لگا ہوا تھا۔۔۔ جو با آسانی ایک بھرے پڑے گھر کو ضرورت کی بجلی سپلائی کر سکتا تھا۔۔۔

بجلی چلانے کے بعد اُس نے دروازہ دوبارہ لاک کیا۔۔۔ اور گھر کی جانب آگیا۔۔۔ اندر آکر اپنی جیکٹ وغیرہ اتار کر سٹینڈ پہ ڈالی۔۔۔ بجلی پہ چلنے والا گرم پانی کا سسٹم چلا کر شاور لیا۔۔۔۔

صاف دھلے کپڑے پہن کر تویلیے سے اپنے سر کے بال سکھاتا ہوا بیڈ روم کی جانب بڑھ رہا تھا۔۔۔ جب اٹل کے ایک جانب کو جھکے سر پہ نظر پڑی۔۔۔۔ ترس سا آگیا۔۔۔۔

آگے بڑھ کر اسکو صوفے پہ لٹا کر اسکے پیر بھی صوفے پہ رکھے جوتے اتار کر اندر سے ایک کمبل لا کر اسکے آدھے جسم پہ ڈال دیا۔۔۔ کیونکہ انگلیٹھی میں جلنے والی آگ نے پہلے ہی اپنا اثر دکھانا شروع کر دیا تھا۔۔۔

بیڈ روم میں آکر۔۔۔ بستر کو جھاڑ کر چادر وغیرہ دوبارہ سے بچھائی اور سر تک رضائی اوڑھ کر لیٹ گیا۔۔۔ دماغ کو بے خبر ہونے میں زیادہ وقت نہیں لگا تھا۔۔۔

☆☆☆☆☆☆

آنکھیں کھول کر اندھیرے میں پوری کوشش کر کے دماغ پہ زور ڈالا۔۔۔ کہاں۔۔۔ ہوں۔۔۔؟۔۔۔ میرے کمرے میں ایسی کوئی کھڑکی نہیں ہے۔۔۔ کہ بیڈ پہ لیٹ کر باہر دیکھوں تو کھڑکی میں چمکتا چاند نظر آئے۔۔۔ اسکو گرمی لگ رہی تھی۔۔۔ اوپر پڑا کمبل اتار کر ایک طرف پھینکا۔۔۔ اٹھ کر بیٹھنے پہ احساس ہوا کہ وہ کسی بیڈ پہ نہیں بلکہ ایک صوفے پہ سوئی ہوئی تھی۔

کمرے کے ایک کونے میں چھوٹا سا لیمپ جل رہا تھا۔۔۔ اسکی روشنی کو بھی
 ڈم کیا گیا ہوا تھا۔ اسی کی نہ ہونے جیسی روشنی میں باقی کمرے کا جائزہ لیا۔۔۔
 ماتھے پہ تیوری تھی۔۔۔ جیسے کڑی سے کڑی ملانے کی کوشش میں ہو۔۔۔
 نیم اندھیرے میں دو چار دروازے ہی نظر آئے۔۔۔ کھڑکی سے ذرا دور
 ایک چھوٹا سا میز موجود تھا جس پر پرانے ماڈل کا ٹی وی پڑا ہوا تھا۔۔۔
 اٹل نے سر کو دونوں ہاتھوں میں تھام کر موجودہ صورتحال کو سوچنا
 شروع کیا۔۔۔ تو دماغ میں ایک کے بعد ایک دھماکہ ہوا۔

اس کا شو۔۔۔ تیاری۔۔۔ اموں کا پیغام۔۔۔۔۔ خالی گاڑی۔۔۔۔ اور اس
 قابل نفرت آدمی کے چہرے کی آدھی جھلک۔۔۔۔ پھر بری سی بدبو کا ناک کے
 نتھنوں سے نکلنا۔۔۔ اور دماغ کا مکمل تاریکی میں ڈوب جانا۔۔۔
 "نہیں۔۔۔۔۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔۔۔"

وہ ایک جھٹکے سے اپنی جگہ سے اٹھی۔۔۔۔۔ لیمپ کے پاس جا کر اسکی
 روشنی کو تیز کیا۔۔۔ پھر اس روشنی کی مدد سے کمرے کا مین سوئچ بورڈ تلاش
 کر کے یکے بعد دیگرے سارے بٹن دبا دیئے۔

کمرہ روشنی میں نہا گیا۔۔۔ بالکل اجنبی اور انجان ماحول اور جگہ دیکھ کر
 اٹل کی آنکھیں پھٹنے کو تیار ہو گئیں۔۔۔

"میرے ساتھ ایسا نہیں ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔ میرے ساتھ ایسی حرکت کون
 کرے گا۔۔۔ کوئی کیوں مجھے ایسا دھوکا دے گا۔۔۔ وہ اموں کا پیغام نہیں
 تھا۔"

با آواز بڑبڑانے کے ساتھ ساتھ وہ دیوانہ وار سب سے پہلے دروازے کی
 جانب بڑھی۔

"میرے کہنے سے اگر تمہاری تسلی ہوتی ہے۔۔۔ تو کہہ دیتا ہوں۔۔۔
جو تم سمجھ رہی ہو۔۔۔ ویسا بالکل نہیں ہے۔۔۔ بلکہ معاملہ اس سے بھی گہمیر
ہے۔۔۔ اگر بھوک لگی ہے تو ساتھ ہی کچن ہے جا کر کچھ کھا لو۔۔۔ وہاں سامان
موجود ہے۔۔۔ ورنہ یہ بتی بند کرو اور جا کر آرام کرو۔۔۔"

اٹل کو لگا دماغ ماؤف ہو چکا ہے۔۔۔ اگلے پل غصے سے آگے بڑھی۔۔۔
اور کھینچ کر رضائی اسکے چہرے سے ہٹا کر چیختی۔۔۔

"میں یہاں تمہارے ساتھ کیسے آئی۔۔۔؟ میری ماں اور باپ کدھر ہیں
۔۔۔؟"

"تم میرے ساتھ گاڑی پہ آئیں۔۔۔ اور چچی چچا اپنے گھر پہ ہیں۔۔۔ بس
یا کچھ اور۔۔۔؟"

"میں اپنے گھر جانا چاہتی ہوں۔۔۔ لہذا بیرونی دروازہ کھول دو۔"

"مجھے بتاؤ۔۔۔ آج تک کب ایسا کوئی موقع آیا ہے۔۔۔ جب میں
تمہارے سامنے ہاتھ باندھ کر تمہارے غلام کی خدمات سرانجام دیتا رہا ہوں
۔۔۔؟ یہ رعب جا کر کسی اور پہ ڈالنا۔۔۔ باہر کے دروازے کی چابی وہیں
دروازے کے پاس کیل پہ لٹکی ہوئی ہے۔۔۔ جاؤ جا کر لاک کھولو اور شوق
سے اپنے گھر جاؤ۔۔۔ ہاں جاتے ہوئے بیرونی دروازہ بند کرتی جانا۔۔۔ میں
نہیں چاہتا گھر ٹھنڈا ہو۔۔۔"

اٹل کے بس میں ہوتا تو وہ اس شخص کو یہیں انہی پلوں موت کی نیند سلا
دیتی۔۔۔ مگر وہ اُس پر لعنت بھیجتی ہوئی باہر آئی۔۔۔ صوفے کے پاس گرے
اپنے جوتے پہنے۔۔۔ کیل پہ لٹکی چابی اُتاری۔۔۔ تالے میں گھما کر جب کلک
کی آواز آئی تو اُس نے دروازہ کھولا۔۔۔

دروازہ کھلتے ہی۔۔۔ اس کے وجود میں سردی کی لہر دوڑ گئی۔۔۔ ٹھنڈی ہوا
نے بھرپور استقبال کیا۔۔۔ ماتھا چوما۔۔۔ بلائیں لیں۔

مگر جس بات نے حیرتوں کے پہاڑ گرائے وہ یہ تھا کہ دروازہ کھولنے کے
بعد سوائے چاند کی چاندنی کے دور دور تک کوئی روشنی نظر نہ آئی۔۔۔ اُس نے
دروازے سے نکل کر اپنی آنکھوں کو سکیر سکیر کر پوری توجہ سے ارد گرد کے
خوفناک نظر آتے ماحول پہ نظر ڈالی۔۔۔ کچھ سجھائی نہ دیا۔۔۔ جھینگو کی آوازیں
اور پھر قریب کہیں پہ اُلو بولا۔۔۔ اُس کے قدم وہیں تھم گئے۔۔۔

گردن کے لوؤں کھڑے ہو گئے۔۔۔ یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ وہ اپنے
گھر پہ تو نہیں ہے۔۔۔ پر تایا کے گھریا انکی حویلی پہ بھی نہیں ہے۔۔۔ اس جگہ
سے وہ مکمل طور پہ ناواقف تھی۔۔۔ اندھیرے کی دہشت نہیں ہوتی۔۔۔
دہشت اُن چیزوں اور جانوروں کی ہوتی ہے۔۔۔ جنہیں اندھیرا پناہ دیتا ہے
۔۔۔ اُسی وحشت نے اُتل کے قدم واپس موڑ دیئے۔۔۔

دروازہ پوری قوت کے ساتھ بند کرتی ہوئی۔۔۔ دل ہی دل میں پکارا وہ
کر کے کچن میں گئی۔۔۔ بتی جلا کر یہاں وہاں سب دیکھا۔۔۔ چھری نظر نہ آئی
۔۔۔ مایچس کو تلاش کیا وہ بھی نہ ملی۔۔۔ جب مایوسی سمیٹ کر کچن سے نکل
رہی تھی تو انگلیٹھی کے پاس پڑی لکڑیوں سے بھری ٹوکری دکھی۔۔۔ مگر
نظروں کی چمک لکڑیوں سے نہیں بلکہ ٹوکری کے پاس دھری مایچس اور تیل
کی بوتل دیکھ کر بڑھی تھی۔

متوازی اور پُر عزم قدم اٹھاتی وہ آگے آئی۔
ایک ہاتھ میں بوتل تھامی۔۔۔ دوسرے میں مایچس۔۔۔

بوتل کا ڈھکن کھول کر فرش پہ تیل کی دھار گراتی ہوئی فاز کے کمرے
میں داخل ہوئی۔۔۔ اور اسکی رضائی پر بھی تیل گرایا۔۔۔ اس سے پہلے کہ وہ
بدبو سونگھ کر ہوشیار ہوتا۔۔۔ امل نے تیلی جلا کر تیل پہ پھینک دی۔۔۔۔
آگ کے شعلے بلند ہونے میں ایک لمحہ بھی نہیں لگا تھا۔۔۔

فاز پھرتی کے ساتھ رضائی سے باہر نکلا۔۔۔ راستے میں اپنی فتح کا جشن
منانے کو تیار کھڑی امل کو بازو سے کھینچ کر ایک طرف ہٹایا۔۔۔ اور رضائی کو الٹا
کر کے آگ کے اوپر پھینکا۔۔۔ آگ۔۔۔ کے شعلے دب تو گئے۔۔۔ مگر اگلے
ہی پل پھر بلند ہونے کو تیار ہو گئے۔۔۔

وہ بھاگ کر واش روم میں گیا اور وہاں پانی سے بھری بالٹی کو لا کر آگ
کے اوپر پھینک دیا۔

وہ جو آگ لگا کر اب تماشہ دیکھنا چاہ رہی تھی۔۔۔ بہت بڑی بھول یہ کر
گئی کہ تیل والی بوتل کو ہنوز ہاتھ میں تھامے کھڑی رہی۔۔۔ بے خیالی میں
بوتل ٹیڑھی۔۔۔ ہوئی اور تیل امل کے اپنے کپڑوں پہ گر گیا۔۔۔ آگ کو ماند
پڑتے دیکھ کر وہ کمرے سے نکلنے کی نیت سے آگے بڑھی جو سب سے بڑی خطا
ثابت ہوئی۔۔۔ آگ اسکے وجود کی جانب لپکی۔۔۔ ایک چیخ کے ساتھ اسکے
ہاتھ سے بوتل گری۔۔۔ جس کے جواب میں بجھتی ہوئی آگ پھر سے زور پکڑ
گئی۔۔۔

فاز کے منہ سے گالیوں کے انبار برآمد ہوئے۔۔۔ اس نے بیڈ کی چادر اور
نیچے پڑی دریاں سب کچھ کھینچ کر اُتار اور امل کے گرد لپیٹنے کے بعد ہٹا کر آگ پر
پھینک کر پیروں سے دبایا۔۔۔ امل کو کھینچتے ہوئے لے جا کر شاور کے نیچے
کھڑا کر کے۔۔۔ ٹھنڈا پانی چلا دیا۔۔۔

"تم جیسے گندے اور بیخ انسان کی بری نظروں سے اللہ نے مجھے محفوظ رکھا ہے۔ اسکا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے۔"

وہ تھر تھر کانپ رہی تھی۔۔۔ کچھ تو سردی اور کچھ ہاتھوں میں اٹھنے والی درد کی ٹیسس۔۔۔ اہل کو اپنا آپ بھلا رہی تھیں۔

"ہاں زندہ بچ جاؤ تو دیگ پکا کر بانٹنا۔۔۔ ساتھ ہی ساتھ ڈھول کی تھاپ پہ دھمال ڈال کر خوشی منانا۔۔۔"

وہ طنزیہ کہتا آگے بڑھا۔۔۔ اہل دیوار کے ساتھ لگ گئی۔۔۔ فاز نے اہل پر تمسخر بھری نظر ڈالنے کے بعد اسکے سر کے پاس لگے شاور کے ہوز کو پھیر کر پانی بند کیا۔۔۔ اور واش روم سے نکل آیا۔

کمرے کی حالت ابتر ہو چکی تھی۔۔۔ اپنی رسٹ وائچ پہ نظر ڈالی۔۔۔ رات کے ڈھائی کا وقت تھا۔ اُس نے رضائی اور چادر وغیرہ کو ایک ساتھ لپیٹ کر اٹھایا اور بیرونی دروازے سے باہر رکھ دیا۔۔۔

اپنے بیگ میں سے ایک زنانہ لباس نکال پھر کچن کے کیبنٹ میں رکھے فرسٹ ایڈ باکس میں سے فاسٹ ریلیو فروم برن کی سپرے نکال کر واش روم میں بت بن کر کھڑی اہل کے سامنے سنک پہ اور دروازے پہ لباس لٹکا دیا۔

"مہارانی صاحبہ یہ آپکا شیش محل نہیں ہے۔۔۔ جہاں باندھیاں آپ کے ان گنت لباس لیکر آ موجود ہوں گی۔۔۔ اسلیے خیال رہے کہ تمہارے پاس بس گنتی کے تین لباس موجود ہیں۔۔۔ جس میں سے ایک کو آدھا جلا چکی ہو۔۔۔"

"میرے سامنے سے اپنی شکل گم کر لو۔۔۔۔۔"

"رسی جل گئی پر بل نہیں گئے۔۔۔ اگر میں بروقت کارروائی نہ کرتا تو اس وقت تم روسٹ مرغ کی طرح اکڑی پڑی ہوتیں۔"

"تمہاری جان لینے کے چکر میں اگر میری اپنی جان جاتی ہے۔۔۔ تو مجھے کوئی ڈر نہیں ہے۔۔۔"

"واہ کیا جذبہ ہے۔۔۔ اب یہاں پر سردی سے اکڑنا ہے یا اپنے ہاتھ پہ کچھ دوا وغیرہ لگوانی ہے۔۔۔؟"

"تم سے کس نے کہا ہے میری اتنی فکر کرنے کو مکار فریبی۔۔۔ دفعہ ہو جاؤ۔۔۔ تمہاری شکل دیکھ کر جی کر رہا ہے۔۔۔ خود کشی کر لوں۔۔۔ میں صرف دن چڑھنے کی منتظر ہوں۔۔۔ تم جتنا مرضی زور لگا لو۔۔۔ میں تمہارے منصوبے کبھی بھی کامیاب ہونے نہیں دوں گی۔ مجھے ایک شوکے درمیان سے اغواء کر کے کیا سمجھ رہے ہو۔۔۔؟ تمہاری جیت ہو گئی ہے؟ تم نے میرا جو نقصان کیا ہے۔۔۔ میں وہ سب سود سمیت پورا کروں گی۔۔۔ اور جہاں تک رہی میرے کیریئر کی بات میں ہار ماننے والوں میں سے نہیں ہوں۔۔۔ جب کہا ہے کہ ماڈلنگ کرنی ہے۔۔۔ تو تم جو مرضی کر لو۔۔۔ ماڈل تو میں بن کر ہی رہوں گی۔۔۔ پہلے میرا شوق تھا۔۔۔ مگر اب میری ضد ہے۔"

اٹل کی کانپتی آواز میں واضح چیلینج تھا۔

وہ جو واپس پلٹ رہا تھا۔۔۔ تھم گیا۔۔۔ مڑا تو آنکھوں میں انتہائی سروماثر تھا۔۔۔ جیسے وہ کسی بے رحم درندے کی آنکھیں ہوں۔

بولا تو اسکے لہجے نے اٹل کی ریڑھ کی ہڈی میں سرد لہر دوڑا دی۔

"تمہیں اب تک حقیقت کی سمجھ نہیں آئی نا۔۔۔؟ میرا ایک مخلصانہ مشورہ مانو۔۔۔ اپنی ہار تسلیم کر لو۔۔۔ جس جگہ پہ تم اس وقت موجود ہو

--- یہاں انسان تو کہیں رہ گئے۔۔۔ دور دور تک کوئی جانور بھی نظر نہیں آتا
 --- تمہاری فطرت کو سامنے رکھتے ہوئے ہی اس جگہ کا انتخاب ہوا تھا۔۔۔
 سورج کی پہلی کرن نکلتے ہی۔۔۔ اپنے مشن میں جت جانا۔۔۔ میری طرف
 سے کھلی چھٹی ہے بھاگ جاؤ۔۔۔ کل شام چار بجے تک کا وقت دیتا ہوں
 --- جہاں بھاگ سکتی ہو۔۔۔ بھاگ جانا۔۔۔ اگر تم یہاں سے فرار ہونے میں
 کامیاب ہو جاؤ۔۔۔ تو ماڈلنگ کر لینا۔۔۔ تمہیں کسی کا باپ بھی منع نہیں
 کرے گا۔۔۔ عیش سے آدھے پورے لباس پہن کر اپنے جسم کے ابھار اور
 گہرائیوں پر ساری دنیا کے مردوں کی نگاہوں کے ساتھ ساتھ زبان سے بھی
 داد وصول کرنا۔۔۔ جو چاہو وہ کرنا۔۔۔ کل شام چار بجے کے بعد بھی تم
 یہیں موجود ہوئیں تو امل جہانگیر نہیں رہو گی۔۔۔ گھڑی کی سوئیوں کے پانچ
 بجنے کا اعلان کرنے سے پہلے تم امل فاز بنو گی۔۔۔ میں شام چار بجے کے بعد تم
 سے نکاح کر رہا ہوں۔ چچا نے بھیک مانگی تھی کہ میری عزت بچالو۔۔۔ میں
 نے وعدہ کر لیا۔۔۔ مجھ سے اپنی نفرت کا اظہار کرنے سے پہلے اتنا یاد رکھنا
 --- مجھے تمہاری شکل میں ذرا سی بھی کشش محسوس نہیں ہوتی ہے۔۔۔ پر
 شوہر بننے کے بعد اپنے سارے حق وصول کروں گا۔۔۔ مجھ سے ٹکرانے کی
 کوشش مت کرنا۔۔۔ ورنہ ساری عمر کسی انسان کی شکل دیکھنے کو ترس جاؤ گی
 --- اور نکاح سے انکار کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔۔۔ باہر ٹیلی ویژن پڑا ہوا ہے
 --- جب دماغ کی آگ ٹھنڈی ہو جائے نا تو اُس کو آن کر کے خبریں ضرور سُنا
 --- تم اپنے گھر سے یہاں آج نہیں آئی ہو۔۔۔ دن کا اجالا نکلتے ہی تم کو غائب
 ہوئے پورے چار روز ہو جائیں گے۔ یہ چار روز تم نے میری سنگت میں
 گزارے ہیں۔ چشم دید گواہوں کے بیان کے مطابق آخری دفعہ تمہیں دو دن

پہلے اسلام آباد کے بڑے ہوٹل میں اپنے شوہر کے ساتھ دیکھا گیا ہے۔۔۔ جہاں تم امل فاز کے نام سے ٹھہریں ہوئی تھیں۔۔۔ اور تمہارے ساتھ تمہارا شوہر فاز اور نگزیب تھا۔۔۔ تم نے مسکرا کر ٹی وی رپورٹرز کو ہاتھ بھی ہلایا تھا۔۔۔ ہوٹل میں دونوں میاں بیوی کا قیام ہوٹل کے ماسٹر سوٹ میں تھا۔۔۔ دونوں میاں بیوی ایک ہی کمرے میں مقیم رہے۔۔۔ چند گھنٹوں کے ٹے کے بعد ہوٹل سے روانہ ہو گئے۔۔۔"

"تمہارے ماں باپ کو وہ نوٹ مل چکا ہے۔۔۔ جو تم انکے لیے لکھ کر چھوڑ آئیں تھیں۔۔۔ جس پہ تم نے فاز اور نگزیب کے ساتھ اپنی محبت کا اظہار کیا ہوا ہے۔۔۔ تمہارے سارے کزنز تمہیں لعن طعن کر رہے ہیں۔۔۔ کہ دل ہی دل میں فاز سے اتنی محبت۔۔۔ اور اوپر سے کیسے اُس کے لیے نفرت برستی تھی۔۔۔ ساری بازی پلٹ چکی ہے امل۔۔۔ اور ہاں۔۔۔ اگر تم خاموشی سے نکاح پڑھ لو تو ہو سکتا ہے۔۔۔ ایک آدھ دن میں تمہاری یہاں سے جان چھوٹ جائے۔۔۔ اگر نہیں تو شاید ہم یہاں سے واپس ہی نہ جائیں۔۔۔ میرا کاروبار اتنا مضبوط ہے کہ میں آرام سے گزارا کر سکتا ہوں۔"

امل کو لگا جیسے چھت سر پہ آگری ہو۔۔۔ کیسی آندھی چلی تھی۔۔۔ جس نے آناؤناؤ سکی پر سکون ندی جیسی چلتی زندگی میں ایک ایسا طوفان برپا کر دیا تھا۔۔۔ جس میں اسکی ساری ہستی ختم ہونے جارہی تھی۔۔۔ ماں باپ کی یاد آتے ہی اُس کی ہمت جواب دے گئی۔۔۔ مگر وہ فاز کے سامنے یوں ٹوٹنا نہیں چاہتی تھی۔۔۔ اسلیے پھنکاری۔

"کہہ لیا جو کہنا چاہتے تھے۔۔۔؟۔۔۔ اپنی اوقات کا اندازہ اسی بات سے لگا لو فاز اور نگزیب کہ ایک لڑکی کو اغواء کر کے زبردستی اپنے ساتھ نکاح میں باندھنا چاہ رہے ہو۔۔۔"

"ایسا میں صرف اس لڑکی کو خود کشی کرنے سے بچانے کے لیے کر رہا ہوں۔۔۔ ورنہ مجھے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔۔ تم نے رہنا تو میرے ساتھ ہی ہے۔۔۔ نکاح کر کے رہو۔۔۔ یا نکاح کے بغیر رہ لو۔۔۔ جیسے تمہاری سہولت ہو۔۔۔ کیا کروں بڑا رحم دل واقعہ ہوا ہوں نا۔۔۔ تمہارا نام میرے نام کے ساتھ لیا جا رہا ہے۔۔۔ تم دودھ کی دھلی بھی ہو تو اب تمہیں کون مائی کالا قبول کرے گا۔ میں تو تمہیں معاشرے میں مقام دے رہا ہوں۔۔۔"

اس سے آگے اٹل نہ سکی۔۔۔ بپھری شیرنی کی طرح اس پہ الٹ پڑی۔۔۔ اپنے جلے ہاتھوں کی تکلیف۔۔۔ سردی سے اکڑتا وجود سب بھول گئی۔۔۔ فاز کے چہرے۔۔۔ دینے پہ زوردار تھپڑ اور مکے رسید کرتی چلی گئی۔

"تم مجھے معاشرے میں مقام دلواؤ گے۔۔۔ دل کے کالے نظر کے بد انسان۔۔۔ میرا اپنا ایک مقام ہے۔۔۔ عزت والے باپ کی بیٹی ہوں۔۔۔ آج تک سراٹھا کر جیتی آئی ہوں۔۔۔ تمہاری اپنی حیثیت کیا ہے جو تم مجھے مقام دلوانے کی بات کر رہے ہو۔۔۔؟ ہاں۔۔۔؟ کیا کردار ہے تمہارا۔۔۔؟ اپنے باپ کے ساتھ منہ ماری تم کرتے ہو۔۔۔ اپنے بھائیوں پر احسان تم جتاتے ہو۔۔۔ اللہ نے رزق کیا دے دیا۔۔۔ تم اپنے آپ کو کہیں کا دیوتا سمجھنے لگ گئے۔۔۔ نہ آج تک تمہیں کسی کی بہن بیٹی کی عزت کا خیال آیا۔۔۔ نہ تم نے کبھی کسی عورت کو بخشا۔۔۔ تمہارے سامنے عورت کے روپ میں کھسرا بھی آجائے تمہارا اس پہ بھی دل آجاتا ہے۔۔۔ میں نے اپنی زندگی میں تم

سے بڑھ کر لچڑا انسان نہیں دیکھا۔۔۔ میں مرتو جاؤں گی فاز اور نگزیب مگر تم سے نکاح کی حال میں نہیں کرونگی۔۔۔ اگر میں شام چار بجے تک یہاں سے فرار نہ ہو پائی نا۔۔ تو جان دے دوں گی۔۔۔ مگر۔۔۔ تمہاری نہیں چلنے دوں گی۔۔۔"

فاز نے اسکے دونوں ہاتھ پکڑ کر جھٹکے۔۔۔ اور آنکھوں میں طنزیہ مسکراہٹ لیے بولا۔

"میں تمہاری کسی بات کا غصہ نہیں کروں گا۔۔ کمزور انسان صرف بول ہی سکتا ہے۔۔۔ تم بھی بولو۔۔۔ جی بھر کر بولو۔۔۔ مگر یہ یاد رکھنا۔۔۔ ادھار میں اپنے باپ کا بھی نہیں رکھتا۔"

اتنا کہہ کر وہ وہاں سے ہٹ گیا۔

وہ پہلے تو سردی اور درد سے کانپ رہی تھی۔۔۔ مگر غصے کی زیادتی نے باقی سارے احساسات بھلا دیئے۔۔۔ غصے سے ہی سپرے اٹھا کر باری باری اپنے دونوں ہاتھوں پہ ماری۔۔۔۔۔ جلن میں ایک دم افاقہ ہوا۔۔۔ جیسے ٹھنڈے پانی کے قطرے پڑ گئے ہوں۔۔۔

لباس بدلا تو سب سے پہلا خیال یہی آیا۔۔۔۔۔ آخری دفعہ اپنے ہوش و ہواس میں جو لباس اُس نے زیب تن کر رکھا تھا۔۔۔ وہ ڈیزائنرز کا لہنگا تھا۔۔۔ اور جو لباس ابھی اس نے اتارا تھا۔۔۔ وہ شارٹ شرٹ اور ٹراؤزر تھا۔۔۔

یہ اسکا اپنا لباس نہیں تھا۔۔۔ نہ ہی جواب پہنا وہ ہی اپنا تھا۔

خون میں نئے سرے سے ابال اٹھا۔۔۔ کیا باہر نکل کر اُس بے حیا آدمی سے پوچھوں۔۔۔؟۔۔۔ یا مٹی ڈال دوں۔

مگر وہ مٹی نہ ڈال سکی۔

واش روم کالا کھول کر باہر آئی۔۔۔۔۔ گھر میں ٹی وی کی آواز کو سمجھ رہی تھی۔۔۔۔۔

وہ ٹی وی کے سامنے رکھے دن سیٹر صوفے پہ بیٹھ کر ہاتھ میں پکڑی پائیٹ میں سے چمچ کی مدد سے کچھ کھا رہا تھا۔
اٹل نے مضبوط آواز میں استفسار کیا۔

"میں تمہارے باپ کی بھینجی ہوں۔۔۔ تمہارے دادا کا خون ہوں۔۔۔۔ کہہ دو کہ تم اتنے مرے ضمیر کے نہیں ہو کہ میری بے ہوشی میں میرا لباس بدلا۔۔۔"

"اچھا۔۔۔ تو کیا جو بھی حوالے تم نے دیئے ہیں۔۔۔ انکی خاطر سچ سے انکاری ہو جاؤں۔"

اٹل آگے بڑھی اور چلتے ٹیلی ویژن کو دھکادیکر فرش کی زینت بنا دیا۔
"شاباش بہت اچھا کر رہی ہو۔۔۔ ایک ایک کر کے میری توجہ بٹانے والے سارے اسباب ختم کرو۔ تاکہ پھر میرا سارا فوکس تمہاری ذات کی جانب مبذول ہو جائے۔۔۔ مجھے تمہارا انداز پسند آیا ہے۔۔۔ ویسے بھی دو جوان مخالف جنس لوگ ایک جگہ موجود ہوں۔۔۔ تو پہلے گرم بستر اور اب ٹیلی ویژن ان دونوں چیزوں کی ضرورت کس کو محسوس ہوگی۔۔۔؟"

"بد شکل انسان۔۔۔ میں تم پر لعنت بھیجننا بھی پسند نہیں کرتی۔"
"ہاں میں تو تمہاری منت کر رہا ہوں۔۔۔ کہ مجھ پہ اور کچھ نہیں تو کم از کم لعنت ہی بھیج دو۔"

"اللہ کرے تم آج کا سورج نہ دیکھ سکو۔"
"تمہاری ہر دعا قبول ہونی ہے۔۔۔ تم نے چلے جو کاٹے ہوئے ہیں۔"

"اللہ کرے تم کتے کی موت مرو۔۔"

"سوچ سمجھ کر بولو۔۔۔ کیونکہ میری موت پہ سب سے زیادہ رونا بھی تم نے ہی ہے۔"

"تمہاری موت پر میں جشن مناؤں گی۔"

"ایک دن اپنے کہے پہ خود پچھتاؤ گی۔"

"ہر سال تمہاری برسی پہ بڑا فنکشن رکھ کر ناچ گانا کروایا کروں گی۔"

"تمہارے پوتے پوتیاں تمہاری عقل پہ ماتم کیا کریں گے۔"

"تم نے میرے ساتھ جو کیا ہے۔۔ اللہ کرے تمہاری کبھی بخشش نہ ہو۔"

"میں نے جو قربانی دی ہے۔۔۔ یہی قربانی مجھے جنتی کرے گی۔"

"دل کرتا ہے تمہارا منہ نوچ لوں۔"

"اب تو یہ تمہارا ہی ہے۔ نوچو یا پیار کرو۔ پر پہلے کچن میں جا کر کچھ کھاپی لو۔ تمہیں انرجی کی ضرورت ہوگی۔ کیونکہ ابھی تم نے یہاں سے فرار بھی ہونا ہے۔ خالی پیٹ کہاں تک جاؤ گی۔"

اٹل کچن کی بجائے بیڈروم میں چلی آئی۔ اندر سے دروازہ لاک کیا۔ بیڈ پہ خالی میٹرس منہ چڑا رہا تھا۔۔۔ اس پہ کوئی چادر وغیرہ موجود نہیں تھی۔ اس نے کسی چادر کی تلاش میں نظر دوڑائی۔۔۔ الماری نظر آئی۔۔۔ جسے کھولا۔۔۔ تو اس کے اندر ایک خانے میں تو صرف خشک میوہ جات اور ٹن وغیرہ بھرے ہوئے تھے۔

دوسرا خانہ کھولا تو اس میں مردانہ لباس تھے۔

مایوسی سے دونوں پیٹ بند کئے۔

اور دروازہ کھول کر باہر آگئی۔
ٹیلی ویژن ایک دفعہ پھر سے چل رہا تھا۔
اُس نے بظاہر سینکڑوں نظر آتے اُریے پر نظر ڈالی مگر کوئی چادر نظر نہ
آئی۔

کچن کا رخ کیا۔۔۔ گرم کھانے کی خوشبو نے پیٹ کی انتڑیوں میں نئی
امید پیدا کی جس کے تحت انہوں نے انگڑائی لی۔
مگر اسکا دھیان کھانے کی بجائے اس پردے کی جانب گیا۔۔۔ جو کچن کی
سامنی دیوار کے ساتھ لٹک رہا تھا۔۔۔ اُس نے قریب جا کر پردے کا کونا پکڑ کر
اندھ جائکا۔

سامنے گیلری تھی۔ جس میں ایک عدد بیٹی اور کچھ ٹرنک نظر آئے۔
عام حالات میں وہ کبھی یہ کام نہ کرتی پر اس وقت ہڈیوں میں گھستی سردی
اسکا خون منجمد کر رہی تھی۔ گیلے بال۔۔۔ سر پہ نہ کوئی ٹوپی نہ چادر۔۔۔ نہ
جرسی نہ سویٹر۔

سٹول پہ کھڑی ہو کر اُس نے گیلری تک پہنچنے کی کوشش کی مگر پہنچ نہ
پائی۔

باہر جا کر ایک عدد لکڑی کی مرل سی کر سی لائی اس پہ کھڑے ہو کر
گیلری تک ہاتھ پہنچے اور پھر اُس نے ان ہاتھوں کی مدد سے خود کو اوپر کھینچنا چاہا
تو کراہ نکل گئی۔۔۔ جلنے کی وجہ سے اُلٹے ہاتھ کی جو جلد اکڑی ہوئی تھی۔ وہ
پھٹ گئی۔۔۔ خون رسنے لگا۔۔۔ اپنی بے بسی پہ آنسو نکل آئے۔۔۔ کر سی
سے نیچے اتر آئی۔۔۔ اور لات مار کر کر سی ایک طرف گرا دی۔۔۔ آستین کی
پشت سے آنسو صاف کئے۔۔۔ اور آگے بڑھ کر چولہے کے قریب رکھی دیکھی

کاڈھکن اٹھا کر دیکھا۔ اندر پڑی بریانی دیکھ کر یوں محسوس ہوا جیسے پکا کر فریز کی گئی ہو۔

شلف پہ کونے میں پڑا چھوٹا سا مائیکرو ویو دیکھ کر اندازہ ہو رہا تھا کہ یہ جگہ پہلے سے ہی کسی کے استعمال میں تھی۔

دل نے کھانے سے روح گردانی کرنے کا مشورہ دیا تو دماغ نے فوراً سرزنش کی۔

"جب سانس آ جا رہے ہیں تو کھانا چھوڑ دینے سے کس مسئلے کا حل نکلنا ہے۔۔۔؟۔۔۔ کس کی صحت پہ اثر پڑنا ہے۔۔۔ اور جس کے ساتھ اس وقت مقابلہ ہے وہ تو کھاپی کر مزے کر رہا ہے۔۔۔"

یہ خیال آتے ہی اُس نے جو ایک واحد پلیٹ نظر آرہی تھی اُس میں چاول نکال کر مائیکرو ویو میں رکھ کر اسکو آن کیا۔۔۔

پانی کا گلاس اور چاول لیکر جب کمرے کو جا رہی تھی تو صوفے پہ پڑا کمبل نظر آیا۔۔۔ چاول کمرے میں رکھ کر باہر آئی اور کمبل بھی لے آئی۔۔۔ جسے بیڈ پر پھینک کر اپنے پیچھے دروازہ لاک کر دیا۔۔۔

☆☆☆☆☆

"آپ یوں ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر کیوں بیٹھ گئے ہیں؟"

بیوی کی بھرائی ہوئی آواز پر جہانگیر نے تپ کر جواب دیا۔

"تو اور کیا کروں۔۔۔؟"

"اُس کو ڈھونڈنے کی کوشش تو کریں۔۔۔"

"کیوں میں ایسی بیٹی کے پیچھے جاؤں جس کو میری محبت کا احساس ہی نہیں ہو۔۔۔ اُس دن میری ہر منت ہر واسطے کو بے مول کر کے اُس شوپہ گئی تھی

--- میرے دل سے وہ اُس دن اتر گئی تھی۔۔۔ اب بھی وہ اپنی مرضی سے گئی ہے۔۔۔ جو خط وہ ایمان کے کمرے میں چھوڑ کر گئی تھی۔۔۔ تم خود اسکی تحریر پڑھ چکی ہو۔۔۔ اب باقی کیا بچتا ہے۔۔۔؟"

"وہ فاز کو ناپسند کرتی تھی۔۔۔ اسکے ساتھ گھر کیسے چھوڑ گئی۔۔۔ اور ایسا ہوا بھی شو کے دوران۔۔۔ نہ جانے کیوں مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔۔۔ اہل کبھی کسی پہ اتنا اعتبار نہیں کر سکتی کہ اُس کے لیے اپنے ماں باپ کو چھوڑ جائے۔۔۔"

"عجیب پاگل عورت ہو۔۔۔ اُس دن تمہارے سامنے ہی اُس نے کہا تھا نا کہ اگر ہم لوگ اسکی خواہش کی راہ میں رکاوٹ بنے وہ اپنے شوق کے لیے یہ گھر بھی چھوڑ جائے گی۔۔۔ تو اب چھوڑ گئی ہے۔۔۔ فاز کے دوست کے الفاظ اگر کہو تو دہرا دیتا ہوں۔۔۔ اسکے مطابق دونوں کافی عرصے سے ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے۔۔۔ بس ماڈلنگ کے نام پہ دونوں کا اختلاف تھا۔۔۔ اُس دن شو کے دوران فاز اسکو ملنے گیا تھا۔۔۔ اور ایک ہی سوال کیا۔۔۔ میں یا ماڈلنگ۔۔۔ وہ ماڈلنگ چھوڑ کر اسکے ساتھ ہو گئی۔۔۔"

"اگر ایسی بات تھی تو ان لوگوں کو گھر چھوڑ کر جانے کی کیا آفت آئی ہوئی تھی۔۔۔ یہاں کون انکے رشتے کی مخالفت کرتا۔۔۔؟ میں تو چاہتے ہوئے بھی اس ڈر سے اہل کے سامنے فاز کا نام نہیں لیتی تھی کہ اہل سر عام فاز کے بارے میں برا بھلا بولتی تھی۔۔۔ مجھے تو فاز پسند تھا۔۔۔ ہم سے کہہ دیتی ہم خود اپنے ہاتھوں دونوں کی شادی کروا دیتے۔۔۔ یوں برادری کے سامنے شرمندہ تو نہ ہونا پڑتا۔۔۔ کل باجی کلثوم آئی تھیں۔۔۔ منہ پھاڑ کر کہہ گئیں۔۔۔ ہماری بھی بچیاں ہیں۔۔۔ مگر مجال ہے کہ کبھی انہوں نے کوئی ایسا کام کیا

ہو۔۔۔ جو خاندان کی عزت پر حرف لگائے۔۔۔ ایک اہل ہے کبھی اسکی
تصویریں اخباروں میں آتی ہیں۔۔۔ اور آج کل ٹیلی ویژن میں ایک کمرشل
ایڈ میں بھی آرہی ہے۔۔۔ کسی بیوٹی کریم کا کمرشل ہے۔۔۔"

"کیا یہ سچ ہے۔۔۔؟"

"اللہ جانے سچ ہے یا نہیں۔۔۔ میں کون سا ٹی وی دیکھتی ہوں۔۔۔"

جہانگیر صاحب کے لب بھینچ گئے۔۔۔ سرد لہجے میں بولے۔۔۔

"ایمان کو یہاں بلاؤ۔۔۔"

جہانگیر صاحب کو نئے سرے سے غصے میں دیکھ کر امو کو لگا شاید کچھ غلط
کہہ گئی ہیں۔۔۔ انہوں نے ایمان کو آواز دی جو دو منٹ بعد کمرے میں داخل
ہوئی۔۔۔ کالی جینز کے اوپر ایڈی ڈاس کی ہڈی پہنے لاپرواہ انداز۔۔۔

"جی امو۔۔۔ آپ نے بلایا۔۔۔؟۔۔۔"

"تمہارے اہلی نے کوئی بات کرنی ہے۔۔۔"

"جی اہلی۔۔۔؟۔۔۔"

"کیا یہ سچ ہے کہ اہل کی کمرشل آن ایئر چل رہی ہے۔۔۔؟"

ایمان کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔۔۔

"جی جی اب اہلی۔۔۔"

"یہ کب ہوا۔۔۔؟۔۔۔ کیا تمہارے علم میں تھا۔۔۔؟۔۔۔"

"اہلی میں نے انکو منع کرنے کی پوری کوشش کی تھی۔۔۔ آپ خود انکی

ضدی اور ہٹ دھرمی سے اچھی طرح واقف ہیں۔۔۔ وہ کسی کی بات کو اہمیت

ہی نہیں دیتی ہیں۔۔۔ ماننا تو دور وہ تو میری رائے سننا گوارا نہیں کرتی ہیں۔۔۔

النا مجھے دھمکی لگادی کہ اگر کمرشل کے منظر سے آنے سے پہلے میں نے آپ

کو کچھ بتایا تو وہ اپنے انشا گرام پہ میری سب سے بُری دکنے والی تصویر اپ لوڈ کر کے اپنے پانچ ہزار فالورز کو ٹیگ کر دیں گی۔۔۔ بس ابی آپ کو بتانے کی خواہش رکھنے کے باوجود میں اس بات سے ڈر گئی تھی۔۔۔ امل آپلی انتہائی خود غرض بہن ہیں۔۔۔ انکو جو چاہیے ہوتا ہے۔۔۔ ہر حال میں حاصل کر کے رہتی ہیں۔۔۔ امو بھی تو بس انکو ہی مہنگے کپڑے اور میک اپ خرید دیتی ہیں۔۔۔ جب میں کچھ مانگوں تو کہہ دیتی ہیں۔۔۔ پیسے نہیں ہیں۔۔۔ سارے پیسے اپنی لاڈلی کے لیے ہی ہوتے ہیں۔۔۔ اب فاز بھائی کے حق میں اللہ خیر کریں۔۔۔ ویسے عجیب بات ہے۔۔۔ دونوں ہی لاواں ہیں۔۔۔ سمجھ سے باہر ہے ایک دوسرے کو پسند کیسے کر لیا۔۔۔ اور شادی بھی بھاگ کر کی ہے۔۔۔ یعنی ہم کوئی خوشی نہ دیکھ لیں۔۔۔"

"اچھا بس کرو۔۔۔ تمہیں کچھ چاہیے ہو تو مجھ سے پیسے لیکر خرید لیا کرو۔۔۔"

"شکریہ ابی۔۔۔ اب میں جاؤں۔۔۔؟۔۔۔ کل میرا کیمیسٹری کا ٹیسٹ ہے۔۔۔ اور ابھی تک تیاری کوئی خاص نہیں ہوئی ہے۔۔۔"

"ہاں جاؤ۔۔۔ اللہ تمہیں کامیاب کریں۔۔۔"

ایمان باپ کو گلے مل کر گال پہ پیار کرنے کے بعد ماں کو پیار کر کے واپس ہو گئی۔

جہانگیر صاحب نے فون اٹھایا۔۔۔ اور امو۔۔۔ کمرے سے نکل۔۔۔ آئیں۔۔۔ انکے لبوں پہ بڑبڑاہٹ تھی۔۔۔

"جا مل اللہ تیرا بھلا کرے۔۔۔ ماں کے سفید سر میں خاک ڈال کر انعام والا کام کیا ہے بیٹی۔۔۔ کمرشل کی ہی کسر پچی تھی۔۔۔ وہ بھی پوری ہو گئی۔"

نئے سرے سے انکی آنکھ میں نمی بھر آئی۔
بیوی اور بیٹی کے کمرے سے جانے کے بعد جہانگیر صاحب نے اپنے
بھائی کا نمبر ملایا۔

جیسے ہی دوسری جانب سے فون اٹھایا گیا۔۔۔ وہ چھوٹے ہی بولے۔
"السلام علیکم بھائی جان۔۔۔ اہل کی ماں تو بہت ہی پریشان ہو رہی ہے۔ کیا
ہم لوگوں نے ٹھیک فیصلہ کیا ہے۔۔۔؟"
"وعلیکم السلام۔۔۔"

سلام کے جواب کے بعد اور نگزیب صاحب نے لمبی سانس کھینچی اور
بولے۔

"جہانگیر۔۔۔ فیصلہ لے لیا تھا۔۔۔ اُس پر عمل ہو چکا ہے۔۔۔ اب کیوں
متذبذب کا شکار ہو رہے ہو۔۔۔؟۔۔۔ کیا بیٹی کا کمرشل نظر سے نہیں گزرا ہے
؟۔۔۔ چلو کوئی چائے بسکٹ کی مشہوری کرتی تو اتنا محسوس نہ ہوتا۔۔۔ نہ جانے
کس واہیات چیز کو پروموٹ کر رہی ہے۔۔۔"

"مجھے اپنے فیصلے پہ رتی بھر بھی پچھتاوا نہیں ہے۔۔۔ میں تو بس آپکی
رائے لینا چاہ رہا تھا۔۔۔ اُس کی ماں کو سچ بتانا چاہتا ہوں۔۔۔ تاکہ رونادھونا تو ختم ہو
۔۔۔ گھر کا ماحول خراب کیا ہوا ہے۔۔۔"

"بات سُنو جہانگیر۔ خاندان کو یہ علم ہونے کی دیر ہے۔۔۔ کہ اہل کو اسکی
مرضی کے خلاف فاز زبردستی ساتھ لیکر گیا ہے۔ وہ طوفان اُٹھے گا کہ خدا کی
پناہ۔۔۔ پھر چاہے لاکھ مرتبہ کہو کہ ہم دونوں کی رضا شامل ہے۔ کوئی فرق
نہیں پڑنا۔ اہل کو سب کی ہمدردی ملنی ہے۔ اور اُس نے کسی کی پرواہ نہیں کرنی
۔ فاز بیچ میں خواہ مخواہ پیسا جائے گا۔ اس وقت میری نظر میں تو سب سے بہتر

حل تو یہی ہے کہ خاموش رہ کر فاز اور امل کی واپسی کا انتظار کیا جائے۔۔۔ البتہ یہاں گھر پہ فاز کی بھابھی اور ماں اسی موضوع پہ پریشانی کا اظہار کر رہی تھیں۔۔۔ میں نے بول دیا۔۔۔ اتنا کوئی پہاڑ نہیں ٹوٹا ہے۔۔۔ دونوں نے شادی ہی کی ہے۔۔۔ جو کہ ساری دنیا کی ہی ہونی ہوتی ہے۔ اس بات کو لمبا کھینچ کر اس میں سے کیا برآمد ہونا ہے۔

تھوڑے توقف کے بعد بولے۔

"اب ہر کسی کو یہ تو نہیں بتایا جاسکتا کہ ہماری بیٹی کی نظر میں ہمارے بے کی اوقات دو کوڑی کی نہ تھی۔ اپنی منانے نکلی تھی۔ ہم نے اپنی تدبیر چلا دی۔ اب آگے اسکا انجام کیا ہونا ہے۔۔۔ اس کی مجھے تو ایسی کوئی غلط فہمی نہیں ہے۔ کہ امل اپنے سارے اختلافات ایک طرف ڈال کر فاز کے ساتھ راضی خوشی نبھا کرے گی۔ اب یہ فاز کی قسمت۔۔۔ مجھے تو سارے خاندان میں ایک وہی نظر آیا۔ جو ڈٹ کر مقابلہ کرنے والوں میں سے ہے۔۔۔ اپنے سے وابستہ رشتوں کی قدر کرتا ہے۔۔۔ اب وہ امل کا دل جیت پاتا ہے کہ نہیں۔۔۔ یہ اللہ ہی جانے۔۔۔"

"بھائی صاحب۔۔۔ مجھے کوئی فکر نہیں ہے۔۔۔ اگر میری بیٹی فرما بردار ہوتی۔۔۔ تو میں اپنے گھر سے اسکو اسکی خوشی کے ساتھ رخصت کرتا۔۔۔ امل کے لیے فاز میری سب سے پہلی پسند تھا۔۔۔ اچھا۔۔۔ اپنی طرف سے امل کا مستقبل محفوظ کرنے کی میں نے تو اپنی سی کوشش کر دی ہے۔۔۔ اب آگے اللہ سے دعا ہی کر سکتا ہوں۔۔۔ کہ وہ امل کے دل میں نرمی ڈال دیں۔۔۔ تاکہ وہ فاز کے ساتھ انا سے پیش نہ آئے۔۔۔"

"اللہ بہتر کرے گا۔۔۔ تم فکر مند نہ ہو۔۔۔ ایک تو اُس بد تمیز کا نمبر بند
 جا رہا ہے۔۔۔ ورنہ تم اُس سے بات ہی کر لیتے۔۔۔ تسلی ہو جاتی۔"

"کوئی نہیں جب وقت ملا وہ خود ہی کال کر لے گا۔۔۔ اچھا اب اجازت
 دیں۔۔۔ آپ کا کافی سر کھالیا ہے۔۔۔"

"بھابھی اور بچوں کو کچھ دن گاؤں لے آؤ۔۔۔ خیال بٹے گا۔۔۔ کہیں
 بھابھی بیمار نہ پڑ جائے۔۔۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔ خود تو نہیں آ پاؤں گا۔۔۔ ان لوگوں کو بھیج دیتا ہوں۔۔۔"

"چلو جیسے مناسب سمجھو۔"

"اللہ حافظ۔۔۔"

☆☆☆☆☆☆

"بابا۔۔۔؟"

"جی۔۔۔؟"

"کیا کر رہے ہیں؟"

"کچھ نہیں یار جو تمہاری تصویریں لی تھی نا، وہ تمہارے فیس بک اکاؤنٹ
 پہ اپلوڈ کر رہا ہوں۔"

اپنے فون پہ بیٹھی مانی نے تاسف سے سر ہلایا اور بولی۔

"موسیٰ یہ جو میرے بھائی صاحب ہیں نا، یہ اپنی ہی دنیا میں رہتے ہیں،
 حقیقت پسند نہیں رہے ہیں۔ کیونکہ جس کے لیے یہ ہر ماہ بلا ناغہ تمہاری
 تصویریں اپ لوڈ کرتے ہیں نا، اُس کے فرشتوں کو بھی خبر نہیں ہونی ہے۔"

موسیٰ کے باپ نے نفی کرتے ہوئے کہا۔

"یہ تو تم ایویں شک کرتی ہو، میں اُس کو دکھانے کے لیے تھوڑی اپ

لوڈ کرتا ہوں۔"

"ہاں بھائی صاحب ہم تو سب پاگل ہیں نا۔۔۔ موسیٰ کے نام کی آئی ڈی ہے، جو صرف میرا آپکا اور اپنے اس لفنگے کا میو چل فرینڈ ہے، سُن رہے ہیں؟ صرف اُن کا فرینڈ ہے، جن کی آئی ڈی پر اس کا آنا جانا ہو سکتا ہے، موسیٰ کی بات نہیں ہے، بھائی۔۔۔ اپنی ذات پہ اس قدر زیادتی کیوں کر رہے ہیں؟"

"تم میری والدہ والے کام کیوں کر ناچاہتی ہو؟ ہزار دفعہ کہہ چکا ہوں، میری ماں ان کاموں کے لیے کافی ہے، تم اپنی انرجی ضائع نہ کیا کرو،"

"بابا آئی کیوں لڑ رہی ہیں؟"

"بیٹے اس کے ایگزام آگئے ہیں نا، اور اس نکمی نے بالکل بھی پڑھائی نہیں کی ہوئی سارا سال بس دوستوں کے ساتھ مستی کرتی رہتی ہے، اب اس کو سوچ سوچ کر غصہ چڑھ رہا ہے۔"

مانی نے مکمل احتجاج کیا۔۔۔

"جی نہیں موسیٰ کو پتا ہے اس کی آئی بہت لائق اور محنتی ہے۔ وہ بہت اچھی طالب علم ہے، اپنا ہر کام وقت پر کرتی ہے، اس لیے اس کو ایگزامز سے کوئی ڈر نہیں لگتا ہے"

موسیٰ کے باپ نے بڑا حیران ہو کر پوچھا۔

"اچھا جی۔۔۔؟"

جس پہ مانی نے اس سے بھی لٹکا کر کہا۔

"ہاں جی۔۔۔!!" وہ اپنا کام پورا کر کے اٹھا۔

"موسیٰ آپ تیار ہو؟"

مانی نے پوچھا۔

"کہیں جارہے ہیں؟"

"ہاں جی موسیٰ اور میں بال کٹوانے جارہے ہیں۔"

"میں بھی آپ کے ساتھ چلوں۔۔ جب تک آپ بال کٹوائیں گے، میں

مارکیٹ سے ایک کتاب کا پتا کر لوں گی۔"

وہ اپنا والٹ نکال کر کیش چیک کرنے کے بعد واپس جیب میں رکھتے

ہوئے بولا۔

"ابھی آپ کو کتاب یاد آئی ہے، مارکیٹ پہنچ کر یاد آئے گا آپ کا جوتا

ٹوٹ گیا ہے، الماری میں ایک بھی موزوں سوٹ نہیں ہے، پھر آپ کو کسی

ریستورانٹ کے آگے سے گزرتے وقت اچانک سے یاد آئے گا کہ آپ کی

فلاں فلاں دوست ابھی کچھ دن پہلے یہاں سے کھانا کھا کر گئی ہے، کیوں نا، ہم

بھی کھا کر دیکھیں، آخر وہ سچ بول رہی تھی۔"

مانی ہنسی اور اپنا بدلہ لیتے ہوئے بولی۔

"جو مرضی کہتے رہیں، کم از کم میں کسی کے دیکھنے کے امکان کے پیچھے۔۔

غور کریں۔۔ یقین نہیں ہے، فقط امکان ہے، اور اس امکان کے پیچھے تین

سال سے ہر ماہ بلا ناغہ موسیٰ کی تصویریں اپ لوڈ کرنے والی میں نہیں ہوں،

آپ ہیں۔"

وہ فقط مسکرا کر رہ گیا، مانی کو مارکیٹ میں اتار کر وہ موسیٰ کو ساتھ لیے اپنے

حجام کے پاس پہنچا۔ موسیٰ نے جاتے ہی اعلان کیا۔

"چاچو آج آپ میرے بال نہیں کاٹیں گے، بس بابا کے کاٹ دیں۔"

اشفاق نانی ان کے گاؤں والے سپی کا بیٹا تھا، دو سال پہلے اس نے یہاں لاہور

کی مصروف ترین مارکیٹ میں دکان کرائے پہ لیکر اپنا کام شروع کیا تھا، جب اس نے دکان لینی تھی، پگڑی میں بیس لاکھ مانگا جا رہا تھا، کیونکہ وہ اس سے پہلے ترکی میں یہ کام کرتا رہا تھا، جس سے اُس نے پیسے جمع کئے تھے، مگر پھر بھی بیس لاکھ نہیں کر پار ہا تھا، تب وہ موسیٰ کے باپ کے پاس آیا تھا، کہ اگر وہ اپنی گارنٹی پہ اس کا کام کروادے، وہ دو سال سے ہر دفعہ بال کٹوانے اسی کے پاس آتا رہا تھا۔ اور یہ سوال ہمیشہ اس کے دماغ میں جنم لیتا تھا، آخر اس نانائی کی مدد پہ کس چیز نے آمادہ کیا تھا؟ اس بات کا جواب ابھی تک نہیں ملا تھا، یا شاید وہ جواب کی سچائی کو ماننے سے انکاری تھا۔

اشفاق نے موسیٰ کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہوئے کہا۔۔۔ جسے موسیٰ نے تھام لیا۔

"تو شہزادہ آج بال نہیں کٹوائے گا؟"

موسیٰ نے فوری ہاں میں ہاں ملائی۔۔

"تو پھر آپ آئے کیوں ہو؟"

موسیٰ اپنے ازلی اعتماد کے ساتھ بولا۔

"میں تو آپ کی بلی کے ساتھ کھیلنے کے لیے آیا ہوں۔۔" اشفاق بولا۔

"بلی تو آپ کے گھر پہ بھی ہے۔"

"وہ تو بلی کا بچہ ہے، آپ کی تو بڑی بلی ہے، شفاق انکل بلوکدھر ہے؟"

"آپ بیٹھو میں منگواتا ہوں۔"

موسیٰ نے پریشانی سے پوچھا۔۔

"کیا وہ آج نہیں آیا ہے؟"

اوپر جو بیوٹی پارلر والی ہیں نا وہ بلو کو لیکر گئی ہیں۔ "اشفاق نے لڑکے کو اشارہ کیا جاؤ لیکر آؤ۔" ساتھ ساتھ وہ موسیٰ کے باپ کے بال کاٹنے کا سامان بھی کر رہا تھا، اس کے ہاتھ میں بہت زیادہ صفائی تھی، مگر اب وہ صرف خاص گاہکوں کے بال خود کاٹتا تھا، باقی کام اس کے ماتحت دیکھتے تھے، کیونکہ اس کے پاس رش ہی اتنا ہوتا تھا کہ اس کے لیے ممکن ہی نہیں تھا کہ وہ ہر کسٹمر کو خود سروس دیتا، مگر اس نے کام کا معیار بہت اعلیٰ رکھا ہوا تھا۔

"باباجان کیا میں ان انکل کے ساتھ بلو کو لینے چلا جاؤں۔"

وہ پُر امید نظروں سے باپ کو دیکھنے لگا، اس نے اشفاق سے پوچھا۔
"محفوظ ہے؟"

"جی چو بد ری جی۔۔ دو چار لڑکیاں ہی ہوتی ہیں۔ خواتین کا پارلر ہے، یہ دو منٹ میں واپس آجائیں گے۔" موسیٰ کو جانے کی ہری جھنڈی ملنے کی دیر تھی، وہ ایک ورکر کا ہاتھ پکڑ کر اس کے ساتھ باہر کو ہولیا۔ اشفاق نے اس کے بال کاٹ دیئے، اب شیوینار ہا تھا۔

اس دوران موسیٰ کے ساتھ جانے والا لڑکا اکیلا واپس آ گیا تھا، موسیٰ کا پوچھنے پر اس نے کہا، پارلر والی باجیاں اس کے ساتھ باتیں کر رہی ہیں، کہتی ہیں کہ جب اس کے بابا نے واپس جانا ہو تب آکر موسیٰ کو لے جانا۔ "وہ فارغ ہو گیا تو لڑکے کو ایک دفعہ پھر بھیجا۔ مگر اس دفعہ بھی وہ اکیلا ہی واپس آیا۔

"سر جی وہ باہر ایک باجی کھڑی ہیں، کہہ رہی ہیں۔ موسیٰ کے بابا کو باہر بھیجوان سے ملنا ہے۔"

وہ باہر نکلا۔ اور موسیٰ کے ساتھ کھڑی خاتون کو دیکھ کر وہ ڈھیلا پڑ گیا، کیونکہ وہ چہرہ اجنبی نہیں تھا۔ اس کو دیکھتے ہی وہ پُر نم مسکراہٹ کے ساتھ گویا ہوئی۔

"یہ ایک ماہ کا تھا، جب میں نے اس کو ویڈیو کال پہ دیکھا تھا، اس کی پیدائش سے پہلے میں اس کی ماں کو کئی دفعہ کہہ چکی تھی کہ تمہارے بچے نے بہت جوان ہونا ہے، کیونکہ اس کے ماں باپ دونوں ہی لمبے قد والے ہیں۔ آج اس کو ایک نظر دیکھتے ہی مجھے یقین ہو گیا کہ یہ اُس کا بیٹا ہے۔ اپنے یقین کی تصدیق کے لیے پہلے میں نے اس سے اس کے بابا کا نام پوچھا، پھر اس کی دادی امی کا، پھر اس کی خالہ کا، دادا کا، اس کو سب کے نام معلوم ہیں، سوائے اپنی ماں کے۔۔"

اس کا جبراً سختی سے بھیجا ہوا تھا، وہ سنجیدگی سے بولا۔۔
"آپ کو یوں اتنے عرصے بعد دیکھ کر خوشی ہوئی ہے، جہاں تک رہا آپ کا سوال تو اتنا ہی کہوں گا، موسیٰ کو صرف ان لوگوں کے نام پتا ہیں، جو لوگ اس کے لیے اہم ہیں، جن کے لیے وہ اہم ہے، جو اس کی زندگی کا حصہ ہیں۔" وہ دُکھ سے بولی۔

"وہ اس کی زندگی میں ہو یا نہ ہو، یہ بات آپ جانتے ہیں کہ وہ کتنی اہم ہے۔" وہ تلخی سے مسکرایا۔

"میں موسیٰ کے سامنے ایسی بے معنی گفتگو کا قائل نہیں ہوں، جو اس کے ننھے سے دماغ میں کسی قسم کی کنفیوژن کو جنم دے، اور اس کی شخصیت

میں کسی قسم کی کمی بیشی کا باعث بنے، وہ آپ کے لیے اہم ہوگی، جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا، ہمارے لیے وہ لوگ اہم ہیں۔ جن کے لیے ہم اہم ہیں۔"

وہ بھی دو بدوبولی۔

"اگر یہ بات ہے تو اپنی آنکھوں کو بھی اپنی طرح جھوٹ بولنا سکھائیں۔۔۔ میں چلتی ہوں۔ مگر مجھے آپ سے اجازت چاہیے۔ بلکہ نہیں اجازت کیوں اس پہ میرا بھی حق ہے۔ میں اس کے لیے تحائف لانا چاہتی ہوں۔ کیونکہ یہ میرا اکلوتا بھانجہ ہے۔"

وہ رہ نہ سکا کہہ دیا۔۔۔

"ہاں جی اسی لیے آپ نے آج سے پہلے کبھی اس سے ملنا پسند نہیں کیا ہے، خیر ہمارے گھر کے دروازے کھلے ہیں، جب چاہیں بغیر کسی تکلف کے تشریف لائیں۔ میری امی آپ سے مل کر خوش ہوں گی، السلام علیکم۔۔۔"

اس لڑکی نے جانے سے پہلے موسیٰ کو پیار کیا، موسیٰ کے بال کٹوانے کے بعد انہوں نے مارکیٹ سے مانی کو اٹھایا، وہ گاڑی میں بیٹھتے ہی بولی۔

"آپ یقین نہیں کریں گے کہ کیا ہوا ہے۔"

وہ ماضی کے جھروکوں سے نکلتے ہوئے بروقت بولا۔۔۔

"ہاں جی آپ کی من پسند سیلیں لگی ہوں گی، اور کیا ہونا ہے۔۔۔"

"قسم سے بھائی اچھا ہوا آپ نے جانے سے پہلے مجھے زیادہ پیسے دے دیئے، ماریہ بی کے نئے ڈیزائن اور کیا ہی کمال کی کلکیشن آئی ہے، اور سب پہ تیس فیصد آف تھا۔۔۔"

وہ ہنس پڑا۔۔۔

"تم نے ایک کہاوت سنی ہوگی، کہتے ہیں ناماس کھانے والے کو ماس مل ہی جاتا ہے، تمہارا وہی حساب ہے، جہاں جاتی ہو سیل لگی ہوتی ہے، میں تو پریشان ہوں۔ ہر دفعہ ایسا کیسے ممکن ہے۔ یا پھر تم ڈنڈی مارتی ہو، مجھے سیل کا بہانہ بنا کر ہاتھ صاف کرتی ہو۔"

مانی نے نظر پڑاتے ہوئے کہا۔

"بس ایک چھوٹا سا مسئلہ ہوا تھا۔"

موڑ کاٹنے کے بعد گاڑی ایک آئس کریم پالر کے باہر روکتے ہوئے بولا

--

"جی جی بس آگے آپ نہ بھی بتائیں تب بھی میں مضمون سمجھ گیا ہوں۔ کتنے لگائے ہیں؟"

مانی بچاری سی صورت بنا کر بولی۔

"زیادہ نہیں ہیں، بس بیس ہزار ہی کم پڑے تھے، پتا کیا ہوا ان لوگوں کے پاس میچنگ جیولری آئی ہوئی تھی۔ تو میں نے فیصل بھائی کو کہہ دیا، بل بھائی دے دیں گے، انہوں نے کہا کوئی ٹینشن نہیں مجھے جو لینا ہے لوں۔ وہ جانیں اور آپ جانیں۔۔ آپ میرے کھاتے میں لکھ لیں نا۔۔ ایک دن جب میں ڈاکٹر بن جاؤں گی، آپ کے پیسے لوٹا دوں گی۔"

"ایک لگاؤں گا اور ساری ڈاکٹری باہر نکل آئے گی، اس لڑکے کو بتاؤ کون سا فلیور لینا ہے، موسیٰ آپ کون سا فلیور لو گے۔؟"

"موسیٰ بابا سے بات نہیں کرے گا۔"

"سوری میری جان بال تو کٹوانا ضروری ہوتا ہے، ورنہ آپ مجنوں لگنے لگو گے۔"

مانی نے نکلڑا لگایا۔

"بالکل اپنے بابا کی طرح، جو بال کٹوانے کے بعد بھی مجنوں ہی لگتے ہیں۔"

"مانی آپ کو پتا ہے، وہاں ہم کو ایک آنٹی ملی، وہ مجھے پیار کر رہی تھی، کہتی میں موسیٰ کی ممی کی دوست ہوں۔ مانی وہ کہہ رہی تھی موسیٰ اپنی ممی کی طرح دکھتا ہے۔"

مانی نے سوالیہ نظروں سے ڈرائیونگ سیٹ کی جانب دیکھا، وہ اس کے سوال کو نظر انداز کر کے باہر دیکھنے لگا۔ جس پر مانی نے گہرا سانس بھر کر موسیٰ کی پیشانی چومی اور پُر یقین لہجے میں بولی۔

"موسیٰ سارا اپنے بابا پر گیا ہے۔ تھوڑا تھوڑا اپنے نانا جیسا بھی لگتا ہے، دادو جیسا بھی ہے، دادا جیسا بھی ہے، موسیٰ تو بہت ہی پیارا ہے، ابھی وہ اپنی آئس کریم اپنی مانی کے ساتھ شیر کرے گا۔"

موسیٰ ایک دم چوکنا ہوا۔

"نہیں جی۔۔ یہ چیٹنگ ہے، آپ ہمیشہ میری آئس کریم کھا جاتی ہیں۔ اپنی دو لے لیں۔"

"نہیں نا۔۔ تمہاری آئس کریم سب سے مزے کی ہوتی ہے، مجھے وہی چاہیے۔" موسیٰ باتوں میں لگ گیا تھا، اس کے باپ کے چہرے پہ گہرا سکوت رقم تھا۔

عشقیہ پریشانیاں وی خوب نے
جان بوجھ نادانیاں وی خوب نے
ہن دادا سی چوں وی مل جاندا سکون

دل دیاں ویرانیاں وی خوب نے
 آپ اپنے نال ہی کرے فریب
 اُف بے ایمانیاں وی خوب نے
 ہاں محبت کافی دیندی غم مگر
 دیکھ مہربانیاں وی خوب نے
 عاشقی وچ لطف بے شمار نے
 یار پر قربانیاں وی خوب نے
 ناز نال تبدیل کر گئے راستے
 یا خدا شیطانیاں وی خوب نے
 کج گلاں بے شک نہیں ہوئیاں پوریاں
 دیکھ پر علانیہ وی خوب نے
 فخر کر سرتاج دیوانہ تیرا
 اُس دیاں دیوانیاں وی خوب نے
 ☆☆☆☆☆

گھن گرج کی آواز پہ اسکی آنکھ کھلی تھی۔۔۔ حالانکہ وہ سونے کی نیت
 سے نہیں لیٹی تھی۔۔۔ مگر پیٹ بھر کر کھانے کے بعد گرم کمبل میں خود کو
 لپیٹ کر لیٹی تو دنیا کا ہوش نہ رہا۔۔۔

آنکھ کھلتے ہی اسکے حیات بیدار ہوئے۔۔۔ اپنے گرد پھیلے اندھیرے کو
 دیکھ کر پہلا اندازہ یہی لگایا کہ ابھی تک دن نہیں نکلا ہے۔۔۔ پر اگلے ہی پل
 چمکنے والی بجلی نے اسکو ہلا کر رکھ دیا۔۔۔ بجلی کے کڑکنے کی آواز اس قدر تیز
 تھی۔۔۔ یوں محسوس ہوا کہیں قریب ہی گری ہو۔۔۔ وہ اُچھل کر بیڈ سے اُتری

اور یہ جان کر حیرت کا جھٹکا لگا کہ جس دروازے کو وہ اندر سے لاک لگا کر سوئی تھی۔۔۔ وہ چوپٹ کھلا ہوا تھا۔۔۔ بتی جلائی تو بیڈ پہ فقط ایک کبل نہیں تھا۔۔۔ کبل صرف دائیں طرف تھا۔۔۔ جہاں وہ سوئی ہوئی تھی۔۔۔ جبکہ بیڈ کے بائیں طرف چادر بچھی تھی۔۔۔ سرہانہ رکھا ہوا تھا۔۔۔ اور رضائی کی تہہ سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا۔۔۔ کہ بیڈ پہ صرف وہ ہی نہیں سوئی تھی۔۔۔ دوسرے سرے پہ کوئی اور سویا تھا۔۔۔ اب اس کوئی اور کا سراغ لگانا اس وقت دنیا کا آسان ترین کام تھا۔۔۔ کیونکہ اسکی معلومات کے مطابق اس جگہ پہ اہل کے علاوہ صرف ایک اور شخص موجود تھا۔۔۔ جسکا نام لینے کو بھی من نہیں کر رہا تھا۔۔۔ دوپل کو آنکھیں موند کر اُس نے نئے سرے سے جاگتے غصے کو گہرا سانس بھر کر قابو کرنے کی کوشش کی۔۔۔ کمرے سے نکلی تو احتیاط بھری نظروں سے جائزہ لے رہی تھی۔۔۔ مگر ہال میں کوئی زری روح نہ تھا۔۔۔ کچن کا دروازہ بند تھا۔۔۔ واش روم کے کھلے دروازے سے اندازہ ہو گیا کہ ادھر بھی نہیں ہے۔۔۔ بے اختیار شکر کا سانس بھرا۔۔۔ مگر اگلے پل کھڑکی کے بیرونی منظر پر منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔۔۔ جس آواز سے آنکھ کھلی تھی۔۔۔ وہ بادلوں کے گرجنے کی تھی۔۔۔ مینہ پورے جوش و خروش کے ساتھ برس رہا تھا۔۔۔ شاک کے عالم میں چلتے ہوئے جا کر اُس نے خارجی دروازہ کھولا۔ پانی کی پھوار نے استقبال کیا۔۔۔ جسم میں جھرجھری دوڑ گئی۔۔۔ نظروں کے سامنے گہرے سبز پتوں والے درخت تھے۔۔۔ جنگلی اونچائی آسمان کو چھوتی محسوس ہو رہی تھی۔۔۔ جنگلی گھاس نے کوئی حصہ خالی نہ چھوڑ ہوا تھا۔۔۔ جو اس وقت تیز ہوا میں ناچتی ہوئی آسمان سے چھماچھم برستے پانی میں نہا رہی تھی۔۔۔ اتنی موٹی موٹی بوند گر رہی تھی۔۔۔ جیسے اوپر نل چل

رہے ہوں۔۔۔ اپنے پلان پہ پانی پھرتے دیکھ کر امل کو اپنا دماغ ماؤف ہو رہا
معلوم ہوا۔۔۔ گردن موڑ کر وال کلاک پہ نظر ڈالی۔۔۔ جہاں ساڑھے گیارہ
ہو رہے تھے۔

اُس نے ایک دفعہ توجوش میں یہی سوچا کہ بارش ہو رہی ہے تو کیا۔۔۔؟
مجھے یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ جبکہ وہ شخص بھی نظر نہیں آرہا۔ اس سے بہتر
وقت بھلا کونسا ہوگا۔۔۔ کیونکہ سامنے ہوتے ہوئے وہ جتنا مرضی دغوی
کر لے بھاگئے وہ مجھے پھر بھی نہیں دے گا۔ زبانی کلامی کہہ رہا ہے کہ اگر یہاں
سے جانے میں کامیاب ہو جاؤں تو مجھے ماڈلنگ کرنے دیا جائے گا۔۔۔ حقیقت
میں ایسا کچھ نہیں ہوگا۔۔۔ مگر میں اس کو کیوں یہ احساس دوں کہ اسکے کہے
الفاظ میرے لیے بہت اہمیت رکھتے ہیں۔۔۔ وہ تو یہی سمجھے گا کہ بس نکاح کی
دھمکی پہ ہی اسکی ہوا نکل گئی۔۔۔ میں آرام سے سوچ سمجھ کر یہاں سے نکلوں
گی۔ جو نقصان ہونا تھا۔۔۔ وہ تو ہو گیا۔ ہائے ڈیزائیز اپنے لہنگے کے چوری ہونے
پہ میری جان کو خوب روئی ہوگی۔۔۔ گالیاں کوسنے بھی دیئے ہونگے۔۔۔
اسکی خیال کے ساتھ ایک نئی سوچ نے جنم لیا۔

"کیا واقعی امواورابی نے اُس جھوٹے خط کا اعتبار کر لیا ہے۔۔۔؟ یعنی وہ
مجھے اتنا بیوقوف اور بے اعتبار سمجھتے تھے کہ میرے خلاف بچھے جال میں وہ اتنی
جلدی پھنس گئے۔ ایمان نے تو انکو بتا ہی دیا ہوگا کہ میں کسی لڑکے کے لیے اپنا
گھر چھوڑنے والوں میں سے نہیں ہوں۔۔۔ اپنی چھوٹی سی خواہش کے لیے
لڑنے کا آج مجھے یہ صلہ ملا ہے کہ میرے سے اتنی بڑی بڑی غلطیوں کی توقع
رکھی جا رہی ہے۔ میرے ساتھ سوچنے کو ملا بھی تو کون۔۔۔؟ فاز اور انگزیب

۔۔۔؟ جس شخص کو کبھی میں نے منہ تک نہ لگایا۔۔۔ آج اسی کے نام سے مجھے
زلیل ہونا پڑ گیا۔"

یو نہی سوچوں میں غلطاں۔۔۔ وہ نہ جانے کتنا وقت دروازے کے بیچ
کھڑی رہی۔۔۔

اس دوران فاز نہ جانے کہاں تھا۔۔۔ نہ تو امل کو تجسس جاگانہ ہی اُس نے
پتا لگانے کی کوشش کی۔۔۔ بجلی چمکی تو شدت اس قدر تھی کہ امل قد سے
اچھلی۔۔۔ سر دروازے کو لگا۔۔۔ نانی یاد آگئی۔۔۔ اُس نے بجلی کے خوف سے
دروازہ بند کر دیا۔۔۔ گہری سانس بھرتے ہوئے اپنے دل کی دھڑکن کو
کنٹرول کیا۔۔۔ جب دوبارہ بجلی نہ چمکی تو اُس نے منہ دھویا اور صوفے پہ ٹک
کر باہر دیکھنے لگی۔۔۔ بارش مسلسل برس رہی تھی۔۔۔ دو سیکنڈ کی بریک
لیے بغیر۔

بیرونی سرسبز و شاداب منظر دیکھ کر امل نے سوچا۔
"اگر حالات وہ نہ ہوتے جو اس وقت ہیں۔۔۔ تو یہ جگہ انتہائی حسین لگتی
۔۔۔ کسی شاعر کا خواب۔۔۔ رومینٹک۔۔۔" پر امل کو سوائے ناگہانی آفت
کے اور کچھ یاد نہ تھا۔

"مجھے یہاں ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھنا چاہیے۔۔۔ کچھ کرنا چاہیے
۔۔۔ کوشش کروں گی تو کامیابی کی صورت نظر آئے گی۔۔۔ اُس بے اعتبار
اور گھٹیا انسان کا کیا پتا نہ جانے کیا قدم اٹھائے۔۔۔ آخر کسی نیک نیت سے تو وہ
مجھے یہاں انجان اور ویران جگہ پہ تو نہیں لایا ہے نا۔۔۔ یہ آدمی جسکے بارے
میں بھری آبادی والی جگہ پر اچھی بات سننے کو نہیں ملتی وہ یہاں کیسے اپنے نفس
کو سلا کر نیک بنے گا۔۔۔ ایک دفعہ مجھے یہاں سے نکلنے کی راہ مل جائے فاز

اور نگزیب تمہیں عدالتوں میں یوں گھسیٹوں گی کہ تمہاری آنے والی نسلیں
بھی یاد رکھیں گی۔۔۔۔۔"

جسم میں ایک نیا عزم دوڑتا محسوس ہوا۔
بارش ابھی بھی برس رہی تھی۔۔۔ مگر شدت میں کمی واقعہ ہو چکی تھی

اُس نے سارے گھر کو الٹ پلٹ کر رکھ دیا۔۔۔ نتیجے میں ہاتھ سے خون
بہنے لگا۔۔۔ جو تھوڑا سا زخم رات کو ہوا تھا۔۔۔ کسی چیز کے لگنے سے جلد اتر کر
خون رنے لگا تھا۔۔۔ دانت مضبوطی سے بھیج کر اُس نے بیڈ شیٹ کاٹ کر
پٹی کی صورت ہاتھ پہ باندھ لی۔۔۔ جرابیں پہن کر جوتا پہنا۔۔۔ جو تھا تو بند
ہی مگر اتنا مضبوط ہر گز نہیں لگ رہا تھا۔۔۔ کہ اونچے نیچے جھاڑی دار راستوں
کی مار برداشت کر سکتا۔۔۔ جس کو مد نظر رکھتے ہوئے اُس نے دو مردانہ
جرابوں کے جوڑے پہنے تھے۔

ایک بھاری جرسی پہننے کے بعد اوپر پکڑوں میں سے ملنے والا مفطر اوڑھا
۔۔۔۔۔ آٹے والے بڑے سے پلاسٹک کے بیگ میں سے آٹا ب میں ڈال کر
بیگ خالی کیا۔۔۔ اسکو الٹا کر کے ایک کونا موڑا۔۔۔ اور اسکو اپنے سر پہ رکھ کر
بیڈ شیٹ سے ایک اور پٹی کاٹ کر رسی کی شکل اُس بیگ کو اپنی کمر پہ باندھ لیا۔
کچن سے ایک چھری اٹھائی۔۔۔۔۔ ماچس کی ڈبیہ جیب میں رکھی۔۔۔
ڈھونڈنے سے بھی کہیں مارچ نہ ملی۔

پورے سوا بارہ وہ ہٹ سے نکل آئی۔
جس طرف پیروں کے ایک دو نشان جا رہے تھے۔۔۔ دل کڑا کر کے
اُسی راستے پہ قدم ڈال لئے۔

خوش فہمی تو پہلے بھی کوئی نہ تھی۔۔۔ مگر جب ہر قدم پہ پیر زمین میں
دھنستے ہوئے محسوس ہوئے تو جی چاہا وہیں بیٹھ کر فافز اور اسکی اگلی پچھلی نسلوں
کے لیے گیت گائے۔

دو چار منٹ میں ہی وہ ہٹ سے کافی دور آگئی۔۔۔ کیونکہ قدم مٹی سے
بھاری ہونے کے باوجود اُس نے سپیڈ کم نہ کی۔۔۔ بارش مسلسل جاری تھی پر
چونکہ اب وہ درختوں کی چھاؤں میں چل رہی تھی۔۔۔ جن کے پتوں نے اسکو
شلیئر تو دیا تھا۔۔۔ مگر وہیں دن کی روشنی جو پہلے ہی آدھی بادلوں نے چھپا دی
تھی باقی کی کسر درختوں کی گھنی چھاؤں نے پوری کر دی۔۔۔ وہ جلد از جلد
اس جنگل نما جگہ سے نکل کر کسی روڈ تک پہنچ جانا چاہتی تھی۔۔۔ اگر دن کے
بارہ بجے روشنی کا یہ عالم تھا۔۔۔ تو یہ بات عام فہم تھی کہ دو سے تین گھنٹے بعد
دن بالکل ڈھل جائے گا۔۔۔ اور اندھیرا مزید گہرا ہو جائے گا۔

خوف زدہ نظروں سے اپنے ارد گرد کے ماحول پہ سرسری سی نظریں
دوڑاتی وہ لمبے لمبے ڈگ بھر رہی تھی۔۔۔ جہاں کہیں شاخیں ختم ہوتیں
بارش کا پانی آبشار کی طرح اسکے سر پہ گرتا۔۔۔

نہ اُس کے پاس گھڑی تھی۔۔۔ نہ فون۔۔۔ نہ سمت کا تعین کرنے کا کوئی
آلہ نہ ہی یہ علم تھا کہ وہ کس علاقے میں موجود ہے۔۔۔ چل چل کر ٹانگوں
میں درد ہونے لگا۔۔۔ اندھیرا بڑھ چکا تھا۔۔۔ خوف نے دل میں اپنے پنجے
مزید گہرے کر لیے تھے۔۔۔ ایک تو بارش کا شور۔۔۔ اوپر سے مختلف سمتوں
سے اٹھنے والی جانوروں کی آوازیں۔۔۔ چار چار من کے بھاری جوتے۔۔۔
بھگی جرسی بکھرے بال۔۔۔ سُرخ ہو کر مسلسل بہتی ہوئی ناک۔۔۔ ٹھنڈ

سے سن ہوتے ہاتھ۔۔۔ اور دور دور تک کسی سڑک کے آثار نظر نہیں آرہے تھے۔۔۔

"ہاؤوووووو۔۔۔"

انجانی سمت سے اٹھنے والی یہ آواز اتنی بلند تھی کہ اُس کے قدم خود بہ خود رُک گئے۔۔۔ خوف سے چاروں اور گردن گھما کر اندازہ کرنا چاہا کہ آخر آواز کس سمت سے آئی ہے۔۔۔ مگر نیم اندھیرے میں کچھ بھی نظر نہ آیا۔۔۔ سانس دھونکنی کی طرح چل رہی تھی۔۔۔ دل کی دھڑکن کانوں میں سنائی دے رہی تھی۔۔۔ وہ اگر اندازے کے طور بھی کہتی تب بھی اسکو ہٹ سے نکلے ہوئے دو سے ڈھائی گھنٹے بیت چکے تھے۔۔۔ اور اب وہ کوشش بھی کرتی تب بھی یہ نہیں کہہ سکتی تھی کہ جہاں وہ اس وقت موجود ہے ہٹ وہاں سے کس سمت میں ہے۔۔۔ اور کتنے فاصلے پر ہے۔۔۔ یعنی واپسی بھی ناممکن نظر آرہی تھی۔۔۔

"آوووووووو۔۔۔"

اب کی دفعہ آواز شاید چند میٹر کے فاصلے سے ہی آئی تھی۔۔۔ امل نے اپنے کانپتے ہاتھوں سے چھری پہ اپنی گرفت مضبوط کرنے کی کوشش کی۔۔۔

"تو امل جہانگیر تمہارا آخری وقت آگیا ہے۔ ایک جنگلی جانور کو پیچھے چھوڑ کر بھاگی ہو۔ اور دوسرے کا لقمہ بننے جا رہی ہو۔"

"ہاؤوووووو۔۔۔"

اب کی دفعہ آواز ہی نہ آئی بلکہ۔۔۔ اندھیرے میں چمکتی دو آنکھیں بھی منظر پہ آئیں۔۔۔ ایسا لگ رہا تھا۔۔۔ جیسے تاریکی میں دو موم بتیاں جل رہی

ہوں۔۔۔ بس فرق صرف اتنا تھا کہ موم بتی کی روشنی سکون دیتی ہے۔۔۔ امن کی علامت ہے۔۔۔ پر وہ سونے رنگ کی آنکھیں دہشت ناک تھیں۔۔۔ غصے سے بھری ہوئیں۔۔۔

اٹل کے کانوں میں سائیں سائیں گونجھ گئی۔۔۔ پیروں نے جیسے زمین چھوڑنے سے انکار کر دیا۔۔۔ وہ بھاگنا بہتی تھی۔۔۔ چیخنا چاہتی تھی۔۔۔ مگر ان دو جلتی نظروں نے جیسے اسکو مسمرائز کر کے ایک جگہ ساکت کر دیا ہو۔۔۔ وہ یہ نہ جان پائی کہ کونسا جانور تھا۔۔۔ مگر اتنا واضح تھا کہ وہ کوئی چھوٹا موٹا کتیا بلی نہیں تھی۔۔۔ تین چار فٹ اونچا خونخوار قسم کا بلا اٹل کو پورے فوکس میں رکھ کر غرار ہا تھا۔۔۔

اپنی موت کو چند گز کی دوری پہ کھڑا دیکھ کر اسکی ساری افسری نکل گئی

اُس نے آؤدیکھانہ تاؤ۔۔۔ اور گلا پھاڑ کر فاز کو آواز دی۔۔۔

اب وہ وہاں موجود ہوتا تو فوراً سے منظر پہ آتا۔۔۔

جانور اور غصے سے کراہا۔۔۔ اٹل کی چیخیں اور بلند ہوئیں۔۔۔ اتنی دل چیر دینے والی آواز تھی پھر بھی سامنے والے کو رحم نہ آیا۔۔۔ اُس نے دو قدم آگے بڑھائے ہونگے جب اٹل کو ایک دم احساس ہوا کہ اسکی مدد کو کوئی بھی نہیں آنے والا ہے۔۔۔ یا یہیں کھڑے کھڑے اپنی ہڈیوں کو اس جانور کی خوراک بنے دے گی یا۔۔۔ اپنے آپ کو بچانے کے لیے ممکن جدوجہد کرے گی۔۔۔ جانے اس میں کہاں سے ہمت آئی۔۔۔ اور اُس نے سرپٹ بھاگنا شروع کر دیا۔۔۔ ساتھ ساتھ چلا رہی تھی۔۔۔

"فاز۔۔۔!۔۔۔ میری مدد کرو۔۔۔"

اپنی پوری طاقت لگا کر بھاگنے کے باوجود اسکے قدموں کی رفتار اتنی تیز
 ہر گز نہ تھی کہ چار ٹانگوں والا جنگلی درندہ اسکو آسانی سے پکڑ نہ پاتا۔۔۔ جانور
 کی سانسوں کی آواز اپنے قریب سے قریب تر آتی محسوس کر کے اس نے مزید
 تیز بھاگنے کی کوشش کی مگر اگلے ہی پل وہ ہوا میں معلق تھی۔۔۔ جب تک
 سمجھ پائی کہ ہوا کیا ہے۔۔۔ تقریباً آٹھ فٹ گہری کھائی میں گرتے ہی تکلیف
 سے اسکی چیخیں نکل گئیں۔۔۔ اسکا پیر ٹیڑھا ہو کر اسکے اپنے وزن کے نیچے
 دب گیا۔۔۔ اور اسی طرف کی ٹانگ پیٹ اور کندھے پہ ہزاروں کی تعداد میں
 سونیاں چبھتی محسوس ہوئی تھیں۔۔۔

اسکا چہرہ کیچڑ میں دھنسا تھا۔۔۔ اور جسم کے ہر ہر پور سے درد کی ٹیسیں
 اُٹھ رہی تھیں۔۔۔

اپنی تکلیف کی وجہ سے اُٹھنے والی کراہوں اور سسکیوں پہ کوئی اختیار نہ رہا

--
 مگر دو سکینڈ بعد جب کھائی کے اوپر سے اُسی سونے رنگ آنکھوں والے
 نے جھانک کر غرانا شروع کیا تو وہ اپنی سسکیوں کا گلا گھونٹ گئی۔۔۔ دم سادھ
 گئی۔۔۔

جانور کی جان پہ بنی ہوئی تھی۔۔۔ وہ کسی طرح اس انسانی وجود تک پہنچنے
 کے چکر میں پاگل ہو رہا تھا۔۔۔

امل کو جیسے یقین ہو گیا اب سارا کھیل ختم ہو گیا ہے۔۔۔ ماں باپ بہن
 بتائی کے علاوہ اتنا بھرا پڑا خاندان اور وہ اس پل یہاں لاوارثوں کی طرح ایک
 کھائی میں گری ہوئی تھی۔۔۔ کانٹے اسکی کھلڑی ادھیڑ کر اسکے جسم میں

پوست ہوئے تھے۔۔۔ اور ایک خونخوار جانور اس کا خون پینے کے لیے کھائی
کے آندر آنے کی سکیہ میں لڑا رہا تھا۔۔۔

اٹل کا دماغ اس قدر ماؤف ہو رہا تھا کہ دعا کرنے کا ڈھنگ بھی یاد نہ رہا
۔۔۔ تکلیف کی شدت سے حواس ساتھ چھوڑ رہے تھے۔
منہ سے نکلنے والی کراہ کے ساتھ اللہ کے نام کی صدا نکلی تھی۔
"یا اللہ۔۔۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ صبح نو بجے ناشتہ وغیرہ کرنے کے بعد اپنے مشن پہ روانہ ہوا تھا۔ ایک تو
یہ کہ وہ اس جگہ پہ پہلی مرتبہ نہیں آیا تھا۔ بلکہ تین چار مرتبہ پہلے بھی آچکا تھا
فرق صرف یہ تھا کہ پہلے وہ دوستوں کے ساتھ آتا رہا تھا۔۔۔ اس دفعہ حالات
واقعات بالکل جدا تھے۔۔۔ پہلے وہ دوست ساتھ مل کر یہاں جنگل میں شکار
کرتے۔۔۔ شہر سے ہمراہ آئے ہوئے شباب کے ساتھ تازہ شکار کے بنے
کباب انجوائے ہوتے۔۔۔ قہقہے لگتے۔۔۔ جنگل میں مورنا چنے کے مترادف
ناچ گانے ہوتے۔۔۔ عیاشی ماری جاتی۔

اگر اسکو موقع دیا جاتا تو وہ موجودہ صورتحال کی بجائے پہلے جیسے حالات
میں اس جگہ پہ آنا پسند کرتا۔۔۔ مگر خیر۔۔۔

جانے پہچانے راستوں سے ہوتا ہوا وہ بیس منٹ میں ہی جنگل سے نکل کر
مطلوبہ سمت کو جا رہا تھا۔۔۔ تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد اسکو قبیلے کے گھر نظر
آنا شروع ہو گئے۔

آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ اُس نے برساتی کوٹ اور بھاری نیلون
کے بوٹ بھی پہن رکھے تھے۔۔۔ وہ مقامی موسم سے نمٹنے کے پورے انتظام

کے ساتھ نکلا تھا۔۔۔ مگر وہ بارش شروع ہونے سے پہلے ہی لوکل قبیلے میں
موجود اپنی سلام دعا والے لڑکے کے گھر پر پہنچ گیا۔
دروازہ ایک ستر اسی سالہ بوڑھے نے کھولا۔۔۔ جسکے گال سُرخ ٹماٹر کی
طرح اور رنگ مکھن جیسا سفید تھا۔۔۔ اتنی عمر ہونے کے باوجود اسکے جسم
میں چستی تھی۔

"اوائے تم آیا ہو۔۔۔ منصور کا دوست۔۔۔"

"السلام علیکم چاچا تم تو ابھی بھی زندہ ہو۔۔۔ میں تو سوچتا تھا۔۔۔ اب کہیں
مر کھپ گئے ہو گے۔۔۔"

"ابھی میں نے اپنا چوتھا شادی منایا ہے۔۔۔ مرے گا میرا دشمن۔۔۔"

فاز نے زبردست قہقہہ لگایا۔

"واہ جوان واہ میں تمہاری کارکردگی سے بڑا متاثر ہوا ہوں۔۔۔ کیا
چاروں بیویاں ساتھ ہیں۔۔۔"

"نہیں یار۔۔۔ تین مر گیا ہے۔۔۔ اور چوتھی بیمار ہے۔۔۔ سوچ رہا
ہوں۔۔۔ اسکے جانے کا وقت بھی شاید قریب آگیا ہے۔۔۔ تو اگلا رشتہ دیکھنا
شروع کر دوں۔"

"ایتھے رکھ چاچا۔۔۔ وہ تین مر گئیں۔۔۔ اور ایک تم کو موت نہ آئی۔۔۔"

"اویار فاز وہ مجھ سے جل جل کر مر گئیں۔۔۔ تمہارا دوست کدھر ہیں
۔۔۔؟۔۔۔ انکو سمجھا دینا۔۔۔ اس دفعہ یہاں پہ کسی کے ساتھ کوئی شرارت نہ
کریں۔۔۔ ورنہ پنجاب انکالاں واپس جائے گا۔ روح ادھر ہی نکال دی جائے
گی۔"

"کتنی زیادتی کی بات میرے یار کو یہاں ایک ہی نہیں کرنے دیتے ہو اور خود چار چار مناتے ہو۔"

"تمہارا یار ہو یا تم ہو۔۔۔ یہاں کسی قبیلے کی لڑکی سے شادی نہیں مناسکتے۔۔۔ قبیلے کی لڑکی کا شادی قبیلے سے باہر نہیں ہوتا۔۔۔ چاہے وہ مجھ جیسے جوان سے ہو یا تم جیسے بوڑھے شخص سے شادی صرف قبیلے میں ہی ہوگا۔۔۔ تم میری رسم و رواج کا احترام کرتا ہے۔۔۔ اسی لیے ہمارا لوگ تمہارے یہاں آنے پہ اعتراض نہیں اٹھاتا۔۔۔ ورنہ یہاں غیر لوگ پاؤں بھی نہیں دھر سکتا۔"

"بہت شکریہ چاچا۔۔۔ تم لوگ ہمیشہ عزت سے پیش آتے ہو۔۔۔ اب ذرا بتادو منصور کدھر ہے؟ مجھے اس کے ساتھ ضروری کام ہے۔"

"منصور جانور کا چارہ لینے گیا ہے۔۔۔ تم اندر چلو۔۔۔ چائے پانی پیو۔۔۔ میں اسکو بلانے کے لیے کسی کو بھیج کر آتا ہوں۔۔۔ منصور کا ماں اندر ہی ہے۔۔۔ وہ تم کو جانتا ہے۔۔۔ تم جاؤ اندر یہ تمہارا ہی گھر ہے۔۔۔"

فاز نظریں نیچی رکھ کر چاچا فریدوں کے لکڑی اور گارے سے مل کر بنے گھر میں داخل ہو گیا۔

وہ منصور کی ماں کے ہاتھ کا بنا مقامی قہوہ پی رہا تھا۔۔۔ جب تازہ ہواؤں میں پلنے والا سپوت منصور گھر آیا۔۔۔ پیاری صحت سُرخ و سفید رنگ۔۔۔ چینی لوگوں جیسے نین نقش۔۔۔ چھوٹے چھوٹے قد۔۔۔ یہ خصوصیات اس قبیلے کی خاصیت تھیں۔

"کیسے ہو میرے دوست۔۔۔"

منصور اسکو خوش دلی سے گلے لگاتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ جس پہ فاز نے
اسکو زور سے اپنے ساتھ لگا کر بھینچا۔

"میں ٹھیک ہوں۔۔۔ تم بھی اے دن نظر آرہے ہو۔۔۔"
"مجھے تمہاری آمد کی خبر مل چکی تھی۔۔۔ سوچ رہا تھا۔۔۔ آج شام تک
تمہاری طرف چکر لگاؤں گا۔"

"مجھے تمہاری مدد درکار تھی۔۔۔ اس لیے خود ہی آ گیا۔۔۔"
"حکم کرو۔۔۔ کیا کرنا ہے۔۔۔ غذا کا سامان تو تمہارا آدمی پہلے سے ہی ادھر
چھوڑ گیا تھا۔۔۔ اگر موسم ٹھیک رہے تو میں روزانہ تازہ دودھ بھیجوا دیا کروں گا
۔۔۔ آج کل چونکہ سردی ہے اس لیے چرند پرند میدانی علاقوں کو ہجرت کر گئے
ہوتے ہیں۔۔۔ کیونکہ یہاں برف باری کے باعث خوراک کی کمی ہو جاتی ہے
۔۔۔ ہاں البتہ دریا میں مچھلی کی مقدار میں فراوانی آتی ہے۔۔۔ آج کل وہی زیادہ
کھائی جاتی ہے۔۔۔"

"وہ سب ٹھیک ہے۔۔۔ اس وقت مجھے پر سنل مدد چاہیے۔۔۔"
منصور اسکو بازو سے تھام کر ایک طرف لے گیا۔
"اب بولو کیا بات ہے۔۔۔"

"شادی کرنی ہے۔۔۔"
"دماغ ٹھیک ہے۔۔۔"
"ہاں۔۔۔ نا۔۔۔ بالکل ٹھیک ہے۔۔۔"

"پھر تمہاری بات کی مجھے سمجھ نہیں آئی۔۔۔ اپنے ماں باپ کو بولو تمہاری
شادی کرے۔۔۔ یا ہمارے قبیلے میں کہیں آنکھ وانکھ لڑا بیٹھے ہو۔۔۔ میں پہلے
ہی بتا دوں۔۔۔ یہاں پہ ایسا کام کرنے والے کو اونچائی سے دھکا دے دیا جاتا

ہے۔۔۔ جہاں پہ اسکی لاش کو جنگلی جانور کھاتے ہیں۔۔۔ دو گرز زمین بھی
میسر نہیں آتی۔۔۔ اسلیے میرا بھائی یہ شادی کی خواہش کو دل میں ہی مار کر
یہاں سے نو دو گیارہ ہو جا۔۔۔ بھری جوانی میں مارا جائے گا۔۔۔ ماں باپ کے
لیے کبھی نہ ختم ہونے والا روگ ہے۔۔۔"

"تمہاری بکواس اگر ختم ہو گئی ہو تو میں کچھ کہہ لوں۔۔۔"

"بولو۔۔۔"

فاز نے اسکو گھورتے ہوئے مختصر سا بتا دیا۔۔۔ جسکو سُنے کے بعد منصور

بولا۔

"انتہائی پاگل انسان ہو۔۔۔ پنجاب سے شادی کر کے ادھر آنا تھا نا۔"

"ممکن نہیں تھا۔۔۔ ورنہ یہی کرتا۔۔۔ تم مدد کر رہے ہو یا میں کسی اور
سے رابطہ کروں؟"

"بڑے شوق سے جاؤ۔۔۔ یہاں پہ بھنک پڑنے کی دیر ہے کہ تم ایک
نامحرم لڑکی کے ساتھ اکیلے ہٹ میں ٹھہرے ہوئے ہو۔۔۔ اسکے بعد اپنے
علاقے کی عدالتوں کو بھی بھول جاؤ گے۔۔۔ یہ لوگ تم دونوں کو الٹا لٹکا دیں
گے۔۔۔"

"تم نے کوئی اچھی بات کہی ہے۔۔۔؟۔۔۔ یا اسی طرح زبان چلائی ہے؟"

"میرا کہا سچ تمہیں بکواس ہی لگے گا۔۔۔ اچھی بات یہی ہے کہ جلد از جلد
شادی کر لو۔۔۔ ورنہ تمہارے لیے خطرہ ہو گا۔۔۔ تم میری بہن کو ادھر لے
آؤ۔۔۔ میں اُسکا نکاح تمہارے ساتھ پڑھوا کر اُسکو تمہارے ساتھ رخصت
کر دوں گا۔"

"وہ یہاں آئی نا تو تیرے سارے قبیلے کو اپنی موجودگی کی خبر کرے گی
--- مجھے تو شاید نکاح پہ دستخط کروانے کو بھی اسکو بندوق دکھانی پڑے۔۔۔ تم
نہ جانے کیا باتیں کر رہے ہو۔"

"اوائے ظالم۔۔۔ تم اسکو ڈرا کر اس سے شادی کرے گا۔۔۔ ایسا ظلم تم
کیوں کرے گا۔۔۔"

"کیونکہ اسکے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔"

"تم مجھے اسکے ساتھ بات کرنے دو۔۔۔"

"کوئی فائدہ نہیں پتھر سے سر پھوڑنے کے برابر ہے۔"

"تمہارے ساتھ بھی تو سر پھوڑ رہا ہوں۔۔۔ اسکے ساتھ بھی پھوڑ لوں گا

--- چلو مجھے اسکے پاس لیکر چلو۔۔۔ میں اپنی بیوی کو بھی ساتھ لے چلتا ہے

--- وہ بھی اسکو سمجھائے گی۔"

"تمہیں اپنی بے عزتی کروانی ہے تو خوش آمدید پر بھا بھی کورہنے دو۔۔۔

اٹل انتہائی منہ پھٹ ہے۔۔۔ بھا بھی کی دل آزاری کر دے گی۔۔۔"

"اگر وہ اتنا لڑاکا ہے تو تم اس سے شادی کیوں کرنا چاہتا ہے؟"

"مجبوری ہے۔۔۔"

"اوہ اللہ کے بندے شادی مجبوری کے نام پر نہیں کیا جاتا۔۔۔"

"تو پھر کس لیے کی جاتی ہے؟"

"شادی تو محبت کے لیے کی جاتی ہے۔۔۔"

فاز کھل کر ہنسا۔

"میرے بھولے بادشاہ نہ میں محبت کرنے والوں میں سے ہوں۔۔۔ نہ میری وہ۔۔۔ یہاں بس خاندان کی بات ہے۔۔۔ اس لیے تم میرا زیادہ سر نہ کھاؤ۔۔۔ اور انتظام کر کے میرے ساتھ چلو۔۔۔"

"یار تم نے مجھے کس مشکل میں ڈال دیا ہے۔۔۔ میں مسجد کے مولوی کو اس کام کا نہیں بول سکتا۔۔۔ وہ سو سوال کرے گا۔۔۔ اسکو ذرا سا بھی شک گزرتو تیری شادی نہیں قل ہوں گے۔۔۔ میں اپنے سر کو لیکر آتا ہوں۔۔۔ وہی ایسا انسان ہے جو زیادہ سوال و جواب نہیں کرے گا۔۔۔ اسکی نزدیک کی نظر بھی کمزور ہے۔۔۔ تو نے بندوق وغیرہ نکالی تو دیکھ نہیں پائے گا۔"

"یار تم لوگوں نے بڑے سخت اصول بنائے ہوئے ہیں۔۔۔ میرے شہر میں تو سر عام گناہ ہو رہے ہوتے ہیں۔۔۔ کسی کا ڈر نہیں۔۔۔ نہ ہی کوئی کچھ کہتا یا پوچھتا ہے کہ کسی کا بیٹا کسی لڑکی کے ساتھ جا رہا ہے تو کیوں جا رہا ہے۔۔۔ دونوں محرم ہیں یا نہیں۔۔۔ پولیس بھی روکے تو دے دلا کر معاملہ صاف کر لیا جاتا ہے۔۔۔ تم لوگوں کے قبیلے میں صرف پچاس ساٹھ گھر ہیں اور اس قدر قانون و ضوابط۔۔۔ کمال ہے یار۔۔۔"

"اسی لیے تو ہم لوگ بچے ہوئے ہیں۔۔۔ جن باتوں کی اجازت ہمارا دین نہیں دیتا۔۔۔ ان پر عمل کیوں کریں۔۔۔ سوائے پریشانی کے اور کیا حاصل ہونا ہے۔۔۔ تم بیٹھو میں گواہ کا بندوبست کر کے آتا ہوں۔۔۔ پھر چلتے ہیں۔۔۔ گواہ بھی مجھے کوئی مل ہی جائے گا۔"

فاز کچھ سوچتے ہوئے بولا۔

"ایسی کوئی ایمر جنسی نہیں ہے کہ تم انہی قدموں پہ گواہ لینے بھاگو۔۔۔ آرام سے بات کرنا اور کل ان لوگوں کو اپنے ساتھ ہٹ پلے آنا۔"

"جب تک یہ کام نہیں کر لوں گا مجھے ٹینشن رہے گی۔۔ خیر ابھی تم بیٹھو۔۔ آتے ہی مجھے حواس باختہ کر دیا۔۔ اپنی خدمت کرنے کا موقع بھی نہیں دیا۔"

"اسکی ضرورت نہیں ہے۔۔ مجھے ایک دو اور کام ہیں اسکے بعد گھر جانا ہے۔"

"اتنی تیز بارش میں گھر کیسے جاؤ گے۔۔ آرام کرو موسم صاف ہوتے ہی نکل جانا۔۔۔۔۔"

"مجھے یہاں آئے کافی دیر ہو چکی ہے۔۔ جلد واپسی کرنا ضروری ہے رکنے کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

منصور کے لاکھ کہنے پہ بھی وہ نہ رُک سکا۔۔ کیونکہ اندر ہی اندر ایک بے چینی سوار ہو رہی تھی۔۔۔ پیچھے وہ اکیلی ہے۔ اگر وہ واقعی بھاگنے کا پروگرام بنا بیٹھی تو کیا؟

منصور نے اسکو اپنا گھوڑا دیا۔۔ جس پہ سوار ہو کر وہ واپس آیا۔۔ مگر ہٹ میں قدم رکھتے ہی خاموشی نے استقبال کیا۔ بیرونی دروازہ لاک نہ پا کر ہی وہ جان گیا کہ اہل وہاں نہیں ہے۔ مگر اندر ہر چیز الٹی پڑی دیکھ کر موڈ انتہائی خراب ہوا۔

وہ بات ناممکنات میں سے تھی کہ اہل اس علاقے میں سے اکیلی نکل پاتی۔۔۔ اسلیے فاز نے بڑے آرام کے ساتھ سارا کچن اور کمرے ٹھیک کئے۔۔۔ اپنے لیے گرما گرم چائے کا کپ بنا کر باہر برستی پھوار کو دیکھ کر پیا۔۔۔ اس دوران وہ اہل کی ہٹ پہ واپسی کا منتظر تھا۔۔ اندھیرا پھیل گیا مگر جب اگلے

تیس چالیس منٹ گزرنے کے بعد بھی اہل واپس نہ آئی تو وہ اسکی تلاش میں اسکے پیروں کے نشان ڈھونڈتا نکل کھڑا ہوا۔

ایک ہاتھ میں ٹارچ لگا پسل دوسرے میں گھوڑے کی لگام تھامے اسکو جنگل میں چلتے پونا گھنٹہ بیت گیا۔۔۔ نسوانی چیخ کی آواز کہیں قریب سے ہی اُنھی تھی۔۔۔ فاز اپنے نام کی پکار پڑنے پر اس آواز کی سمت بھاگ کھڑا ہوا۔

گھوڑے کی لگامیں ہاتھ سے چھوٹ گئیں۔۔۔ درختوں کے تنوں سے بچتا بچتا بھاگتا ہوا وہ ایک مقام پر جھٹکے سے رُکا۔ پھولی ہوئی سانس کے ساتھ گھٹنوں پہ ہاتھ رکھ کر سانس تھوڑا بحال کیا۔۔۔ ٹارچ کی روشنی میں اُس کے بالکل سامنے خوفناک شکل و صورت والا جنگلی درندہ پاگلوں کی طرح اُس کھڈے کے گرد گھوم رہا تھا۔

فاز نے پسل والا ہاتھ آسمان کو اٹھا کر فائر کیا۔

فائر کی آواز سُنتے ہی وہ جانور دھیمّا پڑ گیا۔

مڑ کر پیچھے دیکھا۔

فاز نے ایک اور فائر کیا۔ اس دفعہ وہ جانور دم دبا کر اندھیرے میں گم ہو گیا۔

اگلے پل فاز گڑھے کے اوپر جھکا ہوا تھا۔

"اہل۔۔۔!!۔۔۔"

ٹارچ کی روشنی نے جو منظر اُسکو دیکھایا۔ فاز کے منہ سے اپنے لیے گالیوں کا انبار برآمد ہوا۔۔۔ پسل کا سیفٹی کیچ لگا کر اسکو اپنے بیلٹ میں ٹھونسا۔۔۔ اور خود گڑھے کے اندر اتر گیا۔

ہاتھ سے اندازاً ٹٹول ٹٹول کر وہ امل تک پہنچا۔۔۔ اور اُسکے ٹھنڈے
گیلے وجود کو بڑی احتیاط سے اٹھا کر بانہوں میں بھرا پھر بھی امل کی کراہیں
گو بجھتی رہیں۔

فاز کے پوری توجہ اسی پوائینٹ پہ تھی کہ کسی بھی طرح اُسکا پیر نہ پھسلے
کیونکہ اگر وہ گرتا تو امل کی چونٹوں میں مزید اضافہ ہونے کا خدشہ تھا۔۔۔ جس
سے وقتی طور پہ وہ لاعلم تھا کہ آیا امل کو کوئی گہری چوٹ آئی ہے یا۔۔۔ بچ بچا
ہو گیا ہے۔

دو چار قدم سائیڈ سائیڈ پہ رکھ کر وہ اپنے آپ کو اتنا اونچا لایا کہ جہاں سے
امل کو گڑھے کے کنارے سے باہر بٹھا سکتا۔۔

پہلے امل کو باہر نکالا۔۔۔ پھر خود باہر آیا۔
گھوڑے کے لیے نظر دوڑائی تو اسکو کہیں نہ پایا۔

اُسکے اپنے کپڑے بھی بُری طرح کیچڑ سے بھرے جا چکے تھے۔۔۔ اُس
نے نارنج ایک دفعہ پھر روشن کی اور اسکو امل کے ہاتھ میں دیا۔

"یہاں رُک نہیں سکتے ہیں۔۔۔ رُک بھی جائیں تو میں تمہاری کوئی مدد
نہیں کر سکوں گا۔۔۔ نہ ہی اندازہ لگا سکتا ہوں۔۔۔ کہ تمہیں چوٹ کہاں آئی
ہے۔"

"مجھے ہاتھ مت لگانا۔۔۔"

"اور کوئی راستہ ہے تو بتاؤ۔۔۔؟۔۔۔ خود سے اٹھ کر چل سکتی ہو۔۔۔؟"

"مجھے یہیں پہ مری رہنے دو۔۔۔"

فاز نے مزید کچھ نہیں کہا۔ اُسکو دونوں بازوؤں میں بھرا اور چل پڑا۔
ایک تو جنگل دو سرا گہرا اندھیرا۔ اوپر سے برساتی موسم۔

جیسے ہی ہٹ منظر پہ آیا۔۔۔ فاز نے شکر کا کلمہ پڑھا تھا۔۔۔ مگر اگلے ہی پل منصور کو ہٹ کے باہر کھڑے دیکھ کر قدم تھم گئے۔

کیونکہ منصور اکیلا نہیں تھا۔۔۔ اسکے ساتھ دو لوگ اور تھے۔

فاز وہیں رُک گیا۔۔۔ سیٹی بجا کر منصور کی توجہ حاصل کی۔۔۔ منصور نے مارچ کی روشنی کی جانب نظر ضرور اٹھائی مگر وہ کچھ دیکھ اسلئے نہ پایا کیونکہ صرف فاز کا سر نظر آیا تھا۔۔۔ باقی وجود جھاڑی کے پیچھے چھپا تھا۔

منصور اسکے کہے بغیر اشارہ سمجھ گیا۔۔۔ جب وہ دوسرے دو آدمیوں کو لیکر ہٹ کے پچھلی جانب بڑھ گیا تو فاز مضبوط قدم اٹھاتا آگے بڑھ آیا۔

ہٹ کے اندر داخل ہونے پہ ظاہر ہوا کہ منصور کی زوجہ بھی موجود تھیں۔۔۔ فاز کو اُس عورت کی وہاں پہ موجودگی اپنے لیے غیبی امداد ہی لگی تھی۔

جو پہلے تو منہ چھپا کر بیٹھی ہوئی تھی۔۔۔ مگر فاز کی حالت اور پھر اسکی بانہوں میں مٹی سے ڈھنپے وجود کو دیکھ کر حیرت سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"یا اللہ خیر۔۔۔"

وہ رُک کے بغیر کمرے میں داخل ہو گیا۔ اور امل کو بڑی احتیاط سے بیڈ پہ رکھا۔ مگر امل کا وجود بُری طرح سے کانپ رہا تھا۔

وہ خاتون فاز کے پیچھے ہی اندر آئی تھیں۔

"بہن جی پلینز اسکا لباس تبدیل کروادیں۔۔۔ میں ڈاکٹر کا انتظام کرتا ہوں۔۔۔ مجھے لگتا ہے اسکی ہڈی وغیرہ ٹوٹی ہے۔۔۔ ورنہ یہ اتنی تکلیف میں نہ ہوتی۔"

"اسکو کیا ہوا ہے۔۔۔؟ یہ مٹی میں لت پت کیوں ہے؟۔۔۔ اور

ساری بھیگی ہوئی ہے۔۔۔؟"

"جنگل میں کھو گئی تھی۔ بھیڑ یاد دیکھ کر بھاگی اور کھائی میں گری ہے۔"
 "اُف اللہ یہ جنگل میں کیا لینے گئی تھی۔۔۔؟ کیا اسکو خبر نہیں تھی کہ
 یہاں تو دن دھاڑے بھیڑیا ہمارے پالتو جانور اٹھا کر لے جاتا ہے۔ جنگل تو بہت
 خطرناک ہے۔"

"بس غلطی ہو گئی ہے۔۔۔ میں اسکو اکیلا چھوڑ کر گاؤں چلا گیا تھا۔۔۔ اسی
 لیے یہ سب ہو گیا۔۔۔ آپ پلیز اسکو دیکھ لیں۔۔۔ میں ڈاکٹر لانے کی کوشش
 کرتا ہوں۔"

"فکر نہ کرو۔۔۔ میں دیکھ لیتی ہوں۔۔۔ ویسے بھی مجھے منصور نے تم
 دونوں کے بارے میں سب بتایا ہے۔۔۔ اس وقت ڈاکٹر کہیں نہیں ملنے والا
 ہے۔۔۔ میرا باتم لوگوں کا نکاح کروانے آیا ہے۔۔۔ منصور نے اسکو کہا ہے
 کہ تم دونوں پہلے سے شادی شدہ ہو۔۔۔ بس شوق کے طور پہ دوبارہ نکاح کر
 رہے ہو۔۔۔ تم مجھے اسکے کپڑے دو۔۔۔ اسکا نام کیا ہے؟"
 "اے۔۔۔"

فاز کو حکم صادر کرنے کے بعد وہ امل سے مخاطب ہوئیں۔
 "امل بہن۔۔۔ ہمت کرو۔۔۔ آنکھیں کھولو۔۔۔ اور مجھے بتاؤ کہاں درد
 ہے۔۔۔ میں یہاں گاؤں کی آدھی لیڈی ڈاکٹر ہوں۔۔۔ گاؤں کے آدھے
 سے زیادہ زچہ بچہ کے کیس میں ہی دیکھتی ہوں۔۔۔ میں تمہاری گیلی جرسی
 اتارنے لگی ہوں۔۔۔ مجھے بتانا کہاں درد محسوس کر رہی ہو۔۔۔"
 "فاز نے ایک نظر امل پہ ڈالی جو آنکھیں موندھے بے سدھ پڑی ہوئی
 تھی۔"

وہ باہر نکل آیا۔۔۔ بیگ میں سے ڈھونڈ کر ایک شرٹ اور اپنا ڈھیلا سا پجاما اندر دے دیا۔۔۔ اسکے بعد اپنا دوسرا شلوار سوٹ نکال کر شاور لیکر تبدیل کیا۔

بالوں میں تولیہ۔۔۔ مارتا سیدھا کمرے کی جانب ہی آیا۔۔۔ منصور کی بیوی نے وہیں دروازے پہ ہی روک دیا۔

"بھائی تم ابھی اندر مت آؤ۔۔۔ اُس بیچاری کی الٹی سائیڈ کانٹوں سے بھری ہوئی تھی۔۔۔ بہت زیادہ تکلیف میں ہے۔۔۔ بڑی مشکل سے میں نے ایک ایک کر کے سارے کانٹے نکالے ہیں۔۔۔ اتنے اتنے موٹے اور دودو پور لمبے کانٹے۔۔۔ جیسے سو سے زائد سوئیاں چبھوئی گئی ہوں۔۔۔ اوپر سے اُسکے پاؤں کو ماؤچ آئی ہے۔۔۔ سارا سو جھا ہوا ہے۔۔۔ ماتھے پہ کوئی پتھر لگا ہے۔۔۔ خون بہہ کر جم گیا ہوا ہے۔ کیا گھر پہ ڈیٹول یا کوئی سپیرٹ ہے؟ درد کی کوئی گولی وغیرہ؟"

ایک دو سیکنڈ تک تو وہ اُن خاتون کی شکل ہی دیکھتا رہا۔۔۔ پھر ہوش آیا۔۔۔
توفر فر بولا۔

"ہاں ہاں۔۔۔ فرسٹ ایڈ باکس رکھا ہوا ہے۔۔۔ ٹینشن کا ٹیکا بھی موجود ہے۔۔۔ میں لا دیتا ہوں۔"

"لادو۔۔۔ تب تک میں اسکو لباس پہنا دوں۔۔۔ پھر تم اندر آ سکتے ہو۔۔۔"

وہ کچن میں فرسٹ ایڈ باکس لینے آیا تو منصور کو برتنوں کے ساتھ کھٹ پٹ کرتے پایا۔۔۔ منصور اسکو دیکھتے ہی بولا۔۔۔

"پناتیری خیر نہیں ہے۔ میری بیوی حکم دیکر گئی ہے کہ جلدی جلدی
کچھ پکاؤں۔ یعنی ویسے کی روٹی بھی میں ہی بناؤں۔"

"تم رہنے دو۔۔۔ فرج میں مچھلی پڑی ہے۔۔۔ میں فرائی کر لیتا ہوں
۔۔۔ تمہارے ساتھ آئے مہمان کہاں گئے۔۔۔"

"انکو میں نے واپس بھیج دیا ہے۔۔۔ کل آجائیں گے۔۔۔ اس وقت
بجانب بھی کو ہوش ہی نہیں ہے بیچاری نکاح کیسے کرے گی۔ کس قدر احمق انسان
ہو۔۔۔ اسکو اکیلا چھوڑ کر کیوں گئے۔۔۔"

فاز نے کچھ بھی کہے بغیر فرسٹ ایڈ باکس نکالا۔۔۔ اور جا کر کمرے کے
دروازے پہ دستک دی۔

دوسرے بل دروازہ کھلا۔۔۔ باکس لے لیا گیا ساتھ ہی اگلا حکم دیا۔
"ایک بالٹی میں گرم پانی ڈال کر لاؤ۔۔۔ ساتھ میں ایک عدد صاف تولیہ
۔۔۔ صابن بھی دینا۔۔۔"

اُس نے حکم کی بجا آوری کی مگر دل میں غصہ بھی آرہا تھا کہ کاش اس
عورت کو اپنی من مانی کرنے کی اتنی لت نہ ہوتی۔۔۔ تو کم از کم خود کو اتنی
تکلیف میں نہ دھکیلتی۔۔۔ راستے کا علم نہیں اور چل پڑی منہ اٹھا کر۔۔۔ اگر یہ
میاں بیوی ادھر نہ آتے تو میں اسکا کیا کرتا؟

آدھے گھنٹے بعد منصور کی بیوی نے اسکو کمرے میں آنے دیا۔
"اسکو اٹھاؤ۔۔۔ تاکہ میں بستر بدلوں۔۔۔ چادر گیلی ہو گئی ہے۔۔۔"
فاز نے خاموشی سے عمل کر دیا۔

مگر فرق واضح تھا۔۔۔ امل کا وجود مٹی گند سے صاف ہو چکا تھا۔۔۔ بال بھی دھوئے گئے تھے۔ اسکے وجود سے اٹھنے والی بدبو کی جگہ صابن اور شیمپو کے سینٹ نے لے لی تھی۔

امل ہوش میں تھی۔ مگر اس۔۔۔ نہ ہی فاز کے چہرے کی جانب دیکھا۔۔۔ نہ بات کی۔۔۔ البتہ فاز نے اسکو اچھے سے پڑھا تھا۔۔۔ ایک آنکھ تقریباً کالی ہو رہی تھی۔۔۔ ہونٹ بھی کٹا ہوا تھا۔

"تمہاری خاموشی سے یہی اندازہ ہو رہا ہے کہ دماغ ٹھکانے لگ گیا ہے۔"
"مسرت آیا۔۔۔ اس شخص کو بولیں یہاں سے چلا جائے۔۔۔ مجھے اسکی شکل سے نفرت ہو گئی ہے۔"

"نہ نہ نفرت ابھی نہیں ہوئی ہے۔۔۔۔۔ یہ مرض تمہیں پیدا نئی طور پہ لاحق ہے۔۔۔"

مسرت آپا کمرے میں موجود نہیں تھی۔۔۔ چادر لینے چلی گئی تھی۔۔۔ اسی بات کا فائدہ اٹھاتے وہ بولا۔۔۔

"تم مکمل طور پر میرے پہ انحصار کر رہی ہو۔۔۔ اب تو باادب ہو جاؤ۔۔۔ مولوی صاحب صبح پہلی کرن کے ساتھ نازل ہوں گے۔"

"کیا خبر تمہارے مولوی سے پہلے میرے فرشتے آجائیں۔۔۔"

"امل ڈیئر سی جل گئی ہے۔۔۔ پر بل نہیں گئے۔"

"ایک بات یاد رکھنا فاز اور نگزیب۔۔۔ تم بہت پچھتاؤ گے۔۔۔ امل جہانگیر اتنی ارزاں نہیں ہے۔۔۔ آج وقت تمہارے ساتھ ہے۔۔۔ اور وقت سدا ایک سا نہیں رہتا۔۔۔"

امل کے آنسو فاز کے سینے پہ دامن کو بھگو گئے تھے۔

"مجھے امل جہانگیر کے امل فاز ہونے کا انتظار ہے۔۔۔ پھر بات ہوگی

۔۔۔ ابھی آرام کرو۔۔۔"

مسرت نے کمرے میں آکر اُسکو گھورتی نظروں سے دیکھا۔۔۔ اور بولی۔
"اصولی طور پر شادی سے پہلے تمہارا اس طرح سے امل کے پاس آنا اور
بات کرنا بالکل غلط ہے۔۔۔ مگر امل اٹھ نہیں سکتی تھی۔۔۔ میں اسکو اٹھا نہیں
سکتی تھی۔۔۔ مجبوری میں تمہیں آواز دی ہے۔۔۔ لو بجھ گئی چادر۔۔۔ اسکو
یہاں لٹا دو۔۔۔"

"جو حکم آپاجی۔۔۔"

اب وہ یہ تو بتانے سے رہا کہ میں کل یہیں اس کے پہلو میں سویا ہوا تھا۔
مزید نظر ڈالے بغیر باہر آگیا۔۔۔ منصور نہ صرف مچھلی فرائی کر چکا تھا
۔۔۔ بلکہ ساتھ میں چاول بھی بنا لیے تھے۔

مسرت آپا۔۔۔ امل کے لیے کھانا لے گئیں۔۔۔ فاز کے اصرار پہ ساتھ
اپنا بھی نکال لیا۔۔۔ جبکہ فاز اور منصور نے باہر لی وی کے سامنے بیٹھ کر کھایا۔
اب آگے کیا کرنا ہے۔۔۔؟"

منصور کے سوال پہ اُس نے پانی کا بڑا سا گھونٹ اندر ڈالتے ہوئے کہا۔

"شادی کرنی ہے اور کیا کرنا ہے۔"

"جبکہ امل بہن اس حالت میں ہے۔۔۔؟"

"اسکی حالت پہ نہ جاؤ۔۔۔ زبان ابھی تک ویسی ہی ہے۔۔۔"

"کیا تمہیں کوئی لڑکی نہیں ملنی جو اس کے ساتھ زبردستی کرنے پہ تملے ہو

۔۔۔؟"

"انتہائی احمقانہ سوال ہے۔۔۔ لڑکیاں اس وقت بھی موجود ہیں۔۔۔ بہت سی یہ سُن کر روئیں گی کہ فاز کی دلہن اُن کی بجائے امل بن گئی۔۔۔ اور لڑکیاں کل بھی یہیں ہوں گی۔۔۔ جب یہ میری بیوی کی حیثیت سے جانی جائے گی۔"

"تو کیا اسکے ساتھ کوئی ضد ہے؟۔۔۔ کس بات کا بدلہ ہے۔۔۔؟"

"کیا تمہارے خیال میں فاز کوئی ایسا گنہگار شخص ہے جسکی سنگت کسی کو اسکے بُرے اعمال کی سزا کے طور پہ دان کی جائے گی۔۔۔؟"

"پیارے یہ امل کے نصیب کی بلندی ہے۔۔۔ جو میں اسکے مقدر کا ستارہ ٹھہرا ہوں۔۔۔ مجھے کسی کے وعدے کا پاس نہ ہوتا تو اتنا اچھا میں بھی نہیں ہوں کہ اتنی فرما برداری سے سر جھکا جاتا۔۔۔ تم نہیں سمجھو گے۔"

"تم دونوں سمجھنے سمجھانے کا کام بعد میں کر لینا۔۔۔ ابھی میری بات سُن لو۔۔۔"

مسرت کی آواز پہ دونوں مڑے جو بیرونی دروازے کے بیچ و بیچ کھڑی ان دونوں سے مخاطب تھی۔۔۔ دونوں مردوں کی توجہ حاصل کر لینے کے بعد وہ گویا ہوئیں۔

"امل کے پاؤں میں موج نہیں آئی ہے۔۔۔ میرا تجربہ کہتا ہے اندر سے جلد پھٹی ہے۔۔۔ پھر بھی اپنی تسلی کے لیے میں اسکو اپنے ساتھ گھر لیکر جانا چاہتی ہوں۔۔۔ گاؤں میں بڑیاں جڑھانے والا بزرگ ہے۔ ایک دفعہ اسکو نجی دکھالوں گی۔۔۔ دونوں صورتوں میں امل کم از کم دو ہفتے چلنے پھرنے سے دور ہی رہے گی۔۔۔ یہاں پہ کھانے کا مسئلہ ہو گا۔۔۔ پھر اسکو واش روم وغیرہ

لیکر جانا۔۔۔ اسلیے بہتر یہی ہے کہ وہ میرے گھر رہے۔۔۔ وہاں میں اسکا خیال اچھے سے رکھ سکوں گی۔۔۔ ابھی اسکو بخار ہو گیا ہے۔۔۔ پر میں نے دوا وغیرہ دے دی ہے۔"

"آپ جی۔۔۔ یہ جو خاتون کو ساتھ لیکر جانے کی بات کر رہی ہیں۔۔۔ یہ ممکن نہیں ہے۔۔۔ بالکل بھی اجازت نہیں دے سکتا ہوں۔۔۔ یہ مت سمجھے گا آپ یہ بے اعتباری ہے یا ایسا کچھ بھی۔۔۔ یہ وہیں رہے گی جہاں میں ہوں گا۔۔۔ کم از کم جب تک یہ میرے نکاح میں نہیں آتی ہے۔"

"فاز بھائی تم عجیب باتیں کر رہے ہو۔۔۔ تم وہ حق اب استعمال کر رہے ہو۔۔۔ جو اہل کے شوہر کی حیثیت سے تمہیں ملنا ہے۔۔۔ حالانکہ وہ تم سے شادی پہ راضی نہیں لگتی ہے۔"

"شادی اُس کی مجھ ہی سے ہونی ہے۔۔۔ اب وہ راضی خوشی زہر پی لے یا زبردستی پیے یہ اسکی مرضی ہے۔۔۔ آپ پلیز مجھے منانے میں اپنی انرجی ضائع نہ کریں۔۔۔ وہ خود ہاں کرے گی۔"

مسرت اور منصور ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے۔
پھر وہی ہوا جو فاز نے کہا تھا۔

مسرت اُس رات وہیں رُکی تھیں۔ جبکہ منصور واپس چلا گیا اور اگلے روز پھر سے نکاح خوان اور گواہان کے ساتھ آ موجود ہوا۔

اہل کے پاؤں کی سوجن رات بھر میں ڈبل ہو گئی تھی۔ جسکی وجہ سے بخار بھی تیز رہا۔۔۔ مگر وہ مصلحت اختیار کر چکی تھی۔۔۔ رات کی تاریکی میں جھینگو کی آوازیں سُنتے اور اپنے جسم سے اُٹھتی درد کی ٹیسوں کے دوران اُس نے خود کو یہ بات باور کروائی کہ اگر یہاں سے نکل کر دوبارہ ماں باپ کی شکل

دیکھنی ہے تو وقتی طور پر گدھے کو باپ بنانے میں کیا جائے گا۔۔۔؟۔۔۔ نکاح کا کیا ہے؟ یہاں سے نکلتے ہی وہ طلاق حاصل کر لے گی۔۔۔ ایک دفعہ مسرت کے گاؤں پہنچ جائے وہاں سے ابی کو اطلاع کرنے کی کوئی سہیل کرے گی۔۔۔ وہ اس زندان میں زیادہ وقت نہیں رہ سکتی تھی۔

☆☆☆☆☆☆

فاز اپنی پہلی فتح پہ خوش تھا۔۔۔ دن کے گیارہ بجے دونوں کا نکاح عمل میں آچکا تھا۔۔۔ مسرت بہن نے میٹھے چاول اور بریانی بنائی۔۔۔ سب کو مبارک کے چاول کھلائے اور منصور کے ساتھ ہی واپس چلی گئیں تاکہ امل کے گاؤں آنے سے پہلے وہ جا کر گھر پر اس کے لیے کمرہ وغیرہ تیار کر لیں۔۔۔ البتہ فاز سے وعدہ لیکر گئی تھیں کہ وہ شام تک امل کو مسرت کی جانب چھوڑ آئے گا۔

مہمانوں کے جانے کے بعد وہ اندر آیا اور امل کے بیڈ پہ اس کے بالکل سامنے بڑے ریلیکس موڈ میں لیٹ کر اس کو دیکھنے لگا۔
دونوں ہاتھ سر کے پیچھے باندھ کر تکیہ بنایا۔
امل نے ایک اچھٹتی سی نظر اُس پہ ڈالی اور چہرے کا رخ موڑ لیا۔
"نظر پھیر لینے سے نصیب تو نہیں بدل جانا۔ اب تو یہ منحوس صورت عمر بھر کے لیے پلو سے بندھ گئی ہے۔۔۔ جتنا زیادہ دیکھو گی۔۔۔ اتنی جلدی مانوسیت بڑھے گی۔۔۔ اگلا قدم پیار ہو گا۔۔۔ پیپی ایور آفٹر۔۔۔"
امل نے چہرے پہ مصنوعی مسکراہٹ سجائی اور بولی۔

"تم جو چاہتے تھے۔۔۔ پورا ہو گیا۔۔۔ کیا اب ہم گھر واپس جاسکتے ہیں؟"

فاز نے قہقہہ مارا۔

"اٹل ویری سمارٹ۔۔۔ اس کے نمبر تمہیں پورے کے پورے ملیں گے۔ اداکاری میں جھول نہیں ہے۔ ٹائمنگ میں جھول ہے۔ اسلیے تمہاری قربانی بھی رائیگاں جانی ہے۔ کاش تم میری چاہت ہو تیں۔ مگر تم میری ذمہ داری ہو۔۔۔ اور ذمہ داری صرف لی نہیں جاتی نبھائی جاتی ہے۔ میری اب تک کی زندگی سے تمہیں میرے بارے میں اتنا تو علم ہو چکا ہو گا کہ میں اپنی ذمہ داریوں کو کس قدر سنجیدگی سے لینے والا شخص ہوں۔ اب اگر مصلحت کی یا اپنی جانب سے چالاکی کی چادر اوڑھ کر میرے نکاح میں آئی ہو۔ تو میری بیوی بنو۔ کیونکہ تمہیں خالی منکوحہ نہیں رکھوں گا۔ اور دل سے یہ خیال بھی نکال دو کہ یہاں سے جا کر مجھ سے علیحدگی اختیار کر لو گی۔ ہمارے خاندان میں آج تک کوئی طلاق نہیں ہوئی ہے۔ آگے بھی نہیں ہو گی۔"

"میرے سامنے خاندان کا نام مت لینا۔ اور اگر اتنا ہی خاندان کا دم بھرنا ہے تو مجھے بتاؤ۔۔۔ خاندان کے کس فرد نے لڑکی کو یوں اغواء کر کے زبردستی نکاح پڑھوایا۔"

"خاندان میں پہلے کسی لڑکی نے اپنی اوقات سے باہر کے خواب بھی تو نہیں دیکھے ہیں۔"

اٹل نے سپاٹ نظروں سے فاز کی آنکھوں میں دیکھا۔

"کس خواب کی بات کر رہے ہو؟"

"تم بہت اچھے سے جانتی ہو۔۔۔ کس خواب کی بات کر رہا ہوں۔"

"کیا تم نے اپنی زندگی کا ہر کام میری اجازت سے سرانجام دیا تھا۔ فاز اور نگزیب جو میری زندگی کے معاملات میں یوں مداخلت کی ہے۔۔؟ تمہارا میری زندگی اور خوابوں سے کیا لین دین بنتا تھا؟"

"تو نکاح اور کس لیے کیا ہے۔ یہی اختیار پانے کے لیے ہی تو ساری کوشش کی ہے۔ مجھے تو یقین تھا۔ اتنی آسانی سے نکاح نہیں کرو گی۔ ہاں بھاگنے کی کوشش تم نے کی جو کہ حد سے سواناکام ہوئی ہے۔ مگر اسکے باوجود مجھے ایک فیصد بھی اُمید نہ تھی کہ تم بغیر کوئی احتجاج کئے چپ چاپ مجھ سے شادی کر لو گی۔"

سچائی نے شاید پہلی دفعہ اٹل کو جھٹکا لگایا۔ وہ جو اپنی جانب سے فاز کو چکمہ دینے کا سوچے ہوئے تھی۔ چونک گئی۔ سنگین غلطی کا احساس جاگا۔۔۔ کانوں میں سائیں سائیں ہونے لگی۔۔۔ جیسے شریانوں میں خون اُبلنے لگا ہو۔۔۔ خشک ہوتے ہونٹوں پہ زبان پھیرتے ہوئے بے یقین آواز میں بولی۔

"یقیناً تم مذاق کر رہے ہو۔"

وہ فاز کو دیکھ رہی تھی۔۔۔ جو حد سے زیادہ سنجیدہ دکھا۔

"میری ماں کے منہ سے میں نے سنا تھا۔ ایک دفعہ بھا بھیسوں سے کہہ رہی تھی۔ اٹل تو میرے فاز کی دلہن بنے گی۔ میں نے سنا تو ہنسی آئی۔ میرے چچا کی الٹرا ماڈرن بیٹی جو مجھے دیکھ کر یوں منہ پھیرتی ہے جیسے بڑی ناپسندیدہ ہستی کو دیکھ لیا ہو۔ جو سرِ عام مجھ سے نفرت کا اظہار کرتی ہے۔ ماں اسکو میرے حوالے سے کن نظروں سے دیکھ رہی ہے۔ پر آج ثابت کیا ہوا ہے؟ یہی کہ ماں ٹھیک تھی۔"

"آج مجھے یقین ہو گیا ہے۔ ماں باپ بھی ولی ہی ہوتے ہیں۔ ماں کے منہ سے نکلی آج کب اور کیسے پوری ہوئی ہے۔ مان گیا ہوں۔"

"تم اتنا نہیں کرو گے۔ ہم کوئی میاں بیوی نہیں کھیل رہے۔ تم نے کہا تھا نکاح کیے بغیر نہیں جانے دو گے۔ نکاح ہو گیا۔ اب تم مجھے واپس میرے گھر چھوڑو گے۔"

"ایسا کیوں کر کروں گا؟ کون پاگل آدمی شادی اس لیے کرتا ہے کہ شادی کر کے گھر بسانے کی بجائے بیوی کو اسکے میکے بھیج دے؟"

"کیونکہ کوئی بھی ذی شعور مرد ایک ایسی لڑکی کو بیوی نہیں بناتا جو اسکو ناپسند کرتی ہو۔"

فاز نے قہقہہ لگایا۔

"تمہیں بہت جلدی خیال نہیں آگیا ہے؟ نکاح نامہ کل تک مل جائے گا۔ اور مجھے تمہاری ناپسندیدگی کا علم ہوتے ہوئے ہی میں نے اپنی مرضی بتائی تھی۔ مجھے تمہاری ناپسندیدگی سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یو آر فٹ اینڈ، سیلتھی ٹو فل فیل دارول آف مائے وائف۔ بس یہی بہت ہے۔ آگے میں خود دیکھ لوں گا۔"

"تمہیں شاید علم نہیں ہے۔۔۔ مگر میرا ایک بوائے فرینڈ بھی ہے۔"

"ایک اور گیم۔۔۔ مگر پہلے مجھے فقط اتنا بتا دو۔۔۔ بوائے فرینڈ کے مطلب سے بھی واقف ہو یا بس ضد میں مجھے خود سے دور رکھنے کے لیے کوئی بھی کچھ بھی بولتے جانا ہے؟"

اٹل نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے چیلنج کیا۔

"میں اسکو بوائے فرینڈ اس لیے کہہ رہی ہوں۔ کیونکہ میرے اسکے

ساتھ جنسی تعلقات ہیں۔"

"چلو یہ تو اور بھی اچھی بات ہو گئی۔۔۔ اب کم از کم تم یہ نہیں کہہ سکو گی کہ میں نے تمہارے ساتھ کسی قسم کی زیادتی کی ہے۔ بلکہ میں تو نادانستگی میں تمہارے ساتھ بہت بڑی نیکی کر گیا ہوں۔ اپنے ناجائز تعلق کو چھپانے کے لیے تمہیں اپنے ماں باپ کے سامنے شرمندہ نہیں ہونا پڑے گا۔"

اٹل کا چہرہ غصے سے جلنے لگا۔

"گیٹ آؤٹ آف مائے سائیٹ۔ ابھی کے ابھی یہاں سے دفعہ ہو جاؤ۔"

"آؤچ۔۔۔ لگتا ہے میری بات دل پہ جا کر لگی ہے۔۔۔ مانتا ہوں ایک حد تک میں فرمانبردار انسان ہوں۔ مگر تمہاری بد قسمتی یہ ہے کہ میں صرف مار باپ کا فرمانبردار ہوں۔ بیوی کے ساتھ تو ایک ہاتھ سے دو ایک ہاتھ سے لووا تعلق ہو گا۔ کیا کہتی ہو۔ اپنے ایکس بوائے فرینڈ کو فون کرنا پسند کرو گی۔ تاکہ وہ تمہیں شادی کی مبارکباد دے سکے۔"

"ہماری شادی نہیں ہوئی ہے۔"

"پاگل نے کب مانا ہے کہ وہ پاگل ہے۔ پر آج مان لو۔ باہر چھو ہار۔ بانٹے گئے تھے۔ جتنے بھی دو چار لوگ شامل تھے منہ میٹھا کر کے گئے ہر اس لیے میری زخمی ٹوٹی پھوٹی سی بیگم صاحبہ ٹیکنیکل وی آر آن آور۔۔۔"

مون۔"

"ابی کو تم پہ اتنا اعتبار تھا۔۔۔ تم نے انکے اعتماد کا یہ صلہ دیا ہے؟"

صدمہ برداشت نہیں کر پائیں گے۔۔۔ ابھی بھی وقت ہے۔۔۔ باز آ جاؤ

"وہ مجھے پسند کرتے ہیں۔۔۔ ہاں وقتی طور پہ ناراض ہوں گے کہ اُنکو شادی میں شریک کیوں نہ کیا۔ پر بعد میں تمہارے بوائے فرینڈ کا سُن کر ٹھیک ہو جائیں گے۔ بلکہ عمر بھر میرا احسان مانیں گے۔"

اُم نے اپنا ٹھیک والا پیر بیڈ سے نیچے اُتارا۔ اپنی ساری توانائی سرف کر کے دوسرے پیر کو نیچے کرنا چاہا تو درد کی ٹیس سے چیخ نکل گئی۔
فازا اپنی جگہ سے اُٹھا۔۔۔ کمرے سے چلا گیا۔۔۔

اُم نے شکر کا سانس لیتے ہوئے پیر واپس بستر میں رکھے ابھی سر تکیے پہ رکھا ہی تھا کہ وہ واپس آ گیا۔۔۔

ہاتھوں میں ٹی وی اُٹھایا ہوا تھا۔۔۔ جسے بیڈ کے دوسرے کونے پہ رکھنے کے بعد جا کر میز لایا۔۔۔ اور اسکے بعد سیٹ کیا۔

دس منٹ بعد ڈی وی ڈی پلیئر پر مووی لگا کر خود دونوں ریمورٹ ہاتھ میں لیے اب کے بالکل اُم کے پہلو میں بیٹھ گیا۔

"کیا یاد کرو گی۔۔۔ تمہارے لیے انٹر ٹینمنٹ کا سامان کیا ہے۔"
اُس نے پورے استحقاق کے ساتھ اُم کے کندھے پہ بازو ڈال کر اسکا سر اپنے سینے پہ رکھا۔

اُم نے اسکا ہاتھ جھٹکنا چاہا اُس نے دوسرے ہاتھ سے ریمورٹ رکھ کر سکے ہاتھ اپنی گرفت میں کئے۔

"کیوں بچوں والی حرکتیں کر رہی ہو۔"

"میرے قریب سے اُٹھ جاؤ۔۔۔ مجھے تم سے شدید نفرت ہے۔"

"تو عادی ہونے کی کوشش کرو۔"

"مجھے مسرت کے گاؤں چھوڑ آؤ۔"

"کیوں؟"

اُس نے جواب دینے کی بجائے فاز کے بازو پہ کاٹ لیا۔ مگر اسکی گرفت ڈھیلی نہیں ہوئی۔

"کیا تمہاری غیرت مر گئی ہے؟ یا سرے سے موجود ہی نہیں ہے؟ میں تم سے مسلسل نفرت کا اظہار کر رہی ہوں۔ اور تم پہ کوئی اثر ہی نہیں ہوتا۔"

"اثر اس لیے نہیں ہوتا۔ میری ٹوٹی پھوٹی سی زوجہ صاحبہ کہ تمہاری نفرت میں اتنا دم نہیں ہے کہ وہ مجھے تم سے دور کر دے۔ اسی لیے میرا مشورہ مانو اور مزید دل جمی سے نفرت کرو۔ ہو سکتا ہے اگر صدقِ دل سے تم مجھے سلگھتی نظروں سے دیکھو تو میں واقعی میں جل کر بھسم ہو جاؤں۔"

"تم جیسے دو غلے لوگوں کو کچھ نہیں ہوتا۔ آستین کے سانپ۔۔۔ تم پہ اللہ کی مار پڑے گی۔"

"اللہ کی مار یو نہی نہیں پڑتی۔ اللہ والے کہتے ہیں۔ کوئی کیسی بھی بد دعا دے۔۔۔ اچھے لوگوں کے خلاف کی گئی بد دعا قبول ہی نہیں ہوتی ہے۔۔۔ اور خاص کر وہ دعا جو نفرت سے بھرا دل کسی محبت والے کے حق میں کرے۔ عرش تک پہنچ ہی نہیں پاتی۔"

"بدنیت و بد عمل انسان اپنا منہ دیکھو اور اپنے دعوے دیکھو۔۔۔"

"ایک بات جان لو امل بیگم۔ تمہارا شوہر سر پھر اضرور ہے۔ مگر بدنیت نہیں ہے۔ پورے خلوصِ دل سے تمہارے ساتھ کلمے پڑھے ہیں۔ اور بد عمل تو ہر گز بھی نہیں ہوں۔ خاص کر تمہارے معاملے میں۔ تو بالکل بھی نہیں۔ کسی قسم کی بد عملی کی گنجائش ختم کرنے کے لیے ہی تو تمہیں اس پھٹپھیر حالت میں بھی قبول کر لیا ہے۔ ذرا سوچو میرے چچا کا کتنا فائدہ ہوا ہے۔ پھر

حدیث پاک بھی ہے۔۔ کہ بہترین نکاح ہے۔ جس پہ خرچ کم سے کم آئے۔
یہاں تو صرف دو چار ہزار لگے اور شادی ہو گئی۔ دوسری صورت میں تو دونوں
پاڑیاں اُجڑ جاتیں۔ تو بیگم ہوش کے ناخن لو اور اپنے اس دور اندیش شوہر کی
قدر کرنا سیکھ جاؤ۔ دنیا و آخرت میں بھلائی ہی بھلائی۔"

"ایک دفعہ بھی مزید اگر تم نے اپنے لیے میرے شوہر کا لفظ استعمال کیا
۔ یا مجھے اپنی بیوی بولا۔۔ تو میں قے کر دوں گی میرا دل خراب ہو رہا ہے۔"
"نہیں۔۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ڈرامے اور فلموں نے اتنا تو سیکھا دیا
ہے۔ کہ شادی شدہ خواتین کا دل کب اور کس موقع پر خراب ہوتا ہے۔ اور
ایسا شادی کے ایک گھنٹے بعد ہر گز نہیں ہوتا۔ تین چار ماہ بعد ہیروین یہ
خوشخبری دیتی ہے۔ وہ بھی انتہائی شرماتے ہوئے۔ لجاتے ہوئے۔ تمہاری
طرح منہ پھاڑ کر حقارت سے نہیں کہہ دیتی۔ محبت کا اظہار مت کرنا میرا دل
خراب ہو رہا ہے۔ مجھے قے آرہی ہے۔ اور ویسے بھی ابھی تک ایسی کوئی
سائنس ایجاد نہیں ہوئی ہے کہ میاں نے بیوی کے فقط کندھے پہ ہاتھ رکھا ہو
۔ اور نئی دنیا کی آمد کی خوشخبری مل جائے۔"

وہ ٹیلی ویژن کی سکرین پہ نظریں جمائے ایک سانس میں بولتا چلا گیا۔ اور
اٹل حیرت سے کھلا منہ لیکرا اسکی شکل دیکھے چلی گئی۔
جس پہ وہ ایک پل کوئی وی سے نظر ہٹا کر بولا۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو۔ کیا میرے سینک نکل آئے ہیں؟"

"کیا چاہتے ہو۔۔؟ میرے ابا کے حصے کی جائیداد۔۔؟"

"واہ کیا دور کی کوڑی لائی ہو۔ ویسے پوچھ تو ایسے رہی ہو جیسے ابھی ہاں
کر دوں تو تم کھڑے کھڑے دان کر دو گی۔"

"تم اپنا مطالبہ بتاؤ۔ اپنی آزادی کے لیے ہر مطالبہ پورا کرنے کو تیار ہوں۔ جو مجھے اس قید سے آزاد کر دے۔"

"سوچ سمجھ کر بولو۔۔۔ کہیں پھر سے اپنے ہی بول کے وزن تلے نہ دھنس جانا۔"

"میں سوچ سمجھ کر ہی بول رہی ہوں۔۔۔ اپنی قیمت بتاؤ۔"

وہ تھوڑی دیر تک خاموشی سے سکریں کو ہی دیکھتا رہا۔ جبرے کی ہڈی میں حرکت ہوتی رہی۔ امل کی نظریں اسی پہ سوالیہ انداز میں جمی ہوئی تھیں۔ جب اُس نے یک دم اپنا رخ امل کی جانب کیا۔ اور ایک دم سنجیدہ تاثرات کے ساتھ امل کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے مضبوط لہجے میں بولا۔

"محبت۔۔"

امل نا سمجھی سے بولی۔

"کیا محبت۔۔؟"

وہ اسی انداز میں گویا ہوا۔

"میرا مطالبہ۔۔۔"

"کیا مطلب۔۔؟"

"کوئی پہلی تو نہیں پوچھ رہا ہوں۔ جس کا مطلب بتاؤں۔ اور محبت کا کیا مطلب ہوتا ہے۔؟ وہی میرا مطلب ہے۔"

"میں نے تم سے تمہاری قیمت پوچھی ہے فاز اور نگزیب۔۔۔ مجھے وہ بتاؤ۔"

"امل فاز کیا میں تمہیں اتنا سستا شخص معلوم ہوتا ہوں۔ جسکو چند لاکھ یا کروڑ میں تول کر اپنا من چاہا مقصد حاصل کر لوگی۔۔۔؟ میں بڑا مہنگا پڑنے والا

ہوں۔ کیونکہ میں تمہیں تب ہی آزاد کروں گا۔ جب تمہاری آنکھوں میں میری تصویر ہوگی اور تمہاری گود میں میری کاربن کاپی ہوگی۔ اس سے کم پہ سودہ نہیں ہوگا۔"

فاز کی بات پہ امل کا چہرہ غصے و جذبات سے ایک دفعہ پھر لال پیلا ہو گیا۔
"تم سے محبت تو وہ کرے جس کے نہ صرف نصیب بلکہ دیدے بھی پھوٹے ہوں۔ اور تمہارے بچے پیدا کرنے سے پہلے میں اپنی جان دینا پسند کروں گی بے حیا انسان۔"

"پھر جلد از جلد خود کشی کر لو۔ کیونکہ یہ سب ہونے والا ہے۔ چاہے تم راضی خوشی میرے ساتھ رہو۔ یا روتے دھوتے وقت گزارو۔ زندگی تو اپنی ساتھ ساتھ گزرنے والی ہے۔"

"تم دیوانے کے خواب دیکھ رہے ہو پاگل شخص۔ جو تم نے کیا ہے۔ اس سب کے بعد میرے ابی تمہاری ہڈیاں اپنے گاؤں کے چیل کوؤں کو کھلائیں گے۔ زندہ بچو گے تو ساتھ زندگی گزارو گے نا۔"

فاز نے سنجیدہ نظروں سے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔

"مجھے تم پہ ترس آرہا ہے امل فاز۔ بہت ترس آرہا ہے۔ تمہارے جیسی ناز نخرے والی لڑکی کو لگام ڈالی گئی ہے۔ اب چاہے جو مرضی کر لو۔ تم پہ میرے نام کا ٹھپہ تو لگ چکا ہے۔ مجھ سے دور بھی رہو۔ تب بھی میری ہی رہو گی۔ جتنی مرضی نفرت کرو گی۔ بد لحاظی کرو گی۔ پر میرے نام کی قید سے رہائی نہیں ملے گی۔"

"فاز اور نگزیب تارڑا اگر تم یہ سوچے بیٹھے ہونا کہ تمہاری ان باتوں سے میں حوصلہ ہار کر رونے دھونے لگوں گی۔ اور تمہارے پیر پکڑ کر منت سماجت

کروں گی۔ تو اپنی خاطر جمع رکھو۔ اہل جہانگیر ٹوٹ تو سکتی ہے۔ پر تم جیسوں کے سامنے جھک نہیں سکتی ہوں۔"

"اب اس سے زیادہ اور کیا ٹوٹنا ہے۔۔۔ انجر پنجر تو ہلا کہ بیٹھی ہوئی ہو۔ اور بات سنو تم ایک پڑھی لکھی لڑکی ہو۔ یہ الگ بات کہ بڑی سیلف سینٹرڈ قسم کی مخلوق ہو پر ہو تو یونیورسٹی گومینگ اتنا تو سنا ہو گا۔ شوہر کے حقوق ہوتے ہیں جن کا پورا کرنا ایک نیک بخت بیوی کا فرض ہے۔"

"شوہر کے حقوق پورے کرنے کی بات تو بہت بعد میں آتی ہے۔ پہلے تو کسی کو اپنا شوہر ماننا ضروری ہے نا۔"

"مان تو چکی ہو۔۔۔ کتنی دفعہ یاد کرواؤں۔۔۔؟"

"مجھے تم سے اتنی نفرت ہے۔ اگر میرے ہاتھ میں چھری ہو تو میں ابھی

تمہارے سینے میں اتار دوں۔"

"کہنا آسان ہے میری جان۔ عمل کرنا ایک الگ بات ہے۔ پہلے بھی مجھے

مارنے کے چکر میں اپنے ہاتھ جلا چکی ہو۔ اب اچھی لڑکی بنو۔ اور اپنی ازدواجی زندگی کو خوا مخواہ کے اڈو پنچر ز کی نظر مت کرو۔"

اہل نے اپنی آنکھیں گھمائیں۔

"تم یہاں سے چلے جاؤ۔۔۔ کیونکہ میں نہیں جاسکتی ہوں۔ اور میری

برداشت جواب دے رہی ہے۔"

"تم جا نہیں سکتی ہو۔ مجھے جانے کا شوق نہیں ہے۔ اور میرے میں

برداشت کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔۔۔ ویسے آپس کی بات ہے۔ آج تم

دلہن ہو۔ اور چہرے پہ سُرخ کی بجائے نیل پڑے ہوئے ہیں۔ بدن سے

خوشبو کی بجائے آئیوڈیس کی بو اٹھ رہی ہے۔ آنکھوں میں حیا کی بجائے بجلیاں

چمک رہی ہیں۔ لبوں پہ مسکان کی بجائے۔ گالیاں جمی ہوئی ہیں۔ اس سب کے بعد تو مجھے اپنے نصیب پہ رشک سا آرہا ہے۔ کیسی ساتھی ملی ہے۔"

"میں تمہاری ساتھی نہیں ہوں۔ اور نہ ہی ملی ہوں۔ زبردستی اٹھا کر

لائے ہو۔ سنا تم نے زبردستی۔"

وہ بول رہی تھی۔ اور فاز کی نظر اُسکے ہاتھوں کی سیکپا ہٹ پہ تھی۔ وہاں سے ہوتی نظریں امل کے چہرے پہ رکیں۔ آنکھیں سکیر کر پوچھا۔

"کیا تمہیں سردی لگ رہی ہے۔۔۔؟"

"نہ نہیں۔"

اُس نے نفی میں سر ہلایا۔۔۔ جس پہ فاز اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا۔

"بتیسی بچ رہی ہے۔ پر میری بات سے اتفاق نہیں کرو گی۔ چلو لیٹو بستر میں۔ تمہارے ہونٹ نیلے ہو رہے ہیں۔ میں دوا دیتا ہوں۔ پاؤں کے علاوہ کہیں اور درد تو نہیں ہو رہا۔۔۔؟"

"دل و دماغ میں۔۔۔"

"اسکا علاج وقت کرے گا۔ میں نہیں۔"

اسکے احتجاج کے باوجود دوپل کے اندر فاز نے اسکو کسی بچے کی طرح لٹا کر کمبل وغیرہ میں لپیٹ دیا۔

میز پہ رکھا پانی کا گلاس اٹھایا۔ اور پیکٹ سے دو پیناڈول کی گولیاں نکال کر امل کے منہ میں رکھ کر اس نے اسکے کندھے کے نیچے بازو کا سہارا دیکر اسکا سراونچا کر کے پانی کا گلاس منہ سے لگایا۔

نہ چاہتے ہوئے بھی امل نے دو تین گھونٹ بھر کر گولیاں نگل لیں۔

وہ الماری کی جانب گیا اور پیٹ کھول کر وہاں پڑے ایک بیگ میں سے گرم اونی ہیٹ برآمد کیا اور لا کر امل کے سر پہ ڈال دیا۔۔۔ وہ آنکھیں موندے اسکو بھولنے کی کوشش میں مصروف تھی۔ وہ دو چار منٹ اُسکے سر پہ کھڑا ہو کر اسکو دیکھتا رہا۔۔۔ جب امل نے آنکھیں کھولنے سے انکار کر دیا تو وہ وہاں سے ہٹ گیا۔ ٹی وی کی آواز کم کی اور قہقہوں کی طرف بڑھائے۔ وہاں پڑے خشک لکڑی کے بڑے بڑے دو لاگ اٹھا کر سیٹنگ روم میں دھکتے آتش دان میں رکھے۔ اور دوبارہ کچن میں جا کر اپنے لیے کافی بنانے لگا۔ جب تک پانی گرم ہوا۔ وہ ایک دفعہ آکر امل کو دیکھ کر گیا۔ جسکی پوزیشن میں کوئی تبدیلی واقعہ نہیں ہوئی تھی۔ وہ کافی کا مگ لیکر اسکے برابر میں پلنگ کی ٹوہ کے ساتھ ٹیک لگا کر نیم دراز ہو گیا۔ نظریں ٹی وی پہ چلتی فلم پہ تھیں اور ذہن پہلو میں دراز وجود کی جانب متوجہ تھا۔ چہرے پہ گہری سوچ کی پرچھائیاں تھیں۔

☆☆☆☆☆☆

فاز کے قرب اور اپنی سوچوں سے بھاگنے کے لیے وہ کمرے میں گونجھتی ٹیلی ویژن کی مدھم آواز پہ توجہ رکھے ہوئے تھی۔ کہیں جا کر اسکے جسم میں دوڑتی سردی ذرا کم ہوئی اور نیند نے غلبہ کیا۔ اُس نے بالکل احتجاج نہیں کیا۔ آگے بڑھ کر اپنا وجود نیند کی آغوش میں رکھ دیا۔ ہوش جاتے ہی سارے دکھ اور فکریں بھی چلی گئیں۔ دوبارہ جب ذہن جاگا تو کمرے میں نائٹ بلب کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ ٹی وی بند تھا۔ اور جس چیز نے اسکو بے چینی کا شکار کر کے نیند کی وادی سے باہر کھینچا تھا۔ وہ اسکا پسینے میں بھیگا لباس تھا۔ اور سینے پہ دھرا بھاری وزن تھا۔

حواس جاگتے ہی یہ تکلیف دہ یقین ہوا تھا کہ بستر پہ وہ اکیلی نہیں تھی۔ اور
سینے پہ دھرا بوجھ بھی اسی شخص کی نوازش تھی۔ جو کسی ناگہانی آفت کی طرح
اسکی زندگی میں وارد ہوا تھا۔

ایک ہاتھ سے کبل ہٹایا۔ دوسرے ہاتھ سے نیم اندھیرے میں نظر آتے
سیاہ بالوں والے سر کو ٹٹول کا اپنے وہم کی تصدیق کی۔ امل کے سینے پہ سر
دھرے وہ خراٹے بھر رہا تھا۔ ایک بازو امل کے سر کے نیچے تھا۔ دوسرا اسکے
گرد حائل تھا۔

جیسے امل کے بھاگ جانے کے ڈر سے نیند میں بھی اسکو جھکڑ رکھا ہو۔
گلے میں ابھرنے والی چیخ کا بمشکل گلا دباتے ہوئے۔ امل نے چند پل کو
آنکھیں موند کر جذبات کو کنٹرول کیا۔ پھر آنکھیں کھول کر پاس رکھی میز کی
جانب بازو پھیلایا۔ تھوڑی کوشش کے بعد پانی کا آدھ بھرا گلاس اسکی گرفت
میں آگیا۔

اُس نے مستحکم ہاتھوں سے پانی کا گلاس فاز کے سر پہ انڈیل دیا۔ دوسرے
لمحے وہ ہڑبڑا کے اٹھا تھا۔

"بہن کی۔۔۔ پانی کہاں سے آیا ہے۔۔۔؟"

امل نے گلاس کو زور سے فرش پہ دے مارا۔

ماجرا سمجھتے ہی وہ تاسف سے سر ہلاتا دور ہوا۔

"تم سے اچھائی کی امید رکھنا ہی فضول ہے۔۔۔"

"مجھ سے کسی قسم کا تعلق رکھنا اُس سے بھی زیادہ فضول ہے۔۔۔"



"اٹل۔۔۔ اس وقت نہیں۔۔۔ میرا موڈ سخت آف ہے۔۔۔ وارننگ
دے رہا ہوں۔۔۔ اس وقت منہ ماری کا جو نتیجہ نکلا۔۔۔ ذمہ دار تم خود ہوگی
۔۔۔"

وہ حقارت سے بولی۔

"مجھ سے دور رہو۔۔۔"

فاز نے اُسی کے سٹالر سے اپنا سر اور چہرہ صاف کیا اور کروٹ بدل کر لیٹ
گیا۔۔۔ رضائی کھینچی اور سر تک تان لی۔۔۔

مر کے پانچ چھ منٹ ہی گزرے ہوں گے۔۔۔ جب کمرے میں اٹل کی
آواز گونجی۔

"کس مصیبت میں پھنس گئی ہوں۔"

"جب وہ عورت مجھے اپنے ساتھ لے جانا چاہتی تھی۔ تو مجھے جانے کیوں
نہ دیا۔ میرے گھر لیکر نہیں جانا تو کم از کم اپنے ہوتے سوتوں کے ساتھ جانے دیا
ہوتا۔ میں یہاں مر رہی ہوں۔ اور خود میٹھی نیند سویا ہوا ہے۔"

"اپنی غلط فہمی دور کر لو۔۔۔ تمہاری بھیانک آواز کانوں میں پڑ رہی ہو۔ تو
انسان میٹھی چھوڑ کر ڈوی نیند بھی نہیں سو سکتا اور ادھر ادھر کی چھوڑنے سے
بہتر ہے کہ جو کہنا چاہتی ہو۔۔۔ وہ کہو۔۔۔"

دو سیکنڈ کی خاموشی کے بعد مریل سی سرگوشی سنائی دی۔

"مجھے باتھ روم جانا ہے۔"

فاز نے سرہانے سے سر اٹھا کر اُسکی سمت دیکھا اور اگلے پل قہقہہ لگایا۔
"ایٹ یور سروس میم۔ آدھا گھنٹہ ضائع کرنے کی بجائے پہلے ہی کہہ

دیتیں۔ جان مجھے باتھ روم تک چھوڑ آئیں۔"

فاز نے اٹھ کر مین لائٹ آن کی۔ امل ماتھے پہ تیوری لیے اپنے سو بے پیر
کو گھور رہی تھی۔

وہ بیڈ کے قریب آیا۔ اور اسکو اٹھنے میں مدد دینے کی بجائے گود میں اٹھا
لیا۔ اور جا کر ہاتھ روم کے فرش پہ کھڑا کر دیا۔
"ایک بات تو بتاؤ۔۔۔ ماڈلز تو بڑی سلم سمارٹ اور ہلکی ہوتی ہیں تمہیں کیسے
چانس ملا۔۔۔؟"

امل منہ کھول کر اسکی شکل دیکھنے لگی۔ جواب میں وہ انتہائی معصومیت
سے بولا۔

"گھور کیا رہی ہو۔۔۔ اب کیا میں سچ بھی نہ بولوں۔ اتنی بھاری ماڈل
میری نظر سے تو کبھی نہیں گزری۔ دو دفعہ تمہیں اٹھا لیا ہے۔ میری تو کمر کا
درد نکلنے والا ہو گیا ہے۔ میرا خیال ہے۔ میں بھی آیوڈیکس سے مستفید ہوتا
ہوں۔ فارغ ہو جاؤ تو دروازہ بجا دینا۔"
اتنا کہہ کر وہاں سے نکل گیا۔

امل نے ایک ٹانگ پہ وزن رکھتے ہوئے۔ دیوار کے سہارے بڑی
دشواری سے آگے بڑھ کر دروازہ اندر سے بند کیا۔ اتنے میں ہی سر گھومتا ہوا
محسوس ہوا۔

فارغ ہو کر واش بیسن کے سامنے کھڑی ہوئی تو اپنے چہرے کی حالت
دیکھ کر آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

سارا چہرہ نیلا اور سُرخ ہو رہا تھا۔

واپس پلٹی تو بے دھیانی میں پیر نیچے رکھ دیا۔ ابھی پورا وزن بھی نہ ڈال
پائی تھی کہ درد کی شدت سے چیخ نکل گئی۔

دونوں ہاتھوں سے واش بیسن کو مضبوطی سے تھام کر خود کو گرنے سے بچایا۔۔۔ مگر آنسو ایک تو اتر سے بہتے چلے گئے۔ درد اسکی برداشت سے باہر تھا

دوسری طرف وہ کونسا دروازے سے دور گیا تھا۔ وہیں دیوار کے پاس موجود تھا۔ اہل کی آواز سنتے ہی آگے آیا۔ مگر دروازہ لاک تھا۔

اب وہ دروازہ بجاتے ہوئے اسکو پوچھ رہا تھا۔
"کیا ہوا ہے؟ گر گئی ہو؟ اور یہ دروازہ لاک کرنے کی کیا ضرورت تھی۔۔۔؟" اسکو کھول سکتی ہو۔۔۔؟

دوسری جانب سے کوئی جواب نہ ملنے پر وہ دوبارہ بولا۔
"اہل۔۔۔؟"

اسکی صرف سسکیاں سنائی دے رہی تھیں۔
وہ زیر لب بڑبڑاتا کچن میں گیا۔ ایک دو جگہوں پہ ڈھونڈنے کے بعد کہیں چابیوں کا کچھا ہاتھ آیا۔
چابی لگا کر دروازہ کھولا۔

اور اہل کو وہیں واش بیسن پہ جھکا پایا۔
اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسکا چہرہ اوپر کیا۔۔۔ جو کہ آنسوؤں سے تر تھا۔
فاز نے کچھ بھی کہے بغیر اسکو اٹھالیا۔

لا کر بیڈ پہ لٹایا۔۔۔ اور اسکے پیر کا معائنہ کیا۔
"سو جن پہلے سے بڑھ گئی ہے۔ میں تمہیں درد کی دوا دیتا ہوں۔ مگر اس سے پہلے کچھ کھالو۔ رات کا بچا سالن وغیرہ پڑا ہوا ہے۔ اگر کہو تو وہ گرم کر کے لا دوں۔۔۔؟ یاد دودھ کے ساتھ فروٹ لوگی۔۔۔؟"

اٹل نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس وقت اسکے چہرے پہ فقط تکلیف کے اظہار تھے۔ باقی کچھ نہ تھا۔ سرہانے پہ سر رکھے نڈھال سی پڑی ہوئی تھی۔
 فاز نے اسکے اوپر رضائی برابر کی۔۔۔ اور کچن تک آیا۔

مائیکرو ویو میں باری باری سالن اور چاول گرم کئے۔ اس دوران وہ بے چینی کا شکار رہا تھا۔ مگر سمجھ نہ آ رہا تھا۔ کہ آخر اچانک سے یہ کیفیت آئی کہاں سے ہے۔

ٹرے میں کھانا اور پانی وغیرہ رکھ کر اسکے پاس لایا۔ ٹرے کو میز پہ رکھ کر اٹل کو سیدھا بیٹھنے میں مدد دی۔ حیرت انگیز طور پہ اٹل کی جانب سے کوئی احتجاج نہیں ہوا۔ کسی روباٹ کی مانند چہرہ ہر قسم کے تاثر سے پاک تھا۔
 اسکی کمر کے پیچھے سرہانہ رکھا۔ اور ٹرے اٹھا کر اسکی گود میں رکھا۔
 "تمہارے مقاصد پورے ہو گئے۔ تم تو بڑی خوشی محسوس کر رہے ہو گے۔ بظاہر سنجیدہ کھڑے ہو۔۔۔ مگر اندر تو جشن کا سماء ہو گا۔"
 طنز کے تیر مار لینے کے بعد وہ کانپتے ہاتھوں میں چھج تھام کر چاول نوش کرنے لگی۔

فاز یک ٹک اسکے چہرے کو دیکھے گیا۔
 "بُرے حال میں ضرور ہوں۔ فاز اور نگزیب پر تم سے ڈرتی اب بھی نہیں ہوں۔ اسلیے گھورنا بند کرو۔"

"اگر ڈرتی نہیں ہو۔۔۔ تو گھورنا کیوں بند کروا رہی ہو۔۔۔؟"

"کیونکہ تمہاری گھوریوں میں کوئی اثر نہیں ہے۔۔۔۔۔"

"میں تمہیں گھور ہی کب رہا ہوں۔۔۔۔۔"

"تو پھر میرے سر پہ کھڑے ہو کر کیا کر رہے ہو۔۔۔۔۔؟"

چند لمحوں کی خاموشی کے بعد بولا۔۔۔ تو آواز میں ٹھہراؤ تھا۔۔۔
 "اگر میری طرف دیکھ لو تو علم ہو گا کہ میں تو تمہیں پڑھنے کی کوشش کر
 رہا ہوں۔۔۔ مگر تم میرے لیے آسانیاں پیدا نہیں کر رہی ہو۔"
 "آسانیوں کی بات ہی مت کرو۔"

وہ وہاں سے ہٹ کے جا کر بیڈ کی دوسری جانب خاموشی سے بیٹھ گیا۔۔
 امل کی جانب اسکی پشت تھی۔۔ جو اسکو نظر انداز کرتی چاول کھاتی رہی۔۔۔
 دس بیس منٹ یو نہی گزر گئے۔ بلا آخر امل کو ہی پہل کرنی پڑی۔
 "میں نے کھانا کھا لیا ہے۔۔۔ دوادے دو۔۔۔"

وہ اُسی وقت اُٹھا۔ برتن ہٹا کر آبِرفین کی دو گولیاں دودھ کے ساتھ
 اسکے حوالے کیں۔

"ایک دفعہ ابی کے بازو پہ چوٹ لگی تھی۔۔۔"
 وہ جولائٹ بند کرنے جا رہا تھا۔۔۔ رُک گیا۔۔ اور منتظر نظروں سے امل
 کو دیکھنے لگا کہ وہ اپنی بات پوری کرے۔
 "امو نے روئی کے اوپر تیل اور ہلدی گرم کر کے ابی کے بازو کو ٹکور دی
 تھی۔۔۔"

وہ اسکی طرف دیکھے بغیر بول رہی تھی۔۔۔
 وہ پوچھتے ہوئے بولا۔۔۔
 "اُس سے کیا ہوا تھا۔۔؟"
 "امو کہتی ہیں۔۔ ہلدی درد کھینچ لیتی ہے۔۔۔ اور سو جن بھی ختم کرتی
 ہے۔۔۔"

"دوسرے لفظوں میں تم کہنا چاہ رہی ہو کہ میں تمہارے لیے تیل اور
ہلدی لگا کر روئی کرم کر کے دوں۔۔۔؟"

ال نے کندھے اُچکائے۔
فاز کو ہنسی آئی۔۔۔ ویسے اُس پہ بھری بیٹھی تھی۔۔۔ پر اپنے کام نکلوار ہی
تھی۔۔۔

دروازے کی جانب بڑھتے ہوئے پوچھا۔۔۔
"کونسا تیل استعمال ہونا ہے۔۔۔؟"
"سرسوں کا۔۔۔ پر پکا نہیں پتا۔۔۔"
وہ سر ہلا کر اپنے پیچھے دروازہ بند کرتا کمرے سے چلا گیا۔
پہلے کھڑ پھٹر کی آوازیں آئیں۔۔۔ پھر ہلدی کے جلنے کی بُو۔
دوسرے منٹ روئی کا بڑا سا ٹکڑا۔ چمٹے کی مدد سے اٹھائے کمرے میں
آیا۔

"جلدی سے پاؤں آگے کرو۔۔۔"
"یہ کیا ہے۔۔۔؟"
"روئی ہے اور کیا نظر آرہا ہے۔۔۔؟"
"ایہہ۔۔۔ یہ کیسی روئی ہے۔۔۔ اتنی گندی میلی۔۔۔"
"اوہیلو۔۔۔ میڈم۔۔۔ کہوں یا لیڈی ڈیانا۔۔۔ جنگل میں بیٹھی ہوئی ہو
۔۔۔ ناکہ فائیو سٹار ہوٹل میں یا اپنے ابا کے شاہانہ محل میں۔۔۔ یہاں یہ بھی
غنیمت جانو۔۔۔ وہ بھی ایک سرہانے کا پیٹ پھاڑ کر تمہارے لیے روئی نکالی
ہے۔۔۔ اب جلدی سے رضائی ہٹاؤ۔"

"ہر گز نہیں۔۔۔ نہ جانے کس گندے سر ہانے سے نکال کر لائے ہو۔۔۔
اند رچاہے کیڑے ہی ہوں۔۔۔"

"تم اپنے غرے کسی اور وقت کے لیے سنبھال رکھو۔۔۔ اس وقت اگر تم
نے پیرنگانہ کیا تو یہ روئی تمہارے گلے میں باندھ دوں گا۔۔۔ ایک تو نیند برباد
کروں دوسرا تمہاری اکڑ دیکھوں۔۔۔ کیا مجھے جانتی نہیں ہو۔۔۔؟"
"کیوں کیا جانیں قبض کرتے ہو۔۔۔؟"

"تمہاری کر ہی نہ لوں۔ اتنی تکلیف میں ہو۔۔۔ پھر بھی زبان پڑ پڑ چل
رہی ہے۔"

"تم تو یہی چاہو گے نہ کہ تمہیں کچھ کہہ کر تمہارے گناہوں کی یاد نہ
دلائی جائے۔"

"نہ نہ جانے من۔۔۔ تمہاری بکو اس مجھے گناہ یاد نہیں کرواتی۔۔۔ بلکہ
۔۔۔ مجھے گناہ کرنے پہ اکساتی ہے۔۔۔ ارے۔۔۔ میں کیا کہہ گیا ہوں۔۔۔ گناہ
کیسا۔۔۔؟۔۔۔ اپنی بیوی کے قرب میں جانے سے گناہ کیسا۔۔۔؟"
اٹل نے بے یقینی سے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔
"تم پاگل ہو۔۔۔"

"کہہ سکتی ہو۔۔۔ بھلا اس حالت میں پڑی بیوی کس کو اٹریکٹ کرتی ہوگی
؟۔۔۔ پر میرے پہ تمہارا بہت بُرا اثر ہو رہا ہے۔۔۔ اس لیے بہتر یہی ہے۔۔۔
چپ چاپ پڑی رہو۔۔۔ تاکہ میری توجہ کامرکز نہ بنو۔۔۔ کوئی خاطر خواہ فرق
پھر بھی نہیں پڑنا۔۔۔ پر کوشش کرنے میں کیا حرج ہے۔۔۔ کیونکہ میں بالکل
بھی اپنی ازداوجی زندگی کی شروعات ہلدی اور تیل کی بو میں نہیں کرنا چاہتا

ہوں۔۔۔ کل صبح یہاں کے لوکل ہوٹل کا ہنی مون سوئٹ بک کروا کر
معاملات آگے بڑھائیں گے۔"

اپنی بات کے اینڈ پہ اُس نے امل کو آنکھ ماری۔

امل کتنے پل بولنے سے قاصر رہی۔

پھر کچھ بھی کہے بغیر دھپ سے پیچھے کولیٹ کر رضائی سر تک اوڑھ لی۔
فاز نے آسمان کی جانب ہاتھ اٹھا کر شکریہ ادا کیا۔۔۔ اور امل کو چھیڑتے
ہوئے مزید بولا۔

"دیکھ لو بلا آخر تم شرما ہی گئیں۔۔۔"

رضائی کے اندر سے ایک ہاتھ برآمد ہوا۔۔۔ جس کی ساری منٹھی بند
تھی۔۔۔ بس درمیان والی انگلی اوپر تھی۔

فاز نے لب میچ کر اپنے قہقہے کا گلاب بایا۔۔۔ اور مسکراہٹ سمیت بولا۔
"میں بھی دل و جان سے تم سے اتنی ہی محبت کرتا ہوں۔۔۔ تمہاری
محبت میری جان ہی نہ لے جائے۔۔۔"

"شیطان جلدی نہیں مرتے۔۔۔"

"امل۔۔۔"

کوئی جواب نہ آیا۔

وہ بیڈ کے تھوڑا اور قریب آیا۔۔۔ اور اس کو نرمی سے پکارا۔

"امل۔۔۔"

ہنوز کوئی جواب نہ آیا۔

وہ اپنا بستر سیدھا کر کے بیڈ پہ نیم دراز ہو گیا۔

"امل۔۔۔"

"بکو۔۔"

"نہ نہ ایسے نہیں۔۔۔ ادب سے بولو۔۔۔ جی فاز کہیے۔۔۔ ایسے بولو۔۔"

"تمہیں تو میری جوتی بھی جی نہ کرے۔"

"جی جناب ہوگی تو رعایت ملے گی۔۔۔ ورنہ ہم تم ہو گئے۔۔ جنگل ہوگا۔۔ اور اسی جنگل میں کل اپنا منگل ہوگا۔۔"

"تم آج سے نہیں۔۔ بلکہ سدا سے واہیات آدمی ہو۔۔"

"وہ تم نے اپنے بوائے فرینڈ کا کیا نام بتایا تھا۔۔ ذرا پھر سے بتانا؟"

"اچھی کوشش ہے۔۔۔ پر ناکام کوشش ہے۔۔ کیونکہ۔۔۔ اس کا نام تمہیں کبھی نہیں بتاؤں گی۔۔"

وہ اسکی حقارت اور نفرت کو نظر انداز کرتے ہوئے گانے لگا۔

بنے لگے آنکھوں میں

کچھ ایسے سنے

کوئی بلائے جیسے غنیوں سے اپنے

یہ سماء سماء ہے خمار کا

کسی کے انتظار کا۔۔

دل نہ چرا لے کہیں میرا۔۔

موسم بہار کا۔۔

"تم اپنا بھدار یکار ڈ کہیں اور جا کر نہیں بجا سکتے۔۔ انسان کیا اب سکون

کی نیند بھی نہیں لے سکتا۔۔"

"میری سُرِیلی آواز پہ میری سابقہ معشوق مرتی ہیں۔۔"

"بچاریاں بھری ہوں گی۔۔۔ ورنہ کون اپنی سماعت پہ اس قدر ظلم برداشت کر سکتا ہے۔۔۔"

"تمہیں یقین نہیں آنا۔۔۔ جب تک خود ان کے منہ سے نہ سن لو گی۔۔۔ یہاں سے واپسی کے بعد میں سب کی دعوت کروں گا۔۔۔ تم ملنا۔۔۔ میری پسند دیکھ کر تمہیں حیرت ہو گی۔۔۔ ایک سے بڑھ کر ایک حسین۔۔۔"

"ہاں بیوٹی وڈ آؤٹ برین۔۔۔ ہر طرف بھری پڑی ہے۔"

"ارے نہیں اُس سے تو اب واسطہ پڑا ہے۔۔۔ تم سے پہلے میرا اتنی کند ذہن عورت کے ساتھ وقت نہیں گزرا۔۔۔ خیر اب کیا ہو سکتا ہے۔۔۔ اب تو روگ لگ گیا۔۔۔ وہ بھی ایک دودن کا نہیں۔۔۔ جناب عالی ساری عمر کا۔۔۔ یا اللہ میرے حال پہ رحم ہو۔۔۔"

"بے فکر رہو۔۔۔ اپنی ساری زندگی مجھے تمہارے ساتھ گزارنی پڑی نا۔۔۔ تو میں بہ خوشی اپنی زندگی ختم کر لوں گی۔۔۔ یا کم از کم تمہیں ماردوں گی۔۔۔ پھر چاہے مجھے باقی کا وقت جیل کی چکی پیسنی پڑے۔۔۔ پس لوں گی۔۔۔"

"تم سا کوئی پیارا کوئی شیطان نہیں ہے
کیا چیز ہو تم خود تمہیں معلوم نہیں ہے
لاکھوں ہیں مگر تم سا یہاں کون حسین ہے
کہاں پھنسی ہو خود تمہیں معلوم نہیں ہے
فاز کے گنگنا نے پہ وہ ایک دفعہ پھر دانت پیستی ہوئی بولی۔
"ہاتھ جوڑتی ہوں۔۔۔ چپ کر جاؤ۔۔۔"

"میں جو آرام سے سو رہا تھا۔۔۔ کیوں اٹھایا۔۔؟۔۔ اب تو ہوش ہے اتنا کہ میرے ساتھ میں تم ہو۔۔۔ کہاں پھنسی ہو تم خود تمہیں معلوم نہیں ہے۔۔۔"

وہ ایک دفعہ پھر گانے کو توڑ موڑ کر اپنے مطلب میں استعمال کر گیا تھا۔۔۔ اہل کی برداشت جواب دے رہی تھی۔

"یا اللہ کب یہ رات ختم ہوگی۔۔۔ کب میری اس جیل سے جان چھوٹے گی۔۔۔"

کمرے میں بزر کی آواز گونجی۔

جس پہ فاز سیدھا ہوتے ہوئے بیٹھ کر بولا۔

"لو تمہاری دعا قبول ہوئی۔۔۔ گاڑی آگئی ہے۔۔۔"

ساتھ ہی اُس نے جیب سے موبائل نکال کر اس کی سکرین پڑھی۔ جس پہ چند حرف درج تھے۔

"پہنچ گیا ہوں۔۔۔"

"بیگم صاحبہ جانے کا وقت آگیا ہے۔۔۔ کیا ایسے ہی چلنا ہے۔۔۔ یا چینج کرنا چاہتی ہو۔۔؟"

"اس سارے وقت میں تمہارے پاس فون موجود تھا؟"

"ہاں اس میں اتنی حیرت کی کیا بات ہے۔۔۔ منہ دھونا ہے۔۔۔؟"

"اس وقت۔۔۔؟"

"جی اس وقت۔۔۔"

"کہاں جائیں گے۔۔۔؟۔۔ گھر۔۔۔؟"

"نہیں۔۔۔ بس ادھر سے نکلنا ہے۔۔۔ تاکہ تمہارا پاؤں کسی ڈاکٹر کو

دکھایا جاسکے۔۔۔"

"پلیز ایک نیکی کر دو۔"

"خود ہی تو کہتی ہو۔۔۔ میں نیک آدمی نہیں ہوں۔۔۔ پھر مجھ سے ایسی توقع

کیوں کر رہی ہو۔۔۔؟"

"مانتی ہوں تم ایک بے انتہا کم ظرف انسان ہو۔ پر دیکھو میں تمہاری کزن ہوں۔ اور اگر میرے اہلی کو علم ہوا تم نے میرے ساتھ کیا رویہ اپنایا۔ جس جائیداد کو پانے کے لیے تم نے یہ سارے پاڑے بیلے ہیں۔ میرا باپ تمہیں پھوٹی کوڑی نہیں دے گا۔"

"اُس کی ٹینشن نہ لو۔ مجھے اپنا حق لینا آتا ہے۔ اب ذرا زبان بند کرو۔ مجھے تم کو اٹھا کر گاڑی تک لے جانا پڑے گا۔ یا چل لو گی۔۔۔؟ ایک دو ایکڑ تک چلنا پڑے گا۔ آگے گاڑی موجود ہو گی۔"

"درد سے میں بیٹھ نہیں پارہی ہوں۔ تم مجھے پیروں پہ چل کر جانے کا کہہ رہے ہو۔ اگر ہم گھر نہیں جا رہے۔ تو میں یہیں ٹھیک ہوں۔ کل منصور بھائی کے گاؤں چلی جاؤں گی۔"

وہ موزے پہننے کے بعد جوتا پہنتے ہوئے بولا۔

"منصور بھائی کب سے ہو گیا؟ اور تم اُن لوگوں کو ایک منٹ میں چارا ڈال کر اپنا مطلب نکلوا لو۔ اہل جی۔ آپ اہل جہانگیر نہیں رہی ہیں۔ اہل فاز بن گئی ہو۔ فاز تو ساری عمر کے لیے کسی جن کی طرح چمٹ گیا ہے۔ جان نہیں چھوٹنے والی۔ شاباش سرنڈر کر لو۔ کیا فائدہ خوا مخواہ میں انرجی ضائع کرنے کا۔۔۔؟ ہاں؟"

اس نے الماری میں سے ایک بیک بیک نکالا۔۔۔ جس میں موجود والٹ
وغیرہ کو کھول کر چیک کرنے کے بعد بیگ کو اپنے کندھے پہ ڈالتے ہوئے اس
کے پاس آیا۔

اٹل کے سٹار کو اچھی طرح اسکے گرد لپیٹ کر۔ اور اسکے پاؤں کو بلائے
بغیر احتیاط سے اس کو بانہوں میں اٹھالیا۔
اور باہر کی طرف قدم بڑھائے۔

بیرونی دروازے کے باہر۔۔۔ کالا ہیولا سامنے آیا۔ اٹل ایک دفعہ تو ڈر گئی
۔ چیخ مارتے مارتے رُکی۔

وہ کوئی فاز کا جاننے والا تھا۔۔۔ چابی اس کی جانب بڑھاتے ہوئے بولا۔
"بھائی جی۔۔۔ گاڑی اسٹارٹ ہی چھوڑ کر آیا ہوں۔ یہ آپکے ہوٹل کے
کمرے کی چابی ہے۔ اگر ابھی نکلو تو آپ شام تک وہاں پہنچ جائیں گے۔"
"ٹھیک ہے۔ تمہارے تعاون کا بہت شکریہ۔ تمہاری رقم ٹیلی ویژن کے
اوپر رکھی ہے۔ کاٹیج کی صفائی وغیرہ دیکھ لینا۔ ممکن ہے میرا اس طرف آنا نہ ہو
پائے۔ اس لیے میرا سامان پیک کر کے بیس پہ بھیج دینا۔"

"جی بہتر۔۔۔ بھائی ویسے تو ایک آدھ گھنٹے میں دن نکل آئے گا۔ مگر پھر
بھی جنگل سے گزرتے وقت احتیاط ہی برتنے گا۔ جب تک اگلی طرف نہ پہنچ
جائیں گاڑی مت روکنے گا۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔ میں خیال رکھوں گا۔ اب نکلتا ہوں۔"
اُس لڑکے کے ہاتھ میں نارنج تھی۔ جسے راستے پہ ڈالتا وہ آگے چل پڑا۔
فاز کچھڑ والے راستے پہ محتاط قدم رکھتا پیچھے ہولیا۔

اتنا سارا سہ طے کرنے میں اُنکو سات منٹ لگے۔ اہل کو یہ سات منٹ زندگی کے طویل ترین سات منٹ لگے۔ اُس کی فاز پہ بے اعتباری کا ثبوت فاز کے گٹے میں ڈالی بانہوں کی گرفت سے ظاہر تھا۔ اُس نے جیسے فاز کی گردن کو جھکڑا ہوا تھا۔

وہ صرف اپنے سے چار قدم آگے چلتے اُس لڑکے کی وجہ سے خاموش تھا۔ ورنہ دل کر رہا تھا۔ اہل کو وہیں اتار کر چلنے کا بولے۔

اہل اُس کے ساتھ چمٹی خوفناک نظروں سے جنگل کی گہری تاریکی کو گھور رہی تھی۔ جس جانب سے نئی آواز آتی وہ فوراً اُس جانب پلٹ کر دیکھتی اور خود کو مزید اوپر کھینچتی۔ جس کی وجہ سے فاز کو سامنے کا راستہ نظر آنا بالکل بند ہو گیا۔ اُس کا چہرہ پوری طرح اہل کے سینے میں گم تھا۔ اور وہ اپنے گرد پھیلے سناٹے میں چھپے بھیڑیوں کو کھوجنے میں اتنی مصروف تھی۔ کہ اپنی حرکت سے آگاہ نہ ہو پائی۔

آگے چلنے والا لڑکا درو نکل گیا۔ اس دفعہ کوئی جانور کہیں نزدیک چنگھاڑا تھا۔

اہل کی چیخ پر فاز کے منہ سے گالیوں کا انبار نکلا۔ اُس نے اہل کو وہیں نیچے کھڑا کر دیا۔

"خود تو مرنے کی قسم کھائے بیٹھی ہو۔ مجھے کیوں ساتھ کھینچ رہی ہو؟"

"فاز میں نے جوتے نہیں پہنے ہوئے ہیں۔ مٹی ٹھنڈی ہے۔ میرے پاؤں کے نیچے سانپ ہو سکتا ہے۔ کہیں میں کسی بچھو کے اوپر تو نہیں کھڑی۔ میرا پاؤں بھیگ گیا ہے۔ مجھے نیچے کیوں اتارا ہے۔ کیچڑ نہیں ہے۔ برف ہے"

-- برف۔ وہ بھیڑیا پھر آجائے گا۔ مجھے واپس ہٹ پہ چھوڑ دو۔ مجھے کہیں نہیں جانا۔"

وہ اُس کا کریبان اتنی مضبوطی سے تھامے ہوئی تھی کہ فاز کو اپنا آپ چھڑوانے کے لیے اُس کے ہاتھوں کو اچھا خاصہ جھٹکا لگانا پڑا۔

"اچھا ہے ذرا ٹھنڈے پانی میرا ٹھری رہو۔ تاکہ تمہارے دماغ کے تار چارج ہوں۔ مجھے گردن دبا کر مارنے کا ارادہ ہے؟ اور کیا چیخیں مار کر اپنے عاشقوں کو اپنی موجودگی کا احساس دلانا ضروری ہے۔؟ یہ جو تمہاری ہڈیاں ہیں نا بھیڑیا بڑے شوق سے کھائے گا۔ دو سیکنڈ لگیں گے۔ اور تم اللہ کے پاس۔ میرا کیا ہے۔ جان بچانے کا وقت آیا۔ تمہیں یہیں پھینک کر بھاگ جاؤں گا۔"

خوف سے کپکپاتے ہوئے۔۔ وہ اُس کی گردن میں بائیں ڈالتے ہوئے سرگوشی میں بولی۔۔

"اب نہیں چیخوں گی۔ کچھ نہیں کہوں گی۔ پلیز یہاں سے لے چلو۔ پلیز۔"

"مجھ سے لڑو گی۔۔؟"

"نہیں لڑوں گی۔۔۔"

اُس کی آواز آنسوؤں میں گم ہو رہی تھی۔

"ہماری شادی کو تسلیم کرو گی۔۔۔؟۔۔۔"

"اپنا آپ نہیں دوں گی۔ باقی جو چاہے لے لو۔ میرے حصے کی جائیداد

سب کچھ۔"

"مجھے تم چاہیے ہو۔"

"فاز نے اس کے سر کو دیکھتے ہوئے کہا۔
وہ تھم گئی۔

دھیرے سے سر اٹھا کر فاز کے چہرے کو دیکھنا چاہا۔
فاز نے اپنی جیب میں سے موبائل نکال کر اُس کے چہرے پہ روشنی ڈالی
-- چہرے پہ آنسو بہہ رہے تھے۔

"بولو کیا کہتی ہو۔۔۔؟"

"اگر ہاں کرو۔۔۔ تو تمہیں لے جاتا ہوں۔"

"اور اگر نہ کروں۔۔۔؟"

"پھر تم بھیڑے کے ساتھ رہنا۔ اور میں یہاں سے اکیلا جاؤں گا۔ گھر
جا کر کہہ دوں گا۔ سیر کو نکلی تھی۔ بھیڑے کا لیٹ نائٹ سنیک بن گئی۔"
فاز کے پیچھے سے ابھرتی آہٹ پہ امل نے اس کے گریبان کو اپنی گرفت
میں لیتے ہوئے اُس سمت میں دیکھا۔

سامنے نظر آتے منظر پہ اُس کا سانس اٹک گیا۔ آنکھیں اُبل کر باہر کو
آگئیں۔ اور وہ کانپتے جسم کے ساتھ سرگوشی میں گویا ہوئی۔

"ف۔۔۔۔۔ ف۔۔۔۔۔ فاز۔۔۔۔۔ بھ۔۔۔۔۔ بھی۔۔۔۔۔ بھیڑیا۔"

فاز نے ایک پل کو گردن گھما کر پیچھے دیکھا۔
اندھیرے میں سونے کی مانند چمکتی چار آنکھیں۔ جو اگلے سیکنڈ چھ ہو
گئیں۔

اووووووو۔۔۔!!

اس چیخ نے اس کے خوف کی تصدیق کر دی تھی۔
امل فاز کی اوڑھ میں چھپنے کی ناکام کوشش میں مصروف تھی۔

"چلو۔۔۔۔۔ پلیز۔۔۔۔۔ یہاں سے چلو۔۔۔۔۔ دیکھو۔۔۔۔۔ کتنے سارے

جانور ہیں۔"

"مجھے میری بات کا جواب نہیں ملا"

اس دفعہ وہ غصے سے چیخ ہی پڑی۔

"اچھا۔۔۔۔۔ اچھا۔۔۔۔۔ اچھا۔۔۔۔۔ جتا مر لینا اپنے مردانہ حق۔ کر لینا

اپنی ہوس پوری۔ پڑ گئی ٹھنڈ۔۔۔؟"

"ایک منٹ میرے ساتھ فضول بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

فاز نے ماتھے پر تیوری لیکر پوچھا تو امل نے کہا۔

"کون سی بکواس؟"

"یہی ہوس والی، شرم نہیں آتی ایسا بولتے ہوئے؟"

اسی طرح۔۔۔۔۔ ٹھہری ہوئی مستحکم آواز میں نفرت لیے بولی۔

"اتنا شرم کا خیال ہے۔ تو کیوں ایسے بیہودہ مطالبے کر رہے ہو؟"

"کون سا بیہودہ مطالبہ کیا ہے؟"

اس کے ساتھ ہی اُس نے امل کو واپس اٹھایا۔ اور بڑے بڑے قدم

اٹھاتا۔ گاڑی تک پہنچا۔۔۔ وہاں سے نکلنے کے بعد دونوں کے درمیان مزید کوئی

بات نہ ہوئی۔

امل سپاٹ چہرہ لیے فرنٹ مسافر سیٹ پہ نیم دراز ہو کر گاڑی سے باہر نظر

آتے گھپ اندھیرے کو گھور رہی تھی۔

اور وہ دونوں ہاتھوں کے ساتھ سٹیرنگ ویل کو تھامے ہوئے۔ سامنے

ہیڈ لائٹ کی روشنی میں نہائے راستے پہ نظریں جمائے۔ گاڑی بھگارتھا۔

گاڑی کو چلتے ہوئے آدھ گھنٹہ ہو چلا تھا۔ مگر ابھی تک جنگل سے نہیں نکلے تھے۔

ایک اچھٹی سی نظر امل کی جانب پھینکتے ہوئے۔ فاز کے لبوں پہ وہی ازلی دل جلانے والی مسکراہٹ ابھری۔

"اتنی خاموش کیوں ہو۔۔۔؟ ویسے تو بڑی لمبی زبان ہے۔"

امل نے کوئی جواب نہ دیا۔

"کچھ تو کہو۔۔۔ کیونکہ میں بوریت کا شکار ہو رہا ہوں۔"

"تم بوریت کا شکار ہو رہے ہو۔۔۔ تو میں کیا کروں۔۔۔؟"

"تم نے نوٹس کیا۔۔۔؟ صلح کا جھنڈا لہراتے ہی تمہاری آواز کتنی

کو مل۔ کتنی سریلی ہو گئی ہے۔۔۔؟"

آگے سے امل خاموش ہی رہی اس پاگل کا کیا تھا۔ وہیں ویرانے میں گاڑی روک کر اس کو باہر نکال دیتا۔ جاہل گنوار۔

دل ہی دل میں جتنے القابات سے نواز سکتی تھی۔ نوازتی گئی۔ پر لب خاموش ہی رہے۔

اچانک دائیں جانب سے نکل کر آنے والا موٹا تازہ ہرن۔۔۔ پورے زور سے گاڑی کے بونٹ سے ٹکرایا۔

فاز نے اسی وقت بریک ماری۔۔۔ امل کی چیخ نکل گئی۔۔۔ اور اسکا ہاتھ میکا کی طور سٹیرنگ ویل پہ رکھے فاز کے بازو پہ گیا۔۔۔ منہ سے پہلے الفاظ ہی یہی نکلے۔

"ہائے اللہ کیا وہ مر گیا۔۔۔؟"

ایک پل کو سب بھول کر فاز نے امل کی جانب دیکھا۔ جس پہ وہ بھڑک کر بولی۔
"کیا دیکھ رہے ہو۔۔۔؟"

"ہرن کی موت کا تو ایسے پریشان ہو کر پوچھ رہی ہو جیسے وہ تمہارا قریبی رشتے دار رہا ہو۔"

امل کو موقع ملا تھا۔ اس لیے بڑی خوبصورت مسکراہٹ سجا کر بولی۔
"قریبی رشتے دار۔۔۔ مثال کے طور پہ میرا تایا زاد۔۔۔؟ نہ نہ اگر ہرن کی بجائے تم گاڑی سے ٹکراؤ۔ فکر مندی سے پوچھوں گی تھوڑا ہی۔ میں تو خوشی سے تالیاں پیٹوں گی کہ شکر ہے مر گیا۔"

"امل تمہاری محبت مثالی ہے۔ ورنہ کون بیوی شوہر کے لیے ایسے جذبات رکھتی ہے۔ اس وقت مجھے بڑی ہی خوش قسمتوں والی فیمل آرہی ہے۔ دیکھو نا اپنے ہنی مون پہ نکلے ہیں۔ پہلا ٹکراؤ ہی ایک ہرن سے ہوا ہے۔ آگے نہ جانے کیا کیا ہونے والا ہے۔ میں تو کوشش کے باوجود اپنی خوشگواریت مار نہیں پارہا ہوں۔"

دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

دروازہ کھلتے ہی ہرن کی تکلیف میں گندھی آواز صاف سنائی دی۔ اُس کی سانس تیز تیز چل رہی تھی۔۔۔ اور وہ شاید اٹھنے کی کوشش میں بار بار گر رہا تھا۔

"تم نے دروازہ کیوں کھولا۔۔۔؟"

"فاز۔۔۔ امل کا سوال مکمل طور پہ نظر انداز کرتے ہوئے۔۔۔ گاڑی کے بالکل سامنے گرے ہرن کا جائزہ لینے میں مصروف تھا۔"

"ہش؟ ہیلو۔۔۔؟" سن رہے ہو۔۔۔؟ یا عقل کے ساتھ ساتھ قوت سماعت بھی جاتی رہی ہے۔؟ کیا تمہیں نظر نہیں آرہا۔ ابھی تک ہم لوگ جنگل میں ہی ہیں۔ بھول گئے ہو۔ اس آدمی نے تم سے کیا کہا تھا۔؟ چاہے جو بھی ہو جائے گاڑی کا دروازہ مت کھولنا۔ اور تم مہاڈھیٹ۔۔۔ وہی کام کرو گے۔ جس سے منع کیا جائے۔ تمہیں تو زندگی سے نہ جانے کیا پیر ہے۔ مگر مجھے زندگی پیاری ہے۔ سناتم نے بہرے آدمی۔"

ایک دم وہ واپس گاڑی کے دروازے میں آکر رکا۔
"جس ہائی پیج آواز میں تم یہ ساری بکواس کر رہی ہو، نا۔۔۔ میں ہی کیا سارا جنگل سن رہا ہے۔ اور ویسے تو مریں نہ مریں۔ تمہاری یہ زبان ضرور مروائے گی۔"

"مجھے ابھی اور اسی وقت یہاں سے جانا ہے۔ گاڑی میں بیٹھو اور چلو۔"
"یہی بات اگر تم پیار سے کہتیں۔ میں ہر چیز بھول کر چل پڑتا۔ مگر اب نہیں۔ اُس ہرن کو میری ضرورت ہے۔ میں اس کو یہاں پر تڑپ تڑپ کر مرنے کے لیے نہیں چھوڑ سکتا۔ لہذا میں نے ان چند لمحات میں ہی یہ فیصلہ کیا ہے کہ۔ یہ ہمارے ساتھ جائے گا۔ آخر کار یہ ہمارے پیار کا پہلا چشم دید گواہ ہے۔"

چند بل حیرت سے اُس کی کہی بات کو سمجھا۔ پھر صدمے سے نکلتے ہوئے بولی۔

"تمہارا قصور نہیں ہے۔ تمہاری بڑھتی ہوئی عمر کا تقاضا ہے۔ آسان لفظوں میں کہتے ہیں ناسٹھیا جانا۔ تم سٹھیا گئے ہو۔"
کیسے ہو سکتا تھا۔ کہ جواب میں وہ چونک جاتا۔ مسکراتے ہوئے بولا۔

"بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو۔ بھلا خود سوچو ہوش و حواس والا آدمی تم جیسے چنگے میں پڑتا ہے۔۔۔؟"

"نہ جانے میں نے کون سے گناہ کئے تھے۔۔۔ جو مجھے یہ دن دیکھنے پڑ رہے ہیں۔"

"بڑی لمبی لسٹ ہے۔۔۔ سوچنے لگو گی۔۔۔ تو ساری زندگی کم پڑے گی۔"

"تم گاڑی میں بیٹھ رہے ہو۔ کہ میں اکیلی ہی چلی جاؤں۔"

"تمہاری میرے لیے فکر مندی میرے دل پہ محسوس ہو رہی ہے۔ پر کیا کروں۔ ہرن کے گوشت کا جو مزا ہے نا۔ اُس کے سامنے تمہارے لفظوں کی شیریں کم پڑ گئی ہے۔ ہرن جیتا تمہاری محبت ہاری۔"

"گوشت۔۔۔؟ کیا مطلب۔۔۔؟ تم اس معصوم کا گوشت کھاؤ گے۔؟"

"تو اور کیا تمہارا کھاؤں گا۔ جو مجھے یقین ہے۔ سو سال کے لیے بھی چولہے پہ چڑھائے رکھا۔ پھر بھی نرم نہیں ہو گا۔ جیسے تمہارا پتھر دل میرے کو مل جذبات پہ نرم نہیں ہوتا۔"

"استغفر اللہ۔۔۔! کو مل جذبات۔۔۔ اور وہ بھی اس دو من کے جسم میں۔

یا اللہ لوگوں کو جھوٹ بولتے ہوئے شرم بھی نہیں آتی۔"

باتوں کے دوران ہی فاز نے ڈرائیونگ سیٹ کے نیچے جھپٹا کر رکھا یہ اتنا بڑا سا چاقو برآمد کیا۔

اٹل نے رات کی تاریکی اور چاقو کی موجودگی کو نظر انداز کرنا چاہا۔ مگر ناکام رہی۔ اس دفعہ بولی تو آواز میں ہلکی سی لرزش تھی۔

"پلیز کہہ دو کہ تم ہرن کو مزید تکلیف دینے نہیں جا رہے ہو۔۔۔؟"

"ہاں صحیح سمجھی ہو۔ میں اس کی تکلیف ختم کرنا چاہ رہا ہوں۔ اور اس کا ایک ہی راستہ ہے۔ اس کو ذبح کر لیا جائے۔ کیونکہ چوٹ ہرن کے پچھلے دھڑ کو لگی ہے۔ اب یہ چل پھر نہیں سکے گا۔"

"تم کہاں کے ڈاکٹر ہو؟ جو ایک نظر ڈالتے ہی تم نے اس کی چوٹ کی تشخیص کر لی۔۔۔؟ اُس کو جانے دو۔۔۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔ جیسے تم کہو۔۔۔ بھلا اپنی دل عزیز بیوی کا کہاٹال سکتا ہوں۔ صرف تمہاری خاطر اس کو موقع دیتا ہوں۔ پانچ تک گنتی کروں گا۔ اپنے چہیتے سے کہو بھاگ جائے۔ اگر یہ بھاگ گیا۔ تو ٹھیک ورنہ میں تو اس کی تکہ بولی مزے لے لیکر کھانے والا ہوں۔"

"تمہاری اس بیوقوف گیم کے دروان اگر کوئی خونخوار جانور آکر تمہیں چیر پھاڑ گیا تو میرا کیا بنے گا۔؟ میں کیوں ساتھ مفت میں ماری جاؤں۔۔۔؟ اگر مرنے کا اتنا ہی شوق ہو رہا ہے۔ تو گاڑی کے دروازے لاک کر کے خود کشی کرو۔"

فاز نے اپنی کنپیوں کو دباتے ہوئے بتایا۔
"اُف بلا وجہ کی چیخ چیخ کرتی عورتیں مجھے زہر لگتی ہیں۔"
اُمل ترکی بہ ترکی بولی۔۔۔

"مجھے بھی بلا وجہ عورتوں پہ حکمرانی جتانے والے مرد زہر لگتے ہیں۔"
فاز گاڑی میں بیٹھا تو دل ہی دل میں اُمل نے شکر ادا کیا۔۔۔ مگر دو منٹ بعد جب اُس نے گاڑی کو ایسی پوزیشن میں کھڑا کیا کہ ہیڈ لائٹس سیدھی ہرن پہ پڑ رہی تھیں۔

اور دفعہ پھر گاڑی سے نکل گیا۔

دوسے چار منٹ بھی نہ لگے۔۔۔ فاز نے تڑپتے ہرن کو تکبیر ڈال دی

اٹل نے دونوں ہاتھ منہ پہ رکھ کر چیخ کا گلاب بایا۔۔۔ آخر ساری کاروائی اُس کی نظروں کے عین سامنے ہی تو انجام دی گئی تھی۔

چاقو کو ذبح شدہ ہرن کی کھال کے ساتھ صاف کر کے واپس اُس کی جگہ پہ رکھا۔۔۔ گاڑی کو ہرن سے آگے نکال لے گیا۔ پھر نکل کر پانچ دس منٹ کی جسمانی مشقت کے بعد ہرن کو ڈیکی میں ڈالنے میں کامیاب ہوا۔۔۔ اس دوران اٹل لب بھینچے خاموش بیٹھی اندھیرے میں سے گھورتے جانوروں کو کھوجنے میں لگی رہی۔

فاز نے اس کا سٹالر کھینچ کر اپنے ہاتھ صاف کئے۔

"تم انسان نہیں ہو۔۔۔ بلکہ ایک درندے ہو۔۔۔"

ہرن کے خون سے بھرا سٹالر فاز نے اٹل کو واپس تھماتے ہوئے گاڑی آگے بڑھائی۔۔۔ اٹل نے ناک کو انگوٹھے اور انگلی سے پکڑ کر دوسرے ہاتھ کی ایک انگلی سے اٹھا کر سٹالر کو چلتی گاڑی کی کھڑکی سے باہر پھینک دیا۔

"درندے کی بیوی کو کیا کہتے ہیں۔۔۔؟"

"تمہارے ہاتھوں سے خون کی بدبو آرہی ہے۔۔۔"

"بلکہ ساری گاڑی میں سے خون کی بدبو آرہی ہے۔۔۔"

"اگر چاہو تو میرا ہاتھ تھام کر سونگھ سکتی ہو۔۔۔ میں تمہیں منع تھوڑی کروں گا۔"

فاز نے اپنا دایاں ہاتھ اٹل کے چہرے کے قریب کیا۔ جسے اٹل نے بُری طرح جھٹکتے ہوئے حقارت سے کہا۔

"پیچھے کرو اپنے گندے میلے ہاتھ --- جانوروں کا قتل کر کے انکا گوشت کھانے والے بے حس انسان --- انسان تو دور تمہارے شر سے تو معصوم جانور بھی محفوظ نہیں ہیں۔۔۔ بچاری ہرن کے چھوٹے چھوٹے بچے ہو سکتے ہیں۔۔۔ وہ اب ساری عمر اپنی ماں کا انتظار کریں گے۔۔۔ پر ماں نہیں آئے گی۔۔۔"

فاز نے ایک تعجب بھری نظر اُس پہ ڈالی اور بولا۔
 "ماں آ بھی نہیں سکتی۔۔۔ کیونکہ یہ باپ تھا۔"
 اگلے پل وہ نئے سرے سے دکھی ہو گئی۔

"ہائے۔۔۔ ظالم انسان تم نے ایک ہنتا بستا گھر اجاڑ دیا۔۔۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کو یتیم کر دیا۔ ہائے اب انکا والی وارث کون ہو گا۔۔۔ وہ کس کو باپ کہیں گے۔۔۔ کون کما کر لائے گا۔۔۔ یہ ہرن بھی یقیناً دن بھر کی مزدوری کے بعد گھر جا رہا ہو گا۔۔۔ ہائے اُس کی بیوی ساری رات دروازے میں کھڑی ہو کر اس کی راہ تکیے گی۔۔۔ اس بچاری کو کون بتائے کہ اس کا شوہر۔۔۔ اُس کے سر کا تاج۔۔۔ کسی کی تکہ بوٹی بن گیا۔۔۔"

"او۔۔۔۔۔ ہیلو۔۔۔۔۔ شمیم آرا۔۔۔ بریک پہ پیر رکھو۔۔۔۔۔ ماڈلنگ میں کہاں سینگ ڈال رہی تھیں۔ ڈراموں میں جاتیں۔۔۔ جاتے ہی تمہیں پھا پھا کٹنی کارول پلیٹ میں رکھ کر دیا جاتا۔"

"تم سے کھرا سچ برداشت نہیں ہو رہا اسی لیے مجھے چُپ کروانے کو یہ سب کہہ رہے ہو۔۔۔"

"ارے کون سا سچ۔۔۔ کہاں کا سچ۔۔۔؟ کس کا سچ۔۔۔؟ آئی بڑی سچ کی

المبردار۔"

"چپ کر کے بیٹھی رہو ورنہ سچ سچ کھیلنا بہت مہنگا پڑ سکتا ہے۔"

"کنزور انسان دھمکیاں دینے کے سوا کر بھی کیا سکتا ہے۔"

فاز کا پیر بریک پہ پڑا۔۔۔ گاڑی ایک جھٹکے سے رُک گئی۔

اٹل نے دونوں ہاتھ اوپر کو اٹھائے اور اکتائے ہوئے لہجے میں بولی۔۔

"اب دوبارہ پھر سے کیوں گاڑی روک دی۔۔۔"

فاز کچھ بولا نہیں بس اپنا رخ اسکی جانب کرتے ہوئے بڑی گہری نظروں

سے اس کے چہرے کو دیکھنے لگا۔

پہلے تو اٹل نے نا سمجھی سے اُس کو دیکھا۔ پھر جب وہ مسلسل کچھ کہے بغیر

ایک ٹک دیکھے ہی گیا تو تھوڑا سا ڈر گئی۔ گاڑی میں گھر کر جانے والی بمعنی

خاموشی کو ختم کرنے کی خاطر فاز کے بازو پہ ہاتھ مارتے ہوئے نروس سی آواز

میں بولی۔

"اچھا اب یہ ڈرامہ بند کر دو۔۔۔ دیر ہو رہی ہے۔"

فاز نے اسکا وہی ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔۔۔ اور انگلیاں انگلیوں میں ڈال کر

مٹھی بند کر کے اپنی گود میں رکھ لیا۔۔۔

اٹل نے غصے سے اپنا ہاتھ کھینچا۔۔۔ مگر کامیابی نہیں ملی۔۔۔ کیونکہ فاز

مکمل کنزول میں تھا۔۔۔

"سُنو تم جو کوئی گیم بھی کھیل رہے ہو۔۔۔ ابھی کے ابھی ختم کر دو۔"

وہ پھر بھی کچھ نہیں بولا۔۔۔ اپنا دوسرا بازو لمبا کر کے۔۔۔ نرمی سے

اٹل کا گال سہلایا۔۔۔

اٹل نے اسکا ہاتھ جھٹک دیا۔

"پاگل ہو گئے ہو کیا۔۔۔؟"

"اتنی حسین بیوی بغل میں ہو۔۔۔ تو کون نہ پاگل ہوگا۔۔۔؟"

"ایسی باتیں کرتے ہوئے زہر سے بھی بُرے لگ رہے ہو۔"

وہ مکمل طور پہ اس کی جانب جھکا۔۔۔ اور اٹل کی کمر میں بازو ڈال کر اسکو قریب کیا۔

"کبھی کبھار زہر پینے سے ہی زندگی ملتی ہے۔۔۔ تم بھی کوشش کرو۔۔۔

ہو سکتا ہے۔۔۔ تمہاری ساری پریشانیوں کا حل اسی میں سے نکل آئے۔۔۔

کیونکہ کس کی جرات ہوگی جو میری بیوی سے کسی قسم کی کی باز پرس کرے

۔۔۔ جبکہ میں اس کی پشت پناہی کر رہا ہوں گا۔"

"میں کہہ رہی ہوں۔۔۔ پیچھے ہو کر بیٹھو۔۔۔ خبیث انسان۔"

فاز نے اس کے منہ پہ انگلی رکھ کر اسکو خاموش کر دیا۔۔۔ پھر اسی انگلی سے اسکے ہونٹوں کی شپ کو ٹریس کرتے ہوئے دھیمے سے بولا۔

"جب سے مجھے ملی ہو۔۔۔ تمہیں فراموش کرنے کے چکر میں مسلسل

خود سے لڑ رہا ہوں۔۔۔ مگر اب سوچا ہے۔۔۔ دور رہ کر اپنا خون جلانے کا کیا

فائدہ۔۔۔ جب تم اپنی ہو۔۔۔ تو بے نام کی دوری کیوں رہے کیوں نہ دل کو

من مانی کرنے دی جائے۔۔۔ حرج ہی کیا ہے۔"

پہلے تو وہ یہی سوچ رہی تھی کہ ڈرامہ کر رہا ہے۔۔۔ مگر اب قریب سے

اس کے چہرے پہ رقم سنجیدگی دیکھ کر آنکھیں حیرت سے کھلی رہ گئیں۔ گلا

خشک ہوتا محسوس ہوا۔

ہونٹوں پہ زبان پھیرت ہوئے۔۔۔ پوری قوت سے اس کو دھکیل کر

خود سے دور کرنا چاہا۔۔۔ مگر فاز نے ایک ہی جھٹکے میں اُس کو اٹھایا اور اپنی گود

میں بیٹھایا اور اُس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں بھر کے اپنے چہرے کے برابر کیا

---چند پل اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔۔۔ پھر اسکے ایک ایک نقش کو پڑھتے ہوئے بولا۔

"مجھے ہاتھ پائی کی عادت نہیں ہے۔۔۔ نہ ہی میں تم سے لڑتے ہوئے تمہارے ساتھ ازدواجی تعلق قائم کروں گا۔۔۔ امانتدار کو امانت پیار سے لٹائی جائے تب ہی مزا ہے۔۔۔ تمہارا اور میرا تعلق بہت سوکے لیے ایک مثال بنے گا۔"

"ہاں جب میں تمہارے سینے میں چھرا کھونپ کر تم سے جان جھڑواؤں گی۔۔۔ سارے نیوز چینلز پر پٹی چلے گی۔۔۔"

فاز کے ہاتھ اس کی کمر کو سہلا رہے تھے۔

"اور اگر تمہیں مجھ سے محبت ہو گئی تو۔۔۔؟"

"ایسا دن تو کبھی نہیں آئے گا۔۔۔"

"اگر ایسی ہی بات ہے۔۔۔ تو اس وقت اس قدر گھبرائی ہوئی کیوں ہو

۔۔۔؟۔۔۔ چہرے کا رنگ کیوں اڑا جا رہا ہے۔۔۔؟"

اس کے چہرے کو خود سے دور رکھنے کی خاطر اٹل نے اسکے کندھوں پہ

ہاتھ رکھے ہوئے تھے۔۔۔ اُس کی گرفت ہلکی سی لرزش کا شکار ہوئی۔۔۔ پلکیں جھپکتے ہوئے بولی۔

"میرے چہرے کا رنگ اس لیے اڑ رہا ہے کیونکہ میری براداشت

جواب دے رہی ہے۔۔۔ اور تمہاری فضول گوئی لمبی ہوتی جا رہی ہے۔"

فاز کی آنکھیں مسکرائیں اور وہ بولا۔

"ابھی تو ناچیز نے کچھ کہا ہی نہیں ہے۔۔۔۔۔ وہ کیا خوب بول ہیں۔۔۔ کہ

ابھی تو محبت کا آغاز ہے۔۔۔

ابھی تو محبت کا انجام ہو گا۔۔۔"

اٹل کو اپنے کانوں کی لوؤں۔۔ اور گالوں سے دھواں نکلتا محسوس ہوا

۔۔۔ مگر بظاہر لاپرواہی سے بولی۔

"تم چاہے جتنی مرضی گندی بکواس کر لو۔۔۔ میرے پہ کوئی اثر نہیں

ہونے والا۔۔۔"

"تو پھر ثابت کرتے ہوئے کیوں گھبرار رہی ہو۔۔۔ تم ہی نے تو کہا ہے

۔۔۔ کمزور انسان دھمکی دینے کے سوا اور کر بھی کیا سکتا ہے۔۔۔ میں نے تو دکھا

دیا کہ کیا کر سکتا ہے۔۔۔ اب تمہاری باری ہے۔۔۔ بولو۔۔۔"

دل ہی دل میں خود سے مخاطب ہوئی۔

"کیا میرے کہے جملے کا اتنا ردِ عمل ہوا ہے۔۔۔؟۔۔۔ لعنت ہے میری زبان

پہ۔۔۔"

"تم جانتے ہو نہ کہ میرا پیر زخمی ہے۔۔۔ اگر ذرا سا بھی کسی چیز سے مس

ہو گیا۔۔۔ درد سے جان تو میری جائے گی نا۔۔۔ مجھے میری سیٹ پہ واپس

چھوڑو۔۔۔ ہم لوگ جنگل میں موجود ہیں۔۔۔ اور ایک عدد مردہ ہرن گاڑی

میں رکھا ہوا ہے۔۔۔ اگر کوئی درندہ تازہ خون کی خوشبو سونگھتا ہوا ادھر کو آنکلا

۔۔۔ تو یہ جو لمبی لمبی چھوڑ رہے ہو۔۔۔ سب بھول جاتی ہیں۔۔۔ جان کے لالے

پڑ جائیں گے۔۔۔ اسیلے خدا کو مانو اور یہاں سے نکلو۔۔۔"

"تم میرے قرب میں بیٹھ کر عقل و فہم کی باتیں کر کے یہ ثابت کرنا چاہ

رہی ہو۔۔۔ کہ فاز اور نگزیب اتنا زور دار مرد کہاں کہ وہ اٹل کے دل کے

ہروں کو چھینر سکے۔۔۔ دھیان سے کہیں اپنی بوکھلاہٹ میں تم اپنا راز ہی نہ
فاش کر لو۔۔۔"

جیسے اسکو ایک جھٹکے میں سیٹ سے اٹھایا تھا۔۔۔ ویسے ہی واپس بیٹھا دیا
۔۔۔ اگلے پل گاڑی آگے بڑھنا شروع ہو گئی۔۔۔ اٹل نے گہرا سکون کا سانس
خارج کیا۔

مزید آدھے گھنٹے تک گاڑی کچی سڑک پہ آندھا دھند بھاگتی رہی۔۔۔
جیسے ہی جنگل ختم ہوا۔۔۔ سورج کی تازہ کرنوں نے سواگت کیا۔۔۔ دور تاحد
نظر صرف ہریالی ہی ہریالی۔۔۔ سڑک کے دونوں جانب دو دو فٹ لمبی گھاس
۔۔۔ جو کہ ہوا کے دوش پہ سرمست جھوم رہی تھی۔

بے اختیار اٹل نے گاڑی کا شیشہ نیچے کیا اور اپنا منہ کھڑکی سے باہر نکال کر
آنکھیں موند لیں۔ دو منٹ کے اندر گاڑی میں سے ہیٹر کی گرمی ختم ہو کر
ٹھنڈی ٹھار ہواؤں کے بسیرے ہو گئے۔

پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ اپنے گھونسلوں سے نکل کر نئے دن کی تلاش
میں جارہے تھے۔

چہرے پہ ٹھنڈی ہوا کے تھپڑے کھانا دشوار ہو گیا تو اٹل نے چہرہ اندر
کر کے شیشہ واپس چڑھا دیا۔۔۔ چند منٹ میں ہی وہ کانپ رہی تھی۔

فاز نے کچھ بھی کہے بغیر ہیٹر تیز کر دیا۔۔۔ وہ اس کو انگور کر رہا تھا۔۔۔
جس پہ اٹل دل ہی دل میں شکر گزار تھی۔

گاڑی میں گرمائش نے اس پہ غنودگی سوار کر دی۔۔۔ آنکھیں کھلی رکھ
کر مناظر سے لطف اندوز ہونے کی پوری کوشش کی مگر اس کے باوجود خیند کا
حملہ غالب آ گیا۔۔۔ شیشے پہ سر ٹکائے وہ سو گئی۔

فاز اُس پہ ایک نظر ڈال کر با آواز بڑ بڑایا۔
 "پہلے اپنی خاموشی سے بور کر رہی تھی۔۔۔ اب منہ کھول کر خراٹے
 مارے گی۔۔۔ میرے باپ نے مجھے اچھی جگہ پھنسایا۔ ہے۔۔۔۔۔ خیر سارے
 آئیڈئے میرے اپنے کمینے دماغ کی پیداوار تھے۔۔۔ تو فاز صاحب بھگتے
 ۔۔۔۔ بڑا شوق تھا دیوار میں سر مارنے کا۔۔۔"

ایک ہاتھ مضبوطی سے سٹیرنگ پہ جما ہوا تھا۔۔۔ دوسرے سے بال
 سنوارتے ہوئے نظریں سامنے بچھے سیاہ تار کول پہ جمی ہوئی تھیں۔
 گاڑی کا گیر بدل کر سپیڈ بڑھاتے ہوئے اُس نے سٹیریو کو دھیمی آواز میں
 لگایا۔

یونٹانی کی مدھر آواز کے ساتھ وہ خود بھی گنگنا نے لگا۔
 او خوش پیادسیں شالا
 نہیں وے لگ آندا

ہائے یار
 آن تتی دی او یار سُدھ نہیں وے لاندی

اویار
 خوش پیادسیں شالا
 دونوں ہاتھوں سے سٹیرنگ پہ ڈرم بجاتا
 اویار دھول سڑھاں دی صول پواندی
 گھن گھن تیری راہ تتی کُر لاندی
 اویار خوش پیادسیں شالا
 او۔۔۔ کیڑ ہا عیب ڈیٹھو دس ماہی

چھوڑا کیلی ہو یار تھی گیور اہی
خوش پیادیں شالا
گانا ختم ہونے پہ سوئی ہوئی امل کو مخاطب کرتے ہوئے بولا۔
"ٹینانٹی ایک کلاس ہے۔۔۔ کلاس۔"

اگلا نمبر شروع ہونے پہ اُس نے "واز تھوڑا اور کھول دیا۔
عابدہ پروین اپنے مخصوص انداز میں آلاپ پڑھ رہی تھیں۔
میں مندی ہاں کہ چنگی ہاں

میں صاحب تیری بندی ہاں
کہن لو کی جان دیوانی

میں رنگ سائیاں دے رنگی ہاں

ساجن میرے اکھیاں وچ وسدا
کہے حسین فقیر نماں میں ور چنگے نل منگی ہاں
گھوم چر کھڑا سائیاں دا تیری کتن والی جیوے
عابدہ جی کا ساتھ علی عظمت دے رہے تھے
کتن والی جیوے نڑیاں وٹن والی جیوے

اٹھ فرید استیا

دنیا دیکھن جا

جے کوئی مل جاوے بخشیا

تو وی بخشیا جاویں

ماہی یار دی گھڑولی بھر دے

سائیں تو ہی میرا سچا سائیں تو ہے

کتن والی جیوے نڑیاں وٹن والی جیوے
اٹل کے کسمانے پہ فاز نے آواز مزید اونچی کر دی۔

بوائے فرینڈ۔۔۔

گل فرینڈ۔۔۔

ناو ناو ناو۔۔۔

میں کیا ڈانس کریں گے۔۔۔

ناو ناو ناو۔۔۔

رومانس کریں گی۔۔

ناو ناو ناو۔۔۔

میں تیرا بوائے فرینڈ تو میری گرل فرینڈ

او مینو کیندی ناہ ناہ ناہ۔۔۔

رُک تے جا میری گل تائن لے

او مینو کیندی ناہ ناہ ناہ۔۔۔

اٹل نے نیند سے بھری آنکھیں کھول کر سنگر کا ساتھ دیتے فاز کو ناگواری

سے گھورا۔ جس پہ اُس نے آنکھ ماری۔۔۔

اٹل نے ہاتھ مار کر سٹیریو بند کر دیا۔ جسے اگلے پل فاز نے دوبارہ آن

کر دیا۔

وائے دس کولائوری کولائوری ڈی۔۔۔

پاپا پاپائے پاپا پاپائے۔۔۔

ریڈی ون ٹو تھری۔۔۔



اٹل نے آواز کم کی۔۔۔ فاز نے فل آن کر دی۔۔۔ اٹل کی آنکھوں میں
دیکھتے ہوئے شرارت سے ہنستے بولا۔۔۔
لور لور او مائے لور۔۔۔

وائے دس کولاوری کولاوری کولاوری ڈی۔۔۔
اٹل نے سٹیرویو میں لگی مموری شک نکال کر پچھلی سیٹ پہ پھینک دی
۔۔۔ ایک دم خاموشی چھا گئی۔
"میموری شک میری نہیں ہے۔"

"تو میں کیا کروں۔۔۔ بندہ خیال کر لیتا ہے کہ کوئی دوسرا انسان سو مر رہا
ہے۔۔۔ تو آواز کم رکھ کر اپنے شوق پورے کئے جائیں۔۔۔ یہاں کس کے
باپ کا ولیمہ ہو رہا ہے۔۔۔ جو اتنی اونچی آواز رکھ کر گانے سن رہے ہو۔۔۔ آج
سے پہلے تو خاندان کی لڑکیوں کے ساتھ سفر کے دروان صرف قوالیاں یا
تلاوت لگایا کرتے تھے۔۔۔"

فاز کا قہقہہ فلک شکاف تھا۔

"تب ساتھ خاندان کی لڑکیاں ہوتی تھیں۔۔۔ آج ساتھ میں بیوی ہے
۔۔۔ جس کے ساتھ سب کچھ جائز ہے۔۔۔ خاص کر جب وہ اتنے لمبے سفر
میں میری بوریٹ دور کرنے کی بجائے میرے سامنے سو جائے۔۔۔"

"میں تمہاری بیوی نہیں ہوں۔۔۔"

"آف وہی پُرانی گھسی پٹی لائن۔۔۔ کچھ تو نیا بولو۔۔۔ جیسے جانم۔۔۔ جان
جگر۔۔۔ دلجان۔۔۔ کچھ بھی۔۔۔"

"جانم۔۔۔ دلجان۔۔۔ تمہارے لیے بولوں۔۔۔؟"

"اور کیا وہ کھیت میں چرنے والے بکرے کو بولو گی۔۔۔؟"

"تم سے اچھا تو اسی سے بول دوں۔۔۔"

"بلڈی ہیل ایک بکرے کو مجھ پہ فوقیت۔۔۔ اندھی ہو گئی ہو۔۔۔"

"اندھی تو اُس دن ہو جاؤں۔۔۔ جس دن تم سے ایسے لفظ بولوں

۔۔۔ اندھی ہی کیا گونگی بھی ہو جاؤں۔۔۔"

"اپنی بات پہ قائم رہنا۔۔۔ کیونکہ ایک نہ ایک دن تم مجھے ان تمام

ناموں سے پکارو گی۔۔۔"

"مرنے کے بعد۔۔۔"

"تم اپنے شوہر کو جانتی نہیں ہو۔۔۔ میں تمہیں خود سے محبت کرنے پہ

مجبور کر دوں گا۔۔۔ میری گڈ لگس۔۔۔ میری ہمراہی۔۔۔ میری دولت۔۔۔

چلو۔۔۔ گڈ لگس کہیں اور مل جائیں گی۔۔۔ پر میری ہمراہی کا متبادل کہاں سے

لاؤ گی۔۔۔؟ خود پہ ناز کرو۔۔۔ تمہیں وہ ملا ہے۔۔۔ جس پہ ایک دنیا کی نظر

تھی۔۔۔"

"تم ایک انتہا کے خود پسند مرد نہ ہوتے تو۔۔۔ شاید تھوڑے پیارے

لگتے۔۔۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا۔۔۔

"اب زیادہ پیارا لگتا ہوں نا۔۔۔؟ ناشتہ کرو گی۔۔۔؟"

"ناشتہ یہاں؟"

اٹل نے گاڑی سے باہر نظر دوڑائی۔۔۔ ابھی تک ویسا ہی منظر تھا۔۔۔

ہریالی ہی ہریالی اور نیلا آسمان۔۔۔ جتنا تے ہوئے بولی۔

"حلوہ پوری کا ناشتہ ہو گا۔۔۔ ہے نا۔۔۔؟"

"ارے جلوہ پوری تو غریب لوگ کھاتے ہیں۔۔۔ میں تمہیں فریش
ایگزویک فروٹس کا ناشتہ کروانا ہوں۔۔۔ کیا یاد کرو گی۔۔۔ کس آدمی کو شوہر
بنایا ہے۔۔۔"

"آدمی۔۔۔؟۔۔۔ خود کو آدمی بول کر آدمیت کی توہین کرنے سے باز آؤ۔"

"-
فاز نے ایک جھٹکے سے گاڑی سپیڈ کے ساتھ کھیت میں اتاری۔۔۔ امل
اپنی سیٹ پہ اچھل کر گری۔۔۔ پیر زور سے کہیں لگا تھا۔۔۔ جس سے درد کی
شدید لہر نے چیخنے پہ مجبور کر دیا۔
گاڑی رُک گئی۔

بڑی پرسکون سی آواز میں فاز بولا۔

"اُمید کرتا ہوں۔۔۔ اب مجھے آدمیت کا سرٹیفکیٹ مل جائے گا۔"

امل غصے سے بولی۔۔۔ درد سے جان نکل رہی تھی۔۔۔

"فاز اور نگریب اللہ کرے تم مر جاؤ۔۔۔"

"تم پہ مر چکا ہوں۔۔۔ اب مرے ہوئے کو تو چار دن جینے دو۔ ظالم

عورت۔۔۔"

"تم چپ کر جاؤ۔۔۔ کیونکہ میں تمہاری آواز سن سن کر آکتا گئی ہوں

۔۔۔ تم کتنا بولتے ہو۔۔۔ تو بہ۔۔۔ اور میرے پیر کے ساتھ جو جو ظلم ہو رہے

ہیں۔۔۔ مجھے لگتا ہے۔۔۔ اگلی زندگی اپا بھی میں گزرنی ہے۔۔۔"

"ماشاء اللہ خود بولنا شروع کرتی ہو۔۔۔ تو آگے دو دو میل تک سپیڈ بریکر

نہیں آتا۔۔۔ اور آکتانے کی اتنی جلدی کیا ہے۔۔۔ جانے من عمر پڑی ہے

--- تیری زلفوں کی چھاؤں میں بیٹھ کر ہیر گایا کروں گا۔۔۔ تم مجھے پکھیاں
جھلنا۔۔۔ وہ جوا نجنم کہتی ہے۔۔۔ چلاں گی پکھیاں۔۔۔۔۔

"پکھیاں نہیں جھلنا۔۔۔ ہاں۔۔۔ پناں گی تیری وکھیاں۔۔۔"

اٹل کے جواب پہ ہنستا ہوا وہ گاڑی سے نکل گیا۔

وہ ڈیش بورڈ پہ سر رکھ کر اپنے پیر کے قریب سے ٹانگ کو ہلکے ہلکے سے
دبانے لگی۔۔۔ اور دل ہی دل میں فاز کو گالیوں سے نوازنے میں مصروف
تھی۔

وہ واپس آیا۔۔۔ اور اٹل کی کھڑکی بجائی۔۔۔ اٹل کے سر اٹھا کر دیکھنے پر
اسکو دروازہ کھولنے کا اشارہ دیا۔

اٹل نے تجسس سے دروازہ کھول دیا۔

اگلے پل فاز نے اس کی گود میں مالٹوں کا ڈھیر انڈیل دیا۔

تازہ تازہ موٹے موٹے مالٹوں پہ اوس پڑی ہوئی تھی۔۔۔ اور خوشبو جان
لیوا تھی۔۔۔ فاز اور حالات سے خفا ہونے کے باوجود اٹل کے چہرے پہ یہ اتنی
بڑی مسکراہٹ دوڑ گئی۔۔۔

بے اختیار مالٹا پکڑ کر سونگھا۔۔۔

جبکہ فاز واپس جا چکا تھا۔۔۔ اٹل نے فاز کی سمت غور کیا۔۔۔ تو سڑک
کے اُس پار جہاں وہ جا رہا تھا۔۔۔ وہاں باغات نظر آئے۔

نکھری پیلی دھوپ میں موتیوں کی طرح چمکتا فروٹ۔۔۔ مالٹے۔۔۔
اور انکے اگلی جانب کچھ اور تھا۔۔۔ جو اتنی دور سے نظر نہ آیا۔ فاز آیا تو اس دفعہ
سینے کے ساتھ پانچ چھ سیب لگے ہوئے تھے۔۔۔ اور ہاتھ میں لمبے لمبے خوشے

اس دفعہ پھر سارا کچھ اٹل کی گود میں ڈال دیا۔

"تم یہ سب چوری کر کے لائے ہو۔۔۔"

"جی۔۔۔ بالکل ایسا ہی ہے۔۔۔ پلیز اب تم مجھے میرے جرم کی سزا کے طور پر قید کر لو۔۔۔ دل میں۔۔۔ نظر میں۔۔۔ جگر میں۔۔۔ گردوں میں۔۔۔ آئی مین۔۔۔ کہیں بھی۔۔۔ اس وحشی کو آزادی راس نہیں آتی۔۔۔ میں خوشی خوشی سرنڈر کرتا ہوں۔۔۔ جب تک کہو گی۔۔۔ جہاں کہو گی۔۔۔ بیٹھا رہوں گا۔۔۔"

"اسی قسم کی بیہودہ گفتگو سے لڑکیوں کا پٹا تے ہو۔۔۔"

"عقل مند ہو۔۔۔ ٹائٹل دیکھ کر مضمون سمجھ جاتی ہو۔۔۔ ایسے ہی تو میں

نے سردھڑکی بازی نہیں لگائی۔"

"میں اللہ کی ان خوبصورت نعمتوں کو تمہاری منحوس آواز نے بغیر

انجوائے کرنا چاہتی ہوں۔۔۔ اسلیے اب مت بولنا۔"

"مجھے شوہر تسلیم نہیں کرتی ہو۔۔۔ پھر حق کس بات کا جاتی ہو۔۔۔؟"

"تم چپ کرنے کا کیا لو گے؟"

"سوچ لو کیا دے سکو گی؟"

"اگر میرے پاس بندوق ہو نا۔۔۔ میں اُس میں پچاس گولیاں

بھروں۔۔۔ اور پھر ایک ایک کو تمہارے سینے میں اتار دوں۔۔۔"

"اُف اتنی محبت۔۔۔ کہیں خوشی سے مرہی نہ جاؤں۔۔۔ ویسے بڑی بے

زبان ہو۔۔۔ ایک طرف آفر کرتی ہو۔۔۔ دوسری طرف مانگنے سے منع بھی

کرتی ہو۔۔۔ آخر تم چاہتی کیا ہو۔۔۔؟"

"میں پُپ چاپ خاموشی سے یہ فروٹ کھانا چاہتی ہوں۔۔۔ جو تم نے چوری کیا ہے۔۔"

"تمہاری خاطر۔۔ چوری۔۔۔ کی۔۔۔ ہے۔۔۔"

"میری خاطر زہر کیوں نہیں کھا لیتے۔۔۔"

"کھا تو لوں۔۔ مگر کیا فائدہ میری بیوہ بن کر اپنی جائز خواہشات کو بھی مارو گی۔۔ کیونکہ میں گیا بھی تو وصیت میں لکھ کر جاؤں گا کہ۔۔۔ خبردار جو میرے بعد کسی سالے نے میری بیوی پہ بُری نظر ڈالی یا اُس کے ساتھ شادی کرنے کا سوچا۔۔ اپنے قریبی رشتے داروں سے کہہ کر مروں گا۔۔ اگر میری بیوی میرے بعد کسی سے شادی کرے تو۔۔ میری جائیداد بیچ کر اُس سالے کو قتل کروا دینا۔۔"

اٹل نے چند پل ایسے اُس کی شکل دیکھی جیسے فاز کی ذہنی حالت پہ شُبہ ہو۔

"یہ سب باتیں وہ مرد کر رہا ہے۔۔ جو مجرہ کرنے والی عورتوں پہ ایک ہی رات میں دس لاکھ روپیہ اُڑا دیتا ہے۔"

فاز کا ماتھا ٹھنکا۔ اٹل کو سنجیدہ نظروں سے جانچتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"تمہیں کیسے پتا۔۔؟۔۔ ایسا کچھ تو میں نے کبھی نہیں کیا ہے۔۔"

اٹل نے اسی کی نظر واپس لٹائی۔

"تم واقعی میں میرے سامنے یہ جھوٹی معصومیت کا ڈھونگ رچانا چاہتے

ہو۔۔ کیا تم بھول رہے ہو۔۔۔ کہ میں تمہاری چچا زاد ہوں۔۔۔ اور تمہارے

کارناموں کی خبریں وقتاً فوقتاً خاندانی ریڈیو پہ چلتی رہتی ہیں۔۔۔"

"پھوپھی کبریٰ۔۔۔ یہ عورت نہ کسی دن میرے ہاتھوں ضائع ہو جائے گی۔۔۔ اور کیا کیا بکواس اُس کے ذریعے سُنی ہے۔"

اٹل دوسرے مالٹے کو چھیلے ہوئے کہہ رہی تھی۔۔۔ جبکہ فاز اب تک چار پانچ مالٹے ہضم کر چکا تھا۔

"وہ بکواس نہیں کرتی ہیں۔۔۔ وہ تو بس کام کی بات بتاتی ہیں۔۔۔ تاکہ خاندان میں تمام لڑکیوں کی مائیں الرٹ رہیں۔ کہیں تمہارے ساتھ اپنی بیٹیوں کے نصیب نہ پھوڑ دیں۔"

"چہ چہ چہ۔۔۔ بچاری اٹل۔۔۔ کیا ہو گا تمہارا۔۔۔"
"ویسے تمہیں کبریٰ پھوپھی کی کرن سے شادی کرنی چاہیے تھی۔"
فاز نے بھویں اچاتے ہوئے استفسار کیا۔
"وہ کیوں۔۔۔؟"

"کیونکہ اس کو تم پہ کرش ہے۔۔۔ اُس نے اپنے دل کے اوپر بلیڈ سے تمہارا نام لکھا ہوا ہے۔۔۔"
فاز کو کھاتے کھاتے اچھولگ گیا۔

"بلڈی ہیل۔۔۔ وہ کرن؟۔۔۔ وہ چھوٹی سی۔۔۔؟"

"چھوٹی سی ہے وہ۔۔۔؟ مجھ سے چار سال بڑی ہے۔"

"اوہ۔۔۔ تو اس کا مطلب میں نے تم سے شادی کر کے خاندان سے باہر ہی نہیں خاندان کے اندر بھی لوگوں کے دل توڑے ہیں۔۔۔؟ چلو کوئی نہیں میں ان سب کا شکوہ دور کر دوں گا۔۔۔ آخر اسلام میں چار کی اجازت ہے۔۔۔ پہلی شادی اُس سے کی ہے۔۔۔ جس پہ مجھے کرش تھا۔۔۔ دوسری اُس سے کروں گا۔۔۔ جس کو مجھ پہ کرش ہو گا۔۔۔ پر یار وہ چھوٹی سی کرن۔۔۔۔ بڑی

میسنی گھنی ہے وہ۔ ارے میں جب کبھی کسی کام سے ان کے گھر گیا ہوں۔۔۔
 میری بڑی آؤ بھگت کرتی ہے۔۔۔ فار گاڈ سیک وہ مجھے فاز بھائی بلاتی ہے۔۔۔
 تمہیں ضرور کوئی غلط معلومات ملی ہے۔"
 "وہ اپنی ماں کے ڈر سے تمہیں بھائی کہتی ہے۔۔۔ مانتی و انتی کوئی نہیں
 ہے۔۔۔"

"یار۔۔۔۔۔ حد ہو گئی ہے۔"

گاڑی سڑک پہ چڑھنے کے بعد ایک دفعہ پھر سے منزل کی جانب رواں
 دواں تھی۔

ایک سیب اور دو مالٹوں کے علاوہ کچے فالسوں سے لطف اندوز ہوتے
 ہوتے امل دوبارہ نیند کی گہری وادیوں میں اتر گئی۔
 فاز نے نیند بھگانے کے لیے دونوں طرف کی کھڑکیاں گرا رکھی تھیں
 ۔۔۔ امل کے بال کھڑکی سے باہر اڑ رہے تھے۔ کالے گلاسز لگائے فاز کی
 ساری توجہ سامنے روڈ پر تھی۔۔۔ وہ دوپہر سے پہلے پہلے قریبی آبادی تک
 پہنچنا چاہتا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

آنکھ کھولتے ہی پہلی چیز جس کا اُس نے نوٹس لیا وہ پرندوں کا چہچہانا
 تھا، آواز اتنی صاف اور تیز تھی جیسے پرندوں کا جھنڈا اس کے بالکل پاس بیٹھ کر
 چہچہا رہا ہو۔ ایک ہاتھ سے بال درست کرتی ہوئی وہ اپنی سیٹ میں سیدھی
 ہو کر بیٹھی۔ بال ہوا میں اڑتے رہنے کی وجہ سے بُری طرح سے الجھے ہوئے
 تھے۔ منہ میں مٹی کا ذائقہ آ رہا تھا۔ ہلنے سے پیر کے درد نے اپنے ہونے کی
 یاد دہانی کروانی ضروری جانی۔

بے اختیار اسکا ہاتھ ٹانگ دبانے کی طرف گیا۔ ساتھ ساتھ باہر کا جائزہ لے رہی تھی۔

اپنے سامنے صاف ستھری سفید پینٹ میں نہائی عمارت دیکھ کر طبیعت پہ خوشگوار اثر پڑا تھا۔

راہداری سُرخ رنگ کی ٹائیلوں سے بنی ہوئی تھی۔ دونوں جانب چھوٹے بڑے گملوں میں رنگ بھرنگے پھول لگے ہوئے تھے۔ وہ بڑبڑائی۔
"کیا یہ جگہ واقعی اتنی پیاری ہے یا اُس شخص کے منظر میں نہ ہونے سے حُسن بڑھ گیا ہے؟"

اُسی وقت سامنے لمبے سے برآمدے میں سے ایک لکڑی کا دروازہ کھلا جس میں سے فاز برآمد ہوا۔ نہایا دھویا صاف ستھرا۔۔۔ نیلی جینز کے اوپر سفید آدھے بازوؤں والی پولو شرٹ پہنے ہوئے تھا۔
"تو آخر کار بیگم صاحبہ اُٹھ ہی گئیں۔"

تاسف سے سر ہلاتا ہوا ایک دفعہ پھر گویا ہوا۔
"مجھے خبر نہیں تھی کہ تم نیند کی اس قدر پکی ہو۔۔۔ اور سفر کے دوران یوں مزے سے نیند پوری کر سکتی ہو۔۔۔ یو آر داورسٹ پرسن ٹو سٹارٹ آ جرنی وید۔۔۔ وہ تو میں گاڑی چلا رہا تھا۔۔۔ کوئی کمزور اعصاب کا مالک ہوتا۔۔۔ تو جیسے تم خراٹے بھر رہی تھیں۔۔۔ ڈرائیور بھی سو جاتا۔۔۔ اُس کے بعد سواری اور گاڑی دونوں پر کلمہ شہادت پڑھا جانا تھا۔"

"ویسے تم جو چند پل خاموش رہتے ہونا۔۔۔ وہ صرف اسلیے کہ اگلی تقریر جھاڑنے کے لیے موضوع اور موقع ڈھونڈ رہے ہوتے ہو۔۔۔ اور دوسری بات یہ کہ میں خراٹے نہیں لیتی۔۔۔"

"بیگم جی میں ناڈرا ٹیکنکل قسم کا بندہ ہوں۔۔۔ ثبوت جیب میں لیے گھومتا ہوں۔۔۔ اگر مجھ سے اختلاف کرنا ہے۔۔۔ تو ابھی فون کی گیلری میں موجود پچاس سیکنڈ کی ویڈیو دکھا دیتا ہوں۔۔۔ منہ کھلا ہوا ہے۔۔۔ بال بکھرے ہوئے ہیں۔۔۔ قسم سے ویڈیو دیکھنے کے بعد خود مان جاؤ گی کہ تم ماڈل میٹرل نہیں ہو۔۔۔ ارے کہاں وہ سفسٹیکٹ قسم کی نازک اندام خواتین۔۔۔ کہاں۔۔۔ تم۔۔۔"

وہ دانت پیستے ہوئے بولی۔

"اگر تمہاری لالی یعنی بکو اس بند ہو گئی ہو۔۔۔ تو کیا مجھے گاڑی میں سے نکلنے میں مدد کر سکتے ہو؟"

"اوائے ہوئے ہنی مون سویٹ دیکھنے کی اتنی جلدی۔۔۔ ارے تھوڑا دھیر بچ رکھو۔۔۔ وہیں لیکر جاؤں گا۔۔۔ مگر پہلے تمہیں نہادھو کر سفر کی ساری میل کچیل اتارنی ہوگی۔ گرد سے اٹی شکل کے ساتھ بھوتنی معلوم ہو رہی ہو۔۔۔ یہاں ہوٹل میں ایک بیوٹی پارلر ہے۔ وہاں تمہاری بکنگ کروا کر آیا ہوں۔ وہ عورت کسی کو نہلانے وغیرہ میں مدد دینے پہ تیار تو نہیں ہو رہی تھی۔۔۔ پر پیسہ۔۔۔ یونو۔۔۔ پیسہ بندے کے کام کروا دیتا ہے۔ ابھی وہ وہیل چئیر لیکر تمہیں لینے آئے گی۔۔۔ اُس کے ساتھ چلی جانا۔ تمہارے کپڑے وغیرہ اس کو دے آیا ہوں۔ اتنی دیر میں قریبی قصبے سے ایک بزرگ کو لینے جا رہا ہوں۔ وہ ہڈیاں چڑھانے میں ماہر ہے۔ تمہارا پیر دیکھ لے گا۔"

"ہاں اگر ہڈی ٹوٹنے سے بچ گئی ہے۔ تو تمہارا لایا ہوا نیم حکیم ہڈی توڑ کا جائے گا۔"

"نیور انڈرا سٹیٹ۔ ایسے لوگ سالوں کا تجربہ رکھتے ہیں۔ اور یہاں پہ فائو سٹار ہسپتال موجود نہیں ہے۔ جہاں پہ تمہارا علاج کرواؤں۔ اور لاہور ہسپتالوں لنگوی بنی رہو گی۔ دوسرا میں تمہاری خدمت کر کے تنگ آ گیا ہوں۔ اب میں چاہتا ہوں۔ تم ٹھیک ہو جاؤ۔ اور پھر میری خدمت کرو۔"

"اُن دیوں کی چاہت کرو فاز اور نگزیب جن کے جلنے کا امکان ہو۔"

"زندگی بڑی ہی ان پریڈیکٹبل ہے اہل فاز۔ کبھی سوچا تھا کہ تمہاری شادی مجھ جیسے شاندار انسان سے ہو گی۔۔۔؟ نہیں نا۔ اسلیے جان لو پہلے بھی اللہ نے تمہیں اوقات اور سوچ سے بڑھ کر نوازا دیا۔ آگے جا کر کچھ بھی ہو سکتا ہے۔"

"ہاں جیسے میرے ہاتھوں تمہارا قتل۔"

"اُف جب تم اتنی محبت سے بولتی ہونا۔ قسم سے جان لے لیتی ہو۔"

"کاش تمہارے اس کمینے روپ کو میرا باپ دیکھ سکتا۔ جو تمہیں خاندان کا سب سے سلجھا ہوا لڑکا سمجھتے ہیں۔ ان کو پتا چلتا تم کتنے بڑے لوفر ہو۔"

"دیش کالڈ ٹیلنٹ مائے ڈیر کزن۔۔۔ ٹیلنٹ بھی ایسا جو کسی کسی کے پاس ہوتا ہے۔ پگلی تم کیا جانو۔۔۔ عاشقی کی بہار۔۔۔ چلو تمہاری سواری آگئی ہے۔ تم نکلو میرے آنے تک انسان کے حلیے میں آؤ۔"

اہل مسلسل دانت پیستے ہوئے اُس کو گھور رہی تھی بس نہیں چلتا تھا۔ فاز ایک پل زندہ نہ رہتا۔ وہ سن گلاسز چڑھا کر سیٹی بجاتا ہوا ڈرائیونگ سیٹ پہ براجمان ہو گیا۔

اہل اُس عورت کی جانب متوجہ ہوئی جس نے چادر کو اچھی طرح اوڑھا ہوا تھا۔ اور پہاڑی لہجے میں بولی۔

"میں تم کو لینے آئی ہوں۔۔۔ تمہارے شوہر نے بکنگ کروائی ہے۔"

جبراً مسکرا کر سر اثبات میں ہلایا۔

اُس عورت نے مدد دیکر امل کو وہیل چیر پہ منتقل کیا۔

جیسے ہی وہ لوگ آگے بڑھیں۔ فاز گاڑی بھگالے گیا۔ گاڑی کے نظروں سے دور ہوتے ہی امل جلدی سے بولی۔

"سُنئے کیا آپ مجھے وہاں لے جاسکتی ہیں۔ جہاں میں فون کی سہولت حاصل کر سکوں۔ مجھے بہت ضروری فون کرنا ہے۔"

اُس عورت نے جن نظروں سے امل کو دیکھا وہ سب سمجھ گئی۔ ایک گھنٹے بعد فاطمہ نامی عورت ریسپشن سے چابی لیکر امل کو اسکے کمرے تک چھوڑ گئی۔

نہا کر لباس تبدیل ہو چکا تھا۔ بال بلوڈ رائے کئے گئے تھے۔

امل کو اپنا آپ بہت اچھا۔ اور پُر سکون لگ رہا تھا۔ اتنے دنوں کے بعد کہیں صاف ستھرا ماحول میسر آیا تھا۔ اس کے ناخن جن میں گڑھے میں گرنے سے انچ انچ گند جمع ہو گا تھا۔ وہ کاٹے جا چکے تھے۔

فاطمہ کمرے سے جانے لگی جب امل نے اس کو مخاطب کیا۔

"فاطمہ آپا۔۔۔ جانے سے پہلے یہ ریمورٹ دیتی جائیں۔۔۔؟ کمرے میں جو ٹیلی ویژن موجود ہے کام تو کرتا ہے نا۔۔۔؟"

"ہاں۔۔۔ ریمورٹ ادھر تمہارے پاس دراز میں رکھا ہے۔۔۔ اور کچھ۔۔۔؟"

"مجھے سخت بھوک لگ رہی ہے۔۔۔ پلیز پتا کر دیں۔۔۔ کھانے کو کچھ

مل سکتا ہے۔۔۔؟"

"میں کسی کو بھیجتی ہوں۔"

فاطمہ چلی گئی۔

امل نے فوراً۔۔۔ سائیڈ دراز پہ رکھے فون سیٹ کا ریسور اٹھایا۔ اور تیز تیز انگلیوں سے گھر کا نمبر ملایا۔

مگر یہ کیا۔ لائن ڈیڈ جا رہی تھی۔ دو تین دفعہ مزید کوشش کرنے کے بعد اس نے انٹر کام پہ ریسپشن سے رابطہ کیا

"ہیلو۔۔۔ جی میں کمرہ نمبر آٹھ سے بات کر رہی ہوں۔ یہ پوچھنا تھا کہ یہاں پڑا فون کام کیوں نہیں کر رہا ہے؟"

"اس کمرے کی لائن خراب ہے۔ ہم نے آپ نے شوہر کو پہلے ہی بتا دیا تھا۔ انہوں نے کہا تھا۔ انہیں ایسا ہی کمرہ چاہیے۔"

امل کے منہ سے گالیاں نکلیں۔ دوسری جانب آدمی بولا۔

"جی کیا کہا آپ نے۔۔۔؟"

"فون کیسے کیا جاسکتا ہے۔۔۔؟ کوئی موبائل وغیرہ مل سکتا ہے۔ وائی

فائی تو موجود ہوگی۔ کوئی لیپ ٹاپ یا پی سی۔۔۔ کیسے مل سکتا ہے؟"

"جی دیکھئے۔۔۔ کیا آپ نے ہمارے موٹل کے رولز نہیں پڑھے ہیں۔

یہاں وائی فائی وغیرہ کچھ نہیں دیا جاتا ہے۔ کیونکہ ہم جدید دور کی سہولیات سے بری پرسکون ماحول دیتے ہیں۔ لوگ یہاں نیچر کے قریب ہونے آتے ہیں۔"

ساری تقریر سنے بغیر امل نے ریسور پٹخ دیا۔

"کمبخت مارے۔۔۔"

تب ہی دروازے پہ دستک ہوئی۔

"آ جاؤ۔۔۔"

بیر اندر آیا۔

ڈرتی ڈرتی نظروں سے ارد گرد کا جائزہ لیتے ہوئے بولا۔

"جی میم۔۔ فاطمہ نے کہا آپ نے بلایا ہے۔"

"مجھے کھانے کو کچھ لا دو۔"

"وہ کھانے میں اس وقت بس پکوڑے مل سکتے ہیں۔"

"کیوں بھی۔۔۔؟ کھانا کیوں نہیں مل سکتا۔۔۔؟"

"وہ دراصل یہاں بس عین وقت پہ کھانا ملتا ہے۔ اس وقت نہ تو ناشتے کا

وقت ہے۔ نہ دوپہر کے کھانے کا۔۔۔ نہ ہی ڈنر کا۔۔۔ اس لیے کچن سب بند ہیں۔ جو رات میں ہی کھلیں گے۔"

"کیسی بکو اس ہے۔۔۔ ایسا کرو۔۔۔ مجھے باہر کہیں سے کھانا لا دو۔"

"میڈم۔۔۔ یہاں قریب میں ایسی کوئی جگہ موجود نہیں ہے۔"

اٹل کو دل کر رہا تھا۔ اپنا یا گلے کا سر پھاڑ دے۔

مگر پھر بھی تحمل کا دامن تھامتے ہوئے بولی۔

"کیا تمہارے پاس فون ہے۔۔۔؟ مجھے ایک ضروری کال کرنی ہے۔"

بیر اگڑ بڑایا۔ اور نفی میں گردن ہلاتے ہوئے بولا۔

"ن۔۔۔ نہیں۔۔۔ میں فون استعمال نہیں کرتا ہوں۔"

اٹل کا ماتھا ٹھنکا۔۔۔ ٹھہری ہوئی آواز میں بولی۔

"کیا اس کمینے نے تم لوگوں کو یہ جوابات دینے کو کہا ہے؟"

بیر اگلی پچھلی معصومیت کے ریکارڈ توڑتے ہوئے بولا۔

"کون۔۔۔؟ کس کی بات کر رہی ہیں۔۔۔؟"

"میڈم یہ ٹرے کہاں رکھوں؟"

"میرے سر پہ۔۔۔"

"جی؟"

"یہاں بیڈ پہ رکھ دو بھئی۔"

بیرار کھ کر سیدھا کھڑا ہوا۔

اٹل شرمندگی سے بولی۔

"معاف کرنا تمہیں ٹپ دینے کو میرے پاس پیسے نہیں ہیں۔"

بیرافٹ سے ہاتھ اٹھا کر تسلی دیتے ہوئے بولا۔

"نہیں نہیں میڈم اس کی ضرورت بھی نہیں ہے۔۔۔ کیونکہ۔۔۔ ٹپ

مل۔۔۔"

اٹل نے اس کو تولتی نظروں سے دیکھا۔۔۔ تو بیرے کی زبان کو بریک

لگ گئی۔

ہکلاتے ہوئے بولا۔

"ٹپ ہی ٹپ ہے۔۔۔ کوئی نہیں پھر دے دیجئے گا۔۔۔"

اٹل ابھی بھی گھور رہی تھی۔ وہ مری سی مسکراہٹ دیکر بھاگ گیا۔ اٹل

کو ایک تو بھوک لگی تھی۔ دوسرا غصہ۔ تیسری بے بسی۔ پکوڑوں پہ ہاتھ پڑا تو

رکنا بھول گیا۔

جب تک ہوش میں آئی آدھے سے زیادہ باؤل خالی ہو چکا تھا۔

مگر ایک بات جس کا نوٹس نہ لے سکی۔ اپنا آپ بڑا ہلکا پھلکا محسوس ہونے

لگا۔ دماغ ہر قسم کی سوچ سے خالی ہو گیا۔

اُس نے فاز کی آمد کو محسوس تو کیا مگر کوئی ردِ عمل نہ دے سکی۔

خالی الذہنی کی حالت میں ساری کاروائی دیکھتی رہی۔ فاز اکیلا نہیں آیا تھا۔ اسکے ساتھ ایک بزرگ بھی تھے۔

☆☆☆☆☆☆

"سر آپکی ہدایت کے مطابق میم کو صرف آپ کے دیئے گئے پکوزے ہی کھانے کو دیئے ہیں۔۔ اور آپکے کمرے کی لائن کاٹ دی گئی ہے۔۔۔ موبائل مانگنے پہ بہانہ بنا دیا گیا تھا۔۔۔"

فاز کے گاڑی سے نکلتے ہی بیرے نے جلدی جلدی اس کو ہونے والے حالات و واقعات سے مطلع کیا۔

"بہت شکریہ شبیر۔ مینیجر صاحب کو میری طرف سے دوبارہ شکریہ بول دینا۔"

"جی سر۔۔۔ آپ کو کسی بھی چیز کی ضرورت پڑے۔ انٹرکام کر دیجئے گا۔ میں حاضر ہو جاؤں گا۔"

"شبیر تم بہت اچھی سروس دیتے ہو۔ میں تمہاری اعلیٰ کارکردگی پہ مینیجر کو ضرور بتاؤں گا۔ اور ہاں یہ تمہاری خاص ٹپ۔ جو تم نے بغیر کوئی سوال و جواب کئے میرے احکام پہ عمل کر دیا۔"

"اوہ۔۔۔ سر مگر ٹپ تو آپ پہلے سے دے چکے ہیں۔۔۔"

"ارے رکھ لو۔۔۔"

"شکریہ سر۔۔۔"

شبیر نے بتیسی دکھاتے ہوئے دو ہزار تھام لیا۔ فاز بزرگ کابیگ تھام کر آگے چل پڑا۔ وہ اس کے ساتھ ہی آرہے تھے۔

"بزرگو آپ کو ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ مرنے کو بھنگ کھلائی گئی ہے۔ اسلئے ہو سکتا ہے۔ وہ کچھ الٹا سیدھا بولے۔ آپ کے ساتھ بد تمیزی کرے۔ آپ کسی بات کا اثر مت لیجئے گا۔ کیونکہ وہ ہوش میں نہیں ہے۔"

بزرگ جو کے پیچھے سے لکھنوی نواب تھے۔ ابرو تان کر بولے۔

"ہیں۔۔۔؟ آپ یہ کیا بات کر رہے ہیں لا حول ولا۔۔ یعنی آپ مجھے جھوٹ بول کر اپنے ساتھ لائے ہیں۔ صاحبزادے بہت ہی نامعقول حرکت کی ہے۔"

فاز حیرت سے اُن پانچ فٹ کے نواب کو دیکھنے لگا۔ پھر انہی کے انداز میں بولا۔

"محترم آپ بتانا پسند کریں گے کہ آپ کے ساتھ آخر کونسا جھوٹ بولا گیا ہے؟"

"ارے یہی ہے کہ ہم یہاں ایک جوان لڑکی کا علاج کرنے آئے ہیں۔ اب اگر مریض نے بھنگ کھائی ہے۔ تو وہ لڑکی تو نہیں ہو سکتی۔"

"کیوں جی کیا لڑکیوں کو بھنگ کھاتے ہوئے موت آتی ہے۔۔۔؟"

"واہ صاحبزادے کیا خوب کہی۔۔۔ مطلب اب لڑکیاں نشے بھی کریں گی۔ انتہائی واہیات کام ہے۔ جلدی سے مجھے مرنے کے پاس لے چلو۔ اندھیرا ہونے سے پہلے مجھے واپس اپنے گھر بھی پہنچنا ہے۔"

کمرے کے سامنے رُک کر اُس نے ڈاکٹر کو وہیں رُکنے کا کہا۔

"آپ یہیں رُکیے میں اجازت لیکر آتا ہوں۔"

نہ جانے اندر کس صورتحال کا سامنا کرنا پڑتا۔ اس لیے اُس نے پہلے خود جا کر دیکھ لینا پسند کیا۔

کمرے کی بتی بند تھی۔ اپنے پیچھے دروازہ بند کرتے ہوئے پہلے بتی جلائی۔
 وہ سامنے بیڈ پہ چت لیٹی ہوئی تھی۔ بال بکھرے ہوئے تھے۔ دونوں
 بازو پوری طرح کھول کر یک ٹک سیلنگ کو تک رہی تھی۔
 فاز نے ڈاکٹر کا تھیلا ایک طرف رکھا۔۔۔ اور بیڈ پہ چڑھ کر امل کے
 دونوں طرف بازو کا بوجھ ڈال کر اُس کے آنکھوں کے سامنے آیا۔
 "ہیلو۔۔۔! زندہ ہو؟"

"تمہیں پتا ہے۔۔۔ اوزون لُڑ جگہ جگہ سے پھٹ رہی ہے۔۔۔ وہ دیکھو
 ۔۔۔ ساری سطح ایک سی نیلی نہیں ہے۔۔۔ نیچ نیچ میں پیلی شعائیں نکل رہی ہیں۔
 "

اُس نے سیدھا ہاتھ اٹھا کر سیلنگ کی جانب اشارہ کیا۔
 فاز نے گردن موڑ کر اوپر دیکھا۔۔۔ پھر واپس امل کی جانب دیکھتے ہوئے
 پوچھا۔

"اچھا تو خلا میں پہنچ گئی ہو۔۔۔"

"نہیں ابھی کہاں۔۔۔ ابھی تو بس زمین اور خلا کی سرحد پہ آئی ہوں۔"

"کوئی نہیں آگے بھی پہنچ جاؤ گی۔ اٹھ کر بیٹھو ڈاکٹر تمہارا پیر دیکھنے آیا
 ہے۔"

کہنے کے ساتھ جواب کا انتظار نہ کرتے ہوئے فاز نے امل کو کھینچ کر بٹھا دیا
 ۔ اسکا سالر رسمی ساسر پہ ٹکا کر دروازے کی جانب گیا۔
 دروازہ کھولا۔

"آئیے حضرت۔"

"اچھا جی مہربانی۔۔۔"

کمرے میں آتے ہی ڈاکٹر صاحب نے اپنی عینک درست کی۔۔۔ اور امل کو دیکھتے ہوئے بولے۔

"تو آپ مرتضہ ہیں۔۔۔"

امل ناک چڑھاتے ہوئے بولی۔

"کیا بولا۔۔۔؟۔۔۔ تم انتہائی لاپرواہ پائیلٹ ہو۔۔۔ بھلا یہاں پارکنگ کا کوئی سائن تھا۔ جہاں شٹل کو روک دیا۔ اب پانی ختم ہو گیا ہے۔ آگے کا سفر کیسے ہو گا۔ اوپر سے بارش آنے والی ہے۔ یہاں پہ سارا کیچڑ ہو جانا ہے۔ وہ تمہارا باپ صاف کرے گا۔ پاگل گورے۔"

فاز نے اپنے منہ پہ ہاتھ رکھ کر مسکراہٹ دبائی۔

ڈاکٹر صاحب کو جیسے چودہ واٹ کا کرنٹ چھوا تھا۔ اچھل کر بولے۔

"دیکھئے خاتون آپ بد تمیزی کر رہی ہیں۔ ہم آپ کو جانتے تک نہیں ہیں۔ اور آپ ہمارے والد محترم کے حق میں یوں گستاخی سے بات کر رہی ہیں۔ یعنی کوئی تمیز لحاظ ہے ہی نہیں ہے۔"

فاز بیچ میں سمجھانے کو کام کرتے ہوئے بولا۔

"حضرت صاحب کیا کرتے ہیں۔ آپ کو علم تو ہے۔ اس کو بھنگ دی گئی ہے۔ اس لیے اگلی پچھلی چھوڑ رہی ہے۔ آپ سے نہیں کہہ رہی ہے۔ آپ پلیز اپنا کام کریں۔ اسکا پیر دیکھ لیں۔"

"برخودار میں پوچھتا ہوں۔ ان خاتون کو بھنگ دی کیوں گئی ہے۔؟"

"اس کا پیر نظر نہیں آ رہا آپ کو۔۔۔ سوچھ کر ڈبل سائز کا ہو چکا ہے۔ آپ کے پاس تو ایسا کوئی ڈرگ ہے نہیں جو اسکو بے ہوش کرتا۔ چیونٹی چھو بائے تو یہ چیخنے لگ جاتی ہے۔ آپ نے جو مشقت کرنی ہے۔ اس نے سارا

ہوٹل سر پہ اٹھالینا تھا۔ اسی لیے اس کو ڈرگ دیا ہے۔ تاکہ درد اتنا محسوس نہ ہو۔
آئی بات سمجھ میں۔ اب مہربانی فرما کر معائنہ کریں۔"

"میں نے زندگی میں ہزاروں لوگوں کی ہڈیاں چڑھائی ہیں۔ پر خدا را ایسا
بھی نہیں دیکھا۔"

فاز نے کرسی بیڈ کے قریب رکھی جس پہ ڈاکٹر صاحب بیٹھ گئے۔ اور امل
کے پیر کو پکڑ کر دیکھنے لگے۔

امل نے پہلے فاز کو دیکھا پھر ڈاکٹر کو۔۔۔ پھر فاز کو۔۔۔ پھر ڈاکٹر کو۔۔۔
ایک دم بولی۔

"اب میرے پیر کیوں پڑ رہے ہو۔۔۔ پاگل بڑھے۔"
ڈاکٹر صاحب نے اسی وقت ہاتھ کھینچ لیے۔۔۔ اور فاز کا شکوہ کناں نظر
سے دیکھا۔

"امل چپ کر کے بیٹھو۔"

"اُف!"

امل نے پُر شوق نظریں فاز پہ جمائیں۔ اور دونوں ہاتھوں میں چہرہ رکھ کر
لباسا سانس بھرا۔ فاز چونکا۔ پہلے تو حیران ہوا۔ کیا یہ میرے پہ لائن مار رہی
ہے۔۔۔ پھر امل کو دیکھ کر مسکراہٹ پھیل گئی۔

جو اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے آنکھیں میٹکا رہی تھی۔

"تم بڑے خوبصورت ہو۔"

فاز کا قہقہہ بے اختیار تھا۔

"او ڈاکٹر جلدی سے اپنا کام کر اس سے پہلے کہ یہاں معاملہ خراب

ہو جائے۔"

ڈاکٹر آگے ہوا۔ امل نے پیر کھینچ لیا۔
 "خبردار معافی مانگ کر جان نہیں چھڑوا سکتے تم۔ پہلے جا کر شٹل میں
 ڈالنے کے لیے پانی لیکر آؤ۔ ہمیں اپنے مشن پہ جانا ہے۔ میرا فون نہ جانے
 کدھر چلا گیا ہے۔ مجھے سیلفی لینی ہے۔ دیکھو تو اس مقام پہ کھڑے ہو کر آج
 تک کسی نے سیلفی نہیں لی ہے۔ سچ آئیونیک اپر چونٹی۔ پاگل بڈھے پھر میرے
 پیر پڑ رہے ہو۔ بات سمجھ میں نہیں آتی کیا؟"

فاز درمیان میں بیٹھا۔ امل کا پیر سختی سے پکڑ کر ڈاکٹر کے آگے کیا۔
 امل نے پہلے تو پیر چھڑوانے کی کوشش کی پھر۔ دھیان کسی اور طرف
 لگ گیا۔

فاز کی اسکی جانب پشت تھی۔ امل نے اس کی کمر پہ انگلی کے ساتھ ڈیزائن
 بنانے شروع کئے۔

فاز اس کی انگلیوں کی حرکت محسوس کرتے ہی الرٹ ہو گیا۔
 ڈانٹ بھی دیا۔

"امل باز آ جاؤ۔۔۔ بس چند منٹ سکون سے بیٹھی رہو۔"
 وہ اسکے بازو کے ساتھ چمٹ کر چہرہ اس کے برابر لاتے ہوئے معصومیت
 سے بولی۔

"امل کون ہے؟"
 فاز نے ذرا سی گردن موڑ کر اسکو دیکھا۔
 امل کا چہرہ فاز کے کندھے پہ رکھا تھا۔ اسکے تازہ دھلے بالوں سے شیمپو کی
 مہک آرہی تھی۔
 فاز نظر پھیر گیا۔

ڈاکٹر صاحب کہہ رہے تھے۔

"پیر کا جوڑا ترا ہوا ہے۔ اور اندر سے جلد بھی پھٹی ہوئی ہے۔ میں ہڈی چڑھا کر پٹی کروں گا۔ پورے پندرہ دن بعد پٹی کھول کر دیکھنا ہے۔ ہڈی سیٹ ہونے تک پیر پہ وزن بالکل نہیں ڈالنا ہے۔"

فاز پوری کوشش سے ڈاکٹر کی بات سن رہا تھا۔۔۔ مگر توجہ مسلسل بنی ہوئی تھی۔ اہل نے اب اس کی کمر میں بازو جمائل کر کے سر پشت پہ رکھا ہوا تھا اور مسلسل کچھ بول رہی تھی۔۔۔ فاز نے اپنا موبائل نکال کر ویڈیو ریکارڈنگ آن کر کے سائیڈ میز پہ پوزیشن کر دیا۔

وہ چپ چاپ اسکے متاثرہ پیر والی ٹانگ تھامے ہوئے تھا۔
"ڈاکٹر صاحب نے اپنا بیگ کھول کر پٹیاں وغیرہ نکالیں۔

پھر ہاتھ میں ہلکا سا تیل ڈال کر پیر کی ہلکی ہلکی مالش کرنے لگا۔ درد کی وجہ سے اہل اب اپنا پیر کھینچ رہی تھی مگر فاز نے آہنی گرفت سے جھکڑے رکھا۔ مالش کرتے کرتے اچانک کمرے میں کڑک کی آواز گونجی اہل کے منہ سے گالیاں برآمد ہوئی۔ درد سے ایک دفعہ تو اس کا سارا جسم کانپ گیا۔ مگر فاز نے اسکو پکڑے رکھا۔

"میں اس آدمی کو مینارِ پاکستان سے دھکا دوں گی۔۔۔ سالامیر اپیر توڑ رہا ہے۔۔۔ یہ میرا پیر اُتار کر لے گیا تو میں شہی کی شادی پہ ڈانس کیسے کروں گی۔۔۔ ہائے امو۔۔۔ اس آدمی کو گولی مروادیں۔"

ڈاکٹر نے جلدی جلدی پٹی کی۔ ضروری ہدایتیں دیکر اپنا سامان سمیٹ کر نکل گیا۔ جاتے جاتے اہل پہ ایک ڈری ہوئی نظر ڈالی۔ جو اپنے منہ پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے اس کو گھور رہی تھی۔

فاز نے اسکا پیر سرہانے کے اوپر رکھا۔ اور امل کو لٹانے لگا۔ جب امل نے اس کے گلے میں بائیں ڈال کر بھنویں اچکائی۔

"بڑے ہوشیار بن رہے ہو۔ کیا سمجھا ہے۔ میں تمہیں ایسے ہی جانے دوں گی۔"

فاز سنجیدگی سے بولا۔

"میں کون ہوں۔۔۔؟"

"تم گھمنڈی ہو۔ نک چڑھے ہو۔"

"میرا نام کیا ہے؟"

"تمہارا نام مغرور۔۔۔"

"تمہارا کیا لگتا ہوں جو میرے گلے میں یوں بائیں ڈالی ہیں؟"

وہ شرماتے ہوئے مسکراتے ہوئے ادا سے بولی۔

"تم میرے وہ ہو۔۔۔"

فاز کا چہرہ سنجیدہ سے سنجیدہ تر ہوتا جا رہا تھا۔

"وہ کون۔۔۔؟"

"وہ جس کے ساتھ قبول ہے قبول ہے قبول ہے کیا جانتا ہے۔"

"اس کو کہتے کیا ہیں؟"

امل نے فاز کے سینے میں چہرہ چھپایا اور بولی۔

"اُس کو کہتے جان کا وبال کہتے ہیں۔"

فاز نے امل کے بازو کھول کر خود کو آزاد کیا۔ اور اُس کے برابر گرنے کے

سے انداز میں لیٹ گیا۔

"تم اپنے ہو اس میں نہیں ہو۔۔۔ اس لیے اتنا میٹھا بول رہی ہو۔۔۔ پر
ایسا بولتے ہوئے پیاری لگ رہی ہو۔"

امل نے فاز کی جانب کروٹ بدلی۔
اسکے سینے پہ چہرہ ٹکا کر اسکی شرٹ کے گریبان سے کھیلتے ہوئے بولی۔
"کتنی پیاری؟"

"اتنی پیاری کہ مجھے یقین نہیں آرہا کبھی اتنی پیاری بھی لگ سکتی ہو۔"
امل مزید قریب ہوئی۔
"اور اب؟"

"تم میری جان لینا چاہ رہی ہو۔۔۔"

"ہاں۔۔۔"

فاز مسکرایا۔

"اب کیا تم سے پیار بھری باتیں سننے کے لیے ہمیشہ بھنگ کا استعمال کرنا
پڑے گا؟"

امل اپنی ناک فاز کے گال سے رگڑتے ہوئے ہنسی۔

"کیا ہم جھولے پہ بیٹھے ہوئے ہیں۔۔۔؟"

"کتنے پکوڑے کھلا دیئے تمہیں اُس اُلو کے کے پٹھے نے؟"

"اُلو۔۔۔؟"

امل ہنستی چلی گئی۔

"سپیس شٹل گھوم رہی ہے۔۔۔ لگتا ہے۔۔۔ وہ گورا بابا پانی لے آیا ہے
۔۔۔ تم نے سیٹ بیلٹ کیوں نہیں باندھی؟ جلدی کرو۔۔۔"

بیڈ سے اترنے کے چکر میں لڑکھڑا کر گرنے والی تھی۔ جب فاز نے پکڑ

لیا۔
"دیکھا۔۔۔ جھولا کتنا تیز چل رہا ہے۔۔۔ میں گرنے لگی تھی۔۔۔ اُف
۔۔ کیا سارے لوگ مجھے دیکھ رہے ہیں؟ لڑکیاں تو رشک سے دیکھ رہی
ہو گئی۔۔۔"

"کیوں؟"
"کیونکہ میں تمہارے ساتھ جو کھڑی ہوں۔۔ تمہاری کرن تو جل کر
راکھ ہو جائے گی۔۔۔ دیکھ لینا مجھے جلا کر بھسم کروانے کے لیے تعویذ
کروائیں گی۔۔۔ اور میں تمہارے قریب رہ کر اسکو مزید جلانے والی ہوں
۔۔۔"

"اٹل۔۔۔ میرا نام کیا ہے؟"
اٹل نے شرارتی نظروں سے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔ ایڑھیا اٹھا کر اپنا
چہرہ فاز کے چہرے کے بہت قریب کرتے ہوئے۔۔۔ سرگوشی میں بولی۔
"فاز۔۔۔ فاز۔۔۔ فاز اور نگزیب۔۔۔ میرا آوارہ۔۔۔۔۔ بد چلن کزن
۔۔۔"

پھر دونوں ہاتھوں کو پیٹتے ہوئے بچوں کی طرح خوش ہو کر ہوئی۔

"وہی ہونا۔۔۔؟"

"تم بھی اوزون لڑ دیکھنے آئے ہو؟"

"ہاں۔۔۔؟"

وہ اس کی کمر میں ہاتھ ڈالے بے دھیانی میں کھڑا اسکو غور سے دیکھ رہا تھا۔

"کیا تمہاری گرل فرینڈ بھی آئی ہے؟ آج کل کس کو ڈیٹ مار رہے ہو

۔۔۔"

فاز لطف اندوز ہو رہا تھا۔۔۔ شاید وہ کچھ دیر پہلے والی اپنی باتیں بھول گئی

تھی۔۔۔

"اٹل کو۔۔۔"

"اٹل کونسی اٹل؟"

"میری اٹل۔۔۔ جو میرے پاس ہے۔"

"ایک بات بتاؤ۔"

"ہوں۔۔۔؟"

اٹل نے اسکا گریبان کھینچ کر اسکو قریب کیا اور رازداری سے پوچھتے

ہوئے بولی۔

"جب اپنی گرل فرینڈ کے ساتھ ڈیٹ پہ جاتے ہو۔۔۔ تو وہاں کیا ہوتا

ہے۔۔۔؟"

فاز نے بمشکل اپنی ہنسی روکی۔ کیونکہ اٹل کے چہرے پہ سنجیدگی تھی۔

فاز کو خاموش دیکھ کر اسرار کرتے ہوئے بولی۔

"بتاؤ بھی۔۔۔ مجھے جاننا ہے۔۔۔ کہ جب ایک لڑکا لڑکی ڈیٹ پہ جاتے

ہیں۔ تو وہاں کیا کرتے ہیں؟"

"تمہیں کیوں جاننا ہے۔۔۔؟"

"بس جاننا ہے۔۔۔ بتاؤ۔۔۔ ڈیٹ پہ کیا کرتے ہو؟"

"یہ جاننے کے لیے تمہیں میرے ساتھ ڈیٹ پہ جانا ہوگا۔"

"کیا پاکستانی بھی ڈیٹ پہ کس کرتے ہیں؟ ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر مون لائٹ میں واک کرتے ہیں۔۔۔؟۔۔ ایک دوسرے کی پلیٹ میں سے کھانا کھاتے ہیں؟"

"کس قدر پرائمری سکول والی ڈیٹ بیان کر رہی ہو۔۔۔ پاکستانی اس معاملے میں بڑے ترقی یافتہ ہیں۔۔۔ سپیس شٹل بنائیں نہ بنائیں۔۔۔ ڈیٹ پہ جائے بغیر بھی خلاؤں کی سیر کرتے ہیں۔"

اٹل نے منہ لٹکایا۔۔۔

"بتاؤ نا۔۔۔ کس کرتے ہیں۔۔۔؟ اگر میں تمہارے ساتھ ڈیٹ پہ جاؤں۔۔۔ کس کرو گے۔۔۔؟"

"ابھی کر دوں؟"

اٹل کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ فوراً گردن کو زور زور سے اثبات میں ہلایا۔
"ہاں۔۔۔۔ کرو۔۔۔"

"تم بیٹھ جاؤ۔ تمہاری ہڈی چڑھی ہے۔ اگر احتیاط نہ کی نقصان ہوگا۔ ابھی تمہیں درد محسوس نہیں ہو رہا۔۔۔ بعد میں ہوگا۔"

"کیا فضول گوئی کر رہے ہو۔ جو کہا ہے وہ کرو۔"

فاز ہنسا۔

وہ سامنے کیمرے میں دیکھ کر بولو۔

جو جو فاز نے کہا۔ اٹل نے بخوشی دہرا دیا۔

فاز مسلسل بے یقینی سے نفی میں سر ہلارہا تھا۔

اینڈ پہ کیمرہ بند کرنے سے پہلے بولا۔

"اےل فاز۔ اگر تمہاری سوفٹ ویئر میں سیونگ کا اپشن ہوتا۔ تو میں اس وقت تمہارے اس موڈ کو ڈیفالٹ سیٹینگ پر سیو کر لیتا۔ سارا جھول ہی ختم ہو جانا تھا۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆

ابھی تک اُس کی کال آئی نہیں ہے۔ کہیں اُس نے ارادہ نہ بدل لیا ہو؟" جہانگیر نے بھائی کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ جس پر اورنگزیب صاحب نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"اُس نے فیکٹری کی نئی مشین کے لیے کرنے والی پیمنٹ کی تفصیل دینے کے لیے کال کرنی ہی ہے۔"

ان کی بات مکمل بھی نہیں ہوئی تھی۔ کمرے میں سیمنگ کی رنگ ٹون گونجنے لگی۔ اور انگزیب نے فون بھائی کی جانب بڑھایا۔ اپنی توجہ بھی اُسی جانب تھی۔

"ہیلو؟ السلام علیکم کیسے ہو؟"

"او۔۔ وعلیکم السلام میرے پیارے سُسر صاحب میں تو انتہا کی سردی میں ٹھہر رہا ہوں۔ آپ سُنائیں اپنی سرد درمیرے حوالے کرنے کے بعد بڑا ہلکا بھلکا محسوس کر رہے ہوں گے۔"

جہانگیر آگے سے جواب میں خاموش رہے۔ تو وہ خود ہی بول پڑا۔

"لگتا ہے۔ چوہدری صاحب بڑے پریشان ہیں۔"

جہانگیر بولے۔

"ہفتے سے زیادہ دن بیت گئے تمہیں گھر سے نکلے۔ فون تمہارا بند تھا۔

پریشان ہونا تو مانتا ہے۔"



"فون میں ساتھ لایا ہی نہیں تھا۔ دوسرا یہاں سگنل بھی نہیں آتے ہیں۔
اسیے رابطہ کرنے میں اتنے دن لگ گئے۔"
"امل کیسی ہے؟ کیا اُس کو علم ہو گیا ہے کہ تمہارے اس عمل میں ہماری
مرضی شامل ہے؟"

وہ ان کی بات پر ہنستے ہوئے بولا۔
"امل ٹھیک ہے۔ اور نہیں وہ اس بات سے واقف نہیں ہے۔ اسیے زیادہ
وقت مجھے دھمکیاں دے رہی ہوتی ہے کہ کیسے اُس کے والد صاحب میرا حشر
خراب کریں گے۔ اُس کو لگتا ہے کہ میں نے آپ کو دھوکا دیا ہے اور ایسا سب
جاسیداد کے لالچ میں کر رہا ہوں وغیرہ وغیرہ۔"
جہانگیر بولے۔

"میں جانتا ہوں وہ کتنی بے باک ہو کر بولتی ہے، امل ڈرتی نہیں ہے،
اسیے مجھے فکر ہے۔ وہ نکاح کے لیے کیسے مانے گی۔"
فاز مزے سے بولا۔

"آپ اپنی امل کے بارے میں ایسا بول سکتے ہیں۔ میری والی کے لیے
نہیں۔ کیونکہ وہ تو جنگلی جانوروں سے بہت ڈرتی ہے۔ اور آپ کو یہ جان کر
خوشی ہوگی، ہمارا نکاح دو دن پرانا ہو چکا ہے اور نکاح گن پوائنٹ پر ہر گز نہیں
ہوا تھا۔ بڑی خوشی خوشی مان گئی تھی۔"

جہانگیر بولے تو آواز میں بے یقینی تھی۔

"ایسا کیسے ممکن ہوا؟"

فاز نے بتایا۔

"گھر جانے کے لالچ میں۔"

"تو کیا تم لوگ واپس آرہے ہو؟"
 "نہیں ابھی نہیں۔ کم از کم ایک مہینہ اور امل آپ کی شکل نہیں دیکھ
 پائے گی۔"

اور نگزیب جو فون سے آتی آواز کو باآسانی سن پارہے تھے پوچھنے لگے۔
 "اگر نکاح ہو چکا ہے، تو اب گھر آ بھی جاؤ تو کیا نقصان ہے۔"
 "پیارے ابا جان نقصان تو نکاح سر پر کر لینے میں بھی کوئی نہیں تھا۔ مگر
 میں چاہتا ہوں۔ کہ ہم دونوں کچھ دن گھر کے ماحول سے دور رہیں۔ جہاں اُسکا
 اکلوتا واقف کار صرف میں ہوں۔ ہمارا تعلق بہت عجیب و غریب حالات میں
 بنا ہے۔ اب اگر اس کو قائم رکھنے کی کوئی کوشش کرنی ہے۔ تو امل کو بہت سارا
 وقت چاہیے حقیقت کو قبول کرنے میں۔ اور اگر ابھی ہم واپس آ گئے۔ وہ
 سب کے سامنے شیر ہو کر میری اینٹ سے اینٹ بجا دے گی۔ اس وقت تو وہ
 مجبوری میں ہی صحیح مگر مکمل طور پر مجھ پر انحصار کر رہی ہے۔ ننانوے فیصد وہ
 مجھے صرف غصے میں مخاطب کرتی ہے، مگر بات تو کرتی ہے۔ آپ بس میری
 غیر موجودگی میں فیکٹری کا خیال کرنا، کہیں یہ نہ ہو، آپ کی مدد کرنے کے
 چکر میں میرا دیوالیہ نہ ہو جائے۔"

"دیکھو فاضل کا خیال کرنا پلیز۔۔۔"

چچا کو تسلی دیتے ہوئے بولا۔

"فکر ہی نہ کریں بادشہ۔ انشاء اللہ پھر رابطہ کروں گا۔ ابھی اجازت دیں۔"

"



امل نے چلتی جیب کی کھڑکی کے شیشے کے ساتھ چہرہ ٹکایا ہوا تھا۔ آج اس کے پیر میں درد کم تھا۔ ایک تو پلاسٹر لگنے کی وجہ سے اور دوسرا ناشتے کے بعد فاز نے اس کو درد کی دو موٹی موٹی گولیاں دی تھیں۔ مگر طبیعت پر چھائی ساری خوشگواریت کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ لوگ واپس گھر جا رہے تھے۔ فاز نے گاڑی کرائے پر لی تھی۔ جسے اس وقت اس کا مالک ہی چلا رہا تھا۔ ہوٹل چھوڑے بہت وقت بیت گیا۔ امل کو راستوں کا کچھ اندازہ نہیں تھا۔ نہ ہی راستے میں کوئی پلیٹ وغیرہ نظر آئی تھی۔ جسے پڑھ کر کچھ پتا چلتا کہ وہ کس شہر یا قصبے سے گزر رہے تھے۔ کبھی کبھار کوئی چھوٹے موٹے گاؤں نظر آ جاتے ورنہ تو پہاڑ ہی پہاڑ تھے۔ اور گاڑی چڑھائی پر چڑھتی چلی جا رہی تھی۔ امل کو یہ خیال ضرور آیا تھا۔ کہ ہم میدانی علاقے کو جا رہے ہیں۔ تو چڑھائی کی جانب جانے کی بجائے اس کی الٹ جانا چاہیے تھا۔ مگر نہ جانے کیوں اُس نے فاز سے پوچھا نہیں۔ جس کا پچھتاوا منزل پر پہنچتے ہی ہو گیا۔ کیونکہ جہاں پر گاڑی والے نے اُن کو یہ کہہ کر اتارا کہ بھائی آپ کی مطلوبہ منزل آگئی ہے۔ اس سے آگے میں نہیں جاسکتا ہوں۔ وہاں اندھیرے کے سوا اور کچھ بھی نہیں تھا۔ مگر فاز نے جیب سے رقم نکال کر ڈرائیور کی مزدوری ادا کی اور نیچے اتر کر امل کی جانب کا دروازہ کھول کر اس کو باہر نکلنے کا اشارہ کیا۔ یہاں بھی امل یہ سمجھی کہ شاید آگے کے سفر کے لیے علیحدہ سواری لینا ہوگی۔ فاز نے ڈیکی سے بیگ نکالا ساتھ ہی گاڑی والا واپس مڑ گیا۔ اتنی سی دیر میں ہی امل کے دانت آپس میں بجنے کو تیار ہو گئے۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا۔ ہر سمت سے برفانی ہواؤں کی زد میں کھڑی ہو۔ پانی کے بہنے کا شور بھی صاف سُنائی دے رہا

تھا۔ جیسے منہ زور لہریں پتھروں کے ساتھ سر پٹختی ہوئی گزر رہی ہوں۔ مگر اندھیرے میں نظر کچھ نہیں آ رہا تھا۔

فاز نے بیگ کی جیب میں سے نارچ برآمد کی اور اُس کو جلاتے ہوئے امل کے قریب آیا۔

ایک ہاتھ میں نارچ دو سرا امل کی جانب بڑھایا۔
"تمہیں تھوڑا سا چل کر جانا ہو گا۔ کیونکہ آگے گاڑی نہیں جاسکتی ہے۔
میرا ہاتھ پکڑ لو اور آہستہ آہستہ چلنے کی کوشش کرو۔"
امل نے اپنا سکارف اچھے سے لپیٹ کر سردی کو کنٹرول کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کہا۔
"مگر میرا تو پیر پر بالکل وزن نہیں پڑ رہا ہے۔ چلنا تو بہت دور کی بات ہے۔"

فاز نے ارد گرد نظر ڈالتے ہوئے کہا
ہاں مگر کوشش تو کرنی ہو گی نا۔ اب ساری رات یہاں کھڑے رہ کر
کسی جانور کی خوراک تو نہیں بننا ہے۔"
امل کو سردی و ردی سب بھول گئی۔

کیا مطلب ہے؟ کیا یہاں پر بھی جنگلی جانوروں کا خطرہ ہے؟"
"تو کیا تمہیں ارد گرد کوئی انسان نظر آ رہا ہے؟"
"تم مجھے کہاں کہاں پر خوار کرتے پھر رہے ہو۔ اپنا شہر چھوڑ کر اتنی دور
آنے کی کیا ضرورت تھی؟"

غصے سے فاز کا ہاتھ پکڑا اور لنگڑاتے ہوئے پہلا قدم اٹھایا۔ پھر دوسرا پھر
تیسرا۔

فاز نے راستے پر روشنی ڈالی۔ دو قدم اور آگے ہوئے تو سامنے ایک پُل
نظر آیا۔ اور بہتے پانی کی آواز مزید تیز ہو کر آنے لگی۔ جیسے کئی جھرنے ایک
ساتھ بہہ رہے ہوں۔

"کیا ہمیں پُل پر سے گزرنا ہے؟"

"ہاں۔۔"

مگر یہ تو بہت پتلا سا پُل لگ رہا ہے۔
"ہاں لکڑی اور رسیوں کا بنا ہوا ہے۔ ایک وقت میں ایک ہی آدمی چل

سکتا ہے۔"

فاز اس پُل کے نیچے کیا ہے؟

اس کے خوفزدہ سے انداز پر غور کئے بغیر فاز تپ کر بولا۔

ظاہر ہے دریا ہے۔ اور کیا ہونا ہے۔ اب جلدی کرو گی؟

"ہم لوگ دریا کے اوپر سے گزرنے لگے ہیں؟"

ایک تو پچھلی رات کو اُس نے ہرن کو حلال کرنے کی خوشی میں ہوٹل کے
سٹاف کے ساتھ پارٹی منائی جس کی وجہ سے رات بھر سو نہ سکا۔ اور آدھے
سے زیادہ دن سفر میں گزرنے کے بعد اس وقت سردی میں ٹھٹھرنے کی
 بجائے فقط گرما گرم کھانے اور گرم بستر کی طلب ہو رہی تھی۔

"نہیں دریا میں کودنے لگے ہیں۔ ایک احسان کر سکتی ہو۔ زبان بعد میں
چلا لینا؟ ابھی صرف قدم اٹھالو۔"

فاز چند سیکنڈز میں ہی اُس سے اتنا دور ہو گیا۔ اُل نے اس کو پیچھے سے
آواز دی۔

"فاز میں نہیں کر سکتی ہوں۔ میں واپس جاؤں گی۔"

بڑے تحمل سے پوچھا گیا۔

"واپس کہاں ہٹ پیہ؟"

"ہٹ پر کیوں ہوٹل میں کیوں نہیں؟"

"اوہ۔۔؟ ہوٹل جانے کے لیے سواری چاہیے۔ پیسے چاہیے۔ اور اس وقت ہمارے پاس یہ دونوں چیزیں نہیں ہیں۔"

"یہاں گاڑیوں کا کوئی تو سٹینڈ ہوگا۔ آخر یہاں پر رہنے والے لوگ سفر تو کرتے ہوں گے نا۔ پیسے اور تمہارے پاس نہ ہوں۔ کتنا جھوٹ بولو گے؟"

"سوائے پانی اور اندھیرے کے یہاں اس وقت کوئی نظر آرہا ہے؟"

"تم مجھے ڈرا نہیں سکتے ہو۔"

"مزید اونچی آواز کرو۔ مجھے کچھ کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔ جنگلی جانوروں کو تم ویسے ہی بہت جلد اپنی جانب متوجہ کرتی ہو۔"

اٹل کا تپا ہوا جواب تھا۔

"ہاں جیسے تمہیں کیا تھا۔"

"سیانی ہوتی جارہی ہو۔"

"زہر سے بُری کوئی چیز ہوتی ہے۔ تو تم مجھے اُس سے بھی بُرے لگتے ہو۔"

"نہ جانے وہ مبارک گھڑی کب آئے گی جب میری تم سے جان چھوٹے گی۔"

"کیا مطلب کب آئے گی۔ حل تمہارے سامنے ہے۔ دریا میں کود جاؤ۔"

"ابھی کے ابھی مجھ سے جان چھڑوا کر آزاد ہو جاؤ گی۔"

"مجھے مرنے کے مشورے دینے والا خود ہی مر جائے۔"

دوسرے سرے سے جواب آیا۔

"اتنا تمہاری دعاؤں میں اثر ہوتا تو تم اس وقت یہاں نہ ہوتی۔"

اٹل کچھ نہ بولی۔

کائناتی ٹانگوں کے ساتھ رسیوں پر اپنی گرفت مضبوط کرتے ہوئے اُس نے پہلا قدم اٹھایا۔ تو جیسے زلزلہ ہی آگیا۔ کیونکہ ایک ٹانگ پر تو وزن پڑ نہیں رہا تھا۔ جس پیر پر کھڑی تھی۔ اُسی پر جمپ کر کے آگے بڑھنا تھا۔ پہلے جمپ پر ہی سارنیل جھٹکے کھا کر ہلنے لگا۔ اٹل نے فاز کی جانوروں والی بات کو اگر دماغ میں نہ بٹھالیا ہوتا تو اس وقت فلک شگاف چیخ مارتی۔ رسیوں پر گرفت مزید مضبوط کرتے ہوئے وہیں رُک کر پُل کو ہلنے سے تھمنے کا انتظار کرنے لگی۔ وہ رونا نہیں چاہتی تھی۔ کیونکہ سفر جتنا بھی مشکل تھا۔ مگر اب وہ گھر جا رہی تھی۔ ماں سے ملنے کے خیال سے جسم میں ایک دفعہ پھر توانائی کی نئی لہر بھرتی محسوس ہوئی۔

اُس کو دوبارہ جمپ مارنے کا موقع دیئے بغیر فاز کندھے پر پڑا بیگ دوسرے کنارے پر رکھنے کے بعد تیزی سے واپس اٹل کی جانب آیا۔
"جس طرح تم نے چھلانگ ماری ہے۔ اٹل مجھے ڈر ہے تم پُل کی پرانی لکڑی توڑ کر پانی میں گرو گی۔ اور نہ ہی یوں پانی کے اوپر اتنی دیر کھڑے رہنا عقل مندی ہے۔ نہ جانے کتنے سال پُرانا پُل ہے۔ چلو میرے کندھے پر وزن ڈالو میں اٹھالیتا ہوں۔"

بھری ہوئی آنکھوں کے ساتھ اُس نے فاز کی بات مان لی۔ فاز اُس کے آنسو نہ دیکھ سکا مگر اُس کے اتنی جلدی بات مان جانے پر حیران ضرور ہوا تھا۔
اٹل کو کمر پر سوار کر کے وہ متوازی قدم اٹھاتا آہستہ آہستہ پُل پار کرنے لگا۔ دوسری طرف اٹل کو پُل سے اونچا ہونے کی وجہ سے ایسا محسوس ہو رہا تھا۔

کہ کسی بھی پل نیچے اندھیرے میں گر جائے گی۔ جس کی وجہ سے اس کی فائز پر گرفت آہنی تھی۔

وہ پل پار کرنے کے بعد امل کو نیچے اُتارے ہوئے گہری سانس بھر کر بولا۔

"تمہاری جو بھی مدد کرے گا جان سے جائے گا۔ اتنا نہیں سوچ رہی کہ مجھے اُٹھا کر چل رہا ہے۔ اس کے لیے آسانی کروں۔ بلکہ اُلٹا گلے کو دبائے جاتی ہو۔"

امل اس کی بات پر دھیان دیئے بغیر ارد گرد کا جائزہ لینے لگی۔ دریا کے کنارے درخت تھے۔ اور ان کے پیچھے سے ٹھنڈی اور نرم سی چاند کی روشنی چھن کر آرہی تھی۔ امل نے پریشانی سے پوچھا۔

"یہاں تو کوئی آبادی نظر نہیں آرہی ہے؟ اب کہاں جانا ہے۔ یہ سفر کیوں اتنا مشکل ثابت ہو رہا ہے۔ میرے پاؤں میں پھر سے درد شروع ہو رہا ہے۔ کیا ہم بائے ایر گھر نہیں جاسکتے ہیں؟ کیا یہاں سے جہاز نہیں جاتے ہیں؟ جو خرچہ لگے گا تم واپس جا کر مجھ سے لے لینا۔"

فاز نے منہ پھیر کر اپنی مسکراہٹ چھپائی۔ یو نہی تکلف ہی کیا تھا۔ وہ ویسے بھی کونسا امل کو نظر آنی تھی۔

"قرب ترین ایر پورٹ سکر دو میں ہے۔ جو ہم سے کوئی آٹھ نو گھنٹے کی ڈرائیو پر ہے۔"

امل کا منہ کھل گیا۔

"ہم ہیں کہاں پر؟"

"ہم بہت دور ہیں۔۔"

"پھر بھی کتنے دور ہیں؟"

"ایک دوسرے سے؟"

"نہیں فاز اور نگزب اپنے گھر سے لاہور سے کتنی دور ہیں؟"

"بہی کوئی دو ایک دن کی دوری پر ہوں گے۔"

اٹل کا دماغ جیسے ماؤف ہو رہا تھا۔

"ہم یہاں کیا کر رہے ہیں فاز؟"

"ہم یہاں کھڑے ہو کر سردی لگوا رہے ہیں۔ وقت برباد کر رہے

ہیں۔ اب اگر ایسا پیار محبت کی باتوں کے لیے ہوتا تو پھر بھی میں سہ جاتا۔ مگر تم

تو اتنا واری کر رہی ہو۔ جس کے لیے یہ وقت انتہائی موزوں نہیں ہے۔"

ایک تو اتنے لمبے سفر کی تھکاوٹ پھر سردی اور بھوک۔ اوپر سے اند تیری

رات کا خوفناک سفر۔ آگے یہ بھی خبر نہیں کہ مزید اور کتنا وقت اسی طرح

کھجھل ہونا ہے۔ اٹل کی آواز بھرا گئی۔

"مجھے کس بات کی سزا مل رہی ہے؟ میں گھر جانا چاہتی ہوں۔۔ اپنے

کمرے میں اپنے بیڈ پر سونا چاہتی ہوں۔ مجھے یہاں نہیں رہنا ہے۔"

اس کو روتا محسوس کر کے فاز اس کے قریب آیا۔

وہ ایک ہاتھ سے پتھروں کی چھوٹی سی دیوار تھامے کھڑی تھی۔

فاز نے اس کے گرد بانہیں ڈالیں اور اس کو اپنے ساتھ لگایا۔

وہ واقعی تھک گئی تھی۔۔ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔۔ فاز کے دل کو کچھ

ہوا۔ یہ لڑکی اتنی آسانی سے ہار ماننے والی نہیں تھی۔ مگر اس وقت بالکل ہمت

بار رہی تھی۔

اس نے کچھ کہے بغیر امل کو رونے دیا۔
 وہ اپنے بازو پہلو میں کرائے فاز کے کندے سے لگی اونچی آواز میں روتی
 رہی۔ جیسے ہی آنسوؤں میں کمی ہوئی۔ غصہ ابھرنے لگا۔
 اس نے ہاتھ اٹھا کر فاز کو واپس جیپھی ڈالنے کی بجائے دونوں ہاتھوں میں
 اس کے سر کے بال پکڑ لیے۔

گرفت اتنی مضبوط تھی کہ فاز کے منہ سے احتجاجاً چیخ برآمد ہوئی۔
 "پاگل ہو گئی ہو کیا؟ میں تمہیں تسلی دینے کے لیے گلے لگا رہا ہوں۔
 جواب میں تم میرے بال کھینچنے لگ گئی ہو۔"

"مجھے تسلی دے رہے ہو؟ پہلے یہ تو یاد کروادوں۔ میں یہاں ہوں کس
 کی وجہ سے؟ کتے انسان تم نے مجھے گھر جانے کا جھانسنہ دیکر اس آبادی سے
 نکالا ہے۔ کیونکہ اگر پہلے علم ہو جاتا۔ میں شور مچا کر کسی سے مدد مانگ لیتی۔"
 "یہ شوق تم اب بھی پورا کر سکتی ہو۔ شور مچاؤ گانے گاؤ جو دل آئے کرو
 ۔ مگر سب سے پہلے میرے بال چھوڑ دو۔"

امل نے ایک جھٹکے سے اس کے بال چھوڑ دیے۔
 "فاز صاب؟"

اجنٹی آواز پر وہ دونوں پلٹے۔

فاز امل سے دور ہٹ کر مخاطب شخص کی جانب بڑھا جس نے ہاتھ میں
 مٹی کے تیل سے جلنے والی لالٹین اٹھا رکھی تھی۔ سر پہ اونی ٹوپی تھی۔ اور بدن
 کے گرد اون کی میلی سی چادر لپیٹی تھی۔

فاز نے مصافحہ میں پہل کرتے ہوئے بتایا۔

"جی۔۔ جی السلام علیکم۔۔ میں فاز ہی ہوں۔ آپ یقیناً ندیم ہیں۔"



"وعلیکم السلام ہاں میں ندیم۔۔ پچھلے ہفتے مجھے میرا بھائی کا پیغام ملا کہ آپ لوگ ہمارے پاس پٹیاں گزارنے آرہے ہو۔ آپ کی رہائش وغیرہ کا سب انتظامات ہے۔ آپ نے آنے میں اتنی دیر کیوں کر دی ہے۔ اس واقعات تو اس طرف کوئی ساواری نہیں آتا جاتا ہے۔ آپ لوگ خوش قسمت ہے۔ جو صحیح سلامات سے پہنچ گیا ہے۔ چلو اب گھر چلو۔ یہاں رکنا ٹیک نہی۔"

اٹل جو اس کی پہلی معلومات پر ردِ عمل دکھانے جا رہی تھی۔ اُس کے ارد گرد دیکھ کر آخری لائن بولنے پر ڈر گئی۔

دیوار کا سہارا چھوڑ کر آگے کو قدم اٹھایا۔

مگر اُسے نہیں لگتا تھا کہ ایک ٹانگ پر چل کر کہیں بھی جاسکے گی۔

فاز نے اپنے بیگ ندیم کو تھماتے ہوئے مطلع کیا۔

"یار اگر تم یہ پکڑ لو۔ اصل میں تمہاری بھابھی کے پیر میں موج آگئی تھی۔ ان کو چلنے میں مدد درکار ہے۔"

"اوہ اگر ایسا ہے۔ تو آپ لوگ ادھر رکو میں گھوڑا لیکر آتا ہوں۔ اُس پر ساوار ہو کر چلی جاوے گی۔"

"نہیں نہیں تمہارے آنے جانے میں مزید دیر ہو جائے گی۔ میں اس کو کمر بہ اٹھا لیتا ہوں۔"

"یہ تو بڑا جوان عورت ہے۔ آپ اس کو کیسا اٹھائیں گے۔"

"بس یار ہم نے بھی بچپن میں مکھن لسی شائد اسی دن کے لیے کھائی تھی۔ کہ ایک دن اس جوان عورت کو اٹھا کر پھر ناپڑے گا۔"

اٹل نے ایک پیر پر اُچھل کر آگے فاصلہ کم کیا۔ اور ندیم کے ہاتھ میں پکڑا سوٹا سا بانس کا ڈنڈا پکڑ لیا۔

اہل کی گرفت محسوس کرتے ہی ندیم نے ڈنڈا چھوڑ دیا۔

اہل بڑے ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولی۔

"مجھے ہاتھ مت لگانا۔ ورنہ اگلے پل نیچے پانی میں غوطے کھا رہے

ہو گے"

ندیم بھائی کس طرف چلنا ہے؟"

"او میرا بہن ہم کو بھائی بولا۔۔۔ آؤ میرا بہن ہم تم کو راستہ دکھاتا ہے۔

آ جاؤ میرے پیچھے چلتا آؤ۔۔"

آنا فانا ندیم نے بیگ کندھے پر ڈالا اور آگے آگے چل پڑا۔

اہل کے لیے ڈنڈے کی مدد سے چلنا بہت دشوار ثابت ہوا۔۔ پہلا قدم اٹھاتے ہی یوں محسوس ہوا سیدھی منہ کے بل ہلکی ہلکی برف کی تہہ میں چھپے راستے پر گرے گی مگر فاز نے عین وقت پر پیچھے سے تھام لیا۔

"غصے میں دوسرا پیر بھی نہ تڑوا بیٹھنا۔"

اہل کو اُس پل فاز سے اس قدر نفرت محسوس ہو رہی تھی۔ اُس نے

جواب دینے میں انرجی ضائع نہ کی۔۔ بلکہ دوسرا قدم اٹھایا۔۔ اس دفعہ پہلے سے کم لڑکھرائی۔

مگر جیسے ہی وہ لوگ پہاڑی کے اینڈ پر پہنچے نیچے گھروں کی بتیاں نظر آنے

لگی۔

اہل کو نئی فکر نے گھیر لیا کہ اب ڈھلان کیسے اترے گی۔ یہاں تک تو جیسے

تیسے ہانپتی ہوئی پہنچ ہی گئی تھی۔ اور اس سے دو گنا راستہ ابھی باقی تھا۔

"بہن تم ادھر رکو ہم گدھالے آتا ہے۔ اگر تم کو گھوڑے سے ڈر لگتا

ہے۔ تو گدھے پہ بیٹھ جانا۔"

فازنے امل کو جواب دینے کا موقع دیئے بغیر اس کو بازؤں میں اٹھالیا۔
"ندیم تم آگے روشنی لیکر چلتے جاؤ۔۔۔ تاکہ مجھے راستہ دکھتا رہے۔۔۔"
امل دانت پیستے ہوئے خاموش رہی۔ اُس کا اس وقت بولنے کا بالکل من

نہیں چاہ رہا تھا۔

ندیم نے امل کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گر جانے والے ڈنڈے کو
پکڑا اور لائین اونچی رکھ کر آگے آگے چل پڑا۔
اگلے سات منٹ میں وہ لوگ گھر پہنچ گئے تھے۔
اندھیرے میں وہاں کا ماحول کچھ واضح نہ تھا۔

ندیم نے ان کو ایک کمرے میں پہنچایا۔ جس کی دیواریں پتھر کی بنی ہوئی
تھیں۔ کمرے کے درمیان میں بنا مٹی کا چولہا اس وقت سُرخ دھکتے کولہوں
سے بھرا ہوا تھا۔ چولہے کے عین اوپر کمرے کی چھت میں سوراخ تھا۔ جہاں
سے دُھواں باہر جا رہا تھا۔

کمرہ کافی کھلا تھا۔ ایک طرف فرش پہ ہی بستر لگے ہوئے تھے۔ ایک
طرف گاؤں کے پڑے تھے۔ اور ایک کونے کو سنور روم کے طور پر استعمال کیا
جاتا ہو گا۔ کیونکہ وہاں کچھ صندوق وغیرہ پڑے تھے۔

امل کا دل ڈوب ڈوب گیا۔ سردی۔ اندھیرا۔ اجنبی چہرے۔ اجنبی
ماحول۔ ماں کا چہرہ آنکھوں کے سامنے آنے کی دیر تھی۔ آنکھ بھر آئی۔
سختی سے اپنے ہونٹ کاٹتے ہوئے اُس نے آنسو روکنے کی کوشش کی۔
ندیم ان کا بیگ رکھ کر مڑا ہی تھا۔ جب اس کی بیوی ان کے استقبال کو
آگئی۔

"السلام علیکم خوش آمدید۔"

جواب ایک دفعہ پھر فاز نے ہی دیا۔
"وعلیکم السلام۔۔ آپ کیسی ہیں؟"
"میں ٹیک۔۔ آپ کیسا ہے؟ یہ آپ کا گھر والی ہے؟"
"ہاں جی۔۔"

ندیم جلدی سے بولا۔
"یہ گل افشاں ہے۔ میرا بیوی۔"
امل نے بھرائی ہوئی آنکھوں سے گل افشاں کے گلابی گال دیکھتے ہوئے
سر کے اشارے سے سلام کیا۔

"تم تھک گیا ہو گا۔۔ یہاں باہر دروازے سے توڑا دور لیٹرین ہے۔ اگر
ضرورت ہو۔ ویسے میں نے یہ کونے میں پڑے مٹکے میں صاف پانی رکھ دیا ہے
۔ منہ ہاتھ یہیں دھو لینا۔ میں نے کھانا بنایا ہے۔ آپ بیٹو میں لیکر آتی ہے۔"
اُن دونوں کو اکیلا چھوڑ کر ندیم اور گل افشاں وہاں سے چلے گئے۔
فاز بھی باہر نکل گیا۔

امل لنگڑا کر چلتی بستر کے اینڈ پیہ پہنچی اور بیٹھ کر جوتے اتارنے لگی۔ باہر کی
سردی کے مقابلے میں کمرے میں اچھی خاصی گرماہٹ ہو رہی تھی۔ جس
کے پیش نظر امل نے اپنی جیکٹ اتاری اور اونی سکارف بھی سائیڈ پر ڈال کر
بستر پہ ڈھے سی گئی۔

گل افشاں کھانا لیکر آئی۔ تو امل کو مروت کا مظاہرہ کرنا پڑا۔
مگر جیسے ہی وہ واپس گئی۔ امل نے کھانا ڈھانپ دیا اور کمبل اوڑھ کر لیٹ
گئی۔ جسمانی تھکن کی بجائے جذباتی تھکن زیادہ تھی۔

فاز جان بوجھ کر دیر سے واپس آیا۔ امل کو سر تک کبل اوڑھے دیکھ کر
ایک طرح سے سکون کا سانس لیا۔ کھانا کھانے کے دوران چور نظروں سے
اُس کو دیکھتا بھی رہا کہ شاید اب اُٹھ کر لڑتی ہے۔ مگر ایسا شاید آیا نہیں۔

فاز سے رہانہ گیا۔
جب اگلے تین گھنٹے امل اسی کروٹ لیٹی رہی تو فاز نے اُس کے سر سے
کبل کھینچ لیا۔

امل نے آنکھیں میچ لیں۔
فاز انتظار کرتا رہا کچھ کہے گی۔ مگر جب اُس نے کوئی ردِ عمل نہیں دکھایا۔
تو وہ خود ہی بول پڑا۔

غصہ مجھ پر ہے۔ کھانے سے کیوں ضد باندھ رہی ہو؟"
جب جواب میں خاموشی ہی ملی تو فاز نے اس کا کندھا ہلایا۔
"اوہیلو۔۔۔ میں جانتا ہوں۔ تم جاگ رہی ہو۔ اُٹھ کر بیٹھو۔"
"تمہاری جان کو کسی حال میں سکون نہیں ہے نا؟"
"اگر میں بولوں پھر بھی تمہیں مسئلہ میں خاموش رہوں پھر بھی تمہیں
مسئلہ تم چاہتے کیا ہو؟"

فاز نے معصومیت کے اگلے پچھلے رکارڈ توڑے۔

"کھانا کھالو۔"

"تم نے کھا لیا نا۔ اتنا ہی بہت ہے۔ مجھے بھوک نہیں ہے۔"

"کب تک؟"

"کیا کب تک؟"

"یہ کھانے سے ضد کب تک رہنی ہے؟"

"جب تک میں تمہارا خون نہیں پی لوں گی۔"

"وہ تو ابھی بھی پی ہی رہی ہو۔"

اٹل نے اُس کو گھورا۔

"جب میں تم سے بات کرنا نہیں چاہتی ہوں۔ تو تم میرے منہ کیوں

لگ رہے ہو؟"

"کیونکہ مجھے تمہارے منہ لگنے کی عادت سی ہوتی جا رہی ہے۔ تم خاموش ہوتی ہو تو میرے اندر بے چینی سی ہونے لگتی ہے۔ جب سے ہمارا نکاح ہوا ہے۔ سکون مجھے اس نہیں آرہا۔"

میں یہاں سے اٹھ کر کہیں اور جا بھی نہیں سکتی ہوں۔ مجھے نیند آئی ہے۔

لہذا سونے دو۔"

"مگر تمہارے پیٹ سے اُٹھنے والی گڑول گڑول کی آوازیں مجھے نہیں

سونے دے رہی ہیں نا۔۔ اس لیے کھانا کھا کر لیٹو۔۔"

مجھے تم سے اتنی نفرت محسوس ہو رہی ہے۔ کہ اظہار کے لیے الفاظ کم

پڑ جائیں۔"

وہ شادابی سے مسکراتے ہوئے اٹل کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

"تو میں کون سا تمہارے عشق میں شہید ہونے والا ہوں۔"

فاز نے چاول آگ کے پاس ہی رکھے ہوئے تھے تاکہ گرم رہیں۔

چاولوں کے اندر گوشت ڈالا گیا ہوا تھا۔ ساتھ میں کچی خوبانی کی چٹنی

تھی۔

پنجاب کے روایتی تیز مسالے والے کھانوں سے ہٹ کر سواد تھا۔
مرچیں نہ ہونے کے برابر تھیں۔ اس کے باوجود امل کو ذائقہ پسند آیا تھا۔
آدھی چٹنی تو وہ ویسے ہی کھا گئی۔

فاز سر کے نیچے بازو کا تکیہ بنا کر ٹانگ پہ ٹانگ رکھے لیٹا ہوا تھا۔ اور اس کا
ہوا میں مہلک پیر مسلسل بل رہا تھا۔

امل نے اس کا جائزہ لیا اور کہے بغیر نہ رہ سکی۔

"تمہارا اپنا دل بھی گھر سے دور نہیں لگ رہا نا؟"

فاز کا پیر ہلنا بند ہو گیا۔ امل کی جانب کروٹ بدل کر مسکراتے ہوئے

بولا۔

"میرے پہ بڑا غور کر رہی ہو؟ خیر تو ہے؟"

جب تمہارا مقصد پورا ہو گیا ہے تو ہم گھر کیوں نہیں گئے؟ یہاں کیا

کر رہے ہیں؟"

"آخر گھر ہی جانا ہے۔ چار دن گھوم لو۔ پاکستان کا حسن دیکھ لو۔ صبح جب

تم یہاں کی خوبصورتی دیکھو گی۔ خود میرا شکریہ ادا کرو گی کہ میں تمہیں یہاں

لیکر آیا ہوں۔"

"مجھے اگر تائی امی کا خیال نہ ہونا۔۔ تو میں تمہیں جھولیاں اٹھا اٹھا کر

بدعائیں دوں۔۔"

"تائی امی کا بہانہ چھوڑو۔۔ بلکہ یہ کہو۔۔ کہ فاز اور نگزیب تمہیں بدعاس

لیے نہیں دے سکتی ہوں۔ کیونکہ میں تمہاری ذات سے منسلک ہوں۔ اگر فاز

کو کچھ ہو گا۔ تو امل کا شمار بھی تو اسکے متاثرین میں ہو گا۔"

"تم کس قدر خوش فہم انسان ہو۔"

وہ یہ کہہ کر اپنی جگہ سے اُٹھی۔ اہل ٹین کی مدہم روشنی میں سمٹے کمرے کا جائزہ لیا۔

چولہے میں آگ مدہم پڑ رہی تھی۔
فاز چھت میں موجود سوراخ سے باہر آسمان کو دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

جب اہل کو اس سے کہنا پڑا۔
"مجھے واش روم جانا ہے۔"
فاز نے نظر پھیرے بغیر مزے سے کہا۔
"یہ باہر چار دروازے چھوڑ کر آگے واش روم ہی ہے۔ چلی جاؤ۔"
اہل اپنی جگہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔
فاز نے گردن موڑ کر دیکھتے ہوئے کہا۔
"جاؤ۔"

اہل نے دانت پیستے ہوئے کہا۔
"تمہیں لگتا ہے کہ میں اکیلی باہر جاؤں گی؟"
"ہاں تو تم کون سا کسی چیز سے ڈرتی ہو۔ جاؤ شاہاش۔"
اہل کو اپنے کانوں پہ یقین نہ آیا۔
"کیا تم میری مدد نہیں کرو گے؟"
فاز نے سینے پہ انگلی کا اشارہ کیا۔
"میری مدد چاہیے ہے؟ تو پیار سے بولو۔"
اہل تپ کر بولی۔

"لفنگے آدمی اُٹھ کر میرے ساتھ باہر چلو ورنہ وہ جو پانی کا بھرا مٹکا پڑا ہوا ہے ناسارا تمہارے بستر پہ انڈیل دوں گی۔ بڑا آیا پیار سے بولو۔"

فاز ہنستے ہوئے اُٹھا۔

"ویسے تمہارے لیے ہی عطا اللہ نے گایا ہے
پیار نال نہ سہی غصے نال ویکھ لیا کر
بیماراں نوں شفا مل جاندی اے"
امل نے کچھ کہنے کی بجائے اگلا حکم صادر کیا۔
"بیگ میں سے اپنی چپل نکال دو گے۔۔ مجھے وہ پہن کر چلنے میں آسانی
رہے گی۔"

فاز نے اُس کے پیر کو ایک نظر دیکھا۔
اور بیگ کی بیرونی جیب کھول کر شاہر میں رکھی اپنی لیدر کی چپل نکال کر
فرش پہ رکھ دی۔

خود اپنے بند جوتے پہن کر دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔
امل نے بستر سے اپنا سکارف اُٹھا کر گردن میں ڈالا دیوار کے سہارے
جو تا پہنا اور پھر دیوار کے سہارے چلتی ہوئی دروازے تک آئی۔
ٹھنڈی ہوا جسم کو چیرتی ہوئی محسوس ہوئی۔
باہر گھپ اندھیرا تھا۔ پتھروں پر بارش کی بوندیں گرنے کی آواز کے
ساتھ ساتھ ہوا کا شور تھا۔

فاز نے اندر سے لال ٹین لی۔
اور امل کے سامنے اپنے ہاتھ پھیلا یا۔
جسے امل نے بغیر کسی احتجاج کے تھام لیا۔

جس پر فاز کے لب مسکرائے مگر امل کی نظر نہیں پڑی۔
واش روم کے دروازے پہ لال ٹین امل کے حوالے کر دی۔
جاؤ۔"

"تم یہیں رکو گے نا؟"

امل نے خوفزدہ نظروں سے گرد کا جائزہ لیتے ہوئے کہا تھا جس پر فاز نے
ہاں کر دی۔"

یہیں ہوں۔"

"قسم کھاؤ۔"

امل کی بات پر فاز کی ہنسی نکل گئی۔

جس پر امل نے گھور کر ناگواری سے پوچھا۔

"دانت کیوں نکال رہے ہو؟"

"تو کیا کروں؟ اپنی فرمائش پر بھی تو غور کرو۔ سوچ کر ہی مزاحقہ خیز لگتا

ہے، امل فاز کو کہہ رہی ہے۔ میری قسم کھاؤ ہا ہا۔"

امل منہ میں بڑبڑائی۔

"مر جانا کمینہ۔"

جس پر فاز اور زور سے ہنسا۔ جبکہ امل جن قدموں سے اندر گئی تھی۔

ویسے ہی واپس آگئی۔ چہرے کا رنگ اتنے میں ہی اڑتا نظر آ رہا تھا۔ فاز اس کو

دیکھتے ہی سمجھ گیا۔ اس لیے امل کے کچھ کہنے سے پہلے ہی بول پڑا۔

"خبردار جو تم نے مجھے وہ مینڈک ہٹانے کا آرڈر دیا۔"

امل اس بیوفائی پر بے یقینی سے بولی۔

"تو تم جانتے تھے وہ اندر موجود ہے؟ پھر بھی مجھے مرنے کے لئے اندر بھیج دیا۔"

فاز نے امل کو ایسے دیکھا جیسے پورا یقین ہو کہ یہ لڑکی ہونہ ہو پاگل ہے۔
اس کی آنکھوں میں درج تحریر پڑھ کر امل نے احتجاج کرتے ہوئے کہا۔
"اس کا سائز دیکھا ہے؟"

فاز نے بتایا۔

"کیا تم سے بڑا ہے؟"

امل نے تیزی سے سر اثبات میں ہلایا۔ فاز نے سر ملامت میں ہلاتے ہوئے پوچھا۔

"کیا تم واقعی زمینداروں کے گھر کی پیداوار ہو؟ مینڈک سے کون ڈرتا ہے؟"

امل نے فوری بدلا لیا۔

"تم جیسا پشو جانور نہیں ڈرتا ہوگا۔ میرے جیسے نارمل لوگ ڈرتے ہی ہیں۔"

فاز نے نین منکائے۔

"اچھا تو ایسا ہے۔ تو پھر لے آؤ اپنے جیسا کوئی نارمل جو اس وقت اس سردی میں تمہاری خاطر دو کلو کا مینڈک اٹھا کر تمہاری مدد کرے، یہ پشو تھکا ہوا ہے۔ سونا چاہتا ہے، لہذا شب بخیر۔"

فاز نے واپسی میں قدم اٹھائے، امل تیزی سے بولی۔

"تمہیں تائی امی کی قسم لگے جو تم اندر جاؤ۔" فاز نے اکتائے ہوئے تاثرات کے ساتھ مڑ کر امل کو گھورا۔

"انسانوں کی طرح اندر چلی جاؤ۔۔۔" فاز کی دھمکی پر وہ رونی سی شکل بنا کر

بولی۔

"پلیز بھ۔۔۔ا۔۔۔"

اتنا بول کر ہی اپنی غلطی کا اندازہ ہوتے ہی امل نے اپنا سیدھا ہاتھ منہ پہ رکھ کر خود کو آگے بولنے سے روکا۔ فاز نے ماتھا پیٹا۔

"آج سمجھ آئی ہے، سالہا اور کروڑوں سے شادی۔۔۔ کرے کرے پر پانی پھیرنے لگی تھی۔"

"تو تم میری مدد کر دیتے نا۔۔۔ کیوں میرا صبر آزما رہے ہو۔"

"اچھا اب شادی کے بعد تمہارے منہ سے میرے لیے ایسا لفظ نکل رہا ہے، پہلے تو کبھی بھولے سے بھی میرے گناہگار کانوں نے نہ سنا کہ بیگم صاحبہ نے میرے لئے بھائی کا لفظ کیا ہو۔ پہلے تو منہ پھاڑ پھاڑ کر فاز بولا جاتا تھا۔" امل نے وہیں صفائی دینا مناسب سمجھا۔

"ایک منٹ میں نے اللہ کو جان دینی ہے۔ مجھ سے اتنا جھوٹ منسوب نہ کرو، کیونکہ میرا اللہ گواہ ہے، میں نے کبھی تمہیں اتنی عزت نہیں دی تھی کہ تمہارا نام لیکر تمہاری بات کرتی۔ تمہارے لیے میں نے خاص القابات رکھے ہوئے تھے، انہی سے تمہیں یاد کرتی تھی، جاننا چاہو گے کہ وہ کیا نام تھے؟" فاز دل کھول کر، مسکرایا اور بولا۔

"میری جان تمہارے منہ سے مجھے اپنی تعریف سننے کا اگر کوئی شوق کبھی تھا بھی تو تمہارے منہ سے یہ اعتراف سن کر ہی دل خوش ہو گیا ہے کہ تم مجھے یاد کیا کرتی تھی۔ اب کس لیے مجھے یاد کیا جاتا تھا۔ یا کن الفاظ میں یہ کام سرانجام دیا جاتا تھا، یہ ساری تفصیل غیر اہم ہو گئی ہے۔"

امل نے اس کی جانب سے رخ موڑ لیا۔ ایک کمرے سے بچے کے رونے کی آواز آئی تھی۔ امل نے آواز کی سمت دیکھا، تب ہی اس کمرے کا دروازہ کھول کر گل افشاں باہر آئی۔ گود میں اونی اور چمڑے کے کپڑوں میں لپٹا بچہ اٹھا یا ہوا تھا۔ گل افشاں آتے ہی بڑے نارمل انداز میں بولی۔
"تم دونوں لڑ رہا ہے۔"

"فاز شرمندہ ہونے کی بجائے معصومیت سے بولا۔

"بھابھی یہ میرے پہرے بے بہت ڈالتی ہے۔"

امل نے جلدی سے صفائی دی۔

"اس کی بات کا یقین نہ کرنا یہ ایک نمبر کا جھوٹا ہے، میں نے اس کی منت

کی ہے کہ اندر ایک اتنا بڑا مینڈک بیٹھا ہے، اس کو باہر نکال دو۔"

گل افشاں ہنسنے لگی۔

"بہن تم مینڈک سے ڈرتا ہے؟ وہ تو کچھ نہیں کہتا ہے۔ دن کے وقت چلا

جاتا ہے، بس رات کو آتا ہے۔" امل نے بے بسی سے کہا۔

"دیکھو گل افشاں بہن تم میرے پہرے مہربانی کرو گی، اللہ تم سے راضی ہو گا،

مینڈک باہر نکال دو، میں جلدی جلدی فارغ ہو جاؤں گی۔ پھر اس کو واپس رکھ دینا۔ پلیز!"

امل کی آنکھوں میں آنسو چمکتے دیکھ کر وہ فوری آگے بڑھی اور پیر سے

گھسیٹ کر مینڈک کو لیٹرین سے باہر نکال دیا۔

"لو اتنا سا کام تھا، تم تو رونے لگا تھا، رونا نہیں اگر تمہیں اس سے ڈر لگتا

ہے تو میں اس کو گھروں کے پیچھے پانی کی ندی کے پاس چھوڑ آؤں گی۔ جاؤ تم

اب اندر کچھ نہیں ہے۔"

اے اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اندر چلی گئی۔ گل افشاں اپنے بچے کو گود میں اٹھا کر واش روم کروانے لگی۔ فاز وہاں سے چلتا ہوا دور نکل گیا۔ ٹوئل چار کمرے ایک ساتھ بنے ہوئے تھے جن میں سے ایک کمرے میں تو فاز اور امل تھے۔ باقی سارے گل افشاں اور اس کی فیملی کے استعمال میں تھے۔ ہر کمرے کا رقبہ اور نقشہ ایک جیسا تھا، گھر کی چار دیواری نہیں تھی۔ گھر سے کوئی آدھا ایکڑ جانوروں کا باڑا تھا۔ فاز کا انتظار کیے بغیر امل گل افشاں کی مدد سے کمرے میں واپس آگئی۔ ایک دل کیا کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر لے، سڑتا رہے باہر ٹھنڈ میں۔ اس سے پہلے کے اپنے خیالات کو عملی جامہ پہناتی فاز واپس آگیا۔ امل نے اس کو جتایا۔

"تم سے اچھی تو وہ اجنبی عورت نکلی۔"

فاز نہ جانے کن خیالات میں تھا۔ جواب نہیں دیا۔ اپنے بستر پر لیٹتے ہوئے امل کے منہ سے نکل گیا۔

"میں گل افشاں سے کہوں گی وہ گھر جانے میں میری مدد کرے گی۔"

فاز کے جوتا اُتارتے ہاتھ ایک پل کو وہیں تھم گئے۔ دماغ میں پورا سین سوچ کر جوتے اتارے کے بعد انگلیٹھی میں ایک چھوٹا سا لکڑی کا ٹکڑا ڈال کر لائین کو پھونک مار کر بند کر کے اپنی جگہ لیٹ کر بڑے پراسرار انداز اپناتے ہوئے بولا۔

"ان لوگوں کے سامنے اپنی اور میری کوئی بات مت کرنا۔ اگر ان کو بھنک بھی پڑ گئی کہ ہم دونوں نے گھر والوں کی مرضی کے بغیر شادی کی ہے۔ یہ لوگ ہمیں کاٹ کر یہیں گاڑھ دیں گے، ان علاقوں کے لوگ غیرت کے معاملے میں بڑے کٹر ہیں۔ عورت اگر مرد کے بغیر ہو تو اس کی کوئی

عزت نہیں کرتے ہیں۔ اسلئے ان کے ساتھ جتنی بھی بے تکلفی کیوں نہ ہو جائے اپنا بھید نہ دینا۔ ورنہ چچی جان کی شکل دیکھے بغیر ان سے ملے بغیر اس دنیا سے عالم ارواح میں پہنچا دی جاؤ گی۔"

فاز اس کی جانب جھک کر آہستہ آواز میں پوری رازداری کے ساتھ بات کر رہا تھا۔ امل کو کپکپی لگ گئی۔ مگر اس کو بازو پہ ٹھپڑ مارتے ہوئے بولی۔
"مجھے ڈرانے کی کوشش کر رہے ہو کتے۔"

فاز نے اپنی ہنسی روک کر کروٹ بدل لی، کیونکہ جانتا تھا کہ اندر سے ڈر گئی ہے۔ مگر مانے گی نہیں۔ اس کا مقصد پورا ہو گیا تھا۔ اسلئے سونے کے لیے آنکھیں موند لی، امل پوری آنکھیں کھولے اندھیرے کو گھور رہی جب رہا نہ گیا تو پوچھ ہی لیا۔

"فاز۔۔؟"

وہ ابھی جاگ رہا تھا، مگر چپ رہا۔ تھوڑی دیر بعد پھر سے آواز اُبھری۔
مگر سرگوشی میں۔

"فاز۔۔!! مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ پلیز مجھے یہاں نیند نہیں آئے گی۔ کمرے کے اندر اتنا سامان پڑا ہوا ہے، اگر اس میں کوئی چوہا چھپا ہوا ہو تو؟ سوچو۔۔ بستر بھی تو فرش پہ ہیں۔ سوتے میں اگر چوہے اوپر آکر ڈانس کرنے لگے تو؟ تم اتنے چپ کیوں ہو گئے ہو؟ گھریا د آرہا ہے نا؟ کیا سو گئے ہو؟ اتنی جلدی تمہیں کیسے نیند آسکتی ہے۔ ابھی تو تم جاگ رہے تھے۔ اگر کمرے میں کوئی سانپ آگیا تو۔۔؟ کیا مر گئے ہو کینے؟"

کمرے میں خاموشی ہی رہی۔

"کیا یہاں بجلی نہیں ہے؟ اگر نہیں تو پھر ٹیلی ویژن بھی نہیں ہوگا۔"

"فاز ڈھیٹ بنا پڑا رہا۔"

"یہاں پہ بہت زیادہ خاموشی ہے۔ بہت گہرا سکوت ہے، جیسے انگلش کی ٹرم ہے ناپن ڈراپ سائلنس۔ بالکل ویسی خاموشی ہے۔"

اب وہ چُپ ہوئی تو تھوڑا وقفہ آیا، فاز پہ نیند مکمل حملہ آور تھی۔ جب پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"مجھے امو کی یاد آرہی ہے۔۔ میں نے اپنے گھر جانا ہے۔ میں کبھی تمہیں معاف نہیں کروں گی۔ تم نے میرے ساتھ یہ سب کیوں کیا ہے؟ کیا تم نے اپنی ٹوٹی گاڑی کا بدلہ لیا ہے، گاڑی کے بدلے گاڑی توڑتے نا۔۔ تم نے گاڑی کا مقابلہ انسان سے کر دیا۔"

اس دفعہ وقفہ پہلے سے لمبا تھا۔

"فاز میرا پیر درد کر رہا ہے۔"

فاز کے تب سے ساکت پڑے وجود میں حرکت ہوئی۔۔ پہلے امل کی جانب کروٹ بدلی پھر نیند سے بھری آواز میں بولا۔

"اپنا پیر ادھر کرو، دبا دیتا ہوں۔"

"نہیں بڑی مہربانی تم سو جاؤ۔۔ دوسروں کی نیند حرام کرنے والوں کو کیسی گہری نیند آتی ہے۔ قیامت کی نشانی ہے۔"

"یہ ڈائلاگ بازی کرنے کے لیے ساری عمر پڑی ہے۔ پیر ادھر کرو۔"

فاز نے ہاتھ بڑھا کر اس کا پیر پکڑ کر اپنی ٹانگ پہ رکھا۔ جس پر امل کو احتجاج ہوا مگر فاز نے تھامے رکھا۔ اور ہلکے ہلکے ہاتھوں سے اس کی ٹانگ دبانے لگا۔ امل نے پوچھا۔

"تم جاگ رہے تھے نا؟ پھر بھی سوتے بنے رہے۔"

فاز کی آنکھیں بند تھیں۔

"نہیں سو گیا تھا۔"

"تمہارے جھوٹ پر میں یقین کر ہی نہ لوں۔"

"تم آج بہت زیادہ بول رہی ہو۔ خاص وجہ؟"

"جب تم اتنی معصومیت کا اظہار کرتے ہو نا، یقین مانو ایکسٹرا زہر لگتے ہو۔"

"

فاز نے جواب میں بس ہوں کیا۔ جس پر وہ مزید تپ کر بولی۔

"کیا ہوں۔۔؟"

فاز نے آنکھیں کھول کر اس کی جانب دیکھ کر دو ٹوک الفاظ میں کہا۔
"خود تو ساری رات مزے سے سوتی رہی ہو، راستے میں بھی تمہیں نیند
آ جاتی ہے، مجھ غریب کا کیا قصور ہے، سخت نیند آرہی ہے، اگر تمہارا خبر نامہ
سُن کر میری نیند اڑ گئی نا تو تم نے ہی پچھتانا ہے، اسلئے شاباش چُپ چاپ سو
جاؤ۔"

اس کے بعد امل نہیں بولی۔ مگر اس کو نیند بھی نہ آئی۔ جب لیٹ لیٹ کر
کمر میں درد ہو گیا تو وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اندھیرے میں اپنی زندگی کا ایک ایک
سین فلم کی طرح آنکھوں کے سامنے چلنے لگا۔ اپنا گھر گھر کی عیاشی۔ ماں باپ
کا پیار، آسائشیں لاڈ، بہن بھائی کی نوک جھوک جھگڑے، آنکھوں سے بے
اختیار پانی بہنے لگا۔

کیا کوئی مجھے یاد نہیں کرتا ہوگا؟ کیا کسی نے مجھے ڈھونڈنے کی کوشش
نہیں کی؟ کیا جو یہ کہتا ہے اس کی بنائی کہانی پر سب نے بغیر کسی ثبوت کے یقین
کر لیا؟ صمد بھائی نے بھی مان لیا، وہ تو میرے دوستوں میں سے ہیں۔ ان کو تو

علم تھا، فاز کو میں کتنا ناپسند کرتی ہوں۔ نہ جانے آگے کیا ہونا ہے، میں اس کے ساتھ نہیں رہوں گی، ایسے بھی بھلا کوئی کرتا ہے؟

کسی کی شخصیت مسح کر دینا۔ یہ بھی بھلا کوئی انسانیت ہے، اللہ بھی اس کو معاف نہیں کرے گا۔ کمرے کے دوسرے کونے میں سرسراہٹ نے اس کے خیالوں میں مداخلت کر کے اس کے حیات کو ہائی الرٹ پہ بٹھا دیا۔ فاز کو بلانا چاہا مگر وہ ہلکے ہلکے خراٹے بھر رہا تھا۔ اس کو دل میں پکا یقین ہو گیا تھا کہ کمرے میں چوہا ہے۔ وہ وہیں بیٹھی رہی، واپس لیٹنے کی جرات نہیں ہوئی، جیسے ہی باہر سے آوازیں آنا شروع ہوئی امل نے سکون کا سانس لیا، کیونکہ خاموشی اس کی برداشت سے باہر ہو رہی تھی۔

چھت سے لو اگتی بھی نظر آنے لگی۔ امل اٹھ کھڑی ہوئی۔ پہلے پنجنوں کے بل ہو کر فاز کے بستر کو عبور کیا۔ پھر جو تاڑھوند کر پہنا اور دیوار کے سہارے دروازے تک آئی۔ بھاری دروازے کی زنجیر گراتے وقت احتیاط کی کہ آواز پیدا نہ ہو۔ دروازے سے باہر نکلنے کے بعد جو ٹھنڈ نے استقبال کیا تھر تھراتے ہوئے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔

وہ سکارف یا کسی جمپر کے بغیر ہی نکل آئی تھی، واپس گئی سکارف تو دور تھا، اس نے فاز کے سرہانے پڑی اسکی گرم جیکٹ اٹھالی۔ اپنے پیچھے دروازہ بند کر دیا۔ مگر سمجھ نہ آئی آگے کیا کرے کس طرف جائے، جانوروں کی آوازیں آرہی تھیں۔ ایک کمرے کا دروازہ کھلا اندر سے قرات کی آواز آئی، دروازہ بند ہو گیا، بونا سا کوئی کمرے سے نکل کر باڑے کی جانب جاتے جاتے ایک دم رُک گیا۔ پھر امل کے عین سامنے آکر اپنے سر سے بھاری فروالی ہڈیٹا کر امل کو سر سے پیر تک غور سے دیکھنے کے بعد کہا گیا۔

"تو تم ہمارا نیا مہمان ہو۔"
اٹل کو سمجھ نہیں آیا سوال ہے یا مطالع کیا جا رہا ہے۔
"تمہارے منہ پہ کیا ہوا ہے؟ آنکھ کیوں کالی ہے؟"
"میں گر گئی تھی۔"

"کیا نام ہے؟"
اٹل ابھی تک فیصلہ نہیں کر پائی تھی کہ یہ چار فٹ کی مخلوق لڑکی ہے یا لڑکا۔

"میرا نام؟"
"تو اور کیا تم سے میں میرا نام پوچھے گا؟" اٹل کے بھنویں اوپر کو شوٹ کر گئے۔
"اوہ۔۔۔! میرا نام اٹل ہے۔ تمہارا کیا نام ہے۔؟" اٹل نے ماتھے پہ تیوری لیکر اس کا جائزہ لیتے ہوئے جواب دیا۔

"اٹل۔۔۔"
"کیا عمل۔۔۔؟ کس پر عمل؟ کس کا عمل؟"
اٹل کا منہ کھل گیا۔
"عمل نہیں اٹل۔۔۔"

"پتا نہیں تم کیسی باتیں کر رہا ہے۔ عمل نہیں عمل۔۔۔ یہ کیا ہوا؟ میں نے تم سے تمہارا نام پوچھا ہے۔ تمہیں اپنا نام ہی نہیں آتا ہے۔"
"بڑے تیز ہو۔۔۔ تمہارا اپنا کیا نام ہے۔"

"میرا نام وقاص ہے۔ دیکھا ایسے نام بناتے ہیں۔ تم عمل عمل کر رہا ہے۔ اب بتاؤ تمہارا کیا نام ہے؟"

"میرا نام جہانگیر ہے۔۔"

"توبہ استغفر اللہ کس قدر مشکل زبان بولتا ہے تم۔۔ ہماری بہنوں کے نام دیکھو۔۔ مدیحہ سحر امبر۔۔ اور اپنا نام دیکھو۔۔ جہانگیر۔۔ تم کیا جنگیں لڑتا ہے جو ایسا نام ہے؟"

اٹل کی ساری بوریٹ جاتی رہی۔۔ پوچھنے لگی۔

"تمہاری عمر کتنی ہے؟"

"میں نو کا ہوں۔ تم کتنے سال کا ہے؟"

میں بیس اور چار کی ہوں۔"

تم تو بہت بوڑھا ہے۔"

اٹل زور سے ہنسی۔

"کیا تمہیں جوان لڑکیاں پسند ہیں؟"

"ہم کیوں لڑکیوں کو پسند کرے گا۔ بہت لڑتی ہیں۔ بال کھینچتی ہے۔ ہر

وقت چی چی چی۔۔ ہم کو بس بکرے پسند ہیں۔ اور کتا۔۔"

اٹل ایک دفعہ پھر ہنسی۔

"اچھا۔۔"

"ہاں۔۔ تمہیں بکرے پسند ہے؟"

"ہاں کھانے کی حد تک۔۔"

وقاص نے اس کو دھمکی آمیز نظروں سے دیکھا۔

"میرے بکرے کا کھانے کی بات مت کرنا۔ میں نے اپنے کتے کو ایک

اشارہ کرنا ہے۔ وہ تمہارا ہڈی بھی کھا جائے گا۔"

"نہ نہ ایسا نہ کرنا۔۔ میں تو پہلے ہی لنگڑی ہوں۔ بھاگ کر اپنا بچاؤ بھی نہیں کر پاؤں گی۔"

"تم لنگڑی کیسے ہوا؟"

"جنگل میں میرے پیچھے بھیڑیا لگ گیا تھا۔ اور میں ایک کھڈے میں گر گئی۔ اس سے میرے پیر میں چوٹ آ گئی۔"

"بھیڑیا کیسا تھا؟"

"میں نے اس کو غور سے نہیں دیکھا۔ مگر بہت خوفناک تھا۔"

"تم ڈر گیا۔ بندوق سے اس کو گولی کیوں نہیں مارا۔"

"میرے پاس بندوق نہیں تھی۔"

رکھا کر ونا اپنے پاس بندوق۔ نہیں تو کلہاڑی رکھا کرو۔ ورنہ تو وہ تمہیں

کھا جاتا۔"

"تم اپنے پاس بندوق رکھتے ہو؟"

"میرا بابا رکھتا ہے۔ مجھے تو کوئی جنگل جانے ہی نہیں دیتا ہے۔ پر میرے دادا نے مجھے ایک چاقو بنا کر دیا ہوا ہے۔ جس سے میں کبھی کبھی رسیاں کاٹ لیتا ہوں۔"

"اچھا۔۔۔"

"اب تم نے ادھر کھڑے رہنا ہے۔ یا میرے ساتھ چلنا ہے۔ بابا نے بتایا ہے۔ میری بکری نے دو بچے دیئے ہیں۔ میں ان کو دیکھنے جا رہا ہوں۔ تم نے دیکھنا ہو تو آ جاؤ۔ میں دکھا دیتا ہوں۔"

"میں ضرور آتی مگر میرے سے چلا نہیں جاتا ہے۔ ایک پیر پر وزن نہیں

پڑتا ہے۔"

"تو تم یہاں تک کیسے آیا ہے؟"
امل کو اس بچے کی ذہانت نے کب کا متاثر کر دیا تھا۔
"سہارے سے چل کر۔۔"

"میں سہارا دیتا ہوں۔ تم آؤ۔۔"

"نہیں تم بہت چھوٹے ہو۔"

"میں تمہیں چھوٹا لگ رہا ہے؟ بتایا تو ہے پورے نو سال کا ہوں۔"
"صرف نو سال کے ہو۔"

"تم مجھے بچہ سمجھ رہی ہو۔ تم کیسا عورت ہو۔ مرد کو بچہ سمجھ رہی ہو۔"
امل بھول گئی کہاں موجود ہے کیا وقت ہے کھل کھلا کر قہقہہ مارا۔
"اچھا اے مرد جواں میں معافی مانگتی ہوں جو آپ کو بچہ سمجھنے کی
جسارت کر دی ہے۔ چلو دو اپنا ہاتھ لیکر چلو اپنے بکروں کے پاس۔"
"تم کتنا بولتا ہے۔۔"

وقاص نے اس کو اپنا ہاتھ دیا۔

امل کو حیرت ہوئی اس کے ہاتھ سخت تھے۔ بچوں کی طرح نرم نہیں تھے
۔ جس کا مطلب تھا کہ وہ فارم پر کام کرواتا تھا۔

امل پوری کوشش کر رہی تھی۔ کہ وقاص پہ بالکل وزن نہ پڑے بس
ہاتھ پکڑے آہستہ آہستہ چلتی اس کے ساتھ چل رہی تھی۔ پھر ایک خیال کے
تحت رک کر بولی۔

"تم کوئی ڈنڈا لا سکتے ہو بڑا سا اس کے سہارے میں تیز چل لوں گی۔"

"اور کو۔۔ میں دادی کی چھٹری لیکر آتا ہوں۔ تم تو بہت بوڑھا ہے۔"
وہ امل کو وہیں چھوڑ کر کمرؤں کی جانب دوڑ گیا۔

گل افشاں اپنے چھوٹے بچے کو لیکر کمرے سے نکلی تو امل کو دیکھ کر آواز لگائی۔

"تم اتنی جلدی اٹھ گیا۔ کیا وقاص تمہیں تنگ کر رہا ہے؟ اس کو ڈانٹ دو ورنہ تمہارا بڑا سر کھائے گا۔"

"نہیں نہیں بالکل تنگ نہیں کر رہا ہے۔"

بلکہ اس نے تو میری اداسی وقتی طور پر بھلا دی ہے۔

گل افشاں تسلی کر کے اپنے کام کو چلی گئی۔

وقاص چھڑی لیکر آیا تو اس کے پیچھے دو لڑکیاں اسی کی طرح بھاری جیکٹوں میں ملبوس چلی آئیں۔

"میری ماں کو لگتا ہے۔ وقاص بس ہر ایک کو تنگ ہی کرتا ہے۔ یہ سب ان بندریوں کی وجہ سے ہے۔ یہ ماں کو میرے بارے میں شکایت کرتی ہیں۔ پھر وہ مجھے ڈانٹتی ہے۔"

امل نے لڑکیوں کی طرف اشارہ کیا جو ایک تو وقاص سے چھوٹی لگ رہی تھی۔ ایک بڑی تھی۔
"یہ کون ہیں؟"

"یہ بندریاں ہیں۔ اماں کہتی ہے بہنیں ہیں۔"

بڑی والی تو آنکھوں سے نیند بھگانے کی کوشش کرتے ہوئے امل کو دیکھ رہی تھی۔ جبکہ چھوٹی والی بدلہ لیتے ہوئے بولی۔

"تم خود کیا ہو؟ مینڈک؟"

امل نے سب کو دلچسپی سے دیکھا۔

"ایک دفعہ اور تم نے مجھے مینڈک کہا۔ میرا بچہ نہیں دیکھ سکو گی۔ نہ اس کے ساتھ کھیلنے دوں گا۔"

دھمکی کا الٹا اثر ہوا تھا۔

"میں تم کو گوبر میں پھینک کر بچے چوری کر لے گا۔ بابا کہتا ہے بکرے بس تمہارے ہی نہیں ہیں۔ ہمارے بھی ہیں۔"

"ایک تو یہ بابا پتا نہیں کیوں ال لولاڈ کرتا ہے۔ جہانگیر تم آویار یہ تو بس لڑتا ہی رہتا ہے۔"

امل نے دیکھا چھوٹی والی وقاص کو گھورتے ہوئے اس سے آگے چلنے لگی۔

وہ بڑبڑایا۔۔

"بندری۔۔"

"مینڈک۔"

وہ لوگ آگے پیچھے چلتے ایک بڑے سے ہال نما کمرے میں پہنچے جس کے چھت پر کوئی سوراخ نہیں تھا۔ کمرے میں تین جگہ دیوار کے ساتھ لائین لٹکی ہوئی ملیں۔ ان میں سے ایک جل رہی تھی۔ جو بکریوں کے پاس تھی۔ کمرے میں جانوروں کے گند کی بدبو نے امل کو سانس روکنے پر مجبور کر دیا۔ ورنہ اس کو لگا ابھی ابکاٹی کر دے گی۔

بکری کے بچوں کو دیکھ کر وقاص کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ آنکھوں کی چمک بڑھ گئی۔

وہ اس کو اسرار کرنے لگا۔

"جہانگیر۔۔ کمرے کے اندر آؤ۔"

"تم مجھے اہل بول سکتے ہو۔"

"اچھا عمل اندر آؤ۔۔۔ باہر کیوں کھڑی ہو۔"

"ابھی آتی ہوں۔"

اہل نے نوٹ ہی نہ کیا جب یہ ریچھ کی طرح دکھنے والا کتا عین اس کے سر پہ پہنچ کر اس کے پیر سونگھنے لگا۔

ایک دم اس کے منہ سے فلک شگاف چیخ برآمد ہوئی۔۔۔ چھڑی ایک طرف گری۔۔۔ وہ بھاگنے کے چکر میں منہ کے بل گری۔ خود کتا اس کے رد عمل سے ڈر گیا۔۔۔ بچارہ سہا سا اس کو دیکھ رہا تھا۔

وقاص ایک جست میں اس کے پاس آیا۔

"تم لڑکیاں کیا بلا ہو خدا یا۔۔۔ میرے بلی کو ڈرا دیا۔"

اہل نے ڈر کے مارے پھیلی ہوئی آنکھوں کو مزید پھیلا کر پوچھا۔

"کون بلی؟"

"وہ میرا کتا۔۔۔ دیکھو کیسا ڈرا کھڑا ہے۔"

"یہ بلی ہے؟ اس کا نام خوشخوار رکھو۔۔۔ اس کی شکل دیکھ رہے ہو۔ اس قدر خوفناک۔۔۔ تو بہ یہ مجھے ابھی تک غصے سے کیوں دیکھ رہا ہے۔ پلیز اس کو یہاں سے دور کرو۔"

وقاص کی ماں ڈری سے اس کی خبر لینے پہنچی۔۔۔ پیچھے ہی وقاص کا باپ بھی تھا۔

"کیا ہوا؟ کیا ہوا؟ تم ٹھیک ہے؟"

"جی میں ٹھیک ہوں۔"

اہل کو شرمندگی سی ہوئی۔ جس کو سوگنا وقاص کی باتوں نے بڑھا دیا۔

"یہ بلی سے ڈر گیا ہے۔ بھلا بتاؤ بلی سے بھی کوئی ڈرتا ہے؟ وہ تو سب سے اتنا پیار کرتا ہے۔ بس خرگوش اور چوہے کھاتا ہے۔ اماں بلی نے بھلا کبھی کوئی لڑکی کھائی ہے؟ اس نے تو ان بندریوں کو نہیں کھایا۔۔۔ یہ عمل تو ہے ہی بڑھی۔۔۔ اس کو بھلا کیوں کھائے گا۔ بلی بڑوں کا ادب کرتا ہے۔"

امل بلی بھول گئی۔ اپنے پیر سے اٹھنے والی ٹیسیں بھول گئی۔ صدمے سے وقاص کی شکل دیکھنے لگی۔

"تم کیسے دوست ہو۔ بجائے مدد کرنے کے تم میرا مذاق اڑا رہے ہو۔۔۔ بے وفا۔۔۔ لڑکے ہوتے ہی بے وفا ہیں۔"

وقاص کی بہن اپنی ماں سے پہلے اس کو کھڑا ہونے میں مدد کرنے آگے بڑھی۔

گل افشاں نے وقاص کو ڈانٹ دیا۔

"تم اس کو اٹھتے ہی ادھر لے آئے۔ وہ شہر کی لڑکی ہے۔ اس کو بکرے کہاں پسند ہوں گے۔"

وقاص کی اتری شکل دیکھتے ہی امل نے جلدی سے کہا۔

نہیں نہیں بکرے مجھے بہت زیادہ پسند ہیں۔"

وقاص کے چہرے کی رونق بحال ہوئی فخر سے ماں کو جتایا۔

"دیکھا۔۔۔ اب سُن لو۔۔۔ وہ کہتا ہے اس کو بکرے بڑے پسند ہیں۔"

"امل بہن تمہارے کپڑے گندے ہو گئے ہیں۔ تمہارے پاس اور لباس ہے؟ نہیں تو چلو اندر میرے ساتھ میرے کپڑے پہن لو۔ مگر تم مجھ سے بہت لمبا ہو۔۔۔ میرے کپڑے تمہیں نہیں آنے ہیں۔"

"میرے پاس کچھ جینز ہیں۔ مگر میں پیر کی وجہ سے جینز نہیں پہن پاؤں گی۔"

"میری ساس بہت جوان ہے۔ آؤ اس کے کپڑے دیتی ہوں۔"
اٹل نے جھک کر چھڑی پکڑی اور گل افشاں کے ساتھ آگئی۔
"تمہیں رات کو نیندا چھی آیا؟"

اٹل نے بنا تکلف بتا دیا۔

"رات نیند ہی نہیں آئی۔ جس کو آئی وہ تو ابھی تک سو رہا ہے۔ مجھے اجنبی جگہ ہونے کی وجہ سے نیند نہیں آئی۔"

"ہوووو۔۔۔ پھر تو تمہارا تھکاوٹ بھی نہیں اتر اہو گا۔ اوپر سے گر بھی گئی ہو۔ تم منہ ہاتھ دھو۔۔۔ کپڑے بدل کر کچھ کھالو پھر وہیں اماں کے کمرے میں سو جانا۔ بہت گرم کمرہ ہے۔ تمہیں اچھی نیند آئے گی۔"
"بہت شکریہ گل افشاں۔۔۔ آپ بہت اچھی ہو۔"

"اور تم بہت خوبصورت ہو۔"

اٹل کو ادا سی ہوئی۔ مگر دھیمے سے بولی۔

"شکریہ"

اٹل نے ٹھنڈے تخی پانی سے منہ دھویا ایک دفعہ تو نانی یاد آئی۔
جب وہ گل افشاں کی ساس کے کمرے کو گئی، باقاعدہ کانپ رہی تھی۔
مگر یہ کیا وہاں ایک کے بجائے دو بزرگ خواتین تھیں۔ ایک ساٹھ ستر کے درمیان ہوں گی، اور دوسری کافی زیادہ ضعیف تھیں۔

"آؤ آؤ گل افشاں تمہارے لیے یہ کپڑے رکھ کر گئی ہے۔ تم اس پردے کے پیچھے جا کر بدل لو۔" اٹل نے ہلکے سے مسکرا کر شکریہ ادا کیا۔ چیک ورک

میں بناؤں گا ڈھیلا سا کرتا شلوار پہننے کے بعد اس نے فاز کی ہی جیکٹ واپس
پہن لی۔

وہ اپنے گندے کپڑے ہاتھ میں لیے پردے سے باہر نکلی۔ دادی نے
تعارف کروایا۔ میرا نام شیریں ہے، یہ میری ماں ہے۔ اس کا نام بی بی ہے۔
اتنی بی بی نے امل کے سر کی جانب اشارہ کر کے کچھ کہا تھا، جسے وہ تو نہیں
سمجھ پائی، مگر شیریں نے ترجمہ کرتے ہوئے بتایا۔

"بی بی کہہ رہی ہے تم سر پہ ٹوپی پہن لو ورنہ ٹھنڈ لگوا کر بیمار پڑ جاؤ گی۔"
ساتھ ہی انہوں نے ایک اونی ہاتھ کی بنی ٹوپی امل کی جانب بڑھائی، اس کے تو
دیے ہی دانت بچ رہے تھے، ٹوپی پہن کر بی بی کے اشارے پر چھڑی کی مدد
سے ان کی چار پائی پہ بیٹھ گئی۔ بی بی نے پھر سے امل کی ٹانگ کی طرف اشارہ
کر کے اپنی بیٹی سے کچھ کہا۔ امل نے سوالیہ نظروں سے شیریں کی طرف
دیکھا۔

"بی بی پوچھ رہی ہے تمہارے پیر کو کیا ہوا ہے؟"
امل نے بتایا، جس پر بی بی نے بیٹی کو کہا پوچھو کیا اس کو بہت درد ہوتا ہے۔
امل نے اثبات میں سر ہلایا۔

بی بی کہہ رہی ہے وہ تمہیں دوائی بنا کر دے گی، درد بالکل ختم ہو جائے گا،

"واقعی؟ بہت شکریہ اگر ایسا ہو جائے تو میں آسانی سے چل پھر سکوں گی
ایک بات پوچھوں برا تو نہیں منائیں گی؟"
"نہیں تم پوچھو۔"

شیریں کی جانب سے اجازت ملنے پر امل نے سوال کیا۔

"آپ یوں دیرانے میں کب سے رہ رہے ہیں؟ اور کیا ڈر نہیں لگتا ہے؟"
 شیریں نیچے کارپٹ پہ بیٹھی تھی، اور روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے
 کر کر کے ایک پرات میں جمع کرتی جا رہی تھی۔ اپنے عمل کو جاری رکھتے
 ہوئے بولی۔

"ہمیں یہاں بہت سکون ہے، اور ڈر کیسا ہونا ہے، چور ڈاکو تو ویسے بھی
 شہروں میں ہوتے ہیں۔ یہاں تو بڑا تحفظ ہے۔ ہم لوگ اس علاقے میں پچھلے
 دو سو سال سے ہیں۔ مگر پھر ہمارے لوگوں نے شہروں کا رخ کرنا شروع کر دیا
 ۔ مگر میرا اور میری ماں کا دل شہر میں نہیں لگتا ہے۔ یہ جب بھی تربت جاتی
 ہے تو یہ بیمار پڑ جاتی ہے۔ یہاں سے آگے دس میل کی دوری پر میرا بھائی کا
 خاندان رہتا ہے۔ یہ کبھی اس کے پاس چلی جاتی ہے کبھی میرے پاس رہنا پسند
 کرتی ہے، اور گل افشاں بھی ہر سال چین جا کر آتی ہے، اُس کا بھائی ادھر ہوتا
 ہے نا۔ وہ ساری گرمیاں یہاں گزار کر جاتا ہے، گل بتاتا ہے کہ چین میں
 بوہت دُواں ہوتا ہے۔ یہاں تم نے دیکھا ہمارا ہوا کتنا صاف ہے، یہاں پر کوئی
 وہ نہیں ہے، اس کو کیا بولتے ہیں؟" امل نے کہا۔
 "پلو شن۔۔"

شیریں نے اس کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے گرجو شی سے کہا۔
 "ہاں ہاں وہی۔۔ پلوہ شن۔۔"

"بی بی تم کدھر ہے ابھی تک میرے بچے دیکھنے کو کیوں نہیں آیا ہے؟"
 وقاص کی آواز پہلے آئی، پھر تصویر، اور جب وہ کمرے میں داخل ہو تو گود
 میں بھیڑ کا بچہ اٹھایا ہوا تھا۔ جس نے کمرے میں آتے ہی منمنانہ شروع کر دیا۔

"بی بی یہ امل ہے۔ میری دوست ہے۔ امل میں یہ بچہ تمہارے لیے لایا ہوں۔"

وارنگ دیئے بغیر وقاص نے بھیڑ کا بچہ اس کی گود میں رکھ دیا۔ جس نے زندگی میں بلی تک کو یوں گود میں لیکر پیار نہیں کیا تھا۔ ڈرگنی۔ دل تیز تیز دھڑکنے لگا۔ چھوٹا سا میمنا بھی چند گھنٹوں کی پیدائش ہونے کے باوجود بہت ہوشیار اور چُست تھا۔ پورا اگلا پھاڑ کر اپنی ماں کو بلانے لگا۔ امل کی توجان پر بن آئی۔ دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر خود سے بازو کی دوری پر کیا۔

شیریں نے جب امل کے تاثرات دیکھے تو ان کی ہنسی چھوٹ گئی۔ "وقاص اس سے اپنا بچہ واپس لے لو وہ ڈر رہی ہے۔" امل نے خشک ہونٹوں پہ زبان پھیرتے ہوئے صفائی پیش کرنی چاہی۔ "اصل میں کبھی جانور رکھے ہی نہیں ہیں اس لیے مجھے اس سے ڈر لگ رہا ہے۔ کہیں یہ ٹوٹ نہ جائے۔" اس کے ٹوٹ جانے کو سُن کر وقاص اور اس کی دونوں دادیاں ہنسنے لگیں۔

--
"بھلا یہ کوئی کھلونا ہے جو ٹوٹ جائے گا۔" بی بی یہ بڑھی بہت ڈر پوک ہے۔ یہ تو بلی سے بھی ڈر گئی۔" وقاص نے بچے کو اس کے ہاتھ سے لیا تو امل کی جان میں جان آئی۔ گل افشاں نے ٹرے پکڑا ہوا تھا۔ اندر آتے ہی وقاص کو کہہ دیا، "یہ اپنا مال اسباب لیکر یہاں سے چلے جاؤ۔ وہ ساری رات کی جاگ رہی ہے۔ اس کو سونا ہے۔"

"مگر میں نے تو اس کو اپنے ساتھ لیکر جانا ہے۔"

"نہیں ابھی اس کو سونے دو۔۔ جاؤ شاہباش اپنی بہنوں کے ساتھ بیٹھو جا کر میں آکر تمہیں چائے دیتی ہوں۔"

"اس کو اس کی ماں کے پاس چھوڑ کر آؤ تاکہ یہ بھی ناشتہ کر لے۔"

امل نے حیرت سے پوچھا۔

"آپ لوگ اتنی صبح ناشتہ کر لیتے ہیں؟ اس وقت تو ہم لوگ عام طور پر گہری نیند میں ہوتے ہیں۔"

"ہاں تمہارا آدمی اسی لیے ابھی تک سویا ہوا ہے۔ حالانکہ باہر اتنا شور ہے۔ مگر وہ ابھی بھی گہری نیند میں ہے۔ وقاص کا باپ اس کے لیے چائے لیکر گیا تھا۔ مگر اس کو سوتا دیکھ کر واپس آ گیا۔"

امل نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ کون سا اس کے سونے جاگنے کی روٹین سے واقف تھی۔ کبھی کبھار ہی تو سامنا ہوتا تھا۔ یا جب گاؤں گئی ہوتی۔ یا جب وہ ان کے گھر آیا ہوتا۔ وہ ان کے گھر شاید ہی کبھی رات رکا ہو۔ اور وہ گاؤں میں بس شادیوں کے دوران ہی رکی ہوگی۔ ورنہ تو وہ لوگ صبح جاتے اور شام کو واپسی ہو جاتی تھی۔

"بی بی آپ دوسرے کمرے میں آ جاؤ یہاں امل آپ کے پلنگ پہ سو جاتی ہے۔ مجھے لگتا ہے اس کو فرش پہ نیند نہیں آئی۔ عادی نہیں ہو گا نا۔"

"نہیں کوئی بات نہیں ہے۔ آپ بی بی کو مت اٹھائیں میں نیچے ہی سو جاتی ہوں۔ یہاں چوہے ہیں؟"

”نہیں گھر کے اندر چوہے نہیں ہیں۔ کیونکہ سارا دن اتنے لوگوں کی آمد آنا جانا لگا رہتا ہے۔ ایسی مخلوق اتنے ہجوم والی جگہ پہ نہیں خوش رہتے ہیں۔ ہاں باہر کھیتوں میں بہت ہوں گے۔“

اہل کی کچھ تسلی ہوئی۔ مگر پھر بھی دل ہی دل میں اس نے شکریہ ادا کیا۔ جب بی بی اپنے پلنگ سے اٹھ گئی۔

گل افشاں نے اس کو چائے تھمائی۔ ساتھ میں نمک والی روٹی تھی۔ جس کو چیز اور مکھن لگا ہوا تھا۔

اس نے چائے کا پہلا سپ لیا تو آنکھیں موند لیں۔
بے اختیار بولی۔

”واہ اتنے دنوں کے بعد اتنی اچھی چائے پینے کو ملی ہے۔ گل افشاں آپ کا بہت شکریہ۔۔“

”اب تم بار بار بات بات پہ شکریہ ادا کر کے شرمندہ نہ کرو۔ چائے پیو اور سو جاؤ۔ اٹھو گی تو سب سے مل لینا۔۔“

”اچھا۔۔“

وہ لوگ کمرہ خالی کر کے چلے گئے۔

اہل نے بڑے بڑے گھونٹ لیکر چائے ختم کی۔ کیونکہ اب اس کو نیند آرہی تھی۔ اور وہ نہیں چاہتی تھی کہ یہ واپس بھاگ جائے۔

اس دوران کمرے پہ نظر ڈالی۔۔ جس کی سینک اود ساخت تقریباً ویسی ہی تھی۔ جیسی اس کمرے کی تھی۔ جس میں فاز سویا ہوا تھا۔

چائے کی پیالی اور ٹرے محفوظ جگہ پر رکھ کر وہ جوتے اتار کر بستر میں گھسی۔۔ لیٹنے سے پہلے جیکٹ اتار کر سرہانے رکھی۔ اور جیسے پہننے سے پہلے اس نے

کپڑوں کو سونگھتا تھا۔ ویسے ہی رضائی کو سونگھا۔ کپڑوں میں سے صندوق کی
 باس آئی تھی۔ مگر حیرت انگیز طور پر رضائی میں سے لیونڈر کی خوشبو سی آئی۔
 سرہانے پہ سر رکھا۔ رضائی کو کندھوں تک کیا۔ سر پہ پہنی ٹوپی سے آنکھیں
 ڈھانپ لیں۔
 اگلے پانچ چھ منٹ میں وہ غافل ہو چکی تھی۔

☆☆☆☆☆☆

کمرے میں ٹھنڈ محسوس کر کے اس کی آنکھ کھلی تھی۔ وہ اٹھ کر بیٹھا اور
 نیم وا آنکھوں سے ہی پیروں کی جانب پڑی ٹوکری سے ایک سوکھی لکڑی کا
 ٹکڑا اٹھا کر تقریباً بجھتی ہوئی آگ کے اوپر رکھ دیا۔
 لیٹنے سے پہلے اہل کو دیکھنے کے لیے گردن گھما کر اس کے بستر پہ نظر ڈالی

اور خالی دیکھ کر حیرت ہوئی۔

"یہ اتنی جلدی اٹھ گئی ہے۔"

اُس کو لگا واش روم گئی ہوگی۔ اس لیے لیٹ کر انتظار کرنے لگا۔ جب انتظار
 پندرہ بیس منٹ سے زیادہ ہو گیا تو وہ بستر سے نکل کھڑا ہوا۔
 نہ سرہانے رکھی جیکٹ ملی۔ نہ چپل جوتا۔

بیگ کھول کر اپنا ایک سوئٹر نکال کر پہنا اور بند جوتوں میں پیر پھنسا کر باہر

آیا۔

دھوپ پوری طرح نکل چکی تھی۔

عمر باہر خاموشی تھی۔ جیسے گھر والے سب اپنے کام کاج کو نکل گئے ہوں۔ ایک ہاتھ منہ پہ رکھ کر جمائی لینے کے بعد اس نے اپنا بازو سامنے کر کے وقت دیکھا۔

صبح کے نو بج رہے تھے۔

چلتا ہوا تھوڑا آگے آیا۔ تو ایک چھوٹی سی باز کی اوٹ میں گل افشاں برتن دھوتی نظر آئی۔ وہ بھی اس کو دیکھ چکی تھی۔ مسکرا کر بولی۔

"بھائی تم اٹھ گئے۔"

السلام علیکم۔"

"وعلیکم السلام۔"

"کیا ابھی سب سو رہے ہیں؟"

افشاں مسکرائی۔

"اس گھر میں کوئی چھ بجے کے بعد سوتا مل جائے تو میں شکر انا ادا کروں۔ سب کھیت کو گئے ہوئے ہیں۔ آلو تیار ہو گئے ہیں نا ان کی پٹوائی ہو رہی ہے۔ سب مل کر چُھنے گئے ہیں۔"

"اوہ اچھا۔۔ یعنی میں بہت دیر تک سوتا رہا ہوں۔ کیا۔۔۔ امل بھی وہیں

گئی ہے؟"

"نہیں۔۔۔ امل تو صبح پانچ بجے ہی باہر آ گیا تھا۔ پھر اس نے بتایا کہ وہ تو ساری رات سو نہیں پائی۔ اجنبی جگہ ہونے کی وجہ سے ڈرتی رہی ہے۔ میں نے اس کو بی بی کے پلنگ پہ سلا دیا۔ ابھی وہیں سو رہی ہے۔"

"اوہ۔۔۔ اچھا۔۔"

"منہ دھو کہ ناشتہ کر لو بھائی۔۔"

"نہیں ابھی نہیں۔ تھوڑی دیر بعد کھاؤں گا اگر آپ کو تکلیف نہ ہو؟"

گل افشاں کھل کر مسکراتے ہوئے بولی۔۔

مجھے کیا تکلیف ہونی ہے۔ جب تمہارا جی کرے تب کھا لینا۔ اچا ہے تب
تک تمہاری بیوی جاگ جائے گا۔ اکٹھے کھا لینا۔"
فاز مسکراتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

گھر کی اوٹ سے نکلا تو دور سے وہ کھیت نظر آیا جہاں سارا خاندان مل کر

کام کر رہا تھا۔

وہ ایسا سین تھا جیسے کسی میگزین کی تصویر ہو۔ ہر طرف ہریالی اور پانی کے
جھرنوں میں گھرا علاقہ بیچ میں پتھروں سے بنے مکان۔
جنگلی گھاس، پھول اور جھاڑیوں کے درمیان پگڈنڈی پہ چلتا ہوا وہ دریا کی

طرف نکل آیا۔

جورات کو تو بڑا خوفناک منظر دے رہا تھا۔ مگر اس وقت بہت خاموشی
سے بہتا چلا جا رہا تھا۔ کہیں کہیں گہرائی کم ہونے کی وجہ سے پتھر نظر آرہے
تھے۔ جس پل پر سے وہ گزرے تھے۔ وہ اونچائی پر تھا۔ مگر یہاں سے دریا کا
کنارہ زیادہ اونچا نہ تھا۔ مگر چوڑائی بہت زیادہ تھی۔
کنارے کنارے چلتا وہ کافی آگے نکل آیا۔

پرندے چہچہا رہے تھے۔ زمین کا حسن پورے عروج پر تھا۔ یہاں پر
درخت بہت زیادہ گہرے ہو گئے تھے۔ وہ رُک گیا۔ کیونکہ اگر کوئی جانور نکل
آتا تو اس کے پاس تو بچاؤ کے لیے کوئی ہتھیار بھی نہیں تھا۔ ایک درخت کی لمبی
سی ٹہنی کو توڑ کر اس کے پتے وغیرہ اتارتا آگے بڑھ آیا۔

جوں جوں درختوں کے جھنڈ کے اندر جا رہا تھا۔ شور کی آواز بڑھتی جا رہی

تھی۔ درمیان میں جا کر ماجرہ کھلا۔

اوپر پہاڑ سے پانی کا جھرنہ بہتا ہوا یہاں سے گزر کر آگے دریا میں گر رہا

تھا۔ وہ مسلسل مسکرا رہا تھا۔

ہاتھ میں پکڑی چھڑی ایک طرف رکھ کر پہلے اپنی جرسی کے بازو فولڈ
کئے پھر اپنی شرٹ کے۔ جھرنے کے عین نیچے گیا۔ پتھروں پر احتیاط سے
قدم جما کر ٹھنڈے ٹھار پانی کو اپنے ہاتھوں کے پیالے میں بھرا۔
پہلے کلی کی جس سے اندازہ ہو گیا کہ پانی میٹھا ہے۔

پھر منہ دھویا۔

اس کے بعد پانی پیا۔

ایک ٹہنی توڑ کر اس نے مسواک کے طور پر استعمال کی۔ دانت صاف
کرنے کے بعد دوبارہ سے کلی کر کے واپسی کی راہ لی۔ چھڑی والے ہاتھ کو پشت
پہ باندھے لمبے لمبے ڈگ بھرتا چل رہا تھا۔ جب ایک دم سے سامنے تین بچوں
نے آکر راستہ روک دیا۔

دھوپ تو اب نکلی ہوئی تھی۔ مگر اس کے باوجود کیونکہ یہ جگہ پہاڑوں
کے اوپر تھی۔ اس لیے ہوا بہت تیز اور ٹھنڈی ہی رہتی تھی۔
"تم کون ہو؟ اور ہمارے علاقے میں کیا کر رہے ہو؟"

لڑکے کے سوال پر فاز مسکرایا۔

"میرا نام فاز ہے۔ اور میں ذہین بچوں کا دماغ چوری کر کے اس کا اپنا ڈال کر کھاتا ہوں۔ اب جلدی سے بتاؤ تم تینوں میں سے زیادہ ذہین کون ہے؟"

بڑے دونوں کی شکل پہ خوف کے سائے نظر آئے مگر سب سے چھوٹے پیس نے اس کو حیران کیا، کو دونوں ہاتھ ہوا میں اٹھا کر بولی۔

"اٹھالو۔"

فاز نے تعجب سے اُس کو دیکھ کر پوچھا۔

"کیوں جی کیوں اٹھاؤں؟"

وہ منہ بسور کر بولی۔

"میں تھک گئی ہوں۔"

"تو میں کیا کروں؟ چلو شاہاش جیسے آئی ہو، ویسے ہی واپس چلو، بڑی آئی

تھک گئی ہوں۔"

"اگر تھایا نہیں، تو میں رونے لگ جاؤں گی۔"

"تو شوق سے رو، مجھے کوئی فرق نہیں پڑنا۔"

بڑے بہن بھائی نے سر نفی میں ہلا کر ایک طرح سے اس کو خبردار کیا،

فاز نے پوچھا۔ "کیا یہ سر کیوں ہلا رہے ہو؟"

"تم نہیں چاہو گے کہ یہ رونے لگے، اس کا نام سحر ہے، اور یہ بہت بُرا

روتی ہے، اس لیے اس کو اٹھالو۔"

فاز نے تینوں کو گھورا۔ پھر راز سے پوچھا۔

"تم لوگ کوئی جن بھوت تو نہیں ہو؟ یوں اچانک سے کہاں سے ٹپکے

ہو؟" وقاص نے بڑی بردباری سے کہنا شروع کیا۔

"میرا نام وقاص ہے، میں جن نہیں ہوں۔"

"تو پھر کیا ہو؟"
فاز کے سوال کا جواب وقاص کی بجائے سحر نے دیا۔
"یہ بندر ہے۔"

فاز کا تہقہ زبردست تھا سحر سے پوچھا۔
"اگر یہ بندر ہے تو تم کیا ہو؟"
اس دفعہ جواب وقاص نے دیا۔
"یہ بندری ہے۔"

فاز نے ہنستے ہوئے سحر سے پوچھا۔
"اٹھاؤں؟ یا چل رہی ہو؟"
اس نے جھٹ باز و اوپر کئے۔
"اٹھاؤ۔" فاز محفوظ ہوتے ہوئے بولا۔

"واہ کیا ایٹی ٹوڈ ہے۔ ملکہ عالیہ۔" فاز نے اس کو اٹھایا مگر پوری ایکٹنگ کر کے۔

"کیا کھاتی ہو؟ تم لڑکی ہو یا آٹے کی بوری ہو؟ اُف میری کمر گئی۔ میرے ستاروں میں گردش ہے، ایک کے بعد ایک لڑکی یہی فرمائش کر رہی ہے، مجھے اٹھاؤ۔"

اس کے دہائی دینے پر وقاص بولا۔
"تم مرد ہے یا بچہ ہے۔"
فاز نے بھی اس کے انداز میں پوچھا۔
"تم کیا ہے؟"

وقاص سینہ چوڑا کر کے بولا۔

"میں تو مرد ہے۔"

فاز نے اس کی انا پر وار کیا۔

"یہ کیسا مرد ہے جو ڈیڑھ فٹ کا ہے؟"

وقاص نے وہیں رک کر اعلان کیا۔

"تم مجھے پسند نہیں آیا۔ تم بہت فضول ہے۔"

"لڑکیوں یہ تمہارا کیا لگتا ہے؟"

دونوں بہنیں ناک چڑھا کر بولیں۔

"ہمارا بھائی ہے۔"

فاز نے اگلا سوال کیا۔

"کیا اس کی ضرورت ہے؟ نہیں تو میں سوچ رہا ہوں اس کو یہی اُدھر

درخت کے اوپر باندھ دیتے ہیں کیا خیال ہے؟"

مدیحہ مایوسی سے بولی۔

"ہمارے پاس اس وقت رسی نہیں ہے۔"

فاز نے درخت کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے، اس کو تو میں نیل کے ساتھ ہی باندھ دوں گا

۔" فاز نے آٹے کی بوری کو کمر سے اتار کر وقاص کی جانب ہاتھ بڑھایا۔ پھر

کیا تھا۔۔ وقاص نے واپسی کا رخ کیا اور اندھا دھند بھاگنا شروع کر دیا۔ اس

کی بہنوں کے ساتھ فاز کے قہقہے نے بھی اس کا پیچھا کیا۔

گھر آکر اس کو پتا چلا کہ دوپہر کے کھانے کا وقت تھا اس لیے بچوں کو اس کو

لینے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ دھوپ میں گھاس پہ قالین ڈال کر اس پہ دسترخواں

لگا ہوا تھا، اور ندیم کا سارا خاندان وہاں موجود تھا۔ فاز نے سب کو سلام کیا اور
سحر کو کمر سے نیچے اتارے ہوئے کہا۔

"ندیم بھائی تمہارے بچے ماشاء اللہ بہت ذہین ہیں۔"

ندیم شکر یہ کیا ادا کرتا اس سے پہلے ہی اس کا بیٹا بول اٹھا۔

"بابا اس کی بات مت ماننا، یہ بوسہ خراب آدمی ہے، یہ کہتا ہے یہ ذہین
بچوں کے دماغ چوری کر کے اس کا اچار بنا کر کھاتا ہے۔ قسم خدا پاک کی مدیجہ
سے پوچھ لو اس نے ابھی وہاں دریا کے کنارے ایسا بولا ہے۔"

سب ہنسنے لگے، سوائے امل کے، وہ ایک دم سنجیدہ چہرہ لیے بیٹھتی تھی،
سو جھبی آنکھوں سے صاف پتا چل رہا تھا کہ ابھی سو کر اٹھی ہے، وہ آکر اس
کے برابر بیٹھ گیا، سرگوشی میں پوچھا۔

"تم ٹھیک ہو؟"

امل کا دل مزید اُداس ہوا۔ اس کی جانب دیکھے بغیر بولی۔

"مجھ سے ایسے سوال نہ کیا کرو، جن کا جواب تم پہلے سے جانتے ہو۔"

فاز نے جان بوجھ کر اپنا گھٹنہ اس کی ٹانگ کے اوپر رکھا۔

"پیر کا درد کیسا ہے؟"

شیریں جوان دونوں کو مسکراتی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"تم دونوں کی شادی کب ہوئی؟"

امل نے صرف مسکرا کر انہیں اکتفا کیا۔ جواب فاز کو دینا پڑا۔

"ایک ماہ پہلے۔۔۔"

ندیم نے ایک دفعہ فاز کا اپنے والدین اور دادی سے تعارف کروا دیا۔

بچوں سے وہ مل ہی چکا تھا۔

ہلکی پھلکی گفتگو کے دوران کھانا کھایا گیا، جس کے بعد افشاں اور شیریں نے برتن وغیرہ اٹھائے جبکہ بی بی نے وہیں کونلوں پہ جڑی بوٹیوں کا قبو بنایا۔ وقاص گا ہے بگا ہے فاز کو گھوری سے نواز رہا تھا، جس پہ فاز زیر لب مسکراتا رہا۔ وقاص دوسری طرف سے آکر امل کے ساتھ لگ کر بیٹھا اور رازداری برتتے ہوئے بولا۔

"اگر تم کہو تو میں بلی کو بول کر اس کو غائب کروا سکتا ہوں۔ بلی نے ایک دفعہ اتنا بڑا خرگوش اکیلے ہی کھالیا تھا۔ اس کو بھی دو تین دن میں کھا ہی لے گا۔"

امل نے اس سے بھی زیادہ سنجیدگی سے پوچھا۔
 "اس کے علاوہ کوئی اور راہ نہیں جو اس سے تیز ہو؟"
 فاز کے علاوہ ندیم اور اس کا باپ بھی راز بھرے دکھ سکھ سن کر محفوظ ہو رہے تھے۔ تھوڑی دیر سوچنے کے بعد وقاص بولا۔
 "جب یہ سو رہا ہوگا، اس کو دریا میں پھینک سکتے ہیں۔"
 امل نے فوری اتفاق کرتے ہوئے کہا۔
 "ہاں یہ ٹھیک رہے گا۔"

سب سے بلند قہقہہ فاز کا تھا۔ سحر آکر امل کی گود میں بیٹھنے کی کوشش میں تھی، امل ڈر گئی کیونکہ سحر کے وزن سے اس کے پیر پر اثر پڑنا تھا۔ فاز نے اس کو درمیان میں ہی اچک لیا۔

"ہیلو میڈم آپ کدھر جا رہی ہیں؟ یہ بالوں میں کیا لگایا ہوا ہے؟"
 سحر نے اپنے گولے گولے سے ہاتھوں سے بالوں کو چھوا اور مسکرا کر بولی۔

"پھول ہیں۔۔"

فاز نے اس کے پھولوں کو مزید سیٹ کرتے ہوئے کہا۔

"کیا میرے بالوں پہ بھی لگا سکتی ہو؟"

سحر نے جوش سے پوچھا۔

"پھول لگاؤں؟"

فاز نے جواب دیا۔۔ ہاں۔۔

سحر خوشی خوشی اٹھ کر پھول لینے چلی گئی۔ ساتھ اس نے اپنی بہن کو بھی دعوت دے دی۔ فاز ان کو بھول کر قہوہ پینے کے ساتھ ساتھ ندیم کے ساتھ باتیں کرنے لگا۔

"آپ لوگوں کی زمین زرعی ہے؟"

ندیم کے والد بتانے لگے۔

"نہیں ریتلی اور پتھرلی زمین ہے، ہم نے تھوڑا سا حصہ سیٹ کیا ہوا ہے

، جہاں پہ سبزیاں وغیرہ اگاتے ہیں۔" فاز نے مزید پوچھا۔

"کیا اچھی کاشت ہوتی ہے؟"

"گزارا ہو جاتا ہے۔"

"جانوروں کے چارے کا انتظام کیسے ہوتا ہے؟"

"وہ اللہ کر دیتا ہے، بہت بری مقدار میں جنگلی گھاس ہوتی ہے، اس کے

علاوہ مکئی کاشت کر لیتے ہیں۔"

سحر اپنی جھولی بھر کے پھولوں کے ساتھ واپس آئی۔۔ مدیحہ نے چھوٹا سا

والٹ اٹھایا ہوا تھا۔ ندیم ان کو دیکھتے ہی بولا۔

"لو بھائی تمارا تو شامت آگیا ہے۔ یہ لوگ اب تمہارے ہالوں میں پھول ہی نہیں منہ پر میک اپ بھی کرے گا۔ ہمت رکھنا۔ یہ اپنے ماموں کے ساتھ

بھی ایسا ہی سلوک کرتی ہیں۔ اُسی نے ان کو یہ سب دلوا دیا ہے۔"

پھر وہ بیٹیوں کو سمجھانے کی کوشش کرتے ہوئے بولا۔

"چاچو کو تنگ مت کرو، لڑکے میک اپ نہیں کرتے ہیں۔"

اٹل کے لبوں پہ پہلی دفعہ مسکراہٹ ابھری۔۔ ندیم سے بولی۔

"بھائی مت منع کریں۔ خیر ہے بچیاں ہیں۔ ان کو اپنا ماموں یاد آ رہا ہوگا،

ان کو اپنا شوق پورا کر لینے دیں۔" ساتھ ہی اُس نے فاز کے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھ

کر مصنوعی تصدیق کروانی چاہی۔

"ہے نا جان آپ کو تو کوئی اعتراض نہیں ہے نا؟"

فاز نے دانتوں تلے لب دبا کر اپنی ہنسی روکی اور بولا۔

"بڑی تیز ہو، جان بول کر چھری چلانے کے لیے بکرا تیار کر رہی ہو۔"

ندیم ہنستے ہوئے بولا۔

"یار میں نے تو تمہیں بچانے کی کوشش کرنا چاہی، مگر اب اپنی بہن کے

آگے میں کچھ نہیں کہہ سکتا ہوں۔"

فاز نے کندھے اچکاتے ہوئے ندیم کا شکریہ ادا کیا۔ اگلے آدھے گھنٹے کی

محنت سے سحر اور مدیحہ نے فاز کو تیار کیا، وہ جس کی اپنی بھتیجیاں بھانجیاں اس

سے فری ہو کر بات نہیں کرتی تھیں۔ کیونکہ وہ بچوں سے دور ہی رہنے والوں

میں سے تھا۔ اجنبی بچیوں نے اس سے ڈرے بغیر اس پہ میک اپ کی ساری

ترکیبیں آزمادیں۔ آنکھوں کے اوپر گہرے نیلے شیڈ گالوں پہ شاکنگ پنک اور

تواور ہونٹوں پہ سرخ شیڈ دیا۔

بالوں کی لمبائی اتنی نہیں تھی، مگر پھر بھی انہوں نے پنز کے ساتھ سارا سر پھولوں سے بھر دیا تھا۔ اس کی درگت پہ ساری فیملی کے ساتھ اہل بھی بہت لطف اندوز ہو رہی تھی۔ رہانہ گیا تو کہہ ہی دیا۔

"کاش میرے پاس کیمرہ ہوتا میں یہ یادگار لمحات محفوظ کر کے گھر جانے پر خاندان کے وائسایپ گروپ میں نشر کرتی۔ کسی نے یقین نہیں کرنا، کم از کم میری دوست شبی تو یقین نہیں کرے گی کہ تم جیسا سڑیل بندہ اتنی شرافت سے بچوں کے ہاتھوں کارٹون بن سکتا ہے۔"

وہ بھی کب چونکنے والا تھا، جواب فوری آیا۔

"تم نے جان کہہ کر کچھ مانگا تھا، میری کیا اوقات کہ نہ کرتا۔" اہل نے اس کو نئے سرے سے گھورا۔

"اگر یہ بات ہے تو میں تمہیں سو دفعہ جان کہنے کو تیار ہوں۔ اگر تم مجھے میرے گھر لے چلو۔"

فاز نے اہل کے سکارف کے ساتھ لبوں کی لالی صاف کرتے ہوئے کہا۔
"گھر تو اب ہم اپنے ہی جائیں گے۔ چچی چچا کے گھر ملنے کے لیے جاسکوگی۔"

اچھا ہوا کہ ندیم لوگ اپنے کام کاج کو نکل پڑے ورنہ سب لڑائی کی تفصیل سے واقف ہوتے۔ اہل کی آنکھ نم ہونے کو تیار تھی، اس لیے رخ بدل لیا۔ جبکہ وہ کہہ رہا تھا۔

"میں سوچ رہا ہوں، لاہور میں فلیٹ لے لیں، کیا خیال ہے؟ یا گھر لینا چاہو گی؟"

اہل نے دانت پیستے ہوئے بات شروع کی۔

"فاز اور گنزیب یہ کس قدر بھیانک مذاق ہے۔ شادی میں زبردستی کی جائے، اپنے حقوق حاصل کرنے میں زبردستی کی جائے اور جب اینٹوں سے بنے مکان میں رہنے کی بات آئے تم مجھ سے میری رائے پوچھو؟ کیا مرنے والا اپنا کفن اور قبر خود پسند کرتا ہے؟ اول تو میں زیادہ دیر تمہاری قید میں نہیں رہوں گی، پراگر خدا نخواستہ تم اپنے منصوبوں میں کامیاب ہو جاؤ نا تو تمہارا گھر میری قبر ہوگی۔ جس پر کبھی میرے نام کا کتبہ تک نہ لگانا، میں چاہوں گی میری قبر بالکل نامعلوم ہو تاکہ کبھی بھولے سے بھی کوئی میرا تماشا دیکھنے کو وہاں نہ آ سکے۔"

فاز نے ماتھا پیٹا۔

"فاز گاڈ سیک وؤ من تم کس قدر اوور ڈرامائی انداز میں باتیں کرتی ہو۔ اتنا بھی کوئی پہاڑ نہیں ٹوٹا ہے، شادی ہی ہوئی ہے، وہ بھی ایک عقل مند باشعور پڑھے لکھے انسان سے پلس کروڑ پتی بھی ہے، ایک لڑکی کو اور بھلا کیا چاہیے ہیں؟"

اے اس کی بات سننے کے بعد کتنی دیر تک بے یقینی سے اس کی شکل دیکھے گئی، پھر بہت تحمل سے بولی۔

"اگر تم پڑھے لکھے ہونے کے ساتھ واقعی باشعور بھی ہوتے نا تو مجھ سے کم از کم یہ نہ کہتے کہ کوئی پہاڑ نہیں ٹوٹا ہے۔ تمہارے ساتھ کسی نے یوں کیا ہوتا۔ تب میں دیکھتی تم کیسے اس انسان کے ساتھ سکون سے رہتے۔ اگر تم مجھے گھر نہیں لیکر جاسکتے تو میرے ساتھ کم سے کم بات چیت کرو، کیونکہ جب جب مجھے اپنے نقصان کا غم زیادہ محسوس ہوتا ہے، تب تب مجھے تم سے مزید نفرت محسوس ہوتی ہے۔"

فاز ایک دم سے موضوع بدلتے ہوئے بولا۔

"یار ان کے بچے تو حد سے زیادہ ملنسار ہیں۔ میں نے ایسا کبھی نہیں دیکھا کہ پہلی ہی ملاقات میں بچے اتنے اعتماد کے ساتھ آپ سے بات چیت کریں۔" وہ مدیحہ اور سحر کو جتاتے ہوئے بولا۔

"وقاص بالکل ٹھیک کہتا ہے، تم دونوں بندریاں ہی ہو۔" دونوں نے بُرا منایا۔ مدیحہ بڑے مدلل انداز میں پوچھنے لگی۔ "آپ وقاص کی ٹیم میں ہیں؟ یا ہماری ٹیم میں ہیں؟" وہ وہیں نیم دراز ہوتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"یہ ٹیمیں کب بنی ہیں۔ ملے ہوئے ابھی اٹھ پہر نہیں ہوئے، اور یہ ٹیم ٹیم کیسی؟"

مدیحہ نے جیسے اس کی عقل پہ ماتم کیا۔

"آپ نے دیکھا نہیں، وقاص نے آپ کے مقابلے میں امل آپ کا ساتھ دیا ہے، وہ دونوں مل کر آپ کو دریا میں پھینکنے کی بات کر رہے تھے، اب سوچ لیں۔"

فاز نے ہامی بھر لی۔ امل اٹھ کر جانے لگی تو فاز نے مدد مانگی۔

"میرے سر میں درد شروع ہو گئی ہے، کیا بالوں میں لگائی گئی بلائیں اتار سکتی ہو۔" امل صاف انکار کرنا چاہتی تھی، مگر سحر اور مدیحہ پہ ترس آ گیا، کیونکہ اگر امل نہ مدد کرتی تو وہ یقیناً ان سے مدد مانگتا۔ فاز اٹھ کر بیٹھا اور سرائل کی طرف جھکایا۔ امل نے پہلے جائزہ لیا، پھر ایک ایک کر کے پیزن نکالنا شروع کیا۔ اپنے سر سے اتر کر گرنے والے ایک پیلے پھول کو فاز نے شکریہ کے ساتھ امل کے کان کے پیچھے اڑسا ناچا ہا مگر امل نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

شام تک وہ وقاص کے ساتھ سارے فارم پہ لنگڑاتی رہی جس کی دھ سے
رات کا اندھیرا چھانے تک اس کا درد نہ صرف لوٹ آیا تھا، بلکہ ہمہ پہ سو جن
بھی ہو گئی تھی، بی بی نے اپنے کہے کے مطابق اس کو جڑی بوٹیوں کی دوا بنا کر
دی۔ امل نے کھانے سے پہلے سو نگھا تو کھانا بھی باہر آنے کو تیار لگا۔ اس نے
بپاری سی شکل بنا کر فاز کو مدد کے لیے دیکھا۔

"میں یہ نہیں کھا سکتی ہوں۔"

بی بی کی نگاہیں فاز پہ تھیں، ان کو مسکراہٹ سے نواز کر فاز نے اس کو
سمجھانا چاہا۔

"رات کو اگر تمہیں درد زیادہ ہو گیا تو یہاں کوئی ڈاکٹر نہیں ہے، اور
انہوں نے اتنی محنت سے اتنا کچھ پیس کر یہ گولیاں تیار کی ہیں، اچھا نہیں لگتا کہ
تم یوں انکار کرو۔"

امل اس وقت بھی بدلا لینے سے نہ چونکی۔

"تم اتنی اخلاقیات جھاڑتے بالکل اجنبی معلوم ہوتے ہو۔"

وہ بولا۔

"تو نہ مجھے اخلاقیات جھاڑنے کا موقع فراہم کرونا۔ دودھ کا گلاس پکڑو اور
دو سیکنڈ میں دو اندر، کام ختم۔" فاز نے کہنے کے ساتھ ہی بی بی کے ہاتھ سے دو
کالی سیاہ گولیاں پکڑ کر امل کے منہ میں ڈال کر دودھ گلاس اس کے منہ سے
لگا دیا۔ پھر جو امل نے کڑواہٹ محسوس کر کے بُری بُری شکلیں بنائیں۔ مگر
جب بی بی نے گھر کے بنے بام سے اس کے پیر پہ نرمی سے مساج کر کے تازہ
پٹی باندھی۔ امل کو بہت سکون محسوس ہوا۔

صبح پانچ بجے جب وہ اپنے کمرے سے نکلی تھی۔ واپس نہیں گئی، ابھی بھی
 فاز کی سوالیہ نظروں کو مکمل نظر انداز کرتی، جا کر مدیحہ اور سحر کے ساتھ لیٹ
 گئی۔ ایک طرح سے فاز کے ساتھ اس کے کمرے میں جانے سے صاف انکار
 تھا۔ بی بی ہاتھ دھونے چلی گئیں۔ فاز نے شیریں کی نیند کا خیال کرتے ہوئے
 دھیسے سے اٹل سے پوچھا۔

"یہ کیا کر رہی ہو؟"

"دیکھ نہیں سکتے؟ سونے لگی ہوں۔"

فاز نے کمرے کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

"اکیلے میں وہاں مجھے ڈر لگے گا۔"

اٹل نے بڑے آرام سے مشورہ دیا۔

"تم بھی یہیں لیٹ جاؤ۔"

"مجھے ابھی نیند ہی نہیں آئی ہے، آ جاؤ باہر واک کرتے ہیں۔"

اٹل نے بستر کے اندر مزید گھستے ہوئے کہا۔

"اتنی رات کو اتنی ٹھنڈ میں کون سی واک ہوتی ہے۔"

"اٹل ابھی صرف سات بجے ہیں۔ خیر سو جاؤ۔ میں تو آگ جلا کر تارے
 دیکھنے لگا ہوں۔"

فاز اپنے کمرے سے گرم چادر لیکر باہر کھلے آسمان کے نیچے نکل
 آیا۔ جہاں شام کو گھر کی خواتین نے کھانا بنایا تھا، وہاں کچھ کولے ابھی بھی دھک
 رہے تھے۔ اس نے کرسی قریب کھینچی اور کولوں کو ننگا کر کے ان کے اوپر
 سوکھی گھاس اور لکھ رکھ کر دو تین دفعہ پھونک ماری۔ دھونی دکنے لگی۔
 ساتھ ہی اس نے لکڑیوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ساتھ لگا دیے۔ دو تین

منٹ تک دھونی مچتی رہی پھر ایک دم صاف آگ جل اٹھی۔ ندیم باڑے میں جانوروں کو باندھ کر ابھی آیا تھا، اس لیے کچھ دیر فاز کے پاس رُک گیا۔ بلی بھی اس کے ساتھ تھا۔

ندیم نے جانے سے پہلے فاز کو کہا۔

"بلی ادھر تمہارے پاس ہی رہے گا، کوئی پتا نہیں ہوتا کوئی جانور نہ ادھر کو نکل آئے، ایسا عموماً ہوتا نہیں ہے، پر پھر بھی کچھ کہا نہیں جاسکتا ہے، یہ رائفل بھی ادھر ہی پڑی ہے، سونے سے پہلے بلی کو جانوروں کے ساتھ بند کر دینا۔"

فاز نے سر اثبات میں ہلایا۔

"یار تمہارا بہت شکریہ جو یوں اپنے گھر والوں کے ساتھ رہنے کی اجازت

دی۔"

"کیسی باتیں کرتے ہو۔ الٹا میرے بچوں نے تمہیں اتنا تنگ کر دیا

ہے۔"

فاز ہنسا۔

"بچے تمہارے پورے استاد ہیں بھائی۔ میں نے تین دفعہ منہ دھویا ہے، پھر کہیں جا کر میک اپ سے جان چھوٹی ہے تمہارا بس ایک بچہ شریف ہے، جو ابھی ماں کی گود میں ہے، ورنہ بڑے والے تینوں تو دہشت گرد ہیں۔ کون مانے گا کہ یہ اس ویرانے میں پلے بڑھے ہیں۔"

ندیم ہنستے ہوئے بتانے لگا۔

"یہی تو وجہ ہے، وہ صرف یہاں رہتے تو شاید اتنے تیز نہ ہوتے، صرف

اس سال اپنے ماموں کو چھٹی نہ ملنے کی وجہ سے یہ لوگ سردیاں گھر پہ بتا رہے

ہیں۔ ورنہ یہ ہر سال چھ ماہ چھین رہ کر آتے ہیں۔ ان کا ماما وہاں سفارت خانے میں کوئی نوکری کرتا ہے، شاید کوئی ترجمان ور جمان ہے۔"

فاز داد دیتے ہوئے بولا۔

"ارے واہ۔۔ یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔"

"ہاں جی اچھا بچہ ہے، ٹھیک ہے بھائی صبح ملتے ہیں، مجھے جلدی اٹھنا نہ ہوتا تو میں ضرور آپ کے ساتھ بیٹھتا۔"

"ارے شرمندہ نہ کرو بھائی۔ شب خیر۔"

ندیم چلا گیا۔ تھوڑی دیر تک وہ اور بلی اکیلے بیٹھ کر آگ میں دیکھتے رہے۔ پھر ایک دروازہ کھلا۔ چھڑی کی آواز پہ فاز سر اٹھائے بغیر جان گیا آنے والی امل ہی ہے۔ کیونکہ ندیم کی آواز آئی جو امل سے پوچھ رہا تھا۔ کیا وہ اندر سے دروازہ بند کر لے۔ کیونکہ ایک دفعہ وہ سو گیا تو کہیں ساری رات دروازہ کھلا ہی نہ رہ جائے۔ کیونکہ وہ تینوں کمرے ایک لائن میں تھے، اندر سے ایک کمرے سے دوسرے کا راستہ تھا۔

"جی کر لیں بند۔"

ندیم نے دروازہ بند کر لیا۔ فاز نے گردن موڑ کر دیکھا۔ وہ وہیں کھڑی تھی۔

"اب آگے آ جاؤ وہاں کیوں اکڑ گئی ہو۔"

امل نے سہمے ہوئے کہا۔

"یہ رپچھ تمہارے پاس کیا کر رہا ہے؟"

اس کا اشارہ سمجھ کر فاز نے مسکراتی نظروں سے بلی کو دیکھا جو بڑے

آرام سے اپنے سامنے پیروں پہ سر رکھ کر بیٹھا آگ سینک رہا تھا۔

"آ جاؤ۔۔ کچھ نہیں کہے گا۔"
 "ہاں تمہارا تو سالوں کا واقف ہے نا۔ اگر ابھی یہ بپھر گیا تو ہمیں اس کا
 لقمہ بننے سے کون بچائے گا۔"
 فاز نے ایک دفعہ پھر گردن موڑ کر اس پہ اچھٹتی سی نظر ڈال۔
 "چلو تمہارے دوسرے پیر کی قربانی دے دیں گے۔ اس طرح چوٹ
 بھی جلد ٹھیک ہو جائے گی، اور ادھر آ کر بات کرو، وہاں تم سونے والوں کو
 تنگ کر رہی ہو۔"

امل نے اگلا حکم دیا۔
 "اس کی کالر پکڑو پھر آؤں گی۔"
 فاز نے منہ سے پچکار تے ہوئے بلی کو اپنی جانب متوجہ کیا اور اس کو کالر
 سے تھام لیا۔ امل پھر بھی بہت دور دور سے چکر کاٹ کا فاز کے دائیں جانب
 پہنچی۔ فاز نے بلی کا کالر چھوڑ دیا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھا۔ بلی کو کھڑے دیکھ کر
 امل نے تیر کی تیزی سے کرسی فاز کے برابر کی اور فوراً بیٹھ گئی۔
 بلی جی نے پر زور انگڑائی لی اور چہل قدمی کرتا ہوا آ کر امل کے پیروں
 کے پاس اپنی سابقہ پوزیشن سنبھال لی۔ امل سانس روکے آنکھیں پھاڑے
 سب دیکھ رہی تھی، فاز کے بازو پہ اس کی آہنی گرفت اس کے خوف کو بڑی
 اچھی طرح اجاگر کر رہی تھی۔ فاز ہنستے ہوئے بولا۔
 "تھینک یو یار بلی جو کسی سے نہیں ڈرتی تھی، تم نے تو اس کی سٹی گم
 کر دی ہے۔"
 وہ بڑبڑائی۔

"یہ یہاں کیوں آیا ہے۔ اس نے منہ کھولنا ہے اور میرا پورا پیر اس کا ایک نوالا بنے گا۔ پلیز اس کو یہاں سے اٹھاؤ۔"

فاز نے اس کی گرفت سے اپنا بازو چھڑواتے ہوئے کہا۔
"اگر اس نے تمہیں کچھ کہنا ہوتا تو اب تک کہہ چکا ہوتا۔ تم سارا دن بچوں کے ساتھ رہی ہو۔ پالتو جانور ایسی چیزوں کو بڑا نوٹ کرتے ہیں۔" امل نموڑی دیر خاموشی سے بلی کا جائزہ لیتی رہی پھر ادا سی سے بولی۔۔ "یہاں کس ندر خاموشی ہے، ابھی تو آٹھ بھی نہیں بجے یہ لوگ اتنی جلدی کیسے سو جاتے ہیں۔ مجھے تو نیند ہی نہیں آئی۔۔ الٹا ماحول کی خاموشی سے مجھے وحشت ہونے لگی ہے۔"

"فاز نے اپنے گرد لیٹی چادر کو کھول کر ایک پلو امل کے کندھوں پہ گر ادیا۔۔"

"ان کے پاس رات کو جاگنے کا کوئی سبب نہیں ہے نا۔ ان کا لائف سٹائل اچھا ہے، رات کو جلد سوتے ہیں، صبح جلد اٹھ جاتے ہیں۔ جیسے ہمارے گاؤں میں زمینداروں کے گھروں میں ہوتا ہے۔ اماں بھی اٹھنے کے معاملے میں ایسی ہی ہیں۔ یہ بہت صحت مند طرز زندگی ہے۔"

امل نے فاز کی جیکٹ کی ہڈ اپنے سر پہ کی۔ ٹوپی پہنے ہونے کے باوجود اس کو ٹھنڈ لگ رہی تھی۔ فاز نے آگ میں ایک اور لکڑی پھینکی۔ امل ادا سی سے بولی۔

"ایمان کیا کر رہی ہو گی؟ کیا اس نے مجھے ڈھونڈنے کی کوشش نہیں کی ہو گی؟ کوئی بھی ابھی تک مجھ تک کیوں نہیں پہنچا ہے؟"

فاز نے تحمل سے بتایا۔

"کیونکہ ان سب کو تو تمہارا خط ملا ہوا ہے، تم اپنی مرضی سے آئی ہو، اور میں نے کل اب اسے بات ہونے پر ان کو ہماری شادی کا بتا دیا تھا۔"

امل کو سوواٹ کا کرنٹ لگا۔

"کیا؟ تمہاری بتایا اب اسے بات ہوئی؟ کب؟ کیا انہوں نے میرا نہیں پوچھا؟ مجھ سے بات نہیں کرنا چاہی؟ تم کس قدر بیچ ہو کیسے مجھے بتا رہے ہو جیسے کوئی بڑی بات نہیں ہے۔"

فاز اس کے جذبات سے متاثر ہوئے بغیر بولا۔

"تمہیں سلام کہہ رہے تھے، تمہاری خیریت بھی پوچھ رہے تھے، تم سے بات کرنے کے خواہش مند بھی تھے مگر میں نے بتایا تم ہوٹل میں سو رہی ہو۔ کیونکہ تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے، پوچھ رہے تھے ہم واپس کب آئیں گے، میں نے کہہ دیا بھی ایک دو ماہ ہم گھومنا چاہتے ہیں۔"

امل کئی پل اس کا منہ دیکھتی رہی۔ پھر رخ موڑ کر آگ میں دیکھنے لگی۔ جب وہ کافی دیر تک کچھ نہیں بولی تو فاز نے استفسار کیا۔

"کیا سوچ رہی ہو؟"

امل نے سر نفی میں ہلایا۔ وہ مزید بولا۔

"کچھ تو سوچ رہی ہو۔ غصہ نہیں کرو گی؟"

امل نے کہا۔

"کیا فائدہ؟ ایک انسان ہے ہی بے حس تو اس کے لیے تو آپ کا رونا دھونا فقط ایک تماشا ہے، مگر میں تم سے ایک سوال پوچھنا چاہتی ہوں۔"

فاز خوش تھا کہ وہ بول تو رہی ہے نا۔

"پوچھو۔۔؟"

اٹل کہنے لگی۔

"اگر یہی سب کچھ کوئی تمہاری بہن کے ساتھ کرتا تب تم کیا کرتے؟ اگر میری جگہ تمہاری بیٹی ہوتی تو؟ کیا تم کسی مرد کو یہ اجازت دو گے کہ وہ تمہاری بیٹی یا بہن کے ساتھ زبردستی بلیک میلنگ سے شادی کرے؟ دھوکے سے تعلق قائم کرے؟" فاز بڑے آرام سے کندھے اچکا کر بولا۔

"اللہ کا شکر ہے اللہ نے مجھے نیک بہنیں دی ہیں۔"

اٹل کو تھپڑ اتنا زوردار محسوس ہوا کہ شرمندگی اور بے یقینی سے اُس کے گال دھک رکھے، اور اس پل اٹل نے دل میں عہد کیا وہ اس شخص کو کبھی معاف نہیں کرے گی، جبکہ وہ کہہ رہا تھا۔

"بیٹی جب آئے گی، امید کروں گا وہ اپنی ماں جیسے واہیات شوق پالنے کی بجائے اپنی دادی اور نانی کی طرح ایک گھریلو اور نیک لڑکی ہوگی۔"

اٹل نے بہت مشکل سے اپنے اندر اٹھتے غم و غصے کے ابال کو جھپاتے ہوئے بظاہر تحمل سے کہا۔

"پھر تم نے مجھ جیسی بُری لڑکی کی بجائے ایک نیک اور گھریلو لڑکی سے شادی کیوں نہیں کی ہے؟"

وہ بولا۔

"ہر مرد کی طرح میری بھی خواہش تو یہی تھی مگر کئی کام خاندان کی عزت کے لیے کرنے پڑتے ہیں۔ مگر کوئی پچھتاوا مجھے اس لیے بھی نہیں ہے کیونکہ مرد کے پاس تو دوسری تیسری بلکہ چوتھی کا بھی چانس ہوتا ہے، اب اگر کل کو ہمارے بچے ہوتے ہیں اور تم ایک اچھی ماں ثابت ہونے کی بجائے اگر اپنی انا کو لیکر میری اور اپنی زندگی اجیرن بنانے کی کوششوں میں رہو گی تو

ظاہر ہے میں اپنی اولاد کی پرورش تم سے نہیں کرواؤں گا۔ میں دوسری شادی کو ترجیح دوں گا۔"

امل کو لگا اگر کوئی اس کی ہتھیلی پر جلتے کوئلے رکھ دیتا تو شاید اتنا درد نہ ہوتا۔ اس وقت تو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی نے پیٹ میں چھرا کھونپ کر بڑی بے دردی کے ساتھ گلے تک کاٹ دیا ہو۔ اس پل اس نے خود سے ایک اور عہد کیا اگر خدا نخواستہ وہ اس رشتے سے جلد نکل نہ پائی تو وہ کسی صورت بھی وہ دن نہیں آنے دے گی جس دن وہ اس شخص کے بچے کی ماں بنے۔

امل سے رہانہ گیا، گردن موڑ کر دو تین دفعہ فاز کو دیکھا، کیا پتا ایسے سنگ دل الفاظ مذاق میں کر رہا ہو۔ مگر وہ ایک دم سنجیدہ تھا، وہیں بیٹھے بیٹھے امل کے دل پر مہر لگ گئی۔ مگر خود سے اتنے بڑے بڑے عہد کرنے والی کو یہ نہیں علم تھا، کہ اس کی اصل آزمائش ابھی شروع ہونی تھی۔

دو ہفتے ندیم اور اس کے گھر والوں کے ساتھ بتا کر وہ بالکل ان کے ساتھ گھل مل گئے ہوئے تھے۔ امل کا پیر ٹھیک ہو چکا تھا، اس لیے وہ سارے دن میں ایک پل بھی کہیں ٹک کر نہ بیٹھتی تھی، تاکہ رات پہنچنے سے پہلے وہ اتنی تھک جائے کہ رات کو سر سرہانے پہ رکھتے ہی وہ بے خبر ہو جائے۔

کیونکہ بصورت دیگر اس کو فاز کے ساتھ بیٹھنا پڑتا تھا، مسئلہ اس کے ساتھ بیٹھنے کا بھی نہیں تھا، مگر جب تنہائی میں تھوڑا سا قریب ملتے ہی وہ اپنا حق جتانے سے جو بعض نہیں آتا تھا، امل ان پلوں سے جان چھڑوانے کے لیے کئی دفعہ سونے کی ایکٹنگ کرتی مگر پکڑی جاتی۔ ایسی صورت میں دونوں کی دو دفعہ بہت بری لڑائی بھی ہو چکی تھی جس کی خبر گل افشاں کو بھی ہوئی۔

اس نے ندیم کے آگے ذکر کیا جس پر اس نے یہ کہہ کر بات وہیں ختم کر دی کی میاں بیوی میں سودفعہ منہ ماری ہو جاتی ہے، اس لیے کسی سے اس کا ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، ان کا ذاتی معاملہ ہے۔

یہ ان کی آمد سے تین ہفتے کے بعد کی بات ہے دو دن سے امل کو مسلسل سر درد تھی، اس کو یہی شک تھا کہ ٹھنڈ لگ گئی ہے، کیونکہ ایک دن وہ اور تینوں بچے ان کی ماں سمیت آبشار ٹھنڈے پانی میں نہا کر آئے تھے۔ اسی شام اس کو زکام شروع ہوا۔ جو اگلے دن سر درد میں بدلا۔ تیسرے دن بی بی نے اس کی نبض دیکھ کر اس کو جو بات کہی امل کو اپنی آنکھوں کے سامنے اندھیرا نظر آیا۔ اب وہ کچھ کچھ بی بی کی زبان سمجھنے لگی تھی۔ مگر پھر بھی اس نے جلدی سے شیریں سے تصدیق کروائی۔

"شیریں بی بی نے ابھی کیا کہا ہے؟"

شیریں نے مسکراتے ہوئے اس کو اپنی جانب سے خوش خبری سنائی۔
"مبوروک ہو، میری جان تم اپنے جسم میں پہل دنوں کا حمل اٹھائے ہوئے ہے۔ شیریں سبزی بنا رہی تھی، جس سے ہاتھ روک کر امل کی پیشانی چوم کر شفقت کا اظہار کیا۔ وہ ہونقوں کی طرح اپنے دماغ میں اپنی مہمانہ تاریخوں کا حساب لگاتے ہوئے بولی۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے، بی بی کو غلط فہمی بھی تو ہو سکتی ہے، میرے دو دن ہی تو مس ہوئے ہیں، اور ایک دو دفعہ سے بھلا بچہ تھوڑی ہونے والا ہو جاتا ہے۔"

بی بی اس کو غور سے سن رہی تھیں، مگر جب شیریں نے بتایا کہ امل کیا کہہ رہی ہے۔ تو دونوں ماں بیٹی ہنسنے لگیں، افشاں آئی شیریں نے اس کو بتایا وہ

بھی ہنس ہنس لوٹ پوٹ ہوئی۔ اپنی آنکھوں میں آیا پانی صاف کرتے ہوئی بولی۔

"اے امل تم کتنی بھولی ہو، خیر پہلے بچے کی دفعہ تو ویسے بھی ماؤں کو اتنا کچھ بتا نہیں ہوتا ہے، مگر ایک بات جان لو ہماری بی بی بنی بنائی ڈاکٹر ہے، جو اندازہ لگاتی ہے، ایک دم ٹھیک ہوتا ہے، تو اگر بی بی نے کہہ دیا ہے کہ تمہارا حمل ہے تو مان لو کہ ہے۔ میں ابھی گڑ کی مٹھائی بنا کر سب کا منہ میٹھا کر دیتی ہوں۔" امل نے گھبرا کر اس کو وہیں روک دیا۔

"نہیں نہیں خدار آپ کسی کو کچھ مت کہنا، تینوں وعدہ کرو فاز کو بھی نہیں بتاؤ گے۔"

آگے کوئی بہانہ نہ سوچھا تو کہہ دیا۔

"میں پہلے کم از کم ایک ہفتہ انتظار کر کے تصدیق کرنا چاہتی ہوں۔ اس کے بعد میں خود فاز کو بتاؤں گی۔"

وہ اُن تینوں کے سامنے سے تو مسکرا کر ہٹ گئی۔ وہاں سے اٹھی اور سمت کا تعین کئے بغیر لمبے لمبے ڈگ بھرتی چلتی چلی گئی۔ بار بار آنکھوں کے سامنے دھند چھا جاتی۔ جسے قمیض کی آستین میں جذب کرتی جاتی۔

فاز اور ندیم دریا سے مچھلیاں پکڑنے کے لیے جال لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ اس عرصے میں جہاں امل کے چہرے پہ تازہ آب و ہوا نے شگفتگی چھوڑی تھی۔ وہیں فاز کا چہرہ پہلے سے بھرا بھرا سا ہو رہا تھا۔ یا شاید بڑھی ہوئی داڑھی اور بالوں کا اثر تھا۔

فاز نے گھر کی مخالف سمت میں جاتی امل کو حیرت سے دیکھا۔

"یہ ادھر کدھر جا رہی ہے؟"

اس کی آواز پر ندیم متوجہ ہوا۔
 امل کی سپیڈ دیکھ کر بولا۔
 "کہیں یہ بچوں کو تو نہیں ڈھونڈ رہی۔ اس کو آواز دو کہ بچے ادھر ہیں۔"

فاز نے آواز لگائی۔
 مگر نہ وہ چونکی نہ رکی نہ مڑی۔
 فاز کو کسی گڑبڑ کا احساس ہوا۔
 جیسے ہی امل درختوں کے پیچھے غائب ہوئی وہ جال کا سر اندیم کے حوالے
 کرتے ہوئے بولا۔

"یہ پکڑو یا ذرا میں دیکھوں اس کو کیا ہوا ہے۔"
 پہلے تو بڑے بڑے قدم اٹھائے۔ مگر جب دیکھا کہ اس کے اور امل کے
 درمیان فاصلہ بہت زیادہ ہے۔ تو دوڑ لگا دی۔ پانچ منٹ میں اس کو جالیا۔ مگر
 جہاں پر اس کو کھڑے پایا۔ وہ منظر فاز کے طوطے اڑانے کو کافی تھا۔
 اس نے غصے سے آواز دی۔

"املی۔۔۔ یہاں کیوں کھڑی ہو؟"
 وہ اس آبشار کے کنارے پہ کھڑی تھی۔ جس کا پانی ڈائریکٹ نیچے دریا
 میں گرتا تھا۔ پانی کے پریش کی وجہ سے امل کے کپڑے اڑ رہے تھے۔
 فاز کی جان پہ بن آئی۔

"اتنی آگے کیوں کھڑی ہو؟"
 "وہیں رُک جاؤ فاز اور نگزیب ورنہ میں ابھی نیچے چھلانگ لگا دوں گی۔"

فاز کے قدم تھم گئے۔

"مذاق نہ سمجھنا۔۔ کیونکہ میرے پاس کھونے کو کچھ نہیں ہے۔"

"میری جان ہوا کیا ہے؟ تم رو کیوں رہی ہو؟ کسی نے کچھ کہا ہے؟"

"میرے لیے ایسا لفظ استعمال مت کرنا۔ خبردار مجھے کسی نام سے پکارا

۔۔۔ میرا خون چوس کر مجھے جان کہتے ہو۔ تمہیں شرم نہیں آتی ہے۔"

وہاں سے پیچھے ہٹ جاؤ پھر بات کرتے ہیں۔"

"مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی ہے۔ مجھے بس میرے گھر جانا ہے۔"

مجھے میری امو کے پاس جانا ہے۔"

وہ اتنا ٹوٹ کر رو رہی تھی کہ اس کے دونوں کندھے مسلسل بل رہے

تھے۔ ایک پل کو امل نے آنکھیں میچ کر روتے ہوئے اپنی ٹھوڑی کو سینے کے

اوپر جھکایا۔

اتنی سی مہلت ملتے ہی فاز نے چیتے کی طرح آگے ہو کر اس کو جھپٹا اور اپنی

طرف کھینچ لیا۔ امل کا وجود جھٹکوں کی زد میں تھا، فاز نے اس کو اپنے ساتھ لگانا

چاہا جس پہ امل نے اس کو بری طرح پیچھے جھٹک دیا۔ فاز اس کے رویے اور

مسلسل روئے چلے جانے سے زچ ہو کر بولا۔

"بتاتی کیوں نہیں ہو آخر کیا ہوا ہے؟" امل غصے سے چلائی۔

"بتایا تو ہے، مجھے میرا گھریا دار ہا ہے، مجھے گھر جانا ہے۔"

فاز بھی اسی کے انداز میں بولا۔ "ایسے کیسے ایک دم سے گھریا آ گیا ہے،

ابھی آدھا گھنٹہ پہلے تو تم سب کے درمیان بیٹھی ہنس کھیل رہی تھی۔"

امل نے اپنی پانی بھری آنکھوں سے اس کو براہ راست زخمی کرتے ہوئے

بڑی ٹھہری آواز میں کہا۔

”اگر مجھے گھر نہ بھیجا گیا، نہ صرف یہ کہ میں اس خاندان کو سارا سچ بتا کر اس سے مدد مانگ لوں گی، بلکہ اسی پہاڑی سے دریا میں کود جاؤں گی، اس بات کو خالی خولی دھمکی مت سمجھنا فاز۔ فیصلہ کرنے کے لیے تمہارے پاس کل دوپہر تک کا وقت ہے، اس کے بعد میں تمہارے بغیر ہی یہاں سے جاؤں گی۔ اور مجھے اس لمحے میں خود پہ شرمندگی محسوس ہو رہی ہے، جب سے میرا پیر ٹھیک ہوا ہے، میں پیدل ہی کیوں نہیں نکل پڑی، اب تک کہیں نہ کہیں پہنچ چکی ہوتی۔“

فاز پر سوچ نظروں سے اس کو دیکھتے ہوئے بولا۔

”کچھ ہوا ہے، یہ الگ بات ہے کہ تم مجھے بتانا نہیں چاہتی ہو۔“

اٹل کے اندر کے چور نے اس کو نظر چڑھانے پر مجبور کیا، ایک بات تو وہ بڑی اچھی طرح سے جانتی تھی۔ اگر فاز کو پریکٹس کی بھنک بھی پڑ گئی، تو وہ اپنے منصوبے میں کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکے گی۔ کیونکہ ایک بات تو پکی تھی، اگر بچہ آ بھی رہا تھا، تب بھی وہ یہ سلسلہ یہیں ختم کر دے گی۔

جو دو لوگ خود ایک دوسرے سے ناخوش ہوں وہ کسی تیسرے وجود کو لانے کا سبب نہیں ہونے چاہیے ہیں، بچے فیملی میں ہوتے ہیں، فاز اور نگزیب تم اور میں ایک فیملی نہیں ہیں۔ اس لیے ہمارا بچہ نہیں آئے گا۔

رات تک وہ بجبھی بجبھی ہی رہی، جلدی سو گئی۔ ایک دم سے وجود سے توانائی ختم سی ہو گئی۔ جلد سو جانے کی وجہ سے وہ اس بات سے بھی ناواقف رہی کہ فاز رات کو ہی ندیم کے گھوڑے پر وہاں سے چلا گیا تھا۔ صبح وہ جلد اٹھ جانے کے باوجود بستر میں پڑی رہی۔ عام طور پر وہ صبح بچوں کے ساتھ ہی اٹھ جاتی تھی، وقاص تین دفعہ اس کو اٹھا کر جاچکا تھا۔ اب دوبارہ آیا۔

"تم کو کیا ہوا ہے؟ ساری بکریاں اور بھیڑیں تمہاری راہ دیکھ رہی ہیں اور
 بلی یہ دروازے کے پاس انتظار کر رہا ہے، اور تم ہے کہ باہر ہی نہیں آرہی ہو
 ۔"

امل نے آنسو صاف کیا اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔
 "لو اٹھ گئی ہوں۔ اب خوش؟" وقاص پیار سے مسکرایا۔
 امل کے دل کو کچھ ہوا۔ وہ اتنے دن یہاں صرف ان فرشتوں کی وجہ سے
 رہ پائی تھی۔ اس نے وقاص کو اپنے پاس آنے کا اشارہ کیا۔ وہ آیا تو امل نے اس
 کو زور سے اپنے ساتھ بھینچ لیا اور زار و قطار رو دی۔ وقاص پریشان
 ہو گیا، افشاں بھی بھاگی آئی۔ کچھ کہے بغیر امل کو اپنی بانہوں میں بھر کر وہ بھی
 اس کے ساتھ رونے لگی۔

جب دونوں نے دل کا غبار نکال لیا تو افشاں اس کو خود سے دور کر کے اس
 کے آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔ "جب سے مجھے ندیم نے بتایا ہے کہ آج تم
 لوگ واپس جا رہے ہو، میں خود کتنی دفعہ رو چکی ہوں۔ تمہارے آنے سے
 ہمارے گھر پہ کتنی رونق ہو رہی تھی، تمہارے جانے کے بعد دل بہت اداں
 ہوگا، مگر میں تم لوگوں کو مزید رکنے پر اسرار بھی نہیں کر سکتی ہوں۔ کیونکہ
 ندیم نے مجھے بتایا ہے، فاز بھائی کو پچھلے ہفتے سے تین چار فون آچکے ہیں۔ ان
 کے کام کا پیچھے بہت حرج ہو رہا ہے۔"

امل کے لیے یہ ساری معلومات نئی تھی۔
 "تمہیں کس نے بتایا کہ ہم جا رہے ہیں؟ اور کالز کب آئیں؟ اس کے
 پاس اگر فون ہوتا بھی تو یہاں سگنل ہی نہیں آتے ہوں گے۔"
 افشاں اس کی حاضر دماغی سے متاثر ہو کر بتانے لگی۔

"ہاں یہاں موبائل نہیں چل سکتا ہے، مگر یہاں سے تھوڑا نیچے ہوٹل ہے، میرا بھائی بھی وہیں کالز کر کے پیغام وغیرہ دیتا ہے، پھر ہوٹل والے کسی آنے جاتے کے ہاتھ پیغام بھیج دیتے ہیں۔ پچھلے ہفتے یہ لوگ کھیتوں میں تھے، جب ایک لڑکا فاز بھائی کے بڑے بھائی کی طرف سے ملنے والی ہدایت لیکر آیا تھا، اسلئے ہم لوگوں کو پتہ نہ چل سکا، یہ تو جب رات کو فاز بھائی گاڑی لینے کے لیے روانہ ہوئے یہ کہہ کر کہ صبح وہ کار لیکر پہنچ جائیں گے، تب میرے پوچھنے پر کی اتنی اچانک واپسی کا فیصلہ کیسے ہو گیا، تب ندیم نے بتایا کہ اچانک نہیں ہے۔"

ایک طرف تو امل اس ساری معلومات پہ بڑی ہلکی پھلکی ہو گئی۔ مگر دوسری طرف جب ان پیارے لوگوں سے بچھڑنے کا خیال آیا۔ آنکھیں پھر سے بھر آئیں۔ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"میں آپ کو بہت یاد کروں گی۔ آپ لوگ بہت اچھے ہیں۔"

جب فاز واپس آیا۔ سفید کھدر کے سوٹ میں نہایا دھویا سا پرفیوم کی خوشبو لیے آنکھوں پہ کالے شیشے رکھے ہوئے تھے۔ اپنے ساتھ بچوں کے لیے خالص اور باقی سب کے لیے بھی بہت سا سامان لیکر آیا۔ الوداع کہنے کا وقت آنسوؤں سے بھرا تھا، اسلئے فاز نے اس کو زیادہ لمبا نہیں کیا۔

جلدی جلدی کا شور مچا کر امل کو لے نکلا۔ کیونکہ نہ تو وہ چاہتا تھا کہ امل مزید روئے کیونکہ وہ پہلے ہی وقفے وقفے سے مسلسل یہی ایک کام کر رہی تھی، دوسرا وہ بچوں کو اس نہ دیکھ سکا اسلئے واپس آنے کا وعدہ دیکر اور ان لوگوں کو اپنے ہاں آنے کی پُر زور اصرار والی دعوت دیکر نکل آیا۔

جس پُل کو آتے دفعہ امل نے رات کے اندھیرے میں عبور کیا تھا، آج دن کی رشتی میں بغیر کسی کی مدد کے عبور کر کے آئی۔ پُل کے دوسری جانب جیپ پارک تھی۔ افشاں نے ان کو دو دن کا کھانا پیک کر کے ساتھ دیا تھا، اس کے علاوہ بھی کچھ سوغاتیں تھیں۔ جیپ کی حالت بہت اچھی تھی، امل نے پچھلی سیٹ پہ پناہ لی۔

فاز آخری دفعہ ندیم کے گلے ملا اور اللہ کا نام لیکر ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔ جب تک وہ لوگ پہاڑوں سے گزرتے رہے، امل مسلسل روتی رہی۔ اس نے فاز کی جیکٹ کی ہڈ کو سر پہ ٹکا کر اپنا منہ پوری طرح باہر کی جانب موڑا ہوا تھا، تاکہ فاز کے علم میں لائے بغیر وہ اپنا شو جاری رکھ سکے۔ اپنی صورت حال بھول کر وہ ان بچوں کو یاد کر کر کے رو رہی تھی۔ جن کے ساتھ اُس نے اتنے دن گزارے تھے، اب ان سے بچھڑ کر دل بہت اُداس ہو رہا تھا۔

فاز کی ساری توجہ روڈ پہ ہونے کے باوجود وہ پچھلی سیٹ پہ چھائی خاموشی اور پھر تھوڑی تھوڑی دیر بعد ہونے والی شو شو با آسانی سُن رہا تھا۔ جب یہ سلسلہ اگلے آدھے گھنٹے تک جاری و ساری رہا تو اس کی برداشت جواب دے گئی۔

"اگر تم اتنی دکھی ہو تو کیا میں گاڑی واپس موڑ لوں؟"

فاز کے پوچھنے پر امل کے رونے کو ایک دم بریک لگ گئی۔

سفر جاری رہا/ ایک دفعہ جیپ دریا میں سے گزری۔ جس کے پانی کا بہاؤ اتنا تیز نہیں تھا۔ چار گھنٹے مسلسل گاڑی چلانے کے بعد اس نے روڈ سائیڈ پہ بریک لی۔ جیپ سے نکل کر فٹ پاتھ پہ چلنے لگا۔ امل نے واش روم کی حاجت

کے تحت ارد گرد نظر ڈالی مگر پہاڑ ہی پہاڑ نظر آئے اس لیے چپ چاپ بیٹھی رہی۔
فاز نے ڈرائیونگ سیٹ سے جھک کر اندر جھانک کر پوچھا۔
"پانی ہے؟"

اٹل نے کھانے والی ٹوکری کے پاس رکھی پانی کی بوتل اس کی طرف
بڑھائی۔ فاز نے پہلے تو پانی کو چلو میں بھر کر منہ پہ چھینٹا پھر منہ سے لگا کر دو چار
گھونٹ بھرے۔ بوتل واپس اٹل کی طرف بڑھادی۔ پانچ منٹ بعد آکر واپس
اپنی سیٹ سنبھال لی۔ سفر ایک دفعہ پھر شروع ہو گیا۔

"تم نے چپ کار وزہ کیوں رکھا ہوا ہے؟"
اٹل نے کوئی جواب نہ دیا۔ جیسے سُنا ہی نہ ہو۔
"مجھے تنگ نہ کرنا اٹل۔۔۔"

اٹل نے کچھ نہ کہا۔

"تم میرے ساتھ میرے گھر جاؤ گی۔ مجھے کچھ وقت فیکٹری کو دینا ہے،
اس کے بعد چچی لوگوں کی طرف چلیں گے۔ تم کچھ دن ان کے ساتھ رہ بھی
سکتی ہو۔" اٹل کچھ نہ بولی۔

فاز بار بار جمائیاں لے رہا تھا آنکھیں مسلتے ہوئے بولا۔
"مجھے شدید نیند آرہی ہے، کیونکہ کل رات میں صرف دو گھنٹے ہی سو پایا
تھا۔"

اٹل نے اس دفعہ بھی کوئی جواب نہ دیا۔ لا تعلق سی بیٹھی رہی۔
"گاڑی چلا لو گی؟"

اس سوال نے اس کو متوجہ کر ہی دیا۔

"تم مجھے چلانے دو گے؟"

فاز نے اپنی مسکراہٹ چھپالی۔
 "سوچا جاسکتا ہے، اگر تم ہمیں کسی کھائی کی نظر نہ کرنے کا وعدہ کرو۔"
 امل نے اس خطرناک سڑک کا جائزہ لیا۔ اور بولی۔
 "تم جیپ کے ساتھ ڈرائیور کو لیکر آتے۔"
 فاز نے ایک اور جمائی لی۔
 "ڈرائیور اگلے تین دن تک دستیاب نہیں تھا۔ یہ جیپ سوات تک ہے۔
 وہاں سے آگے اپنی گاڑی سے جائیں گے۔"
 امل اس کی نیند بھگانے کا حل سوچتے ہوئے بولی۔
 "میوزک لگالو۔"
 فاز نے بتایا۔
 "سٹیریو نہیں ہے۔"
 "توریڈیو چلا لو۔۔"
 "وہ بھی نہیں ہے۔"
 "تو خود سے ہیر گالو/"
 "وہ مجھے آتی نہیں ہے۔"
 "تو اب میں کیا کروں؟"
 "تم گاؤ۔"
 "مجھے بھی گانا نہیں آتا ہے۔"
 "جھوٹ بول رہی ہو"
 "تم کیسے کہہ سکتے ہو؟"
 "کیونکہ میں نے تمہیں گاتے سنا ہوا ہے۔"

اہل نے مشکوک نظروں سے اس کو دیکھا۔ وہ بتانے لگا۔
 "ایک دفعہ میں تمہارے گھر آیا تھا، تم اپنے برآمدے میں کانوں میں ہیڈ
 سیٹ لگائے میوزک سننے کے ساتھ ساتھ گا بھی رہی تھی۔ سامنے نصاب کی
 کتاب کھلی ہوئی تھی۔"
 اہل بڑے آرام سے بولی۔

"ہاں تو وہ کیا ہے۔ بندہ گانا سن رہا ہو تو ساتھ ساتھ گا ہی لیتا ہے، تم مجھے
 باتوں میں مت الجھاؤ۔"

مگر فاذ نے سارا راستہ اسی طرح اس کو باتوں میں لگائے رکھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

اس اجنبی ملک میں اگر اسکو کوئی چیز اپنی لگتی تھی۔ تو وہ بارش تھی۔ جب
 بھی بارش ہو رہی ہوتی۔ اسکا دل یہی چاہتا کہ ہر باڑ توڑ کر باہر نکل جائے۔ اور
 پھر وہ گھنٹوں برستے آسمان کے نیچے گزارے۔ اور برطانیہ جیسے ملک میں بارش
 روز کا معمول تھی۔ اسلیے وہ شکر کرتی کہ وہ دن کی بجائے رات کو کام کرتی
 تھی۔ ورنہ دن کے وقت بارش میں آوارہ گردی کرنے کا شوق کبھی بھی پورا
 نہ ہو پاتا۔

آج وہ ڈیوٹی پہ تھی۔ جب ایک گاہک کو سرو کرنے کے لیے باہر کی جانب
 آئی تو نظر سیدھی کھڑکی کے اُس پار گئی۔ لندن میں اگر ہر بلڈنگ میں یہ اتنی
 بڑی بڑی دیوار گیر کھڑکیاں نہ ہوتیں تو شاید اندر بیٹھے لوگوں کو باہر کی دنیا کا اتنا
 علم ہی نہ رہتا کہ کب دن چڑھا اور کب رات ہوئی۔

ملی کے اندر آج یادوں نے بہت ادھم مچایا ہوا تھا۔ رہی سہی کسر بارش کی
 چمکتی بوندوں نے پوری کر دی۔

وہ آرڈر سرو کرنے کے بعد سیدھی کچن میں آئی۔ اور ایپرن اتارتے ہوئے۔ شیف سے مخاطب ہوئی۔
"شیڈی تم مالک کو بتا دینا۔۔۔ میرے گھر سے ایمر جنسی کال آئی ہے۔۔۔"

اسیے میں جارہی ہوں۔"
اُس وقت تو مصروفیت کے دروان شیڈی نے اثبات میں سر ہلادیا۔۔۔
مگر جب وہ اپنے بوٹ اور جیکٹ وغیرہ پہن کر کچن سے نکل گئی تب شیڈی کو یاد آیا تو با آواز بولا۔

"ارے پر یہ تو اکیلی رہتی ہے۔"

پاس کھڑی دوسری ویٹر بولی۔

"ہو سکتا ہے۔۔۔ فیملی ملنے آئی ہوئی ہو۔"

شیڈی نے کندھے اچکائے اور اپنے سٹاف کو اگلے احکام دینے لگا۔
باہر اندھیرا تو پھیل چکا تھا۔ مگر چونکہ اندرونِ شہر کی رونق عروج پہ تھی۔
روشنیوں نے رات کی اُداسی کو کم کیا ہوا تھا۔

وہ جیکٹ کی ہڈ پہنے دونوں جیبوں میں ہاتھ دیئے۔ ناک کی سیدھ میں چلتی جارہی تھی۔ بارش کے پانی کے ساتھ مل کر آنے والے ٹھنڈی ہوا کے تپیرے ہڈ کے ساتھ لڑ جھگڑ کر اسکے چہرے تک پہنچ رہے تھے۔ اُس کے دل میں شدید خواہش پیدا ہوئی کہ کاش اس وقت رات نہ ہوتی تو وہ کسی پارک کے بیچ پہ بیٹھ کر ہرے بھرے درختوں کو اس تیز ہوا میں رقص کرتا دیکھتی۔
وہ دل میں خود سے مخاطب ہوئی۔

"کاش زندگی ویسی نہ ہوتی جیسی رہی ہے۔ کاش مجھ سے میرے اپنے دور نہ جاتے۔ اگر جانا ہی تھا تو اُس دیس تو نہ جاتے جہاں تک میری آواز نہیں جاتی

ہے۔ کاش میں انکے چہرے دیکھ سکوں۔ صرف ایک بار۔۔۔ صرف ایک بار وہ مجھے آواز تو دیں۔۔۔ میں معافی مانگ لوں گی۔۔۔ پیر پڑ جاؤں گی میں انکو اتنا تو بتا سکوں کہ مجھے اُن سے کتنی محبت ہے۔ اتنا تو کہہ سکوں انکے بغیر میرا دل خالی ہے۔ میری آنکھیں بنجر ہیں۔ میری روح مردہ ہے۔"

بارش کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اُس کے پانی میں مل کر آنسو چُپ جاتے ہیں ورنہ کون کس کو صفائیاں دے۔ کیوں روئے ہیں اور کس کس کو روئے ہیں مرنے والوں کی یاد میں تڑپتے ہیں۔ یا بچھڑ جانے والوں کے غم میں بے چین پھرتے ہیں۔

وہ ایک دم بیچ راستے میں رُک گئی سر سے ہڈ ہٹا دی۔ اپنے ارد گرد یہ نظر ڈالی۔

عوام ہی عوام۔۔۔ ہر رنگ و نسل کے لوگ۔۔۔ مختلف قسم کی سواریاں۔۔۔ بسیں۔۔۔ کاریں۔۔۔ امیر عرب زادوں کی شور مچاتی سپورٹس کاریں۔۔۔ کیونکہ ہفتے کی شام تھی۔۔۔ اسلیے رونق بھی اُسی حساب سے تھی۔ اُس کی نظر سائیکل رکشے پر پڑی۔۔۔ جسے کوئی یورپین ملک سے آیا شہری چلا رہا تھا۔ وہ آکر ایک جگہ رُکا ساتھ ہی کہیں سے پولیس اہلکار برآمد ہوا۔ سائیکل والا پولیس والے سے بچتا فوراً وہاں سے نود و گیارہ ہو گیا۔ کیونکہ تو نسل والے دوسرے ملکوں سے آنے والے کلچر کے رنگوں کو تو نہیں روکتے تھے۔ مگر وہ ایک مصروف شاہراہ پر ٹریفک کی روانی کو متاثر کرنے کی اجازت بھی نہ دیتے تھے۔ اسلیے ایسے رکشے وغیرہ کو سڑک پہ پارک کرنے کی ہرگز اجازت نہ تھی۔ اور یہ لوگ صرف لندن میں ہی نظر آتے تھے۔ کسی اور شہر میں انکی رسائی نہ تھی۔

اس منظر نے ملی کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ سجادی۔ رکشے کی سواری کرنے کی خواہش ابھری اور وہ اسکی تلاش میں اگلے بلاک تک آئی۔

مگر کوئی نظر نہ آیا۔ وہیں قریب موجود حلال کے ایف سی پہ نظر پڑی۔ اُس کے پیٹ سے آنے والی آوازوں نے یاد کروایا تھا کہ آج اُس نے دوپہر میں بھی کچھ نہیں کھایا۔ صرف دو عدد کافی کے مگ ہی پیے تھے اور تین گھنٹے کی شفٹ کے بعد اب اتنی لمبی واک نے آنٹریوں کو کلمہ پڑھنے پہ لگادیا تھا۔

ابھی وہ کے ایف سی کاشیشے کا دروازہ دھکیل کر اندر داخل ہو ہی رہی تھی کہ جب اُسکی جینز کی جیب میں رکھانو کیا کا نمبروں والا فون سیٹ بجنے لگا۔ پہلا خیال یہی آیا۔ شاید ریسٹورنٹ سے شکایتی کال آگئی ہے یا خالہ کو پھر سے میری یاد آگئی۔

مگر فون کی سکرین پر چمکتے اجنبی نمبر کو دیکھ کر ماتھے پہ پُر سوچ بل آئے نمبر تھا یو کے کا ہی مگر کوڈ لندن کا نہیں تھا۔
"یہ کس کا نمبر ہو سکتا ہے؟"

ایک دل کیا بند کر کے واپس جیب میں ڈال دے مگر پھر انجانی قوت نے یس پہ انگلی کا بوجھ ڈالوا دیا۔

"ہیلو؟"

اُسکے بھٹکتے ہیلو کے جواب میں کوئی جلدی میں بولا۔

"کیا آپ ملی بول رہی ہیں؟"

"جی۔۔ آپ کون۔۔؟"

"میرا نام شیراز ہے۔۔۔ میں آپکے بھائی کا روم میٹ ہوں۔۔۔ مجھے آپکو
 برا ضروری پیغام دینا تھا۔۔۔ بڑی مشکل سے آپکا نمبر حاصل کر پایا ہوں۔"
 انجانے خدشے نے اسکے لب خشک کر دیئے۔ دل ہی دل میں سب
 خیریت ہو کی تسبیح کرتی بولی۔
 "سب ٹھیک تو ہے نا؟"

"افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے میم سب ٹھیک نہیں ہے آپ کا بھائی
 آج اپنے کمرے میں بے ہوش پایا گیا ہے۔ اس وقت ہسپتال میں داخل ہے
 ۔۔ ڈاکٹرز کا کہنا ہے کہ اُس نے ڈرگز کی اوور ڈوز لی ہے۔ ابھی اُسکی حالت
 خطرناک ہے۔ ڈاکٹرز کے کہنے پہ فیملی کو مطلع کرنا چاہ رہا تھا۔ تو یونیورسٹی کے
 آفس سے آپکا یہ نمبر ملا ہے۔ آپکے بھائی کا فون غائب ہے ورنہ اُس کے
 کنٹیکٹس سے کسی اور کا نمبر مل جاتا۔ البتہ چانسلر صاحب نے ایک پاکستانی نمبر
 بھی دیا ہے۔۔۔ جس پہ میں نے ابھی ٹرائی نہیں کیا ہے۔۔۔ کیونکہ مجھے یہ ہی صحیح
 لگا کہ جو یو کے میں موجود ہے وہی جلد پہنچ سکیں گے۔۔۔"

خود کو اسکے بھائی کا روم میٹ کہہ کر تعارف کروانے والا لڑکا اسکو تفصیل
 بتا رہا تھا۔ وہ ابھی تک دو وازے کے ہینڈل کا سہارا لیے کھڑی تھی۔ ورنہ شاید
 اپنے پیروں پہ وزن اٹھائے نہ رکھ پاتی۔ اسکے پیچھے خریداروں کی لائن جمع ہو
 رہی تھی۔ جو دکان کے اندر آنا چاہ رہے تھے۔ مگر راستے میں وہ حائل تھی۔
 سٹاف کے ایک ممبر نے اسکی جانب تشویش سے دیکھا۔ اور اُسکے پاس آکر
 نرمی سے دریافت کرنے لگا۔

"تمہارا رنگ بہت زرد ہو رہا ہے۔۔۔ کیا تم ٹھیک ہو؟"

کھوئی کھوئی نظروں سے سامنے موجود سیاہ فام کو دیکھتی وہ کچھ کہنا چاہ رہی تھی۔ منہ بھی کھولا مگر الفاظ نہ نکلے۔

جس پہ ایک میز پہ براجمان گوری عورت جلدی سے بولی۔
"اسکو کرسی پہ بیٹھا کر پانی دو مجھے لگتا ہے۔۔ اسکو دل کا دورہ وغیرہ پڑا ہے۔۔ دیکھو تو کیسے اتنی سردی ہونے کے باوجود پسینہ پسینہ ہو رہی ہے۔"

سیاہ فام کے علاوہ ایک دو اور لوگ بھی حرکت میں آئے کوئی کرسی کھینچ لایا ایک لڑکی نے ہاتھ میں پکڑی نئی پانی کی بوتل کھول کر اسکی جانب بڑھائی۔ ایک لڑکا اپنے موبائل سے نظر اٹھا کر پوچھنے لگا۔

"اگر یہ بے ہوش ہونے لگی ہے تو کیا میں ایسبولینس کو فون کروں؟"
خود کو دکان میں موجود پندرہ بیس لوگوں کے علاوہ سارے سٹاف کی توجہ کا مرکز بننے دیکھ کر اُس نے اپنے دوڑتے بھاگتے دل کو قابو کیا۔ پانی کے دو چار گھونٹ بھر کر سب کو اپنے ٹھیک ہونے کی خبر دی۔
حلانکہ وہ دور دور تک بھی ٹھیک نہ تھی۔

دو چار منٹ تک وہیں بیٹھ کر اپنے حواس کو قابو کیا۔ پھر ٹیکسی کو کال ملائی۔ اُسکو نارمل ہوتا دیکھ کر باقی لوگ بھی اپنے کام کی جانب متوجہ ہو گئے۔
دس منٹ پہلے جو بھوک جاگی تھی۔ وہ اس وقت مرچکی تھی۔

اُس کے فون پہ ٹیکسی کمپنی سے ٹیکسٹ میسج آیا جس میں گاڑی کا میک اینڈ ماڈل اور رنگ بتایا گیا تھا۔۔ وہ ایک دفعہ پھر اپنی مدد کو آگے آنے والوں کا شکریہ ادا کرتی کے ایف سی سے نکل آئی۔ باہر بارش اُسی طرح جاری تھی۔۔۔ مگر اب اسکو بارش میں کوئی دلچسپی نہ رہی تھی۔

ایک دم سے ہی اپنا آپ بہت اکیلا اور ویران لگنے لگا۔ جی چاہا کسی کی نرم پناہ ہو جہاں سر چھپا کر غم زندگی کو بھلایا جاسکے۔

دماغ میں جلدی سے سارا حساب لگایا لندن سے بس کے ذریعے ایڈنبرا جانے میں اسکو آٹھ سے نو گھنٹے لگ سکتے تھے یہ بھی ہو سکتا تھا کہ شام کو جانے والی بس نکل گئی ہو اور اگلی بس کا صبح تک انتظار کرنا پڑتا۔

ٹرین البتہ دو چار گھنٹے جلد پہنچا سکتی تھی۔ مگر وہ اتنا انتظار بھی کرنے سے قاصر تھی۔ جیسے بھی ہوتا جلد از جلد بھائی کے پاس پہنچنا تھا۔ اُس نے وقتی طور پر اپنے دماغ کے اُس حصے کو بالکل بند کر دیا تھا کہ جو ماں جائے کی اس حرکت پہ غور و فکر کرتا کیونکہ اگر وہ سوچنے بیٹھ جاتی تو دل و دماغ مفلوج ہو جاتے اور وہ کبھی بھی اپنے پیارے کی مدد کو نہیں پہنچ سکے گی۔

ٹیکسی کے پہنچتے ہی وہ گھر کو روانہ ہوئی۔ جہاں پہ ٹیکسی والے کو نیچے انتظار کرنے کا بول کر اوپر اپنے فلیٹ میں گئی۔ جلدی جلدی میں اپنے بیک پیک میں دو جینز، دو چار شرتس، موزے، ٹوتھ برش فون کا چارجر وغیرہ پھینکا۔ الماری کے اندرونی خانے میں رکھا سارا کیش اپنے والٹ میں ٹھونسا بینک کارڈ کی والٹ میں موجودگی کی تصدیق کی۔ آئی ڈی لی بیک پیک کو کندھے پہ پھینکا اور فلیٹ کا دروازہ لاک کرتی بھاگ بھاگ نیچے آئی۔

دوبارہ سے ٹیکسی میں بیٹھ کر ڈرائیور کو اُر پورٹ جانے کی ہدایت کی۔ اُس کے فلیٹ سے اُر پورٹ تک پہنچنے میں آدھا گھنٹہ لگا۔ ٹیکسی والے نے پیکیں پاؤنڈ کا بل بتایا۔۔۔ اُس نے پانچ پاؤنڈ ٹپ ملا کر ڈرائیور کو تیس پاؤنڈ دیئے۔ جس پہ وہ بڑا راضی ہو کر شکریہ ادا کر کے چلا گیا اور وہ اپنے طلبہ ٹرمینل کی جانب بڑھی۔

پہلے برٹش ائر لائن کے ریسپشن سے پروازوں کی ساری تفصیل معلوم کی۔ اگلے ڈیڑھ گھنٹے میں اُسکے مطلوبہ مقام کی فلائٹ جانی تھی اُس نے وہیں سے ٹکٹ خرید اچیک ان شروع ہوا تو وہ لائن میں تیسرے نمبر پہ کھڑی تھی۔ چیک ان کے بعد اپنا بورڈنگ پاس لیکر وہ بتائے گئے گیٹ کی جانب

بڑھی۔

اگلا ایک گھنٹہ تو اسکا سکیورٹی چیک میں نکل گیا یہ اتنی اتنی لمبی لائنیں جہاں کسی رنگ و نسل، قومیت و شہریت، مرد و زن۔۔۔ یا بچے۔۔۔ کسی کو بھی رعایت نہیں دی جا رہی تھی۔ آج سے دس بیس سال پہلے یہ حال نہیں تھا کہ اپنے جوتے تک اُتار کر سکینر مشینوں سے گزرا رہے جاتے۔

مگر یہ سب کچھ کیا بھی تو انسانی جانوں کی حفاظت کے لیے ہی جاتا ہے نا۔۔۔ اُس کے پاس چونکہ ایک ہنڈ بیگ ہی تھا۔۔۔ جو سامان ہاتھ میں رکھنے والا ہو۔۔۔ اُسکی خاص تلاشی لی جا رہی تھی۔۔۔ بڑا سامان تو چیک ان کرواتے وقت ہی بک ہو جاتا ہے اُس کی اتنی تلاشی نہیں ہوتی۔

سکینر مشین سے نکل کر اُسکا بیگ آگے آیا تب تک وہ اپنے جوتے اور جیکٹ پہن چکی تھی۔

وہاں موجود لیڈی آفیسر نے اسکے بیگ کو ہاتھ میں لیکر جب اسکے مالک کا پوچھا تو وہ آگے آئی۔

اُس کے سامنے اُس آفیسر نے اپنے دستانے چڑھے ہاتھوں کے ساتھ اُسکا بیگ کھول کر چیک کرنا شروع کیا۔۔۔ اُس کی ٹوتھ پیسٹ نکال کر ڈسٹ بن کی زینت بنائی اسی طرح اسکا باڈی سپرے۔۔۔ پرفیوم۔۔۔ مونچھ رازنگ کریم ہر چیز بن میں پھینک کر بیگ اُسکے حوالے کر دیا۔

وہ سوال و جواب کرنے کے نہ ہی موڈ میں تھی اور نہ ہی اُسکے جسم میں اتنی طاقت موجود تھی کہ وہ بحث کرتی۔۔۔ ویسے بھی ایسا اُس اکیلی کے ساتھ تھوڑا ہوا تھا۔ اُسی آفسر نے بچوں کے کھانے والی چیزیں انکے دودھ پیچنک کر خالی بوتلیں واپس دی تھیں۔ جب ایک ماں نے احتجاج کیا تو سامنے والا بڑے تحمل سے بولا۔۔۔

"بہت معذرت کے ساتھ مگر آپ ایسی کوئی چیز باہر سے اُرپورٹ کے اندر نہیں لے جاسکتے۔۔۔ البتہ اندر جا کر خرید سکتے ہیں۔۔۔ اُس پہ پابندی نہیں ہے۔"

وہاں سے سُرخرو ہو کر وہ سیدھی اپنے گیٹ کے سامنے آئی۔ شیشے کی دیوار کے دوسری جانب مصنوعی روشنیوں میں وہ جہاز کھڑا نظر آرہا تھا۔ جس پہ ایڈنبرا جانے والی سواریوں نے سفر کرنا تھا۔ وہ ایک طرف ہٹ کر بیٹھے دو بوڑھے فرنگیوں کے پاس خالی پڑی کرسی پہ بیٹھ گئی۔ کچھ پل کو اسکی توجہ اُن دو آدمیوں نے کھینچ لی ایک کہہ رہا تھا۔

"اب ہیتھرو اُرپورٹ ایک بھرے پڑے شہر کا نام ہے۔۔۔ ایک ٹرمینل سے دوسرے ٹرمینل تک جانے میں آپکو بس کی سواری کا سہارا لینا پڑ جاتا ہے۔ کوئی ایک سیکنڈ خالی نہیں جاتا ہے کہ جب کوئی جہاز پرواز نہ پکڑ رہا ہو یا کوئی ایک اپنا سفر ختم کر کے گھر نہ پہنچ رہا ہو۔ ایسی جگہوں پہ کھڑے ہو کر انسان کو جدید دور کی ٹیکنالوجی کی سہولیات کا صحیح اندازہ ہوتا ہے۔ کیسے سینکڑوں کے حساب سے آنے اور جانے والے مشینی پرندوں میں وقت کی تقسیم کی جاتی ہے۔ کیسے فضا میں قائم کردہ نیویگیشن سسٹم ہوائی ٹریفک کو کامیابی کے ساتھ رواں رکھے ہوئے ہے۔ آج تو پھر جدید آلات اور سسٹم نے

ان امور کو چلانا تھوڑا آسان کر دیا ہوا ہے۔ لیکن یہ عمل آج سے چالیس پچاس سال پہلے بھی اسی طرح جاری و ساری تھا۔ جب ایوییشن اور نیوٹیکنیشن کا سارا کام ہمارے افسر میتھ کے ذریعے چلا رہے تھے۔"

دوسرا بولا۔

"یہ لوگ جوارِ ثا اور میں کام کرتے ہیں۔۔۔ سنا ہے انکا کورس نہ صرف بڑا مشکل ہوتا ہے۔۔۔ بلکہ مہنگا بھی ہوتا ہے۔۔۔ اور انکی تنخواہ بھی اُسی حساب سے ہوتی ہے۔"

پہلے والا بولا۔

"ظاہری بات ہے یار۔۔۔ لاکھوں کروڑوں لوگوں کی زندگیوں کی بات ہے۔۔۔ ایک فٹ بلندی یا پستی کا ہیر پھیر ہو جائے تو سیکنڈوں میں سینکڑوں قیمتی جانیں صفا ہستی سے مٹ جائیں۔"

وہ موت کے موضوع سے دہشت زدہ ہو کر وہاں سے اُٹھ گئی۔

کونے میں بنے بار پہ پڑے سٹول میں سے خالی دیکھ کر ایک پہ بیٹھ گئی۔ کاؤنٹر کے دوسری جانب یونیفارم میں کھڑی لڑکی نے اپنی نوکری کے تقاضے کو پورا کرتے ہوئے مسکرا کر دریافت کیا۔

"کیا کھانا پینا پسند کرو گی۔۔۔؟"

اسکو کچھ بھی کھانے کی خواہش نہیں ہو رہی تھی۔۔۔ مگر دماغ کے کسی کونے میں یہ بات بھی درج تھی کہ اگر پیٹ میں کچھ گیانہ تو وہ آنے والے چیلنج کا سامنا کرنے سے پہلے ہی ڈھیر ہو جائے گی۔ یہی سوچ کر اُس نے فشر اینڈ چپس کے ساتھ سیب کا جوس آرڈر کیا۔

دوسینڈ بعد اُس لڑکی نے ملی کو ایک میز کی راہ دکھائی جہاں پانچ منٹ کے اندر اُسے آؤر ڈر لگایا گیا۔
منہ میں ڈالے نوالے کو چباتے ہوئے اُسکی سوچ کا رخ نئی سمت روانہ ہو گیا۔

اگر کوئی ایک انسان یا خاندان تکلیف میں ہو تو باقی دنیا کو کوئی فرق نہیں پڑتا تمام معمول ویسے ہی جاری رہتے ہیں۔۔۔ یہاں میری جان سولی پہ انکی ہوئی ہے میرا ماں جانی نہ جانے کس حال میں اکیلا ایک ہسپتال کے بیڈ پہ اجنبی لوگوں کے درمیان پڑا ہوا ہے۔ نہ ماں ہے جو دعائیں پڑھ پڑھ کر پھونک رہی ہوگی۔ نہ باپ ہے جو ڈاکٹروں سے پوچھ گچھ کر رہا ہوگا۔۔۔ ایک میں ہوں تو یہاں لاکھوں کے ہجوم میں تنہا بیٹھ کر کھانا کھا رہی ہوں۔۔۔ انسان کی اوقات ہی کیا ہے؟

اس سے پہلے کہ آنکھ کی نمی شدت اختیار کرتی اُس نے وہیں رگڑ کر صاف کر دی۔

ایک آنسو نکلنے کی دیر ہے۔۔۔ پھر ضبط کا بندھ ٹوٹ جائے گا۔
جتنی دیر میز پہ بیٹھی ساتھ اپنے بیگ سے چارج نکال کر پلگ میں لگایا۔۔۔ تاکہ فون کی بیٹری چارج کر سکتی۔۔۔ کیونکہ رات کے وقت ایڈنبرا ائرپورٹ پہ لینڈ کرنا تھا۔۔۔ ہو سکتا ہے ٹیکسی وغیرہ کو کال کرنا پڑتی۔۔۔ اسکے لیے فون کا چلتے رہنا ضروری تھا۔۔۔ پندرہ منٹ بعد اُس کے جہاز کی بورڈنگ شروع ہو گئی۔

اور اگلے آدھے گھنٹے میں بریش ائرویز کا جہاز ہیتھرو سے پرواز کر گیا۔

☆☆☆☆☆☆

"بابا۔۔۔؟"

"ہوں۔۔۔؟"

"آپ کب پیدا ہوئے تھے۔۔۔؟"

"کیا مطلب کب پیدا ہوا تھا؟"

"یار میٹر مطلب ہے۔۔۔ کون سے دن۔۔۔؟"

"یہ سوال تم دادو کے لیے بچا رکھو۔۔۔ اگلی ملاقات پہ پوچھ لینا۔۔۔"

کیونکہ مجھے کوئی علم نہیں ہے۔"

"اور میں کس دن پیدا ہوا تھا؟"

موسیٰ کے باپ کے فائل پہ قلم سے لکھتے ہوئے ہاتھ رُک گئے۔ چہرے

پہ ایک سایہ سا گزرا۔ گلا کھنکار کر بولا۔

"جمعہ کی صبح۔۔۔ چار بج کر اکیس منٹ پر۔"

"مجھے سب سے پہلے کس نے اُٹھایا تھا۔۔۔؟"

موسیٰ کے باپ نے اپنی اونچی ناک پہ رکھا چشمہ اتار کر فائل کے اوپر

پھینک دیا اور بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے بیٹے کو غور سے دیکھا۔۔۔ جونی

وی ریمورٹ ہاتھ میں لیے باپ سے سوال و جواب کے موڈ میں بیڈ پہ بیٹھا ہوا

تھا۔

"پہلے کتنی دفعہ تو بتا چکا ہوں۔۔۔"

"مجھے دوبارہ دوبارہ پوچھنا اچھا لگتا ہے۔۔۔"

وہ زیر لب بڑبڑایا۔

"چاہے تمہارے سوال کسی کی جان نکالنے کا سبب بنیں۔۔۔"

"بتائیں ناں۔۔۔"

"کیا؟"

"مجھے سب سے پہلے کس نے اٹھایا تھا۔۔؟"

"ت۔۔۔۔۔ تمہاری۔۔۔۔۔ مئی نے۔۔۔"

موسیٰ کی نظریں ریمورٹ پہ تھیں۔

"مئی کو موسیٰ اچھا لگا؟"

اسکے باپ کی آنکھوں میں دھند اترنے لگی۔

"مئی کو موسیٰ بہت اچھا لگا اور اب موسیٰ مزید کوئی سوال و جواب نہیں

کرے گا۔۔۔ کیونکہ موسیٰ نے کل سکول بھی جانا ہے۔۔۔ اور بابا نے دفتر جانا

ہے۔۔۔ چلو شاہاش ریمورٹ سائیڈ پہ رکھو اور سونے کے لیے لیٹو۔"

"کیا میں آپ کے پاس سو جاؤں؟"

"جی ہاں جیسے آپ کی مرضی۔۔۔ خادم کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"مانی خالہ کب آئیں گی؟"

"کل آئے گی۔"

"موسیٰ مانی خالہ کے ساتھ پارک جائے گا۔۔۔ سلائیڈ پہ بیٹھے گا۔۔۔"

"جی ہاں۔۔۔"

"بابا۔۔۔"

"جی؟"

"دادو کہتی ہیں۔۔۔ مانی خالہ میری مئی بنیں گی۔"

موسیٰ کا باپ صدمے سے کتنی دیر کچھ کہہ نہ پایا۔ پھر صدمے کی جگہ

غصے نے لے لی۔



"دادو نے غلطی سے میرا نام لے دیا ہو گا جبکہ مانی خالہ کی شادی طارق
انکل سے ہونی ہے۔ آپ کو طارق انکل یاد ہیں ناں؟"
"جی۔ وہ ہی ناجنکا کرکٹ کھلتے ہوئے۔ بال لگنے سے سامنے والا دانت
ٹوٹ گیا تھا اور ٹوپی آپ کے مطابق جنکے سر پہ بال کم اور خالی پلاٹ زیادہ ہیں۔"
"تمہاری اور تمہاری ٹوپی آپ کی پٹائی ہونے والی ہے۔ چلو آنکھیں بند
کر کے سونے کی کوشش کرو۔"

بیٹے کو لٹا کر بستر اوڑھا دیا مین لائٹ بند کرتے ہوئے سائیڈ لیپ جلا یا اور
آکر اسکے پاس بیٹھ کر بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگا۔
کچھ دیر خاموشی چھائی رہی موسیٰ کا باپ سرہانے کی طرف ٹانگیں نیچے
لٹکائے موسیٰ کی جانب کو جھک کر نیم دراز تھا۔ بادامی شلوار قمیض کے
دونوں کف فولڈ تھے۔ بال الجھے ہوئے تھے۔ جو کہ اسکی بالوں میں بار بار ہاتھ
چلاتے رہنے کی عادت کے پیش نظر تھا۔۔۔ جب وہ گھر کے آرام دہ ماحول
میں بیٹھ کر کام کر رہا ہوتا تو ایک ہاتھ یونہی سر کے بالوں میں گردش کرتا نظر
آتا۔

"بابا؟"

موسیٰ کی آواز پہ وہ چونکا۔۔۔ دھیمے سے سرگوشی کی۔

"جی؟"

"کیا ایک بات پوچھ لوں؟"

"پوچھ لو یا۔۔۔ مگر اس وعدے پہ کہ اس کے بعد تم سو جاؤ گے۔"

"ہاں پر اس سو جاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔ پوچھو کیا پوچھنا ہے۔۔؟"

موسیٰ نے چہرہ اوپر کر کے آنکھیں باپ کے چہرے پہ لٹائیں۔۔۔ دونوں باپ بیٹے کی نظریں ملیں۔۔۔ معصوم ہونٹوں سے سوال نکلا۔
"کیا آپ کو مُمی یاد آتی ہیں؟"

موسیٰ کے باپ کو لگا کسی نے چھری کی نوک عین دل کے اوپر رکھنے کے بعد اس پر وزن ڈال کر جسم میں اتار دی ہو۔
کتنے پل بیٹے کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔ بھلا اس شہزادے کے علاوہ اور کس کی جرات تھی۔۔۔ کہ وہ اُس کو ایسا سوال پوچھ پاتا۔
اُسکا چہرہ نیچے کو جھکا اور بیٹے کی پیشانی پہ لب مس کئے اور سرگوشی میں بول کر راز کھولا۔

"مجھے وہ ہر دن کے ہر لمحے اور ہر پل میں یاد آتی ہے۔"
موسیٰ نے محبت بھری سنجیدہ نظروں سے باپ کی پر نرم نظروں میں دیر تک دیکھا۔ اور بولا۔

"موسیٰ کو بھی مُمی یاد آتی ہیں۔ اور موسیٰ کو بابا سے محبت ہے۔"
موسیٰ کا باپ دھیرے سے مسکرایا۔ شرٹ کی آستین سے آنکھیں صاف کیں۔ اور بولا۔

"ایک بات جانتے ہو؟"
موسیٰ کی آنکھیں تجسس کے مارے پوری کھل گئیں۔
"وہ کیا؟"

"یہ جو تمہارا بابا ہے نا اسکی جان جانتے ہو کس میں ہے؟"
"ہاں میں جانتا ہوں۔"
"تو بتاؤ۔"

"بابا کی جان موسیٰ میں ہے۔"
وہ دلکشی سے مسکرایا اور ایک دفعہ پھر بیٹے کا بوسہ لیا۔
"اب مزید کوئی گفتگو نہیں ہوگی۔۔۔ آنکھیں بند کرو۔"

"شب بخیر بابا۔"

"شب بخیر دلبر۔"

وہ یونہی بیڈ کے ہیڈ بورڈ کے ساتھ ٹیک لگا کر لیٹا۔۔۔ نیم اندھیرے میں نہ جانے سامنے دیوار پہ لکھی نہ جانے کونسی تحریر پڑھنے کی کوشش کرتا رہا۔۔۔ جب کمرے میں موسیٰ کے ہلکے ہلکے خراٹے گونجنے لگے۔
اُس نے کمرے میں ٹھیک کیا اور اپنی فائلز وغیرہ اٹھا کر کمرے سے نکل آیا۔

جب سے سا جن دور گیا ہے

اکھین میں اب نیند نہیں ہے

روئیں تڑپیں اُس کو ڈھونڈیں

نہ وہ آئے نہ درد ہی جائے

جس کی پریت میں ہم ہیں اُجڑے

اُس سا جن کو کچھ خبر نہیں ہے

کوئی جا کر بتلائے اسکو

یاد میں اسکی کوئی پل پل تڑپے

منت کرو۔۔۔ واسطے ڈالو

اُس کی دید کی کوئی راہ نکالو

ایک بار جو مل جائے وہ

میں دل بھی واروں جاں بھی واروں

ہاتھ میں پکڑا سامان سیننگ روم کے میز پر رکھنے کے بعد وہ کچن میں گیا۔
الیکٹریک کیٹل میں پانی بھرنے کے بعد سوئچ چلایا۔

خاموش فلیٹ میں کیٹل کی آواز نمایاں سنائی دینے لگی۔ جو ڈھول کی
تھاپ کی طرح پہلے دھیرے دھیرے شروع ہوئی۔ پھر آہستہ آہستہ تیز ہوئی
اور اپنے عروج پہ پہنچ کر خاموش ہو گئی۔

ایک مگ میں دو چمچ کافی 'ایک چھوٹا چمچ چینی اور تین گھونٹ گرم پانی
ڈال کر کانٹے کے ساتھ محلول کو پھینٹنے لگا۔ یہاں تک کے سارا کالا پانی براؤن
جھاگ میں تبدیل ہو گیا۔

پھینٹنے کا عمل ترک کر کے کیٹل کے پانی سے مگ بھر دیا۔
اور لیکر بالکونی میں نکل آیا۔

شہر سارے کا سارا نہیں سویا تھا۔ اُس جیسے اور بھی کئی دل جلے جاگ
رہے تھے۔ اگلی گلی میں موجود فاسٹ فوڈ پار سے حسب معمول سٹریو پہ
بجنے والی قوالی کی آواز آرہی تھی۔ آج پھر نصرت فتح علی خان لگے ہوئے
تھے اور داتا علی بجویری کے حضور منقبت پڑھ رہے تھے۔

بالکونی کی منڈیر پہ کہنی ٹکائے وہ شہر لاہور کی خوبصورتی کو آنکھوں میں
جذب کرنے لگا۔ جبکہ سماعت لاشعوری طور پر بھی قوالی کے الفاظ پہ تھی وہ
اس فاسٹ فوڈ والے کو جانتا تھا کئی دفعہ موسیٰ کے ساتھ وہاں سے ڈنر کر چکا تھا
اور جب بھی اسکے گھر والے آتے بچوں کی فرمائش پہ آدھی رات کو یہیں لیکر
جاتا تھا اچھا اور معیاری کھانا ہونے کے علاوہ ایک تو نزدیک تھا۔ دوسرے رات
گئے تک کھلا رہتا۔ محلے کے مرد فوڈ شاپ کے ساتھ بنے چائے کے کھوکھے پہ
بیٹھ کر گپیں ہانکتے ہر تازہ خبر وہاں پہ زیر بحث آتی۔

اُسکی راتیں زیادہ تر اسی طرح گزرتی تھیں۔ بالکلونی میں بیٹھ کر لیپ ٹاپ پہ کام کرنے کے دوران دوسری گلی سے آتے میوزک کو سُنتا اور کافی پیتا۔ سردیوں میں گرم چادر اوڑھ کر بیٹھتا اور کافی کی مقدار بڑھ جاتی۔۔ جبکہ گرمیوں میں کافی کم ہوتی۔ اور بالکلونی میں پیڈ یسٹل فین کا اضافہ ہو جاتا۔ ساری رات آنکھوں میں کاٹ کر عین سحری کے وقت اسکی آنکھیں بند ہو جاتیں اور صبح کے وقت اسکا نوکراسکو دس گیارہ بجے اُٹھا دیتا۔ ذاتی کاروبار کی بدولت اسکو یہ مراعات حاصل تھیں کہ بارہ بجے بھی آفس پہنچتا تب بھی کوئی اعتراض کرنے والا نہ تھا۔

اپنے پیچھے جاگنے والی آواز کے وجہ جاننے کے لیے مڑ کر دیکھا تو نیند بھری آنکھیں لیے اسکا کل وقتی ملازم جمال موجود تھا۔
"کیا نیند ٹوٹ گئی؟"

"ہاں سرجی۔ عجیب سا خواب دیکھا ہے۔"

"کیسا عجیب اچھا عجیب یا بُرا عجیب؟"

"بُرا جی۔۔"

"لا حول پڑھ کے دوبارہ سو جاؤ۔ تمہاری فلمیں دیکھ کر سوؤ گے تو خواب خوشگوار کیسے آئیں گے۔"

"سر آپ کو تو کبھی کوئی خواب نہیں آیا ہو گا۔"

"کیوں تبھی کیا میں انسان نہیں ہوں۔۔؟"

"میرا وہ مطلب نہیں تھا سر وہ دراصل آپ ساری رات جاگتے ہیں۔ صبح کے وقت بے ہوشی کی نیند سوتے ہیں۔ ایسے میں خوابوں کی ٹریفک کیسے بحال رہ سکتی ہے۔"

"یار شوقیہ تو نہیں جاگتا ہوں۔ جب نیند ہی نہ آئے۔ تو میں کیا کروں۔"

"سر آپ کی روٹین خراب ہے۔ جب آپ گاؤں جاتے ہیں۔ کیا تب بھی راتیں جاگتیں ہیں۔"

"ہاں بھئی۔۔ وہاں تو گنگنے کو تارے بھی ملتے ہیں۔"

"سر جی تاروں سے یاد آیا۔۔۔ یہ جو فلموں میں کہتے ہیں۔۔۔ آسمان پہ چمکنے والے ستارے مرے ہوئے لوگ ہیں۔۔ جو مر جاتے ہیں۔ کیا وہ واقعی میں ستارے بن جاتے ہیں۔؟ اور کیا یہ بھی سچ ہے کہ جو جتنا نیک ہوتا ہے۔۔ اس کا وہ ستارہ بن کر اتنا ہی چمکدار ہوتا ہے؟"

وہ ہنستا ضرور اگر جمال کے چہرے پہ بلا کی سنجیدگی نہ دیکھ رہا ہوتا۔ پھر بھی اُس نے کافی کامنگ لوہے کی میز پہ رکھا اور کرسی پہ بیٹھ کر آگے کو جھکتے ہوئے بولا۔

"جمال صاحب۔۔۔ حضور آپ کی عمر شریف بھلا کتنی ہے؟"

"سریہی کوئی پچاس ایک سال۔۔۔"

"ماشاء اللہ آج ایک بات تو طے ہو گئی ہے کہ معصومیت کا عمر سے کوئی تعلق نہیں ہے۔۔۔ پچاس سال کے ہوتے ہوئے آپ نے پانچ سال کے بچے جیسا سوال پوچھا ہے۔۔ انڈین فلم کا ڈائلاگ ہے۔۔۔ میں نے یہ فلم دیکھ رکھی ہے۔۔۔ پر نام یاد نہیں ہے۔"

"سر وہ تو مجھے بھی یاد نہیں ہے۔۔۔ تو سریہ سچ ہے۔۔؟"

"نہیں جمال صاحب حضور یہ بات قطعاً سچ نہیں ہے۔ مرنے والے عالم برزخ میں جاتے ہیں۔ خلا میں مخلوق نہیں ہوتے ہیں۔ یہ جو ستارے آپ کو

آسمان پر نظر آرہے ہیں۔۔ اسکی سادہ سی مثال آپکا سورج ہے۔ سورج ایک ستارہ ہے۔"

"سرجی سورج سورج ہے جی۔۔ تارہ کیسے ہو گیا۔۔ تارے رات کو نکلتے ہیں۔ سورج سے دن آگتا ہے۔۔ سورج تو رات اور دن کا فرق ہے جی۔۔۔ تارے مدھم۔۔۔ ٹمٹمانے والے۔۔ جیسے جگنو۔۔۔ اور سورج یہ جنگل کے بادشاہ کی طرح طول و عرض میں چھانے والا۔۔۔ دونوں کا کوئی جوڑ ہی نہیں ہے۔ نہ جانے آپ نے کیسے دونوں کو ایک سا بول دیا۔۔ آپکو غلط نہیں ہو گئی ہے۔"

وہ دھیمے سے مسکرایا۔

"سوال کرنے والے دو طرح کے ہوتے ہیں جمال۔۔ ایک وہ جو تجسس کے ساتھ اور سیکھنے کے جذبے کے تحت پوچھتے ہیں۔ دوسرے وہ جو سیکھنا نہیں چاہتے بس اپنی ڈیڑھ انچ کی مسجد میں بیٹھ کر اپنے دل و دماغ کی سُنی جاتے ہیں۔۔۔ انکاری رہتے ہیں۔۔ اسلیے تم مجھے بتادو۔۔ اگر تو سیکھنے کی خاطر تجسس میں پوچھ رہے ہو تو میں بات شروع کروں۔ ورنہ ہم لا حاصل بحث میں نہیں پڑ رہے۔"

"سرجی میں جاننا چاہتا ہوں۔ پر آپکی کہی بات میری عقل میں نہیں آرہی ہے۔"

"وہ اسلیے میرے پیارے کہ اگر اللہ کی تخلیق کردہ یہ کائنات اتنی آسانی سے انسانی سمجھ میں آجائے۔۔ تو ہر دوسرا بندہ ولی اللہ نہ بن جائے۔

سورج نامی ستارہ ہماری زمین کا سب سے قریبی ستارہ ہے۔۔ اسلیے اسکی روشنی ہم تک اتنی وافر مقدار میں پہنچتی ہے۔ باقی جو ستارے دور ہیں۔ اُنکی

روشنی صرف اندھیرے میں جگنو جیسے نظر آ پاتی ہے۔ ورنہ اگر تم انکے قریب جاؤ۔ تو ہو سکتا ہے۔ وہ ہمارے سورج سے بھی بڑے ستارے ہوں۔"

"سرجی سورج تو سورج ہے۔۔۔ ستارہ کیسے ہو سکتا ہے۔"

"جو خود سے روشن ہو۔۔۔ وہ ستارہ ہوتا ہے۔۔۔ سورج کے اندر اپنی اتنی توانائی ہے کہ وہ خود سے جلتا ہے۔۔۔ نہ جانے کتنے ہزار سالوں سے جلتا آرہا ہے۔۔۔ اور کب تک جلتا رہے گا۔"

"یہ تو بڑی نئی بات بتادی آپ نے سرجی۔"

"نئی تمہارے لیے ہے جمال دنیا کے لیے یہ باتیں پرانی باتیں ہیں۔"

"اچھا سرجی۔۔۔ تو اسکا مطلب تو یہی ہوا نہ کہ دنیا میں ایک سورج نہیں ہے۔۔۔ کئی لاکھوں کروڑوں سورج ہے۔۔۔ اور جو سورج ہماری زمین پہ چمکتا ہے۔۔۔ وہ ہمارا سورج ہے۔۔۔ باقی کے سورج پر اے ہیں۔"

"واہ جمال یار کیا بات کہہ دی تم نے۔۔۔ ہاں سو فیصد ایسا ہی ہے۔"

"سراگر آپ تنگ نہیں آرہے۔۔۔ تو کیا ایک سوال اور کر سکتا ہوں؟"

جمال کے باس نے ہاتھ کے اشارے سے اجازت دی وہ تو اپنی سوچوں سے ڈرتا پھر رہا تھا اس وقت جمال کے ساتھ گفتگو اسکے دماغ کو پٹری پہ لانے کا باعث بن رہی تھی۔

"سرجی کیا واقعی انسان زمین سے نکل کر خلا میں گیا ہے؟ میری بیٹی کہتی ہے ہو سکتا ہے۔ مستقبل میں چاند وغیرہ پر پلاٹ برائے فروخت لگنے لگ جائیں۔۔۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے۔۔۔؟ میرا دل نہیں مانتا۔۔۔"

وہ دھیمے سے مسکرایا۔۔۔ اور بولا۔

"کوئی بڑی بات نہیں ہے۔۔۔ امیر لوگ پہلے بھی پیسے کو کھلانے کی خاطر نئے نئے شوق پالتے ہیں۔ بحری جہاز خریدتے ہیں۔۔۔ ہوائی جہاز خریدتے ہیں۔۔۔ جہاں سے ہم عام لوگ شاپنگ کرتے ہیں۔۔۔ اُن مقامات کو تو ہائی کلاس لوگ جانتے ہی نہیں ہیں۔۔۔ اُن کے ایک ایک جوتے کے لیے یہ بڑی بڑی کمپنیاں گھر آکر ماپ لیکر جاتی ہیں۔۔۔ ہاں ایسے لوگ چاند پہ پاٹ ضرور خریدیں گے۔"

"آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں سرجی ماجو فقیر کا بیٹا آج بھی ٹاٹ پہ بیٹھ کر پڑھتا ہے۔ کیونکہ ہمارے گاؤں کے سکول میں فرنیچر ہی نہیں ہے۔ تو ماجو کیا جانے کہ دنیا چاند ستاروں پہ جانے کی باتیں کر رہی ہے۔ وہ تو آج بھی یہی سوچتا ہے۔ گھر پہ جانے آج ماں کے پاس سبزی کے پیسے بھی ہیں کہ پھر چوہدرانی کی منت کر کے اُن کے کھیت سے کوئی کدو ٹینڈا مانگنا پڑے گا۔ پہلے غریب کے نام کے ساتھ دال کا نام آتا تھا۔۔۔ پر سرجی اب دال بھی گوشت کے برابر ہے۔ سرجی میرے ملک کا جوان اس فکر سے نکلے گا تو چاند کے خواب دیکھے گا۔"

"ایک اور سچ بتاؤں سرجی؟"

"بولو۔۔۔"

"میرے ملک کے جوان کو آج کوئی فکر نہیں ہے۔ ساری فکریں والدین کو ہیں۔ فیس کی فکر، دال روٹی کی فکر، گھر کے کرائے کی فکر۔۔۔ بچوں کی شادیوں کی فکر، نت نئے فون اور مہنگے کپڑے خرید کر دینے کی فکر۔ کیونکہ آج کا جوان حد سے زیادہ احساس کمتری کا شکار ہے۔۔۔ اگر آج کی نسل کو کوئی فکر ہے تو صرف اپنی خواہشات کی ہے اور انہی چکروں میں ڈپریشن جیسے مرض

کاشکار پھر رہے ہیں۔ سرجی وہ لوگ کہاں گئے؟ جو چادر دیکھ کر پاؤں پھیلاتے تھے؟ گھر میں خوشحالی ہوتی یا نہیں۔ دل و سوچ میں خوشحالی ضرور ہوتی تھی۔ اب غریب سے غریب آدمی بھی موٹر سائیکل کی سواری کرتا ہے۔۔۔ چاہے موٹر سائیکل کی قسطیں اپنی ہڈیوں کو بیچ کر دے۔ مگر معاشرے کے نئے معیار کے ساتھ مقابلہ بازی ضرور کرنی ہے۔

اُس کی نظروں کے سامنے اپنے بہن بھائیوں کی گرہستیاں گھوم گئیں۔
 "اگر ایسا مقام آیا ہے۔۔۔ جمال تو قصور ہمارا اپنا بھی ہے۔ بچے ہم سے ہی تو سیکھتے ہیں۔"

"سرجی آپ کو ایسا کوئی مسئلہ پیش نہیں آنا ہے جس طرح آپ چھوٹے صاحب کے ساتھ وقت گزارتے ہیں۔۔۔ وہ آپ سے بہت قریب ہیں اور سر جی یہاں پہنچ کر نوکری کرنے سے جہاں مجھے اچھی تنخواہ ملی ہے۔ وہاں پہنچ کر موٹی بابا کے ساتھ آپکا سلوک اور اخلاق دیکھ کر یہ سیکھا ہے کہ اولاد کے ساتھ کیسے اُن کے لیول پہ جا کر بات کی جائے۔ تین سال سے میں نے اپنے بچوں کے ساتھ اپنا رویہ بدل دیا ہے۔۔۔ پہلے وہ مجھ سے ڈرتے تھے۔ اب سرجی گھر جاتا ہوں۔ تو ایک ایک کے پاس دس دس کہانیاں ہوتی ہیں۔۔۔ ساری رات گزر جاتی ہے۔۔۔ مگر ہم لوگ باتیں کرتے نہیں اکتاتے۔"

"میں بہت اچھا بیٹا نہیں رہا ہوں۔۔۔ اب اچھا باپ بننا چاہتا ہوں۔۔۔ اگر میرے کسی عمل سے تمہیں کوئی آسانی ملی تو میری خوش بختی ہے۔"

"سرا ایک بات اور میں سوچتا ہوں۔"

اب باتیں بہت ہو گئیں ہیں ستاروں سے ہم بچوں تک آئے۔۔۔ باقی پھر کسی وقت میں آفس سے بڑی اہم فائل لایا ہوا ہوں۔۔۔ کل دوسری کمپنی

کے ساتھ معاملہ ہے۔۔۔ اور میرے وکیل نے جو شقیں تیار کی ہیں۔۔۔
مجھے انکو پھر سے پڑھنا ہے۔"

"جی سرجی وقت بھی کافی ہو گیا ہے۔۔۔ مجھے موسیٰ بابا کو اسکول بھی لیکر
جانا ہے۔۔۔ میں سو جاتا ہوں۔۔۔ آپ کو کچھ چاہیے؟"

وہ فائل کھول چکا تھا۔ نفی میں سر ہلاتے ہوئے اپنے پیر اٹھا کر میز کی سطح
پر رکھے۔

ایک ہاتھ میں کافی کا مگ۔ در سرے میں قلم، سر کے بالوں سے ہوا
اٹھکلیاں کر رہی تھی اگلی گلی میں اب بھی میوزک بج رہا تھا۔
نصرت فتح علی خان کہہ رہے تھے۔

حاضری در کی ہے داتا تیرے عزت میری

تیرے ہی نام کا صدقہ ہے یہ شہرت میری

تیرا ہی نام ہے نصرت کا سہارا داتا

تیرے ہی نام کے صدقے سے ہے نصرت میری

داتا پیا۔۔۔۔۔ للہ کرم اج کر دے

چاہتے ہوئے بھی وہ اپنی توجہ فائل پر مرکوز نہ رکھ سکا قوالی کی بیٹ نے

اپنی طرف مٹکھینچ لیا اور وہ بغور الفاظ سننے لگا۔

تیرے دیوانے آ۔۔۔ منگتے پرانے آں

ساڈی وی جھولی اج بھر دے

داتا پیا للہ کرم اج کر دے

جتنے تیراز کر نہیں داتا او دنیا وچ کیڑی تھاں وے

لقب تیرا فیض عالم علی ہجویری تیرا نام اے

کرم کماناے بگڑی بناناے
چرچے نے تیرے دردے
لله کرم اج کردے

پیروں کی آواز پہ چونک کر مڑا تو سامنے نظر آتے منظر نے ہونٹوں پہ
مسکراہٹ دوڑادی۔ جمال سینک روم میں دھمال ڈال رہا تھا۔

داتا پیا الله کرم اج کردے

داتا تیرے درتے آکے

سرخاکی دا جھک جانداے

روضہ تیرا دیکھ کے داتا

ہجر دا پینڈا نک جانداے

مولا تیری مندا جانی تو پنجتن دا

دنیا دے شاہ تیرے بردے

لله کرم اج کردے

☆☆☆☆☆☆☆☆

ایڈنبرا ائرپورٹ سے باہر نکلی اور سیدھا ٹیکسی سٹینڈ کا رخ کیا۔ وہاں پہ
لگے فری فون سے ٹیکسی آرڈر کی۔ دوسری طرف سے اسکو کہا گیا کہ جلد از
جلد آنے والی کار بھی کم از کم تیس منٹ سے پہلے نہیں آئے گی۔۔۔ اُس نے
وہی بُک کروالی۔

اب انتظار کا وقت گزارنے کا مرحلہ پیش آیا۔

واپس ائرپورٹ کی عمارت میں جانے کی بجائے اُس نے وہیں رہ کر انتظار
کرنے کا ارادہ کیا۔

اپنا بیک پیک کندھے پہ ڈالا۔ جیکٹ کی ہڈ سر پہ کی اور چلتی ہوئی پک اینڈ
ڈراپ پوائنٹ سے دور ہو گئی۔

رات کا وقت تھا۔ سفر سے آنے والے لوگوں کے چہروں پہ سفر کی تھکن
تو تھی۔ مگر ایک سکون بھی تھا۔ منزل پہ پہنچ جانے کا سکون۔
وہ جیکٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر ایک تھم کے قریب کھڑی ہو کر
آتے جاتے چہروں کو پڑھ رہی تھی۔۔۔ ساتھ ہی دماغ میں سوال و جواب بھی
چل رہے تھے۔

"کئی ایسے ہیں۔۔ جن کو ان کا کوئی پیارا لینے کو آیا ہوا ہے اور کئی ایسے ہیں
جو اپنی راہ خود کھوجتے ہوئے جاتے ہیں جیسے میں۔"

ایڈنبرا میں بہت زیادہ سیاح آتے ہیں کیونکہ یہ سکاٹ لینڈ کا کیپیٹل ہے
اور بہت سے تاریخی مقامات کا گڑھ ہے اس لیے دنیا بھر سے لوگ یہاں گھومنے
آتے ہیں۔

"یا اللہ میرے پاس گنتی کے رشتے بچے ہیں۔۔۔ مجھ سے میرا بھائی نہ چھینا

جائے۔۔۔۔"

وہ تب سے اصل موضوع سے بچتی پھر رہی تھی مگر جیسے ہی لبوں سے آہ
کی صورت دعا نکلی آنکھیں بھر آئیں۔ وہ وہیں پلر کے ساتھ ٹیک لگا کر زمین پہ
بیٹھ گئی۔

"مالک یہ زندگی تیرا فضل ہے

مالک موت تیرا حکم ہے۔۔۔

مالک جدائی سہی نہیں جاتی۔۔۔

مالک مزید امتحان میں نہ ڈال۔۔۔

میرے پیارے کو عمرِ خضر عطا ہو۔۔۔
 یا اللہ میں تیری بڑی گناہگار بندی۔۔۔
 یا اللہ تو میرا رازدار۔۔۔
 تو میرا سننے والا۔۔۔
 تو میرا دیکھنے والا۔۔۔
 تو میرے حال سے واقف۔۔۔
 تو میرے ظاہر سے واقف۔۔۔
 تو میرے باطن کو جاننے والا۔۔۔
 تو میرا اپنا۔۔۔

تو مجھ سے محبت کرنے والا۔۔۔"
 لبوں سے آخری جملہ نکلتے ہی اُسکی دلی دلی چیخیں نکل گئیں۔
 "یا اللہ تو مجھ سے محبت کرنے والا
 یا اللہ تو میرا سب سے اپنا۔۔۔

یا اللہ تو میرے سب سے قریب۔۔۔
 مالک کوئی بھی تو تجھ سا نہیں ہے۔۔۔

کہاں جاؤں؟۔۔۔ مالک اس کڑے وقت میں کس کا دروازہ کھٹکھٹاؤں
 ---؟۔۔۔ کس سے تیرے سوا مدد مانگوں۔۔۔؟۔۔۔ یا اللہ تو ہی بتا تیرے سوا
 اختیار اور کون ہے۔ یا اللہ تیرے سے بڑھ کر نوازنے والا اور کون ہے۔۔۔؟
 --- یا اللہ تو میرے گناہ نہ دیکھ۔۔۔ یا اللہ تو میری نافرمانیاں نہ دیکھ۔۔۔ مالک
 تو میرا یقین دیکھ۔۔۔ میرا بھروسہ دیکھ۔۔۔ میرا تیری ذات پہ توکل دیکھ

۔۔۔ مجھے علم ہے۔۔۔ تو مجھے مایوس نہیں کرے گا۔۔۔ تو مجھے اکیلا نہیں
کرے گا۔۔۔ تو میرا دل نہیں توڑے گا۔"

گھٹنوں میں سر دیکر وہ اپنی سسکیوں پہ اختیار کھو بیٹھی۔۔۔ یہ بھی بھول
گئی کہاں بیٹھی ہے۔۔۔ عجیب سی کیفیت آئی تھی۔۔۔ دل کو بے چینی نے
گھیرا تھا۔۔۔ جیسے دل کو کوئی مسل رہا ہو۔

"یا اللہ اُس کو ٹھیک کر دیں۔۔۔ مزید کھونے کا حوصلہ نہیں ہے۔ میری
فریاد سن لیں۔۔۔ آپ کو محمد ﷺ کا واسطہ آپ کو سیدہ فاطمہؓ کا واسطہ۔۔۔
آپ کو حسینؑ کی بہنوں کا واسطہ۔۔۔ یا اللہ میری داد رسی ہو۔۔۔ فریاد سنی
جائے کرم کیا جائے بھیک دی جائے۔۔۔ صدقہ دیا جائے۔۔۔"
وہ تصور میں نہ جانے کس مقام پہ کھڑی ہو کر بکھر رہی تھی کہ کندھے پہ
ہونے والی تھپکی سے بے خبر رہی۔ تیسری دفعہ ذرا زور سے اسکا کندھا ہلایا گیا
تھا۔

سُرخ انگارہ نم آنکھوں سمیت اُس نے سر اٹھایا۔
سامنے کوئی بزرگ تھے۔

سفید چہرہ، سفید داڑھی، سفید شلوار قمیض، کالا اوور کوٹ، سر پہ سفید ہی
پگڑی، ہاتھ میں لاثلی۔ ہونٹوں پہ پُر شفیق مسکراہٹ لیے وہ بزرگ اس کے
سر پہ ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھنے لگے۔

"بیٹی کیوں روتی ہو۔۔۔؟"

وہ بے اختیار بولی۔

"باباجی دُکھ رلاتے ہیں۔"

"بیٹی۔۔۔ دُکھ بھی تو اُسی کی دین ہیں جو سُکھ بانٹتا ہے۔"

"باباجی دعا کریں کہ کرم ہو جائے۔"

"بیٹی اس سے بڑا کرم کیا ہو گا کہ اُس نے تمہیں مانگنا سکھا دیا۔۔۔ میری بیٹی یہ خوش نصیبی تو کبھی کبھی بڑے بڑوں کو بھی نہیں ملتی۔"

"باباجی مجھے تو صرف مانگنا ہی آتا ہے اور کچھ نہیں آتا۔۔۔ اُس کے نیک بندے تو اُس کو منانے کے لاکھوں گمراہ جانتے ہوں گے۔۔۔ وہ نہ جانے کس کس طرح کہتے ہوں گے کہ وہ اپنے نیک بندوں کی بات رد ہی نہیں کرتا۔۔۔ باباجی وہ لوگ کتنے خوش نصیب ہیں۔۔۔ جو صبح شام اُس کے سامنے جھکتے ہیں۔"

"اچھی بیٹی ہر جھکنے والا خوش نصیب نہیں ہوتا۔ کئی جسم بظاہر تو جھکتے ہیں۔ مگر دل و دماغ میں اوپر ہی اوپر اڑتے جاتے ہیں۔۔۔ اور اُنکی یہ اڑانکے جھکنے کو کچھ فائدہ نہیں دیتی۔۔۔ بیٹی بندہ تو وہ ہے۔ جو کہیں بھی اس کو یاد کرے تو اس کی یاد کے آنسوؤں میں بہہ جائے۔۔۔ باقی بس اُس کی یاد رہے۔۔۔ بندہ خود کہیں فنا ہو جائے۔۔۔ بیٹی اللہ والے کہتے ہیں جب تم اس کا نام لو۔۔۔ اُس کو یاد کرو۔۔۔ اور آنکھ کا پانی بہہ کر تمہاری روح کو با وضو کر دے تو سمجھ جاؤ۔۔۔ بات جہاں پہنچانی تھی۔۔۔ وہاں پہنچ گئی۔۔۔ نظر ہو گئی۔۔۔ بات بن گئی۔"

"باباجی اپنے دامن میں تو آنسوؤں کے سوا کچھ بچا ہی نہیں ہے۔"

"بیٹی اللہ کی ذات کرم کے سوا کچھ اور نہیں ہے وہ کریم ہے۔ اُس کا محبوب کریم ہے۔ بیٹی دکھ کی بھٹی میں جلے بغیر اُن کی بارگاہ میں رسائی کیسے ملے؟ یہاں جو جتنا خستہ حال ہوتا ہے۔۔۔ اتنا ہی مخلص ہو کر اُس کو یاد کرتا ہے۔۔۔ اتنا ہی تڑپ کر اُس کا نام لیتا ہے۔۔۔ اور جواب میں وہ اپنی رحمت کا دروازہ کھول دیتا ہے اٹھو بیٹی۔ تم تو بڑی خوش نصیب ہو۔ تم نے تو میرا دل

خوش کر دیا۔ میں نہیں جانتا تم کون ہو۔۔۔ تمہارا نام کیا ہے۔۔۔ اور مجھے سب خبر ہو گئی۔

تم مومنہ ہو۔۔۔ ایمان کی روشنی سے منور ہو۔۔۔ مانگنے والی ہو۔۔۔ بڑے نصیبوں والی ہو۔۔۔ اٹھو گھبراؤ مت۔۔۔ مشکل آتی ہے۔۔۔ گزر جاتی ہے۔۔۔ اپنے قدم لڑکھڑانے نہ دو۔۔۔ ایمان کی پختگی کو قائم رکھو۔۔۔ دنیا چار دن کا میلہ ہے۔ ہمارا اصل دیس دوسرا ہے۔۔۔ دنیا کے لیے کیا رونا۔۔۔ فانی چیزوں کے لیے کیا رونا بیٹی تمہیں تو اُس نے اپنی معارف سے نوازا ہوا ہے۔۔۔ میں نے تو پانچ وقت کے نمازیوں کے قدم ڈگمگاتے دیکھے ہیں۔۔۔ ڈپریشن کی گولیاں کھاتے ہیں۔ بیٹی کلمہ پڑھنے والا دکھی کیوں ہو؟ محمد ﷺ کا اُمتی گھبرائے کیوں؟ کچھ چھن جائے تو لڑائی کیسی؟ جس نے دیا تھا۔۔۔ واپس لے لیا۔۔۔ اُس کی چیز۔۔۔ اُس کا اختیار۔"

"باباجی اتنا آسان نہیں ہے۔۔۔ میرے ماں باپ چلے گئے باباجی دنیا ویران ہو گئی۔۔۔ دل ویران ہو گیا۔۔۔"

"بیٹی ویران دل ایسا ہوتا ہے؟ جو اتنا بے نیاز ہو کر گر گڑ گڑائے؟ بیٹی یہ آباد دل کی نشانی ہے۔۔۔ آباد دل۔۔۔ جو یاد سے آباد ہو۔۔۔ اور جانے والوں کو یاد وہی کرتا ہے۔۔۔ جس کو اللہ پہ یقین ہو۔۔۔ جس کو بعث بعد الموت کا یقین ہو۔۔۔ میرے نبی ﷺ یتیم تھے۔۔۔ یہی سوچ کر پُر سکون ہو جایا کرو۔۔۔ کہ نبی پاک ﷺ کو ہر یتیم سے بڑی محبت ہے۔۔۔ بیٹی میں پچھلے ہفتے امریکہ میں تھا۔۔۔ وہاں پہ میں ایک ایسے جوان سے ملا ہوں جو پیدائشی طور پر بازوؤں اور ٹانگوں سے محروم ہے۔۔۔ اس وقت اُس کی عمر بائیس سال ہے۔۔۔ وہ کہتا ہے۔۔۔ میرے اصل ماں باپ نے مجھے نہیں اپنایا تھا۔۔۔ اور

جنہوں نے پالا ہے۔۔۔ وہ میرے اصل ماں باپ نہیں ہیں۔۔۔ انہوں نے مجھے گود لیا ہوا ہے۔۔۔ اور جانتی ہو۔۔۔ جن میاں بیوی نے اس کو گود لیا ہے۔۔۔ اُن کے اپنے نو بیٹے اور ایک بیٹی پہلے سے تھی۔۔۔ ہمارے پاس ہر نعمت ہے۔۔۔ ایک آنکھ میں چھوٹا سا بال چلا جائے سارا جسم اپاہج معلوم ہوتا ہے۔۔۔ اور وہ لڑکا اپنا ہر کام خود سے کرتا ہے۔ تعلیم بھی نارمل لوگوں کی طرح ریگولر سکول و کالج جا کر حاصل کی ہے۔ بیٹے بظاہر گوشت کا دوفٹ کا ٹکڑا۔۔۔ اللہ کی احسن تخلیق میں سے ہے۔ جس کو اللہ نے اپنی باقی مخلوق پہ برتری دے رکھی ہے۔۔۔ بیٹی جب ایسے لوگ مشکلات سے ہمت کے ساتھ لڑتے ہوئے خوش باش زندگی گزار سکتے ہیں۔

تو ہم کیوں نہ اللہ کے فضل کا دن رات شکر بجالائیں۔۔۔ صاحبِ ایمان جو ہو اُس کو کیا غم؟ اُس کو تو علم ہے یہاں آزمانے کے لیے بھیجا گیا ہوں۔۔۔ اصل منزل آگے ہے۔۔۔ جو نکچھڑے ہیں۔۔۔ وہ بھی وہیں ملیں گے۔ انکو اپنی دعاؤں میں زندہ رکھو۔۔۔ اللہ سے رور و کر اُن کے لیے جنت مانگو۔۔۔ تمہاری سانسیں چل رہی ہیں۔۔۔ دن رات اپنے ماں باپ کے لیے دعا مانگو۔۔۔ ان کے نام کا صدقہ خیرات کرو۔۔۔ وہ تمہیں خواب میں ملیں گے بھی۔۔۔ اور تمہارے لیے دعا بھی کریں گے۔۔۔ کیونکہ جو بھی کوئی مرنے والوں کے لیے دعا کرے وہ۔۔۔ واپس اُس کے لیے دعا کرتے ہیں۔"

باتیں نہ جانے کہاں سے کہاں نکل گئیں۔۔۔ وہ چونکی تب جب گاڑی کا تیز ہارن کان میں بجا۔۔۔ ہڑ بڑا کر اُٹھتے ہوئے بولی۔

"بہت بہت شکریہ باباجی۔۔۔ م۔۔۔ میرا بھائی ہسپتال میں ہے۔ میری ٹیکسی آگئی ہے۔ میں یہاں بیٹھ کر آپ کے ساتھ ساری رات باتیں کرتی۔۔۔"

پر مجھے اُس کے پاس جانا ہے۔۔۔ میرے بھائی کو میری ضرورت ہے۔ وہ
ٹھیک ہو جائے گا۔ آپ دعا کریں۔"

وہ الودعائیہ ہاتھ ہلاتی اُلٹے قدموں بھاگتی ہوئی جا کر ٹیکسی میں بیٹھ گئی۔
اگلے ہی پل ٹیکسی ڈرائیور نے گاڑی آگے بڑھادی۔
اُس نے مڑ کر دیکھا۔۔۔ وہ باباجی اپنے جیسی بزرگ خاتون کا ہاتھ تھامے
ایک کار کی جانب بڑھ رہے تھے۔
بے اختیار اس کے لب مسکرائے تھے۔

☆☆☆☆☆☆

جب سے موسیٰ کے منہ سے مانی کے حوالے سے اماں کی خواہش سنی
تھی۔ اس کا سکون غارت ہوا پڑا تھا۔ یہ نہیں تھا کہ اس کو کہیں بھی یہ ڈر تھا کہ
اماں اباز بردستی اُس کو انڈر پریش کر کے اپنی کسی خواہش کی تکمیل کروا سکتے
تھے۔ اُس کو تو یہ سوچ کر ہی غصہ آئے جارہا تھا کہ مانی کو لیکر کسی کے دل میں
ایسا کوئی خیال آیا تو آیا کیسے؟

"کیا کہیں میرے رویے نے ان کو ایسا نکتہ اشارہ دیا ہے؟ پر میں تو شروع
سے مانی کو چھوٹی بہن جان کر لاڈ اٹھاتا آیا ہوں۔"

"میرے والدین بوڑھے ہو گئے ہیں۔۔۔ یعنی کچھ بھی بول دیں گے
۔۔۔ آج ہی ان کے دماغ سے یہ فطور نکالتا ہوں۔"

"بھائی آج کن سوچوں میں گم ہیں؟"

پچھلی سیٹ سے مانی نے پوچھا۔

اُس نے بیک ویو مرر سے ایک نظر اُس پہ ڈالی اور نفی میں سر ہلاتے
ہوئے بولا۔

"نہیں تو کچھ خاص نہیں۔"

"مجھے تو لگ رہا ہے۔ کسی بڑے ہی خاص مسئلے پہ غور کیا جا رہا ہے۔ ٹرین اسٹیشن سے یہاں تک بس میں اور موسیٰ ہی بول رہے ہیں۔ آپ نے تو آج پُپ کی بقل ہی اوڑھ لی ہوئی ہے۔ خیر اب آپ اتنا نہیں بولتے پر اس قدر سنجیدہ بھی نہیں ہوئے ہیں جیسے آج نظر آ رہے ہیں مجھ سے یہ تک نہیں پوچھا کہ سفر کیسا رہا۔ کیا مجھ سے کوئی ناراضگی ہو گئی ہے؟"

اُس نے ایکسپریٹ پر دباؤ کم کیا اور لمبی سانس کھینچ کر اپنے اعصاب کو پُر سکون کرنا چاہا۔

"بیٹا۔۔۔ میں معذرت خواہ ہوں۔۔۔ بتاؤ کیسا سفر رہا؟"

"ہمیشہ جیسا۔"

"یعنی بور۔"

"آپ کو علم تو ہے لمبے سفر مجھ سے نہیں ہوتے۔ یہ تو آپ نے میرا داخلہ اسلام آباد کروادیا ورنہ میں لاہور سے باہر کبھی نہ جاتی۔"

وہ دھیمے سے مسکرایا۔

"تمہارا یہ ڈرنکالنے کو ہی تمہارا داخلہ دور کروایا تھا۔"

"آپ کی اس کوشش کا کوئی ثمر نہیں نکلا۔ مجھے لندن سے انویٹیشن آیا تھا۔ جس پہ میں نے صاف انکار کر دیا ہے کیونکہ میں آٹھ نو گھنٹے جہاز میں بیٹھنے سے پہلے ہی ہارٹ فیلیر کا شکار ہو کر اللہ کو پیاری ہو جاؤں گی۔"

لندن کے نام پہ وہ چاہتا تھا کہ اُس کا جسم و دماغ کوئی ردِ عمل ظاہر نہ کرے۔ مگر ایسا ہوتا نہیں تھا۔ ہر دفعہ لندن کا نام سن کر ہی اُس کا دل بیٹ مس کرتا تھا۔ ٹیلی ویژن پہ ہی کیوں نہ لندن بولا جاتا۔ وہ چینل بدل دیتا۔

اس وقت بھی سٹیرنگ وہیل پہ اس کی گرفت مضبوط ہو گئی۔

میرے دل میں جو بسیرائے بیٹھی ہیں

اُن یادوں سے کہو مجھے اب تو رہائی ملے

میری رُوح میں جتنے چھید ہوئے

سب انہی یادوں نے دان کئے

اب آزادی چاہتا ہوں۔۔۔ تیری یادوں سے تیری باتوں سے

تیرے تصور میں بتی راتوں سے

تھک گئے۔۔ ٹوٹ گئے

باقی نہ بچا کچھ بھی

پھر یادوں کے مقبرے پہ کوئی پھول کب تک رکھے

"باباجان۔"

"جی میری جان۔"

"ہم کہاں جا رہے ہیں۔"

"گھر جا رہے ہیں۔"

"کیا آج دادو کی طرف نہیں جائیں گے؟"

"نہیں آج مجھے ایک ضروری کام سے جانا ہے۔ آپ مانی خالہ کے ساتھ

رہو گے۔ البتہ کل دادو کی طرف چلیں گے۔"

"باباجان۔"

"جی جان۔"

"آج میں جلدی نہیں سوؤں گا۔۔۔ کیونکہ کل اسکول کی چھٹی ہے۔"

"اچھا جی۔۔۔ سوچیں گے۔"

"نہیں بابا۔۔۔ سوچیں گے نہیں۔۔۔ میں نے مانی خالہ کے ساتھ پاجامہ پارٹی کرنی ہے۔۔۔ خالہ آپ نے وعدہ کیا تھا۔۔۔ اس دفعہ آپ میرے ساتھ کروڈز مووی ضرور دیکھیں گی۔۔۔ میرے سب دوستوں نے دیکھ لی ہے۔ سوائے میرے۔"

"آآآ یہ تو بڑے دکھ کی بات ہے۔ اب تو ہم بابا کی اجازت بھی نہیں لیں گے۔ پارٹنر آج ہم مووی نائٹ منائیں گے۔۔۔ جمال سے پیزا بنوائیں گے۔ پاپ کارن۔۔۔ کولا۔۔۔ ملک شیک سب کچھ چلے گا۔ بلکہ بابا کو بھی انوائٹ کر لیں گے۔ کیا خیال ہے؟"

"بابا نے فائل لیکر ٹی وی کے سامنے بیٹھنا ہے۔"
باپ کے لب مسکرائے۔

گھر کے سامنے گاڑی روکی اور پچھلی سیٹ کی طرف رخ موڑ کر بولا۔
"چلو تم لوگ اوپر جاؤ۔۔۔ کھانا وغیرہ کھاؤ۔۔۔ آرام کرو۔۔۔ پھر اپنی پارٹی کی تیاری کر لینا۔۔۔ میں شام تک آ جاؤں گا۔۔۔ اگر دیر ہو جائے تو فکر نہیں کرنی۔۔۔ مانی تمہارا کارڈ تمہارے پاس ہی ہے؟"
"جی۔"

"ٹھیک ہے۔ کسی چیز کی ضرورت پڑی تو جمال کو بتا دینا۔۔۔ خود سے باہر جانے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔ اگر جانا بھی چاہو تو جمال کے ساتھ جانا۔"
"بھائی میں ناپورے چوبیس سال کی ہو گئی ہوں۔ آپ کو نہیں لگتا مجھ پہ چھوٹے بچوں والی پابندیاں لگنا چاہیے۔"

"چوبیس کی کب سے ہو گئیں۔۔۔ نیپو سے چھوٹی ہو۔۔۔"

"ہاں تو نیپو پورے ستائیس کا ہو چکا ہے۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا۔ میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔"

"آپ میرے بڑے بھائی ہیں۔۔۔ والد محترم نہیں ہیں۔ اس لیے خود کو بوڑھا بول کر مجھے میری بڑھتی ہوئی عمر کا احساس نہ دلوائیں۔۔۔ یہاں تو مجھ سے بڑے ابھی تک سنگل گھوم رہے ہیں۔ مجھے تو بس فاتحہ ہی پڑھ لینا چاہیے۔"

وہ کھل کر ہنسا۔

"میں اس بارے میں سوچ بچار کر چکا ہوں۔ اب تمہاری شادی کر دینی ہے۔"

"کس کے ساتھ۔۔۔؟"

"کسی انسان کے بچے کے ساتھ۔"

"میری بات کان کھول کر سن لیں۔ ہمارے خاندان میں انسان بہت ہیں۔۔۔ پر انسان کا بچہ کوئی نہیں ہے۔۔۔ البتہ باہر کہیں آگے پیچھے دیکھئے گا۔"

"ٹینشن نہ لو۔ تم جہاں کہو گی وہیں دیکھ لوں گا۔"

"ہائے سچ؟"

مانی کی پُر جوش آواز پہ وہ پوری طرح اس کی جانب متوجہ ہو گیا۔ جس پہ مانی کو اپنی نادانی کا احساس ہوا منہ پہ ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔

"اوہ۔۔۔ زیادہ بول گئی۔"

جبکہ وہ مسکراتی ہوئی نظروں اور سنجیدہ چہرہ لیے بولا۔

"کون ہے؟"

"کون؟"

"وہی جس کی وجہ سے بڑی خوشی خوشی نعرہ مارا۔"

"آپ ایسا کیوں نہیں کرتے۔۔۔ فرض کریں میں نے کچھ بھی نہیں کہا ہے۔"

"نہ مجھے فرض کرنے سے زیادہ حقیقت جان کر خوشی ہوگی۔"

"یعنی میری شامت آنی ہی آنی ہے۔"

"کیا کوئی ڈرگ ڈیلر ہے۔"

"آئے ہائے بالکل بھی نہیں۔۔۔ وہ نہ۔۔۔"

"ہاں۔۔۔ آگے۔۔۔"

"لو بھلا اب ساری دنیا آپ جیسی بے باک تھوڑی ہے کہ لڑکی پسند کر لی تو ہاتھ پکڑ کر چل دیئے اور ایسی ویسی کوئی بات بھی نہیں ہے۔۔۔ اُس کو تو میرا پتا بھی نہیں ہوگا۔۔۔ ایسا مغرور ہے، مجال ہے۔۔۔ جو آتے جاتے ایک بھولی بھٹکی نظر ہی ڈال دے۔"

"اوہ تو اڈی۔۔۔ ون سائیڈ ڈا فیکشن۔"

"اب کیا بچی کو رلائیں گے؟"

"بچی۔۔۔ تیرا اللہ ہی حافظ ہے۔۔۔ کوئی ایک کام تو پورا کرنا تھا۔۔۔ اب میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا ہوں۔۔۔ جا کر اُس کے سامنے پسند کا اظہار کرو۔۔۔ کیونکہ کوئی بولی وڈ کی فلم تو ہے نہیں زندگی ہے۔۔۔ تیری تائی کو پتا چلا تو انہوں نے کہنا ہے میرا بیٹا بے غیرت ہو گیا ہوا ہے۔۔۔ پہلے ہی بدنام ہیں۔۔۔ اب یہی ہو سکتا ہے یا اُس کو بھول جاؤ۔۔۔ یا مجھے اُس کا اتنا پتا بتاؤ میں کوئی جگاڑ لگانے کی کوشش کروں گا۔"

"ہائے مثال کے طور پہ کیا کریں گے۔"

"راستے میں جاتے کے ساتھ ٹکرا جاتا۔۔۔ مگر کیونکہ میں اپنی ماں کے لاکھ کہنے کے بعد بھی شادی ٹال رہا ہوں۔ تو لڑکے کے ساتھ ٹکراتے دیکھ کر سینہ پیٹ لیں گی اب یہی ہو سکتا ہے اُس کی پوری تفتیش کروائی جائے پھر اس کے ماں باپ سے رابطہ کیا جائے اور کیا۔"

مانی اپنی جانب کا دروازہ کھول کر بھاگتی ہوئی گاڑی کے آگے کی جانب سے چکر کاٹ کر ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھول کر اس کے گلے لگتے ہوئے بولی۔
"دنیا کا نمبر ون ہیر و میرا بھائی۔ جگ جگ جیو میرے شہزادے بھائی بہن واری واری ساری کی ساری۔۔۔"

اُس نے ہنستے ہوئے مانی کے گرد بازو ڈال کر سر پہ بوسہ دیا۔
اس دوران موسیٰ کمر پہ ہاتھ رکھ کر بڑے سنجیدہ چہرے کے ساتھ باپ کو دیکھ رہا تھا۔

بیٹے کی تفتیش بھری نظروں پہ اُس کو اور ہنسی آئی۔
مانی کے بیان نے اُس کے کندھے سے بہت بڑا بوجھ ہٹا دیا تھا۔ اب جا کر ماں باپ سے بات کرنا تھی۔۔۔ مانی اوتموسیٰ کو لیکر فلیٹ کی جانب چلی گئی۔۔۔ تو اُس نے گاڑی آگے بڑھادی۔

جس وقت اُسکی گرد میں اٹی کار حویلی میں جا کر رُکی دو پہر ڈھل رہی تھی۔

اس وقت حویلی تقریباً خالی ہی ہوتی تھی۔ زیادہ تر صبح یا شام کے وقت کوئی نہ کوئی مہمان موجود ہوتا۔

وہ حویلی سے نکل کر گھر کی جانب آیا۔
ملازمہ نے اُس کو دیکھتے ہی سلام دعا کے بعد پہلا سوال یہی کیا۔

"صاحب جی کیا موسیٰ نہیں آیا۔؟"

"نہیں وہ کل آئے گا۔۔۔ اماں جی کدھر ہیں۔۔۔"

"بے بے جی پچھلے برآمدے میں ظہر کی نماز پڑھ رہی ہیں۔"

"اور ابا جی۔۔۔؟"

"ان کو تھوڑی دیر ہوئی کھانا کو سراپنے کمرے میں گئے ہیں۔۔۔"

"اماں جی نماز پڑھ لیں۔۔۔ تو ان کو میرا بتانا۔۔۔ میں ابا جی کے کمرے میں ہوں۔"

"اچھا۔۔۔ آپ کے لیے کھانا لادوں جی؟"

"نہیں ابھی نہیں۔۔۔ بعد میں کھاؤں گا۔۔۔ لوگ سب کدھر ہیں؟"

"وہ بھی بچوں کو لیکر سو گئی ہیں۔"

"چلو ٹھیک ہے۔۔۔ تم۔۔۔ جاؤ۔۔۔"

ملازمہ نے اثبات میں سر ہلایا۔۔۔ اور وہ ابا جی کے کمرے کی جانب چل دیا۔

کمرے کے دروازے پہ دستک دیکر اندر داخل ہوا۔

"السلام علیکم تارڑ صاحب کیا سو گئے ہیں؟"

ابا جی نے آنکھ پہ رکھا بازو اٹھا کر مسکراتی نظروں سے بیٹے کو دیکھا اور اٹھ بیٹھے۔

"او خیر۔۔۔ آؤ جی آؤ۔۔۔ موسیٰ دادا کو ملنے آیا ہے۔"

"بیٹا سامنے کھڑا ہے اور پوچھا پوتے کو جا رہا ہے۔ یعنی میرا آنا نہ آنا کوئی حیثیت نہیں رکھتا ہے۔"

"تمہارے بغیر میرا چیک کیش نہیں ہوتا۔ کیا اتنی اہمیت بہت نہیں ہے؟ اور ہر روز فیکٹری میں تمہارے ساتھ ہی ہوتا ہوں۔ پوتے سے تو ہفتے میں ایک ملاقات ہوتی ہے۔ کدھر ہے؟"

"گھر پہ ہی چھوڑ کر آیا ہوں۔"

"وہ کیوں؟"

"آپ سے ایک بہت ضروری بات کرنی تھی۔ موسیٰ کو کل لیکر آؤں گا۔ وہ بھی صرف اُس صورت میں کہ اگر میری بات غور سے سنی اور مانی گئی ورنہ بھول جائیں نہ میں خود اس گھر میں قدم رکھوں گا۔ نہ موسیٰ کو بھیجوں گا۔"

اباجی چند سیکنڈ بیٹے کے سنجیدہ چہرے کو دیکھتے رہے۔ پھر اپنی جگہ پہ اٹھ کر بیٹھتے ہوئے پوچھنے لگے۔

"یہ کیا بات کی ہے؟ ایسا کیا ہوا ہے؟"

"اماں جی کو آ لینے دیں۔۔۔ پھر بات کرتا ہوں۔"

تب ہی اماں جی بڑی باجی کے ہمراہ اندر آئیں۔ وہ ان کو دیکھتے ہی آگے بڑھا۔ ماں کی پیشانی چومی، گلے ملا۔

"کیسی ہیں؟"

"چنگی بھلی ہوں۔ وہ کمو (کام والی) کہہ رہی ہے۔ تم اکیلے آئے ہو۔"

"بس آج کی ہیڈ لائن بن گئی ہے۔ اب کیا بار بار یہی لائن چلے گی؟"

"ہیں۔۔۔ موڈ کیوں خراب ہے؟"

باجی نے تعجب سے پوچھا۔

"تم تو جب سے باپ بنے ہو۔ تمہارا مزاج اتنا نرم اور میٹھا ہو گیا ہوا ہے۔
آج اپنے پرانے رنگ میں کیسے نظر آ گئے۔ ماتھے پہ تیوری۔۔۔ اکتایا ہوا لہجہ کیا
ہوا ہے؟"

بابی نے اتنا لمبا تجزیہ کر دیا۔

وہ بالوں میں ہاتھ پھیرتا ہوا بیڈ کے سامنے والے صوفے پہ بیٹھ گیا اور
چھوٹے ہی بولا۔

"موسیٰ کے ساتھ میرے اور مانی کے حوالے سے فضول گوئی کیوں کی
گئی ہے۔ یہ کھچڑی پکانے کی کوشش کون کر رہا ہے؟"
بابی اسکے برابر بیٹھتے ہوئے بولیں۔

"لو تم اُس بات پہ بھرے ہوئے ہو؟"

"کس کے دماغ نے یہ فساد پھیلانے کی کوشش کی ہے؟ اس کا نام بتا
دیں؟"

"کیوں فساد والی اس میں کیا بات ہے؟ اور یہ میری خواہش ہے۔ ایسا
ہو جائے تو تمہارے تمام مسائل کا حل نکل آئے گا۔ پہلے میں اس لیے خاموش
تھی کہ مانی پڑھ رہی تھی۔ اب تو بس اس کا آخری سال بچا ہے۔ جیسے ہی اس
کے پرچے ہو جاتے ہیں۔ تم دونوں کی شادی کر دوں گی۔"
وہ منہ کھولے ماں کو دیکھے گیا۔۔۔ پھر نظر پھیر کر باپ کی آنکھوں میں
دیکھا۔

"کیا اس میں آپ کی قیمتی رائے بھی شامل ہے۔"

ابابی سے پہلے ہی اماں کے اشارے پہ بابی بول پڑیں۔

"لو بھلا ابابی ہی کیا ہم سب ہی اس فیصلے سے خوش ہیں۔"

اس کی نظروں میں لا تعلقی اور سرد مہری اتر آئی۔۔۔ بولا تو لہجہ دو ٹوک

تھا۔
"میں کیا ہوں؟ کوئی کھلونا ہوں؟ جس کو آپ پیک کر کے کسی کے بھی

حوالے کر دیں گے۔۔۔؟"

"میری بات کان کھول کر سن لو۔ میں تمہاری ہٹ دھرمی اب مزید
نہیں چلنے دوں گی۔۔۔ میں تمہاری ماں ہوں۔۔۔ میرا بھی کوئی حق ہے۔۔۔
بھری جوانی میں اکیلے گھوم رہے ہو۔۔۔ لڑکے ایک وقت میں دو دو بیویاں کھلا
رہے ہیں۔۔۔ اور تم پہلی کے سوگ میں بیٹھے ہوئے ہو۔۔۔ سوگ بھی تین
دن کا ہوتا ہے۔۔۔ یہاں تو چار سال گزر گئے۔۔۔ تمہیں خود سے تو شرم نہیں
آئی۔۔۔ اب ماں باپ بہن بھائی بھی کیا اپنا حق استعمال نہ کریں؟"

"کیا آپ کو میں عزیز ہوں؟"

"یہ کیسا بے ڈھنگا جواب ہے۔ عزیز ہو تب ہی تو تمہیں اس حال میں دیکھ
کر دل کڑھتا ہے۔۔۔ مانی سے بہتر کوئی اور نہیں ملے۔۔۔"

اماں کی بات درمیان میں ہی کاٹ کر بڑے ٹھہرے اور سرد لہجے میں

بولا۔

"وہ میری بہن ہے۔ اُس کو میں نے اپنی بیٹی کی جگہ رکھا ہوا ہے۔ مزید
اس کا نام اپنے ساتھ نہ سنوں۔۔۔ اللہ کی قسم کھا کر کہہ رہا ہوں۔۔۔ اپنے بیٹے
کو ساتھ لیکر آپ کی زندگی سے کوسوں دور چلا جاؤں گا۔۔۔ پھر کرتی رہیے گا
اپنے ارمان پورے اور آپ نے سوچ بھی کیسے لیا۔۔۔؟ ہاں۔۔۔؟ ایسا ہی کتلہ
ہوں کہ اُس کی بہن سے شادی کروں گا۔۔۔ جو میرے بیٹے کی ماں ہے؟"
"شرعیت میں اس کا حکم ہے۔۔۔"

"ہاں جب کہنے کو کچھ نہ بچے تو دین کو بیچ میں لے آیا کریں۔۔۔ آپ کو تو ساری حقیقت بھی معلوم نہیں ہے۔۔۔ میرا اور مانی کا نکاح ہو ہی نہیں سکتا ہے۔۔۔ یہ قصہ ابھی یہیں ختم۔۔۔ آج کے بعد ایسا کچھ نہ سنوں۔۔۔ کل رات سے میرے لیے کھانا پینا۔۔۔ سونا۔۔۔ جاگنا حرام ہوا پڑا ہے۔۔۔ کاش آپ لوگوں کو اندازہ ہی ہو۔۔۔ آپ نے مجھے جو تکلیف دی ہے۔"

"کیسی تکلیف۔۔۔؟ تم سے یہ کہنا کہ گھر بسا لو یہ تکلیف دینے کی بات ہے۔۔۔؟ چلو مانی نہیں تو کسی اور کو ہی پسند کر لو۔۔۔ اپنی مرضی سے جہاں مرضی جسے مرضی بیاہ لاؤ۔"

"اماں۔۔۔ بہو لانے کا شوق ہے۔۔۔ کل کو اگر اُس عورت نے بڑی برادری کے سامنے کہہ دیا کہ آپ کا بیٹا شائد نامرد ہے۔ اُس کے شرعی حقوق تک پورے نہیں کرتا تو پھر؟ برداشت کر لیں گی۔۔۔؟ اگر ایسے تمنے میرے سر جانے کا شوق ہے تو کسی بھی سانس لیتی عورت کے ساتھ میرے کلمے پڑھوا دیں۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو۔۔۔؟ اللہ سے معافی مانگو۔۔۔ ایسا کوئی کیوں بولے گی۔۔۔ ایک بچے کے باپ ہو۔"

ہاں۔۔۔ اور اُس بچے کی ایک ماں بھی تھی۔۔۔ جو ماں میرا دل اور میرے دل کی ہر خواہش اپنے پلو میں باندھ کر اپنے ساتھ لے گئی ہوئی ہے۔ ایک عورت کو برت چکا ہوں اور ایسی منہ کی کھائی ہے کہ مزبد زلالت کا شوق ہے نہ چاہت۔ اس لیے براہ مہربانی میرے لیے ایسے ویسے خواب دیکھنا بند کر دیں۔ آپ کے لیے اور اس گھر کے لیے میں جو کچھ کر سکتا تھا۔۔۔ کر چکا ہوں۔۔۔ مزید کی تمنا نہ رکھیں۔۔۔ میرے اور میرے بیٹے کی زندگی میں عورت

تھی۔ جسے میں کیا میرا بیٹا بھی نہ روک پایا۔ چھوڑ چلی گئی۔ آپ لوگوں کا کبھی
دل ٹوٹا ہو تو آپ کو علم ہو کہ میں کس قسم کی ازیت سے گزرا ہوں۔ "

"مرد ایسی باتیں نہیں کرتا۔۔۔ مرد کو کیا عورتوں کی کمی ہے۔۔۔ ایک
چھوڑ دس مل جائیں۔"

"جانے دے ماں۔۔۔ تیرے بیٹے کو تو وہ بھی نہ ملی جو اس کی اپنی تھی۔"

اب کی دفعہ اماں کے چہرے پہ غصہ نمایاں ہوا۔

"اُس بے فیض کا نام تک نہ لو۔۔۔ کون ماں ہے۔۔۔ جو اتنے سے بچے کو
چھوڑ کر دفعہ ہو جائے۔ تم ہی بے غیرتی کر رہے ہو۔۔۔ اگر اتنا ہی اُس کے
عشق میں مبتلا ہو تو جا کر ہاتھ پیر جوڑ کر لے آتی ہوں۔"

"میری پیاری ماں تمہارا بیٹا ایسا خوش نصیب کہاں کہ زندگی اس کو دوبارہ
موقع دے۔ سب کچھ ختم ہو گیا ہوا ہے۔ آپ لوگ میرے پہ احسان کریں
۔۔۔ مجھے میرے حال پہ چھوڑ دیں۔ انسان نہ جانے اپنے اندر کس کس محاظ پہ
کیسی کیسی جنگ لڑ رہا ہوتا ہے۔۔۔ آپ مزید میرے لیے مشکلات پیدا نہ کیا
کریں۔ موسیٰ کے ساتھ اس قسم کی گفتگو سے پرہیز کریں۔ ہم دونوں باپ بیٹا
اپنی زندگی میں لگن ہیں۔ ہمیں خوش رہنے دیا جائے۔۔۔ اب مجھے اجازت
دیں۔۔۔ مانی آئی ہوئی ہے۔ میں اس کے لیے رشتہ دیکھ رہا ہوں۔۔۔ کوئی اچھا
لڑکا ملتے ہی میں اُس کا فرض ادا کر دوں گا۔"

"کل موسیٰ اور مانی کو لے آؤں گا۔۔۔ السلام علیکم۔۔۔"

وہ کسی کو مزید کچھ کہنے سننے کا موقع دیئے بغیر وہاں سے چلا گیا۔

اماں نے دوپٹے کے پلو سے آنکھیں صاف کیں۔

اجی بھی خاموش بیٹھی تھیں۔

اباجی نے گہری سانس بھری۔۔۔ اور دھیمے سے بولے۔
"سارا قصور میرا ہے میری وجہ سے میرے بیٹے کا دل ٹوٹا ہے۔۔۔۔۔ نہ
میں فضول کی ضد کرتا نہ یہ سب ہوتا۔"
اماں جی روتے ہوئے بولیں۔

"کیا یہ ساری عمر یونہی گزارے گا۔۔۔؟ چار سال ایسے ہی تو نہیں گزر
جاتے۔۔۔۔۔ جوان صحت مند مرد ہے۔۔۔ پھر یہ کیوں اپنی جائز خواہشات اور
اپنا حق مار کر اپنے آپ پہ ظلم کر رہا ہے۔۔۔ جیسے مجھے علم نہیں ہے۔۔۔ راتوں
کو جاگتا ہے۔ آخر کونسا روگ لگائے پھر رہا ہے۔۔۔؟ میں ایسا کیا کروں جو یہ
عام لوگوں جیسی زندگی جینا شروع کر دے۔۔۔ کہاں سے اسکی خوشیاں خرید
کر لاؤں؟"

"تم دعا کرو۔۔۔۔۔ فکر نہ کرو۔۔۔۔۔ وقت سدا ایک سا نہیں رہتا۔ ہو
سکتا ہے آنے والے وقت میں یہ خود ہی شادی کے لیے ہاں بول دے۔"
"اس دن کے انتظار میں بوڑھی ہو گئی ہوں۔ مزید کتنا وقت لے گا۔"
"اماں جب وہ کہتا ہے کہ وہ خوش ہے۔۔۔ تو آپ اس کو اس کے حال پہ
چھوڑ دیں۔ خود ہی بدل جائے گا۔"

"خوش لوگوں کی آنکھیں ایسی ہوتی ہیں۔۔۔ اُداس۔۔۔ خاموش۔۔۔؟
میں تو اب بس دعا ہی کر سکتی ہوں۔۔۔ کہ یا تو اللہ پاک اس کے حالات بدل دیں
۔۔۔۔۔ یا اس کا دل بدل دیں۔"

اماں اپنی آنکھیں صاف کرتی ہوئی کمرے سے چلی گئیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"میں اب اکثر خود سے سوال و جواب کرنے لگا ہوں۔ کبھی سوال ادھورے رہتے ہیں اور کبھی جواب ملتے ہی نہیں ہیں۔ سب سے اہم سوال یہ ہے۔۔۔ کیا وہ غلط تھی۔۔۔؟ یا ہم سب غلط تھے۔۔۔؟"

"کیا اُس نے انا کا مسئلہ بنا کر وہ سب فیصلے کئے؟"

"کیا وہ کبھی پچھتاتی ہوگی؟"

"کیا میں غلط تھا؟"

"کیا جو کچھ میں نے کیا۔ کیا وہ سب اتنا ہی بُرا تھا کہ وہ ہم سب کو معاف نہ کر سکی؟"

"پھر جو سوال مجھے لا جواب کر دیتا ہے۔۔۔ وہ یہ کہ کیا ہم نے اُس سے معافی مانگی۔۔۔؟ کیا واقعی ہم کو معافی مانگنی چاہیے تھی؟ کیا مجھے معافی مانگنی چاہیے تھی؟"

"کس بات کی معافی؟ اگر عورت کی عقل میں یہ بات نہیں آتی کہ اس کا وجود پورے خاندان کی عزت ہوتا ہے۔۔۔ اسکو ڈھک کر جھپٹا کر رکھنا پڑتا ہے۔ تاکہ گندی نظروں کی دھول سے میلانہ ہو جائے تو اس میں کیا بُرائی ہے۔ اب اگر عورت سعادت مند اور نیک ہوگی۔ وہ اس بات کو سمجھ جائے گی۔ ضد نہیں کرے گی۔ جھک جائے گی۔ انا کا مسئلہ نہیں بنائے گی۔"

"پھر نہ جانے کیوں۔۔۔ مجھے اپنا دیا ہر جواز ہر دلیل بے معنی لگتی ہے۔۔۔ کیونکہ ابھی پچھلے ہفتے میری اپنے بھائی سے فون پہ بات ہوئی ہے۔ جس بھائی کو میں ساری عمر کام چوری اور ہڈ حرامی کے طعنے مارتا رہا۔ آج کل امریکہ گیا ہوا ہے۔ اُس کی بڑی بیٹی نے جوڈو کراٹے کے مقابلے میں پورے پنجاب میں ٹاپ کیا تھا، اس کے بعد انٹرنیشنل ٹورنامنٹ میں شرکت کے لیے گئی

ہوئی ہے۔ اُس کی بیٹی چودہ سال کی ہے۔ شروع سے ہی مجھ سے الگ تھا۔ شاید اسی لیے موسیٰ کی ماں کی اگر سارے گھر میں کسی سے دوستی ہوئی تھی۔ تو وہ میرے بڑے بھائی سے ہے۔"

"اس سب میں جو سب سے حیرت انگیز بات ہے۔۔۔ وہ یہ کہ۔۔۔ ہم لوگ سب کے سب دنیا پرست ہیں۔۔۔ وہ دنیا کی بجائے دنیا میں بسنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ ہر ایک کا درد اپنے سینے میں رکھنے والا۔۔۔ وہ کہتا ہے، میری بیٹیاں زندگی میں جو کرنا چاہیں گی، میں ان کو سپورٹ کروں گا، میں کسی سے کہتا نہیں ہوں مگر جب میرا بھائی اپنی بیٹیوں کے ساتھ شفقت اور دوستی کا معاملہ کرتا ہے تو مجھے اس پہ بڑا پیار آتا ہے۔"

"ایک بات سچ ہے۔ زندگی وہ نہیں ہے۔ جو سوچی تھی دل بھی ویسا نہیں ہے۔ جیسا کبھی تھا۔۔۔ اور خیالات میں بھی تبدیلی آگئی ہے، اور دنیا کا سب سے مشکل کام اپنی غلطی ماننا ہے۔"

میں سوچتا ہوں، اگر آج گزرے کل جیسا نہیں رہا۔ تو آنے والا کل بھی میرے آج جیسا نہیں ہوگا۔ پھر سوچتا ہوں۔ آنے والا کل کیسا ہوگا؟ کیا زندگی میں رنگ ہوں گے؟ بہار ہوگی؟ یا خزاں ہوگی؟

"میرے بیٹے کو اللہ زندگی دے۔ اُس کے ہوتے ہوئے خزاں کا میری زندگی سے کیا تعلق۔۔۔ مگر دل کا ایک حصہ ایسا بھی ہے۔۔۔ جہاں مسلسل ویرانی کا راج ہے۔۔۔ میں اُس ویرانی کو مٹانے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ کیونکہ وہ ادا اسی مجھے بے سکون رکھتی ہے، اور مجھے اس بے سکونی میں مزا آتا ہے۔ اچھا ہے نا مسلسل اپنے کیے کی ندامت میں رہو۔ آج میں یہ بھی سوچ رہا ہوں۔ کیا ماں کی بات مان لوں۔ کیا مجھے اب شادی کر ہی لینی چاہیے۔۔۔؟ آخر

کیوں نہیں؟ مجھے کسی کا انتظار تو نہیں ہے۔۔۔ نہ ہی میں کسی کا منتظر ہوں۔ پھر زندگی کو پوزہ کیوں لگائے رکھوں۔ پلے کا بٹن دبانا چاہیے نا۔ تاکہ میں آگے بڑھوں۔

بیڈ کی بیک سے ٹیک لگائے۔۔۔ گود میں پڑی فائل کو مکمل طور پر نظر انداز کئے۔۔۔ وہ بچھلے دو گھنٹے سے خالد ہنی سے غیر مرئی نقطے کو دیکھتے ہوئے سوچ کی وادی میں سیر و تفریح کر رہا تھا۔

فون کی بجنے والی گھنٹی نے اس تسلسل میں رکاوٹ ڈالی۔
اُس نے وہیں سے ہاتھ بڑھا کر سائیڈ دراز پہ رکھا فون پکڑ کر کالر آئی ڈی
دیکھی۔ بیرون ملک سے کال تھی۔ فون کان سے لگاتے ہوئے وہ ایک دم
سیدھا ہو بیٹھا۔

"ہیلو۔۔۔"

"جی بول رہا ہوں۔"

"جی جی میں ہی ہوں۔"

"آپ کو یقین ہے کہ آپ اُسی کی بات کر رہے ہیں؟"

"مجھے مطلع کرنے کا بہت بہت شکریہ۔"

"جی السلام علیکم۔۔۔"

فون بند کرتے ہوئے اُس کے ماتھے پہ تفکر کی لکریں تھیں۔

پہلے وقت دیکھا۔ پھر لیپ ٹاپ کھول کر مصروف ہو گیا۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ اگلے ڈیڑھ گھنٹے تک وہ ٹکٹ بک کروا چکا تھا۔

جس وقت ٹیکسی نے اسکو ہسپتال کے باہر اُتارا۔ رات کے ساڑھے

گیارہ کا وقت تھا۔

اندھیری سردرات میں اکیلے ہسپتال کی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے ایک خیال نے چہرے پہ مسکراہٹ بکھیر دی۔ کبھی سوچا تھا زندگی یہاں لا کر کھڑا کرے گی۔۔۔ جب اپنے پاس سوائے اپنے وجود کے اور کچھ نہ ہوگا؟ کوئی یہ سوچ کر پریشان ہونے والا نہیں ہے۔ میری بیٹی ابھی تک گھر نہیں آئی۔ سوچوں کو جھٹکنے کے لیے اُس نے اپنی سپیڈ تیز کی۔ ریشن سے ساری تفصیل لینے کے بعد لفٹ کی جانب آئی۔۔۔ وہاں سے دوسرے فلور پہ موجود وارڈ نمبر دو کا بزر بجا یا۔

اُسی وقت دوسری جانب سے جواب دیا گیا۔ دروازہ کھلا وہ اندر داخل ہو گئی۔۔۔ لمبا کاریڈ ورتار یک پڑا تھا۔۔۔ اینڈ پہ جا کر تھوڑی روشنی نظر آرہی تھی۔

اتنی خاموشی کہ سوئی گرنے کی آواز بھی سنائی دے۔
ابھی چند قدم ہی اٹھائے تھے۔ جب سامنے سے نرس آتی دکھائی دی۔
"ہیلو۔۔۔ میرا نام روبن ہے۔ میں یہاں کے آن ڈیوٹی سٹاف کی ممبر ہوں۔ نیچے سے پیغام آیا ہے کہ آپ ایمرجنسی میں لائے گئے مریض کو دیکھنے آئی ہیں۔"

"جی۔۔۔ میں اُس کی بہن ہوں۔۔۔ وہ ٹھیک تو ہے نا۔۔۔؟"
"ہاں ہاں۔۔۔ پریشانی کی بات نہیں ہے۔ اس وقت وہ خطرے سے باہر ہے۔ مگر ہم نے ابھی نیند میں ہی رکھا ہوا ہے۔ جو کہ مریض کے اعصاب کو پُر سکون رکھنے کے لیے ضروری ہے ورنہ نروس بریک ڈاؤن ہونے کا ڈر بھی ہے۔"

"ایسا کیوں ہے۔۔۔؟"



نرس بتانے لگی۔

"آپ کا بھائی ڈپریشن کا شکار ہے۔ اسی وجہ سے ڈرگ لیتا رہا ہے۔ بہ قسمتی سے اُس نے اعتراف کیا ہے کہ اُس نے اپنی فیملی میں سے کسی کے آگے اپنی ذہنی حالت کا ذکر نہیں کیا ہوا ہے۔ خیر تم جا کر اپنے بھائی کو دیکھ لو۔ وہ کوئے والا کمرہ ہے۔ اگر کسی بھی چیز کی ضرورت ہوئی تو ریسپشن کا بزر بجا دینا۔"

"بہت شکریہ۔۔"

"کوئی مسئلہ نہیں۔"

نرس اتنا کہہ کر کسی کمرے میں غائب ہو گئی۔ جبکہ وہ آگے بڑھ آئی۔

ہنڈل گھما کر دروازہ کھولا۔

کمرہ نیم تاریک تھا۔ مگر شہریار کے گرد روشنی تھی۔ کیونکہ اُس کے بیڈ پہ لیمپ جل رہا تھا۔

دبے قدموں بیڈ کے قریب آئی۔۔ شہریار کے چہرے پہ موجود آکسیجن ماسک نے اسکا آدھا چہرہ جھپکار کھا تھا۔ مگر آنکھوں کے گرد پڑے گہرے ہلکے صاف دیکھے جاسکتے تھے۔

مٹی نے بیگ اور جیکٹ اتار کر کرسی پہ ڈالی۔

اور خود واپس پھر بیڈ کے قریب چلی آئی۔

نرم نرم انگلیوں سے شیریں کے چہرے سے بال ہٹائے۔ سنوار کر پیار اسانے سٹائل بنا دیا۔

کئی دفعہ اُس کے ماتھے پہ بوسے کئے،

آنسو ابل ابل کر آنے کو تیار تھے۔ مگر وہ اُن کو کرواپس کرتی رہی۔ ٹالتی رہی کیونکہ وہ رونا بالکل نہیں چاہتی تھی۔

تب تک بیڈ کے سرہانے کی جانب کھڑی رہی جب تک مانگیں نہیں
دکھنے لگیں۔

اس دوران شیریں نے کوئی حرکت نہیں کی، نہ آنکھ کھولی۔ نہ کروٹ بدلی۔
یہاں تک کہ ہاتھ پیر تک نہ ہلائے۔۔۔ اور یہ سب اُس کے اندر کی بے
چینی کو ایک دفعہ پھر سے ہوا دے رہا تھا۔۔۔ کیونکہ شہریار کبھی بھی نیند کا پکا
نہیں تھا۔۔۔ سب سے بعد میں بیڈ پہ جاتا سب سے پہلے نکلتا۔۔۔ اور اب
سکون سے آنکھیں موندے پڑا تھا۔

آخر جب کھڑا رہنا محال ہو گیا تو وہ کرسی بیڈ کے قریب کھینچ کر اُس پہ بیٹھ
گئی۔

کمرے میں ایک عدد مریض کے بیڈ کے علاوہ ساتھ رکنے والے فرد کے
لیے بھی فولڈ اپ بیڈ موجود تھا۔۔۔ اس کے علاوہ اوٹن سوٹ باتھ روم۔۔۔
سنگ وغیرہ۔۔۔ مریض کو بہلانے کے لیے سمارٹ ٹی وی۔۔۔ جو کے وائی
فائی پہ چلتا ہے۔ ایکس باکس وغیرہ سب موجود تھا۔

کمرے کا جائزہ لینے کے دوران ہی وہ نیند کی وادی میں اتر گئی۔
صبح کے سات بجے شہریار کی نرس اُس کا بلڈ پریشر وغیرہ چیک کرنے آئی
تب اُس کی آنکھ کھلی۔

مگر شہریار ابھی بھی سویا ہوا تھا۔ جس پہ وہ تفتیش سے بولی۔

"سسٹریہ رات سے مسلسل کیوں سو رہا ہے؟"

"اس کو نیند کی گولیاں دی گئی تھیں۔۔۔ اُنکا اثر ہے۔۔۔ پریشانی کی بات
نہیں ہے۔۔۔ فلحال یہ جتنا آرام کرے گا اس کے لیے اتنا بہتر ہے۔۔۔ ویسے بھی
اب کسی بھی وقت جاگ سکتا ہے۔ اُٹھنے کے بعد اگر کھانے کو کچھ مانگے تو

ٹوسٹ وغیرہ کچھ بھی دے سکتی ہیں ناشتے والی ٹیم ادھر آئے گی تم ان کو اپنی پسند بتا سکتی ہو۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔ شکریہ۔۔۔"

نرس کو اس کا کام کرتا چھوڑ کر وہ واش روم چلی گئی۔
چند منٹ بعد واپس آئی تو نرس جاچکی تھی اور شہریار جاگ رہا تھا۔
ملی کے وجود میں زندگی کی لہر دوڑ گئی۔

"شکر ہے۔۔۔ تم جاگ گئے ہو۔"

"آئی گیس ایم ناٹ دیٹ لکی ٹو گیٹ ریڈ آف دس ورلڈ۔ اینڈ دامیر ریل
پیپل لیونگ ان اٹ۔۔۔" (میں اتنا خوش قسمت نہیں ہوں پھر کہ اس دنیا سے
چھٹکارہ حاصل کر سکوں، یا اس میں رہنے والے بیکار لوگوں سے)
اُس کے لب و لہجے پہ ملی ٹھنکی ضرور مگر ظاہر نہیں کیا۔ مسکراتی ہوئی بیڈ
کے قریب آئی۔

"تم فریش ہو جاؤ۔۔۔ پھر ناشتہ کرتے ہیں۔۔۔ اتنی لمبی نیند لینے کے بعد تم
یقیناً اچھا سا ناشتہ کرنا چاہو گے۔"

"سٹریچ ایزنٹ اٹ۔۔۔ ابھی کل تک جن لوگوں کو میرے ہونے نہ
ہونے سے گھنٹہ فرق نہیں پڑتا تھا۔۔۔ آج انہیں میرے ناشتے کی فکر ہو رہی
ہے۔۔۔ واہ۔۔۔ وقت کیسے پلٹی کھاتا ہے نا۔۔۔؟ سووٹس دامینیو۔۔۔؟ مجھے
اس ہسپتال کے اکڑے ہوئے ٹھنڈے ٹوسٹ نہیں کھانے ہیں۔ نہ ہی بغیر
چینی کے سیریل۔۔۔ مجھے میک سے ناشتہ چاہیے وید ایکسٹریکٹو کیس۔۔۔ وید
آسٹارک۔ سٹرونگیسٹ کافی دے کین ایور میک۔"

ملی کو اس فرمائش کی امید نہیں تھی۔ اس لیے حیران ہوئی۔ مگر ایک دفعہ
پھر ظاہر نہیں کیا۔ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔
"آئی کین گیٹ یو میک۔۔۔ مگر کافی کے لیے مجھے نرس سے مشورہ کرنا

پڑے گا۔"

"ٹو ہیل وید دیم آل۔۔۔ دے آریڈی میڈی سفر اینف۔۔۔ تم اب
مزید ایکسیوز مت ڈھونڈنا کیونکہ مجھے علم ہے دو میل تک یہاں کوئی میک یا
سٹار بک نہیں ہے۔ تو جاؤ۔۔۔ اور جا کر اپنا کام کرو۔۔۔ بہتر ہوگا۔ ٹوجسٹ گو
بیک ٹو یور ہاسبرنیشن کوز فرینکلی سپیکینگ دیش دا اونلی تھنگ یو آر گڈ
ایٹ۔"

ملی کو شہریار کالب و لہجہ بہت بُرا لگا۔۔۔ مگر اس کی صحت کو مد نظر رکھتے
ہوئے۔۔۔ نظر انداز کر دیا۔۔۔ اور بولی۔۔۔

"کیا تمہیں واش روم جانے کے لیے مدد چاہیے؟ کیونکہ میں چاہتی ہوں
تم فریش ہو جاؤ پھر میں تمہارا ناشتہ لینے جاؤں۔"

"فرسٹ آف آل یو آر نوٹ مائے مدر کہ آئی شڈ بیسوا اینڈ ڈوائز یو ویش
سو یہ میں چاہتی ہوں۔ والا جملہ میرے سامنے دوبارہ مت دہرانا۔۔۔ اور دوسرا
یہ کہ میری ٹانگیں ابھی بالکل ٹھیک فنکشن کر رہی ہیں اور اگر مجھے مدد درکار
بھی ہو تو یہاں پہ بہت مددگار موجود ہیں۔۔۔ آئی ڈونٹ نیڈ یو۔"

ملی نے لب بھیچ کر زور سے اثبات میں سر ہلایا۔ اپنی جیکٹ پہنی اور بیگ
پیک میں سے والٹ لیکر کمرے سے نکل رہی تھی۔۔۔ جب شہریار کی آواز
کانوں میں پڑی۔

"ہے۔۔۔۔۔ سٹریٹنگز۔ یو فور گاٹ یور بیلو ننگلز، سیر۔۔۔ پلیز ٹیک دیم وید
یو۔ عن لیس یو آر ڈیرنگ ٹو کم بیک، سیر اینڈ گیٹ مورر و سٹڈ۔ اینڈ پی ایس آئی
ہیو نووش ٹو سی اور سپینڈ اینی ٹائم وید یو۔۔۔ یو کین سیلی گو ٹو ہیل فروم می۔"
ملی کے قدم رک گئے۔ جی تو چاہا۔۔ اپنا بیگ پکڑے اور پہلی فلائیٹ سے
واپس لندن چلی جائے۔۔۔ مگر پلٹ کر شہر یار کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے
بولی۔۔۔

"نو میٹر ہاؤ مچ یو ہیٹ می ایم سٹل یور اولڈر سسٹر سو ہیو سم بلڈی
ر سپیکٹ۔"

اتنا کہہ کر کمرے سے نکل آئی۔۔۔ مگر پیچھے شہر یار کی ہنسی کی آواز آرہی
تھی۔۔۔ اور ساتھ یہ بھی بولا کہ۔

"اووٹ آلونگ۔۔۔ کمرنگ بگ سسٹر آئی ہو۔۔۔ ہو نیور گیو آسٹ
آباؤٹ اینی ون ایکسیپٹ ہر سیلف داموسٹ سیلفش پرسن ان مائی لائف۔"

اس نے لفٹ کا انتظار کرنے کی بجائے سیڑھیوں کا انتخاب کیا۔ دوڑتے
ہوئے سیڑھیاں اتری جب تک نیچے پہنچی سانس پھولی ہوئی تھی۔
کافی کی خوشبو نے صبح کے ماحول کو ترواہٹ بخشی ہوئی تھی۔
وہ ناک کی سدھ میں چلتے ہوئے ہسپتال سے باہر آئی۔

دور سے ہی ٹیکسی سٹینڈ پہ بلیک کیب نظر آگئی۔ اُسی سمت چل پڑی۔
قریب پہنچ کر دروازہ کھول کر اندر بیٹھی اور دروازہ بند کر دیا۔
فری مائل ٹیکسی ڈرائیور بیک ویو مرر میں دیکھتے ہوئے بولا۔
"گڈ مارنگ ینگ لیڈی۔۔۔ کہاں جانا ہے؟"

"میں اس علاقے سے واقف نہیں ہوں۔۔ اس لیے ایڈریس نہیں دے سکتی۔۔ پر مجھے میک ڈونلڈ جانا ہے۔۔ اس کے بعد سٹار بک۔۔۔"

"سٹار بک بیس منٹ کے فاصلے پہ ہے اور میک ڈونلڈ بیس سے پچیس منٹ کے فاصلے پہ۔"

"پرفیکٹ۔ پہلے میک ڈونلڈ لے جا۔"

"اوکے ڈو کے۔"

اس کے ساتھ ہی اُس نے گاڑی آگے بڑھا دی۔

تھوڑی تھوڑی دیر بعد ٹیکسی کسی نہ کسی ٹریفک لائٹ پہ رکتی جس پہ ڈرائیور بولا۔

"آفس اور سکول آؤرز کے دوران تو سڑکوں کی حالت سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے سارا شہر گھروں سے باہر نکل آیا ہو۔"

ملی کا دماغ ابھی تک شہر یار کی باتوں اور رویے میں الجھا ہوا تھا۔ اس لیے کوئی جواب نہ دے سکی۔۔۔ بس ہوں۔۔۔ کہہ کہ چپ کر گئی۔

بھائی کی فرمائش کا ناشتہ لیکر ٹیکسی پہ ہی واپس آئی۔

کمرے میں واپس آئی تو لائٹ ڈم کئے شہر یار بیڈ پہ نیم دراہو کر پلے سٹیشن پہ فورٹ نائٹ کھیل رہا تھا۔

ملی نے پہلے تو لائٹ نارمل کی۔

موؤنگ ٹرے دیوار کے ساتھ سے کھینچ کر بیڈ کے قریب کھڑا کیا۔ ہاتھ میں پکڑے کھانے والے بیگ ٹرے میں رکھے۔

اپنا والٹ اپنے بیگ میں رکھ کر بیگ کو ایک طرف دیوار کے پاس پڑی کر سی پہ رکھ دیا۔ واش روم میں جا کر صابن کے ساتھ ہاتھ دھو کر آئی۔

پھر کھانا بیگز میں سے نکال کر ٹرے میں لگایا۔
"گیم پوز کر کے پہلے کھانا کھا لو۔"

"مجھے بھوک نہیں ہے۔ ویسے بھی ایک گھنٹہ پہلے ناشتے کا بولا تھا۔"
"میں اپنی حق حلال کی کمائی کے ڈیڑھ سو پاؤنڈ خرچ کر کے تمہارے
لیے ناشتہ لائی ہوں۔ اگر انسان کی طرح نہ کھاؤ گے۔ تو مجھے دوسرے طریقے
بھی آتے ہیں۔ اپنی زبان کی تیزیاں اپنے پاس رکھو۔ مجھ سے نفرت ہے۔ تو
میں کب تم سے محبت کی بھیک مانگنے آئی ہوں۔ اپنے جذبات کا اظہار کسی اور
وقت کے لیے سنبھال رکھو اور اب چپ چاپ ناشتہ کرو ورنہ ایک سیدھے
ہاتھ کی رکھ کر رسید کروں گی۔۔۔ مجھے اچھی طرح جانتے ہو۔۔۔ ڈرتی میں
اپنے باپ سے بھی نہیں تھی۔"

"بد قسمتی سے میں بھی تمہارا ہی بھائی ہوں۔ مگر اس وقت مجھے بھوک
لگ رہی ہے۔۔۔ عدالت لگے گی۔۔۔ مگر پیٹ پو جا کے بعد۔۔۔ پاس می دافوڈ
اینڈ گو بیک۔"

"واپس جانا آسان کام ہے۔ میں نے اپنی زندگی میں ہمیشہ مشکل راستے
چُنے ہیں۔ اس وقت بھی آسانی سے واپس ہو جانے کی بجائے تمہارے ساتھ
بیٹھ کر کھانا کھاؤں گی۔"

"اوہ ہاں۔۔۔ میں کیسے بھول سکتا ہوں۔۔۔ کہ تم ہمیشہ آسان اور سیدھا
راستہ چھوڑ کر غلط اور مشکل راہ کا انتخاب کرتی آئی ہو۔۔۔۔۔ تو ظاہر ہے ابھی
تک زندگی میں یہی کچھ پریکٹس ہو رہا ہو گا۔۔۔ اس کا مطلب ہے مجھے خود کو ہر
قسم کی صورت حال کے لیے تیار رکھنا چاہیے۔"

ملی نے شہریار کی ہر بات کو پس پشت ڈال کر کھانا بیگنز میں سے نکال کر میز پر لگایا۔ اپنی کرسی بھی قریب کی۔ اُس نے دل میں شکر کا کلمہ پڑھا جب شہریار نے بغیر کسی ڈرامے کے ناشتہ کرنا شروع کر دیا۔

وہ بچپن کے کھانے پینے کے شوقین شیریں گو مد نظر رکھتے ہوئے۔ اُس کے لیے تین برگر اور پانچ آلو کے کیک لائی تھی۔ ساتھ فروٹ تھے۔ شہریار کو سارا ناشتہ ختم کرتے دیکھ کر اس کو بالکل ویسی خوشی ہو رہی تھی۔ جیسی ماں کو اپنے بچے کو دیکھ کر ملتی ہے۔

ناشتہ کر لینے کے بعد وہ ٹشو سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے بولا۔
"چلو میں نے مروت نبھادی۔ اب اس کے بعد میرے میں مروت بھی نہیں بچی۔ اس لیے تم جہاں سے آئی ہو۔ وہیں چلی جاؤ۔"
"میں یہیں اسی شہر میں موؤ ہونے کا فیصلہ کر چکی ہوں۔"

"کب؟"

"کل رات۔۔"

شہریار نے اس کو تو لیتی ہوئی نظروں سے جانچا۔

"وجہ؟"

"تم۔۔۔"

وہ بے ہنگم ہنسا۔

"ویری نائس جوک۔۔ چلو شاہاش پھٹاں کھاؤ۔"

"میں دوبارہ سے وارنگ دے رہی ہوں کہ میں تمہاری بڑی بہن ہوں

۔۔۔ میرے ساتھ تمیز سے بات کرو۔"

"ڈؤنٹ یو تھنک اٹس لیٹل ٹولیٹ فور بڑی بہن تھنگ؟"

"تم نے ڈر گز لینے کب شروع کئے؟"
"اوہ تو اب میری انٹرویو گیشن ہوگی۔۔۔"
"ہاں ہوگی۔۔۔"

"اور کرے گا کون۔۔۔؟۔۔۔ تم۔۔۔؟ جس نے آج تک اپنی زندگی میں
کوئی فیصلہ ڈھنگ کا نہیں لیا۔"

"اگر تو تم سمجھتے ہو نا کہ یوں مجھ پہ اٹیک کر کے تم مجھے سوال و جواب سے
روک لو گے۔ تو شہریار صاحب یہ تمہاری بھول ہے۔۔۔ میں ابھی تمہارے
کمرے کی تلاشی لینے جا رہی ہوں۔۔۔ تمہارے دوستوں سے بھی ملوں گی۔"
"میرا کوئی کمرہ نہیں ہے۔ کیونکہ میرے پاس رینٹ دینے کو ایک چلڑ
نہیں ہے۔ میرا کوئی دوست نہیں ہے۔۔۔ اب کر لو جا کر جو کرنا ہے۔"
"تمہارے پاس چلڑ کیوں نہیں ہے۔۔۔؟ کیا تمہارے پاس تمہارا
بینک کارڈ وغیرہ نہیں ہے؟"

"سب کچھ ہے۔۔۔ مگر خالی ہے۔"

"کیوں۔۔۔؟ پاکستان کے اکاؤنٹس کون دیکھتا ہے۔۔۔؟"
شیری چپ ہوا۔ پھر مسکراتی ہوئی نظروں سے ملی کو دیکھتے ہوئے بولا۔
"وہی جس کو میرے والد کی وصیت کے مطابق پاور آف اٹرنی ملا ہوا
ہے۔"

"اب تم یہ کہو گی وہ کس کو ملا ہے؟ کیونکہ تمہارا تو اپنے کسی رشتے کے
ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں تھا، کہ جو تم اس طرح کی معلومات سے باخبر
رہتیں۔"

"مجھے تو یہی تھا کہ سب کچھ تمہارے اندر ہی ہے۔ تمہارا ہی حق ہے۔۔۔ اور کس کے سپرد چھوڑ سکتے ہیں۔"

"ویل۔ مائے فادر ہیڈ انادر سن بلکہ وہ ہی انکا بیٹا تھا کیونکہ انہوں نے اپنی ساری جائیداد اُسی کے نام چھوڑی ہے۔۔۔ ان کی اپنی اولاد کے نام کچھ نہیں ہوگا۔ یہاں تک کہ میں تیس سال کا ہو جاؤں۔۔۔ اور وہ رنگ باز سب لیکر بیٹھ گیا۔۔۔ گن کر مجھے جیب خرچ دیتا ہے۔ گن کر۔۔۔ اور میں ملازموں کی طرح اُس کے پیچھے بھاگنے پہ مجبور ہوں۔۔۔ اور یہ مجبوری کسی اور کی دی ہوئی نہیں ہے۔۔۔ میرے باپ کی جانب سے تحفہ ہے۔"

"اچھا تم نے اس بات کو سر پہ سوار کر کے ڈر گز لینے شروع کر دیئے۔۔۔ تاکہ باپ نے وصیت میں شرط رکھی ہے۔ تو تم اصل میں خود کو ڈر گز کے ساتھ ختم کر کے۔۔۔ سب کچھ اُس کے نام کر جاؤ۔"

وہ اس کو جوش دلار ہی تھی۔

"آئی ڈونٹ کیئر۔۔۔ آفٹر آل ہی ازاے سیلفش باسٹرڈ۔۔۔ ہی کین کیپ اٹ آل۔۔۔ آئی ڈونٹ نیڈ اینی تھینگ۔۔۔"

تبھی دروازہ کھلا۔۔۔ اور موسیٰ کا چہرہ ابھرا۔

شہر یار زیر لب خود کو موٹی سی گالی دیتے ہوئے سیدھا ہو بیٹھا۔

"سپیک آف دا ڈیول۔ اس کو فون تم نے کیا تھا؟"

"کس کو؟ کس کی بات کر رہے ہو؟"

ملی نے پلٹ کر دروازے کی جانب دیکھا اور حیرت کے مارے کتنی دیر تک پلکیں جھپکے بغیر نووارد کو دیکھے گئی۔ اس چہرے کا ایک ایک نقش اس کے دل پہ چھپا ہوا تھا، وہ ہر روز سونے سے پہلے اپنے لیپ ٹاپ پہ اس کو دیکھ کر

سوتی تھی، ہر روز اٹھنے کے بعد اس کا چہرہ دیکھتی تھی۔ ہر روز فیس بک صرف اسلئے دیکھتی کہ نئی تصویریں اپ لوڈ ہوئی ہوں گی۔ یہ وہی بچہ تھا جس کی وجہ سے اس نے اپنے پاس سمارٹ فون نہیں رکھا ہوا تھا کہ پھر وہ ہر پل اس کی آنی ڈی دیکھتی رہے گی، کوئی کام نہ کر سکے گی۔

وہ اس کی انسیشن تھا۔ سینے میں چھپا دل پسلیوں کی دیوار توڑ کر باہر نکلنے کو بے قرار ہو گیا۔ وہ آنکھ جھپکے بغیر یک ٹک اس کو دیکھے جارہی تھی۔ شہر یار سے پوچھا۔

"شیری کیا تمہیں بھی موسیٰ نظر آرہا ہے؟"

شیری نے جواب دیا۔

"مجھے اس کا باپ بھی نظر آرہا ہے۔"

"السلام علیکم۔۔۔"

آنے والے نے مشترکہ سلامتی بھیجی تھی۔

حیرت کی دنیا میں غوطہ زن ملی تو جواب ہی نہ دے پائی۔ موسیٰ کے چہرے سے نظریں ہٹا کر سلام لینے والے کی جانب دیکھا۔ دونوں کی نظریں ملیں۔ اس پہ نظر پڑتے ہی سامنے والے کی پتلیاں پھیل گئیں۔ ملی کی نگاہ واپس موسیٰ پہ رک گئی جبکہ شہر یار نے مسکراتے ہوئے بڑی گرمجوشی سے جواب دیا۔

"وعلیکم السلام۔۔۔ آپ لوگ کب آئے؟"

"نوبجے کی فلائیٹ سے۔ راستے میں بس فلیٹ پہ سامان رکھا ہے۔۔۔ تم کیسے ہو؟"

ملی منہ کھولے ابھی تک اس کو دیکھے جارہی تھی۔

آنے والے کا بیٹا بھی۔۔۔ منہ میں انگلی ڈالے ملی کو ہی پڑھ رہا تھا۔ ملی کے دل سے ایک ہوک اُٹھی۔ اس کی آنکھوں میں مرچیں چبھنے لگیں۔ وہ کسی ٹرانس کی کیفیت میں اپنی جگہ چھوڑ کر موسیٰ کی جانب بڑھی۔ دونوں مسلسل ایک دوسرے کو ہی دیکھ رہے تھے۔ اچانک اس کی آنکھوں میں موسیٰ کی شکل دھندلا گئی۔ ہتے ہتے رو دی۔ اور روتے روتے پھر سے ہنس دی۔ تیزی سے اپنے آنسو آستین میں جذب کیے۔

"السلام علیکم میرا نام موسیٰ ہے۔"

آنسو ایک دفعہ پھسل گئے۔ مسکراتے ہوئے بولی۔

"وعلیکم السلام موسیٰ۔"

جبکہ شہریار کہنے لگا۔

"میں ٹھیک ہوں۔"

"ہاں دیکھ رہا ہوں۔۔۔ کچھ زیادہ ہی ٹھیک لگ رہے ہو۔"

شہریار کو جواب دینے کے بعد وہ اپنے بیٹے سے مخاطب ہوتے ہوئے بولا۔

"موسیٰ آپ یہاں انکل کے پاس رُکو میں ڈاکٹر سے مل کر آتا ہوں۔"

"بھائی ایسی کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔ نہ جانے کس اُلو کے پٹھے نے

اُٹھا کر آپ کو کال کر کے پریشان کیا ہے۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

جواب میں گہری سنجیدہ نظروں سے شہریار کو دیکھا جس پہ وہ زروس سی مسکراہٹ دے کر چپ کر گیا۔

"تم موسیٰ کا خیال رکھنا باہر نہ نکلے۔۔۔ میں ڈاکٹر سے مل کر آ رہا ہوں۔"

اس دفعہ شہریار نے کوئی بحث نہیں کی۔۔۔ بس سر اثبات میں ہلا دیا۔



موسیٰ کا باپ اُس کو اٹھا کر شہریار کے برابر بیڈ پہ بٹھاتے ہوئے خود باہر نکل گیا۔

شہریار نے موسیٰ کو زور کی چپی۔۔۔ دیتے ہوئے پیار کیا۔

"کیسے ہو شہزادے۔۔۔"

"ایم فائن شیریں انکل۔۔۔ آپ کو کیا ہوا ہے۔۔؟ وائے آریوان ہاسپٹل

۔۔۔؟"

"کچھ بھی نہیں یار یو نہی خدمت کروانے کا دل کر رہا تھا۔۔ تو ادھر

آگیا۔"

"بٹ بابا سیڈ یو آرنوٹ ویل۔"

"یور فادر جسٹ وریز ٹو مج۔۔ ایم فٹ اینڈ ویل۔"

"آریو فٹ ٹو گو وید می ٹو داسفاری پارک۔۔ بابا پرامسڈ می لاسٹ ٹائم

بٹ دین ہی واز ٹو بڑی۔"

"ڈونٹ وری مائے ہیرو۔۔ وئی ول گو ٹو گیدر۔۔ یومی ایند بابا۔"

"کین آنٹی کم ایز ویل۔۔۔"

شہریار نے ملی کی جانب دیکھا۔۔ جس کی نگاہیں موسیٰ کے گھنے بالوں

والے سر پہ فکس تھیں۔ شہریار اپنا غصہ دباتے ہوئے بولا۔

"مجھے نہیں لگتا کہ یہ آسکے گی۔ کیونکہ یہ واپس اپنے گھر جا رہی ہیں۔"

"اوہ۔۔"

موسیٰ کے لبوں نے اوشیپ بنایا اور گردن موڑ کر ایک نظر ملی پہ ڈالتے

ہوئے مسکرایا،

جواب میں ملی مسکرا بھی نہ پائی۔ بلکہ دھیمے سے بولی۔

"اگر موسیٰ آنٹی کے ساتھ سفاری جانا چاہتا ہے۔ تو آنٹی ضرور جائے گی۔"

یہ فقرہ سن کر جہاں موسیٰ کے چہرے پہ روشنی بکھر گئی تھی وہیں اُس کا باپ جو کہ کمرے میں آرہا تھا۔۔ حیرت کے مارے دروازے میں ہی رُک گیا۔

موسیٰ جوش سے اپنی جگہ سے اٹھا چھلانگ مار کر بیڈ سے اُترا اور بیڈ کی دوسری جانب پڑی کرسی پہ بیٹھتی ملی کے پاس گیا اور اپنا ہاتھ سامنے پھیلاتے ہوئے بولا۔

"ہیلو۔۔۔ ایم موسیٰ۔"

وہ اپنی مسکراہٹ نہ روک پائی وہ تھا ہی اتنا پیارا کہ اسکو دیکھ کر خود بہ خود دل اُس کی طرف لپکے۔

اُس نے نرم سی گرفت سے موسیٰ کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔

"ہیلو موسیٰ۔۔۔ نائس ٹومیٹ یو۔۔۔ مائے نیم از ملی۔"

"کین آئی کال یو آنٹی۔"

پہلے سر اثبات میں ہلایا۔ پھر بولی۔

"یس۔ وائے ناٹ۔ کال می وٹ ایور یو لائیک۔"

موسیٰ کے ماتھے پہ آئے بالوں کو پیار سے پیچھے کرتی ہوئی بولی۔

"یو آر آگ بوائے۔"

موسیٰ دلکشی سے مسکرایا۔

"بابا کہتے ہیں۔۔ موسیٰ بہت ہینڈ سم ہے۔"

ملی کا جی چاہ رہا تھا۔۔۔ اس گول مٹول سے شرارتی کو اپنی آغوش میں بھر کر بہت سا پیار کرے۔ مگر بڑی مشکل سے خود پہ کنٹرول کئے بیٹھی رہی۔
"آپ کے بابا ٹھیک کہتے ہیں۔"

بابا جو بُت بنادروازے میں کھڑا تھا۔ شہریار کے گلا کھنکارنے پہ ہوش میں آیا۔ آگے بڑھتے ہوئے بولا۔

"ڈاکٹر تو نہیں ملا۔ مگر نرس سے بات ہوئی ہے یہ ڈپریشن کا کیا چکر ہے؟"

شہریار نے نظر چرائی۔

مگر اُسکا بھائی دونوں ہاتھ جیب میں ڈالے اس کے سامنے ڈٹ کر کھڑا تھا۔ جس سے صاف معلوم ہو رہا تھا۔ جواب لیے بغیر نہیں ہلے گا۔

ملی کی توجہ بھی اب شہریار کی جانب منتقل ہو چکی تھی۔
موسی کا ہاتھ ابھی بھی ملی کے ہاتھ میں تھا۔

"بولتے کیوں نہیں ہو۔۔؟ کب تم ڈپریشن کا شکار ہوئے؟ یونیورسٹی سے کتنی چھٹیاں کی ہیں؟ اور یہ ڈپریشن آیا کہاں سے؟ جہاں تک مجھے معلوم ہے تم نے کہا تھا چند دنوں کے لیے دوستوں کے ساتھ جارہے ہو۔ اس لیے یونیورسٹی سے چھٹیاں لی ہیں۔"

"میں آپ کو سب بتا دوں گا۔ مگر اس عورت کے سامنے نہیں۔ اس کو یہاں سے چلتا کریں۔ اس کے بعد جی بھر کر ذلیل کر لیں۔"

شہریار کی بات پہ سامنے والا مزید بھڑکتے ہوئے بولا۔

"یہ عورت۔۔۔؟ تمہارا مطلب کیا ہے۔۔۔ کیا میں یاد کرواؤں کہ یہ عورت کون ہے۔۔۔؟"

اس دفعہ شہر یار بھی برابر بولا۔
"پوری ٹیلی گونینگ ٹوڈو ویٹ؟"
"ڈوٹ؟"

"بھائی مجھے بحث نہیں کرنی ہے بس اتنی سی درخواست ہے کہ جو بھی بات ہوگی۔ اکیلے میں ہوگی۔۔۔ ملی کے سامنے نہیں۔"
"کیوں۔۔"

"کیونکہ اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"
ملی اتنی ششدر تھی کہ فوری طور پہ کوئی ردِ عمل نہ دکھاسکی۔ بڑی مشکل سے اپنا بوجھ ٹانگوں پہ اٹھا کر کھڑی ہوئی۔ موسیٰ کو کمزوری مسکراہٹ دکھا کر دروازے کی جانب بڑھ رہی تھی۔۔۔ جب بائرب آواز نے حکم نہیں دیا تھا۔۔۔ درخواست کی تھی۔۔۔ ہاں وہ حکم نہیں تھا۔
"پلیز واپس بیٹھ جائیں۔ یہ جو بھی بکواس کرنا چاہتا ہے۔ آپ کے سامنے ہی کرنی ہوگی۔ موسیٰ آنٹی کو بیٹھنے میں مدد دو۔"
موسیٰ تو جیسے باپ کے حکم کا منتظر تھا۔ فوراً ملی کا ہاتھ پکڑ کر کرسی کی جانب کھینچ لایا۔۔۔ اور وہ آگئی بیٹھ بھی گئی۔
"آئی ڈونٹ بلیو دس۔"

"زیادہ ڈرامے مت کرو۔۔۔ تم سے جو پوچھا ہے۔ اُس کا جواب دو۔"
"کیا پوچھا ہے۔۔۔؟ آپ اچھی طرح جانتے ہو۔۔۔ مجھے پڑھائی میں کوئی انٹر سٹ نہیں تھا۔۔۔ آپ نے زبردستی میرا یہاں داخلہ کروایا تھا۔ صرف اور صرف اس عورت کی وجہ سے کیونکہ آپ کے دلی سکون کے لیے ضروری تھا کہ کوئی اس ملک میں رہے۔ تاکہ یہاں یہ اکیلی نہ ہو۔ صرف اس

کی وجہ سے مجھے سولی پہ لٹکایا۔۔۔ سارے خاندان کی بینڈ بجا دی۔ ماں باپ،
منوں خاک تلے دفنادیا۔۔۔ مگر یہ وہیں کی وہیں ہے۔ ایسے لوگوں میں غیرت
نام کو بھی نہیں۔۔۔ ہو۔۔۔

شہر پیار کے منہ پہ پڑنے والے بھاری ہاتھ نے اس کی بات درمیان میں
کاٹ دی تھی۔

"لغت ہے تیری جوانی پہ سالے۔۔۔ وہ تیری بڑی بہن ہے۔"

"میری بہن ہے۔۔۔ مرچیں آپ کو کیوں لگ رہی ہیں۔۔۔؟"

"میرے سامنے اُس کے بارے میں تمیز سے بات کرو ورنہ تمہاری عقل
کو ٹھکانے لگانے میں مجھے دوپہل لگیں گے۔"

"اوہ۔۔۔ واؤ بھائی جان کبھی ہمارے خاندان میں سب سے زیادہ غیرت

مند مرد آپ تھے۔۔۔ اب لو لگ رہے ہیں۔"

"آئی وازناٹ این او نر ایبل مین آئی واز آبلڈی فول۔"

"میں نے آپکو الو بولا۔۔۔ آپ کو غصہ نہیں آیا۔۔۔؟ اور اس کے

لیے مجھے تھپڑ مار دیا۔۔۔؟"

"مجھے جو کہنا ہے کہہ لو مگر اس کے لیے عزت سے بات کرو۔"

"ایم سوری برادر۔ بٹ شی لاسٹ ہر رسپیکٹ واڈے شی واکڈ

آؤٹ۔ عزت کے نام پہ اس کو دینے کے لیے میرے دل میں کچھ بھی نہیں

ہے۔۔۔ اور اس کو دیکھیں یہ کل بھی ڈھیٹ تھی۔ آج بھی ڈھیٹ ہے۔۔۔

ماں باپ اس کی وجہ سے دنیا سے دکھی گئے۔"

مٹی کی برداشت جواب دے گئی۔

اپنی جگہ سے اٹھی کانپتے ہاتھوں سے اپنا بیگ پکڑ کر کندھے پہ ڈالا اور پیچھے
دیکھے بغیر کمرے سے نکل گئی۔ موسیٰ کا باپ کھا جانے والی نظروں سے شہریار
کو دیکھ رہا تھا۔ جو کندھے اچکاتے ہوئے بولا۔
"خس کم جہاں پاک۔"

"تم نے سوالات سے بچنے کے لیے یہ ڈرامہ کیا ہے۔ مگر بیٹا میں تجھے بخشنے
والا نہیں ہوں۔ مجھے تمہارے اکاؤنٹ کی پچھلے تین ماہ کی سٹیٹمنٹ چاہیے۔ میں
واپس آ کر تم سے بات کرتا ہوں۔"

موسیٰ پریشان سامنے بنا کر کھڑا تھا۔ باپ نے اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا
تو بھاگتا ہوا آیا گود میں چڑھ کر باپ کا چہرہ ہاتھوں میں لیکر بولا۔
"بابا۔۔۔ آنٹی کیوں چلی گئی ہیں۔"

اس سے پہلے کہ اس کا باپ جواب دیتا۔ شہریار تیز لہجے میں بولا۔
"موسیٰ۔۔۔ وہ آپ کی آنٹی نہیں ہے۔ وہ کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ یہاں
مجھے دیکھنے آئے ہو۔ اس لیے دونوں باپ بیٹا عقل کی گولی کھاؤ۔ اس کی ایک
جھلک دیکھی نہیں ہے۔ اور پاگل ہو گئے ہیں۔ سچ ہی کہتے ہیں۔۔۔ پاکستانی مرد
رج کے ٹھہر کی ہوتے ہیں، خوبصورت چہرہ دیکھا نہیں اور عقل گئی نہیں۔۔۔"
"تم کل بھی گدھے تھے۔۔۔ آج بھی گدھے کے گدھے ہی ہو۔"
"آپ کا کہنے کا مطلب۔ کہ شہریار کل بھی ایک غیرت مند انسان تھا
۔۔۔ آج بھی عزت والا ہے۔"

"لعنت ہے تیرے جیسے ہر غیرت والے پر۔"
اتنا کہہ کر وہ موسیٰ کو اٹھائے ملی کے تعاقب میں نکل آیا۔

جب تک وہ لفٹ کے ذریعے نیچے آیا۔ وہ سیڑھیوں سے نکل کر بیرونی گیٹ کی جانب جا رہی تھی۔

وہ بھی پیچھے چل پڑا۔

گیٹ سے نکلنے کے بعد ایک سمت کو چلتی گئی۔۔۔ وہ پیچھے رہا۔

موسیٰ اب باپ کی انگلی پکڑ کر چل رہا تھا۔ اس کا دھیان ملی کی جانب تھا۔

"یہ راستہ کدھر کو جاتا ہے؟"

اُس کے سوال پہ وہ دوپل کو تھمی مگر پلٹ کر نہیں دیکھا۔ قدم آگے بڑھاتے ہوئے بولی۔

"منزل کا تعین کر کے راستے کا انتخاب نہیں کیا تھا۔ اب نہ جانے کدھر کو جاتا ہے۔"

"کیا میں ساتھ آسکتا ہوں؟"

"بہت زیادہ چلنا پڑے گا۔۔۔"

"جانتا ہوں۔۔۔"

"ہو سکتا ہے۔۔۔ منزل کبھی نہ آئے۔"

"جانتا ہوں۔۔۔"

دونوں کے درمیان صرف دو قدم کا فاصلہ تھا۔

ملی بات تو کر رہی تھی۔۔۔ مگر اس کی جانب دیکھنے سے گریزاں تھی۔

"پھر بھی آنا چاہتے ہو؟"

"ہاں۔۔۔"

"کیوں۔۔۔؟"

"کیونکہ میں آپ کو منزل پہ پہنچتے دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"مگر میری تو کوئی منزل ہی نہیں ہے۔۔۔ نہ مجھے منزل کی طلب ہے۔"
"منزل کی طلب کس کو نہیں ہوتی؟"
"جن کے پاس کھونے کو کچھ نہ ہو۔"

تھوڑی دیر تک دونوں خاموشی سے چلتے رہے۔
موسیٰ باپ کا ہاتھ چھوڑ کر بھاگتے ہوئے ملی تک گیا اور اسکی انگلی پکڑ کر
چلنے لگا۔

وہ وہیں رُک جانا چاہتی تھی۔
موسیٰ کو پیار کرنا چاہتی تھی۔
مگر خود کو سمجھا لیا اور پھر سے چل پڑی۔
پیچھے سے وہ بولا۔

"آئی تھنک مائے سن ازان لو ویدیو۔"
از ہی۔۔۔؟ بٹ ووئی جسٹ میٹ۔"

"میرا خیال ہے۔ پہلی نظر کی محبت ہوئی ہے۔ کیونکہ آج تک یہ کبھی
اتنے سکون سے کسی کا ہاتھ پکڑ کر نہیں چلا۔۔۔ نہ اس نے کبھی کسی کا پیچھا کیا
ہے۔"

"آئی نووٹ یو آر ٹرائینگ ٹو ڈو۔"
"ایم ناٹ ٹرائینگ ٹو ڈو اینی تھینگ۔۔۔ آئی ہیو لرنڈ آگریٹ ڈیل فرام
مائے ایکسپیرینس۔۔۔ دیٹ ون سائیڈڈ ایکشن کین لیڈ ٹو آلائف ٹائم ڈیزاسٹر
۔۔۔ دیٹس وائے۔۔۔ ناؤ آڈیز نو میٹر ہاؤ میچ آوانٹ ٹو ڈو سم تھنگ۔۔۔ آئی
ہولڈ مائی سیلف بیک؟" (میں کچھ نہیں کر رہا۔ میں نے اپنے تجربے سے بہت
بڑا سبق سیکھا ہے کہ ایک طرفہ عمل زندگی بھر کا روگ بن سکتے ہیں۔ اسی

لئے آج کل میرا دل کتنا بھی کیوں چاہے میں خود کو وہ عمل کرنے سے روک

لیتا ہوں۔)

ملی نے لب بھیج کر اپنی مسکراہٹ دبائی اور بولی۔

"میرا اشارہ شہریار کی جانب تھا۔۔۔ آپ اپنی باتوں سے اسکے الفاظ کی

بد صورتی کو مٹانا چاہ رہے ہیں۔"

"کیا میں اس مقصد میں کامیاب ہو رہا ہوں؟"

"وہ جھوٹ تو نہیں کہتا ہے۔"

"بل شٹ۔"

"یور سن از آویری ویل میسرڈ کڈ۔"

"تھینک یو۔"

"اینڈ بریو۔"

"تھینک یو۔"

"ہی از سوہینڈ سم۔"

"تھینک یو۔"

"اس کا نام کس نے رکھا تھا؟"

"موسیٰ کی نانی امی نے۔"

"بہت خوبصورت نام ہے۔"

"تھینک یو۔"

"آپ کیا کرتی ہیں؟"

"آ۔۔ میں ایک ریسٹورنٹ میں ویٹر ہوں۔"

"آپ کی شادی ہو گئی ہے۔"

"نہیں۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ کوئی ایسا ملا ہی نہیں جو دل پہ پہلے سے نقش شدہ عبارتیں مٹا کر

اپنا نام لکھ پاتا۔"

"تو اس کا مطلب ہے کہ آپ اکیلا رہتی ہیں۔"

"نہیں۔۔ اکیلی کب ہوتی ہوں۔۔۔ میرے اپنے ہمیشہ میرے ساتھ

ہوتے ہیں۔"

"اُن اپنوں میں سرِ فہرست کس کا نام ہے؟"

"اُس کا جس نے میرا سب کچھ چھین لیا۔۔۔ اور معافی تک نہ مانگی۔"

"اگر وہ معافی مانگتا تو کیا آپ اُس کو معاف کر دیتیں؟"

ملی نے موسیٰ کے ساتھ اُسی کے انداز میں جمپ مار کر فٹ پاتھ پہ کھڑا
بارش کا پانی پھلانگا۔ موسیٰ اس کو دیکھ کر شرارت سے مسکرایا۔

اور وہ ہنستے ہوئے بولی۔

"وہ انسان معافی مانگنے والوں میں سے نہیں تھا۔ مر جانا مگر معافی کبھی نہ

مانگتا۔ ویسے بھی اُس کی نظر میں وہی ٹھیک تھا۔۔۔ میں غلط تھی۔"

"دوبارہ کبھی اُس سے ملاقات ہوئی؟"

"ہر روز ہوتی ہے۔"

"کہاں؟"

"خیالوں میں۔۔"

"خوشگوار ہوتی ہے؟"

"نہیں۔۔۔ بالکل بھی نہیں۔۔۔ گلے شکوے ہوتے ہیں۔۔۔ جانے
 ہیں۔۔۔ وہ بہت بُرا شخص تھا۔۔۔ بہت بُرا۔۔۔"
 "اگر وہ اتنا بُرا تھا۔۔۔ تو پھر آپ نے ابھی اُس کا ذکر اپنا کہہ کر کیوں کیا؟"
 "وہ غیر کب تھا۔۔۔ اپنا ہی تھا۔۔۔ جو تعلق اُس کے ساتھ تھا۔۔۔ وہ کسی
 اور سے کب بنا۔۔۔؟"
 "سو یوٹرائینگ ٹو سے دیٹ ایون دو ہی واز بیڈ ٹو یو یو شل مس ہم

۔۔۔؟"
 "نو نو آئی ڈونٹ مس ہم۔۔۔ اٹلیسٹ ناٹ ان گڈ وے۔۔۔ اُس کو
 سوچ کر مجھے خوشی نہیں ملتی ہے۔۔۔ بلکہ اسکے اُلٹ ہوتا ہے۔۔۔ میں اُس کو
 سوچتی ہوں۔۔۔ تو مجھے ہر چیز سے نفرت ہو جاتی ہے۔ بہت زیادہ غصہ آتا
 ہے۔ گھنٹوں کے حساب سے۔۔۔ میرا یقین کریں۔۔۔ گھنٹوں کے حساب
 سے خود سے باتیں کرتی ہوں۔۔۔ اُس کے بارے میں شکایات کرتی
 ہوں۔۔۔ پھر اُس کے ساتھ لڑتی ہوں۔۔۔ بات یہ ہے کہ اُس نے مجھے اس
 بُری طرح سے توڑا ہے۔۔۔ کہ میں کسی اور کے قابل ہی نہیں رہی۔۔۔ مجھے
 اپنا وجود اتنا خالی لگتا ہے کہ دل میں کسی چیز کی کوئی چاہت ہی نہیں جاگتی
 ہے۔ ہاں بس حسرتوں کے ڈھیر ہیں۔۔۔ ان گنت ڈھیر جن میں سے خاک
 اڑتی ہے تو نظر دھندلا جاتی ہے۔"

دونوں کو آگے پیچھے فٹ پاتھ پہ چلتے ہوئے چار منٹ ہو گئے تھے۔ موسیٰ
 نے ملی کی انگلی تھامی ہوئی تھی اور بڑے شوق سے آتی جاتی گاڑیوں کو دیکھتے
 ہوئے چل رہا تھا۔

دھوپ نکلی ہوئی تھی مگر صرف نام کی ورنہ فضا میں اچھی خاصی خنکی تھی۔
 --- ملی --- سر جھٹکتے ہوئے بولی۔

"سچ وہ نہیں ہے۔۔۔ جو آپ تک پہنچا ہے۔۔۔ یہ لڑکا بُری صحبت کا شکار ہے۔۔۔ مجھے کچھ بتاتا ہے یونیورسٹی والوں کو اور ہی رام کہانی بنا کر سُنائی ہوئی ہے لیکن آپ ٹینشن نہ لیں۔۔۔ میں پاکستان سے خاص اسی کے لیے آیا ہوں۔"

موسیٰ کا باپ دھیرے سے ہنستے ہوئے بولا۔

"شہر یار کو ڈپریشن بالکل نہیں ہے۔"

"آپ اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہیں۔ آپ کو نسا اُس کے ساتھ رہتے ہیں؟ ٹھیک ہے۔ آپ نے میرے بھائی کی بد زبانی کے آگے میرا دفاع کیا ہے۔ پر مجھے اس کی باتیں زیادہ محسوس اس لیے ہوئیں کہ اُس نے یہ سب آپ کے سامنے بولا۔ اسی لیے غصے میں واک آؤٹ کر آئی۔ مگر اب میں واپس جانا چاہتی ہوں۔"

موسیٰ کے باپ نے قدم وہیں روک لیے اور موسیٰ کا ہاتھ تھامتے ہوئے بولا۔

"کیوں نہیں۔۔۔ جیسے آپ کی مرضی۔ میں موسیٰ کو وہ سامنے پارک کا چکر لگوانا چاہ رہا ہوں۔ پھر ملتے ہیں ابھی کے لیے خدا حافظ۔"

وہ ملی کو وہیں چھوڑ کر موسیٰ کو گود میں لیکر آگے بڑھ گیا۔ موسیٰ گردن موڑ کر پیچھے ہی دیکھتا رہا۔ جہاں ملی بُت بنی کھڑی تھی۔ اپنی آنکھوں کو زور زور سے جھپکتے ہوئے دور جاتے موسیٰ کی شبیہ کو تب تک دیکھتی رہی جب تک کہ اُس نے موڑ کاٹ کر دوسری سڑک کا انتخاب نہ کر لیا۔

پھر گہری سانس بھرتے ہوئے واپسی میں قدم اٹھایا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"بابا؟"

جیسے ہی ملی نظروں سے اوجھل ہوئی موسیٰ نے گردن موڑ کر باپ کی جانب دیکھا۔

"جی؟"

"ڈیولائیٹک دیٹ آنٹی؟"

"آپ کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"کیونکہ آئی لائیک ہر۔۔۔"

"او کے دین یو کین کیپ ہر۔"

"از شی یور فرینڈ؟"

"ناٹ ریلی۔۔۔"

"بٹ یو ٹوور ٹانگ لائیک ریلی فرینڈز۔۔۔"

"آہ۔۔۔ یس۔۔۔ آئی واز ٹرائینگ ٹو گیٹ ٹو نوہر۔"

"سو شی کین بی یور فرینڈ؟"

"آئی ڈونٹ نو۔۔۔ اِف شی ووڈ لائیک ٹو بی مائی فرینڈ۔۔۔ بٹ آئی واز

ٹرائینگ ٹو سکیم فرینڈ سو ویٹ یو کڈ سپینڈ سم ٹائم وید ہر۔۔۔ آئی نو یو ووڈ لائیک

دیٹ۔" (مجھے نہیں پتا کہ وہ میری دوست بننا پسز کرے گی یا نہیں لیکن میں

اس کا دوست بننے کی کوشش اس لئے کر رہا تھا تاکہ آپ ان کے ساتھ وقت

گزار سکو۔ مجھے پتا ہے کہ آپ کو اچھا لگے گا۔)

"اوہ۔۔۔ اچھا۔۔۔"

"جی ہاں۔۔۔"

"بابا؟"

"جی؟"

"مجھے سردی لگ رہی ہے۔ کیا ہم واپس نہیں جاسکتے؟ پارک میں پھر

آجائیں گے۔"

اُس کا باپ زیر لب مسکرایا۔

"مگر موسیٰ ہم اتنی دور آئے ہیں۔"

"بابا کیا وہ آنٹی وہاں انکل کے پاس ہیں؟"

"جی۔۔"

"بابا کین آئی گوبیک؟"

"کہاں؟ پاکستان؟"

"نہیں بابا۔۔ پاکستان نہیں شیریں انکل کے پاس۔"

"مگر میں تو سوچ رہا تھا۔ ہم باپ بیٹا کہیں اچھی سی جگہ سے چائے کافی

پیتے ہیں۔"

"بابا آئی نیڈ ٹو۔۔ ڈو۔۔ نمبرون۔۔۔"

موسیٰ کے باپ کا قہقہہ بھر پور تھا۔

"یار۔۔ ایسے کرو گے۔۔ تو ہماری اگلی زندگی کیسے گزرے گی۔۔ ہم

دو سنگل باپ بیٹا۔۔ اور اب تصویر میں آئی ہے۔۔ ایک عورت۔۔ اگر مل

گئی تو ہم دونوں ایک دوسرے سے لڑیں گے۔۔ تم کہو گے تمہاری ہے۔ میں

کہوں گا میری ہے۔۔ اور اگر نہ ملی اُس صورت میں صورتحال بہت نازک

ہونی ہے۔۔ چلو چلتے ہیں۔۔ پارک ویسے بھی بڑی بے رنگ اور سنسان

لگ رہی ہے۔ تھوڑی دیر پہلے کتنے رنگ تھے آئی گیس شہر یار ٹھیک کہہ رہا

تھا۔ ہم دونوں باپ بیٹا ایک نمبر کے ٹھکر کی ثابت ہوئے ہیں۔"

واپسی کا راستہ لمبے لمبے ڈگ بھرتے گزرا۔

جس وقت وہ وارڈ میں شہر یار کے بیڈ پہ پہنچے شہر یار منظر سے غائب تھا اور

اُس کی بہن کرسی پہ بیٹھی زور و شور سے رو رہی تھی ایک نرس اُس کو پانی دے

رہی تھی۔ دوسری کندھے پہ ہاتھ رکھ کر تسلی دے رہی تھی۔

وہ چھوٹتے ہی بولا۔

"کیا ہوا ہے؟"

"ہی لیفٹ۔"

ہاتھ پہ نہ سمجھی کی سلوٹیں لیکر بولا۔

"ہو۔۔۔؟ ہو لیفٹ۔۔۔؟"

"جس کے لیے ہم لوگ ادھر موجود ہیں۔۔۔ اور کون؟"

"کہیں نہیں گیا۔۔۔ ادھر ہی کہیں ہوگا۔"

"وہ بیڈ پہ نوٹ لکھا پڑا ہے۔"

اُس نے موسیٰ کو بیڈ پہ بیٹھایا اور خود تھ شدہ نوٹ کھول کر عبارت پہ نظر

ڈالی۔

"آپ اس عورت کی حمایت کریں۔۔۔ میں چلا۔"

اُس نے کاغذ موڑ کر ڈسٹ بن میں پھینکا اور روتی ہوئی ملی سے مخاطب

ہوا۔

"میں نے کہا تھا نا کہ ایک نمبر کا بیوقوف ہے۔۔۔ اب تو یقین آگیا ہوگا

۔"

"یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے۔۔۔ ابھی کل رات وہ انٹینسیو کمر میں تھا

۔۔۔ اب نہ جانے کہاں ہے۔۔۔ اگر طبیعت دوبارہ بگڑ گئی۔۔۔ چلتے ہوئے چکر

وغیرہ آگیا۔۔۔ روڈ پہ گر گیا۔۔۔ کوئی گاڑی وغیرہ لگ۔۔۔"

"ایک منٹ آپ صورتحال کو کچھ زیادہ ہی ڈرامائز کر رہی ہیں کیونکہ وہ

کوئی دودھ پیتا بچہ تو ہے نہیں۔ کسی دوست وغیرہ کی طرف ہی گیا ہوگا۔ میں

ڈسٹونڈ لوں گا۔"

"یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے۔۔۔ اتنی کوئی بڑی منحوس ہوں۔۔۔ جہاں ہوتی ہوں۔ سارے کام الٹے ہی ہوتے ہیں۔ اسی لیے میں نے سب کو چھوڑ دیا۔ مگر بد قسمتی نے مجھے پھر بھی نہیں چھوڑا۔"

"فار گاڈ سیک سٹاپ ٹانگ لائنک اٹس ڈائینڈ آف ڈاورلڈ۔۔۔ وہ میرے ڈر سے غائب ہوا ہے۔"

"ہاں تم آدم خور ہونا۔"

"ہاں بہت عرصہ مجھے خود پہ یہی گمان رہا ہے۔ مگر بات یہ ہے کہ اُس کے اکاؤنٹ میں ایک خطیر رقم موجود تھی جو میری معلومات کے مطابق زیرو پہ آچکی ہے اور اس پہ مجھے اُس سے جواب چاہیے۔ اب وہ چاہے جہاں بھی مجھے میں ڈھونڈ لوں گا۔"

"اُس نے تمہیں گالی دی تھی۔"

"تو کیا ہوا۔۔۔ میں بھی اس کو دے لیتا ہوں۔۔۔ ناٹ این ایشو۔۔۔"

"یا اللہ مجھے میرے کانوں پہ یقین نہیں آرہا۔۔۔ اوہ۔۔۔ تمہارا بیٹا شائد پریشان ہو گیا ہے۔"

"ظاہری بات ہے جس پہ اُس کو زبردست قسم کا کرش آیا ہوا ہے وہ اُس کی آنکھوں کے سامنے بیٹھ کر روئے گی تو اُس کا پریشان ہونا بنتا ہے۔"

اُن دونوں کو باتیں کرتا دیکھ کر نرس یہ کہہ کر وہاں سے چلی گئیں کہ اگر کسی چیز کی ضرورت ہو باہر ریسپشن پہ بول دینا۔ ملی چہرہ صاف کرتے ہوئے حیرت کی دنیا میں غوطہ زن تھی۔

"کرش۔۔۔؟ موسیٰ کو۔۔۔؟"

"ہاں موسیٰ کو۔"

"کس پہ؟"

"آپ پہ۔"

نہ جانے کتنے عرصے بعد اُن ہونٹوں نے بھرپور مسکراہٹ کا ذائقہ چکھا

نہ۔

"نو دے۔"

وہ رونا بھول کر موسیٰ کے باپ کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی جو نہ جانے کیوں جب بھی وہ دیکھتی نظر پھیر لیتا اب بھی ایسا ہی کیا اور تصدیق کرتے ہوئے بولا۔

"یس۔"

موسیٰ نے موسیٰ کو مخاطب کیا۔

"موسیٰ آپ نے پارک میں جھولا لیا؟"

"نہیں۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ بابا نے کہا آنٹی کے پاس چلتے ہیں۔"

موسیٰ ایک دفعہ پھر کھل کر مسکرائی۔

"یہ بابا نے بولا؟"

موسیٰ نے مزے سے اثبات میں سر ہلایا۔

جبکہ اس کا باپ سر جھکائے کھڑا فرش پہ لگی ٹائلوں کا معائنہ کر رہا تھا۔

موسیٰ نے اُس پہ ایک نظر ڈالی۔ پھر موسیٰ سے مخاطب ہوئی۔

"موسیٰ آپ کے بابا شرم مار رہے ہیں۔"

"دادو بابا کو کہتی ہیں۔۔۔ شرم کر لو۔۔۔"

"اچھا۔"

"ہاں جی؟"

"آپ سکول جاتے ہو؟"

"جی۔۔۔"

"مگر آپ تو ابھی بہت چھوٹے ہو۔"

"موسیٰ چھوٹا تو نہیں ہے۔ موسیٰ اپنی کلاس میں سب سے لمبا ہے۔"

"ارے واہ۔۔۔ کیا موسیٰ کو سکول جانا اچھا لگتا ہے؟"

"موسیٰ جب بابا کے ساتھ جاتا ہے تب بڑا مزا آتا ہے اور جب جمال انکل

کے ساتھ جاتا ہے تو اتنا مزا نہیں آتا۔"

"جمال انکل کون ہیں؟"

وہ دونوں باتیں کر رہے تھے اور موسیٰ کا باپ سینے پہ ہاتھ باندھے دیوار
گیر شیشے کی کھڑکی کے سامنے کھڑا ہو کر باہر آسمان پہ اڑتے آزاد پرندوں کو
دیکھ رہا تھا۔

"جمال انکل ہمارے ساتھ رہتے ہیں۔"

"آپ کے ساتھ اور کون کون رہتا ہے؟"

"بابا۔۔۔ موسیٰ اور جمال انکل۔۔۔"

اُس نے ایک نظر لا تعلق نظر آتے مرد پہ ڈالی اور پوچھا۔

"اور دادو؟"

"دادو اپنے گھر رہتی ہیں۔۔۔ مگر ہم ہر چھٹی والے دن ان کے پاس

جاتے ہیں۔۔۔ وہاں پہ بہت سارے لوگ ہیں۔۔۔ چاچو بھائی لوگ موسیٰ وہاں

رہنا چاہتا ہے۔ پر بابا نہیں مانتے۔ بابا کہتے ہیں موسیٰ بابا کے ساتھ رہے گا۔ جہاں بابا ہوں گے۔ وہیں موسیٰ ہوگا کیونکہ موسیٰ بابا کا بیٹا ہے۔"

"ارے واہ۔۔۔ اس کا مطلب ہے کہ موسیٰ کے بابا موسیٰ سے بہت محبت کرتے ہیں۔"

"ہاں جی موسیٰ بھی اپنے بابا سے بہت محبت کرتا ہے جب دادو کے ساتھ گیا تھا۔ موسیٰ رات کو روتارہا کہ بابا کے پاس جانا ہے۔۔۔ دادو کہتی۔۔۔ موسیٰ کو بابا کی بہت عادت ہے۔"

"موسیٰ باتیں بہت پیاری کرتا ہے۔"

"مانی خالہ کہتی ہیں۔۔۔ موسیٰ چھوٹا سادا ادا ہے۔"

وہ مسکرائی اور پوچھا۔

"آپ مانی خالہ سے ملنے جاتے ہو؟"

"نہیں مانی خالہ ہمارے گھر آتی ہیں جب بھی ان کو چھٹی ہوتی ہے۔۔۔ میں اور بابا اُریورٹ ان کو لینے جاتے ہیں۔ پھر گھر آکر مانی خالہ کے ساتھ پارٹی کرتے ہیں دادو کہتی ہیں مانی خالہ موسیٰ کی می بنیں گی۔۔۔ پھر تو وہ ہمارے گھر پہنچ رہا کریں گی۔"

ملی کو ایسا لگا جیسے ایک دم سے کمرے میں سے آکسیجن ختم ہو گئی ہو۔ نہ جانے اگلی سانس بھی لی جائے کہ نا۔

"مگر دادو کہتی ہیں کسی سے بھی اس بات کا ذکر نہیں کرنا ہے۔"

وہ بڑی مشکل سے اپنی آواز ڈھونڈتے ہوئے بولی۔

"ک۔۔۔۔ کیوں۔۔۔؟"

"کیونکہ ہا ہا نے دادو کے ساتھ لڑائی کی تھی۔۔۔ اس لیے دادو کہتی ہیں مانی
خالہ خالہ ہی ہیں۔۔۔ می نہیں بنیں گی۔۔۔ بابا خفا ہوتے ہیں۔"
"جب سے تم آئے ہو تم نے کچھ کھایا پیا نہیں ہے۔۔۔ کچھ لو گے؟۔۔
جوس۔۔ وغیرہ۔"

"ہاں جوس لوں گا۔"

"کون سا والا۔۔ اورنج۔۔ اپیل۔۔ یا مینگو۔۔؟"

"آئی لائیک پامو گرانٹ۔۔۔"

ملی کی آنکھوں کے سامنے انار کے جوس سے بھری فریج گھوم گئی۔ ایک
جان سے پیاری ہستی کی آواز کانوں میں گونجی۔

"یہ میں تمہارے لیے لائی ہوں۔ ہر روز کا ایک کارٹن ختم کرنا ہے۔
خون بڑھے گا۔"

وہ گلے میں پھنسنے والے آنسوؤں کے گولے کو نگلتے ہوئے اپنی جگہ سے
اٹھی۔ اُس کو اپنی جگہ سے ہلتے دیکھ کر ہی موسیٰ بولا۔

"آپ کہاں جا رہی ہیں؟"

"میں نیچے موجود شاپ سے آپ کے لیے جوس لینے جا رہی ہوں۔"

"بابا کین آئی گو وید آنٹی۔"

"یس یو کین۔"

موسیٰ کو جواب دینے کے بعد ملی سے مخاطب ہوا۔

"موسیٰ کے بیگ میں سنیکس موجود ہیں آپ کو خرید کر لانے کی

ضرورت نہیں ہے۔"

بات وہ عام سی کر رہا تھا۔ مگر چہرے پہ ایک دم سے اتنی گہری سنجیدگی نہ جانے کیوں چھا گئی تھی باہر ساتھ چلتے اور باتیں کرتے وقت تو وہ لائٹ سے موڈ میں ہی لگ رہا تھا۔ ملی نے سوچا نہ جانے اس کو کیا ہوا ہے۔

شائد میری یہاں موجودگی اس کو بھی ناگوار گزرنے لگ گئی ہے۔ اسی خیال کے تحت پوچھ بیٹھی۔

"اگر میری موجودگی آپ کے لیے کسی تکلیف کا باعث بن رہی ہے۔ تو میں یہاں سے چلی جاتی ہوں۔"

وہ ایک دم سے چونکا اور براہ راست ملی کی نگاہوں میں دیکھا۔ چند پل یونہی خاموشی سے گزر گئے۔ دونوں ایک دوسرے کے چہرے پہ نہ جانے کیا کھوجتے رہے۔

ملی نے نگاہیں چڑالیں۔

وہ ٹھہرے ہوئے پُر سکون لہجے میں بولا۔

"اب یہاں رکنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ جب ہمارا مریض ہی بھگوڑا ہو گیا ہے۔ یہاں سے آدھے گھنٹے کے فاصلے پہ میرا فلیٹ ہے۔ اگر آپ وہاں پہ موسیٰ کو اپنے ساتھ رکھ سکیں تو مجھے شہر یار کو ڈھونڈنے میں آسانی رہے گی۔ کیونکہ ایک تو میرے پاس اپنی گاڑی نہیں ہے دوسرا اگر میں موسیٰ کو اپنے ساتھ لیکر جگہ جگہ جاؤں تو یہ بہت تھک جائے گا۔"

ملی کی آنکھیں پھیل گئیں

"آپ موسیٰ کو میرے ساتھ چھوڑنا چاہتے ہیں؟"

"اگر آپ کو تکلیف ہوگی تو کوئی زبردستی نہیں ہے۔ میں کوئی اور انتظام

کر لوں۔"

"نہ نہیں نہیں۔ میرے لیے بڑی عزت کی بات ہوگی اگر آپ اپنے بیٹے کے معاملے میں مجھ پہ اس قدر بھروسہ کریں۔"

"بہت شکریہ۔ اب اگر متفق ہیں تو کیا ہم سب وے سے فلیٹ پہ چلیں کیونکہ ٹرین اسٹیشن یہاں پانچ منٹ کی واک پہ ہے۔"

"جی کیوں نہیں چلتے ہیں۔ میں بھی ہوٹل میں بکنگ کروانا چاہتی ہوں۔ نہ جانے کتنے دن رُکنا پڑے۔"

"اگر آپ چاہیں آپ میرے فلیٹ پہ رہ سکتی ہیں۔"

"ارے نہیں نہیں میں آپ کو اتنی تنگی ہر گز نہیں دینا چاہتی۔"

"تنگی کیسی۔۔۔ تین بیڈ روم کا فلیٹ ہے۔۔ ایک کمرہ آپ لے لیجئے گا۔"

"آریو شیور۔۔۔ اس آگڈ آئیڈیا۔۔۔ شہریار کو اچھا نہیں لگے گا۔"

"ڈویو او نسٹلی بلیو آئی گیو اپنی تھنگ اباؤٹ دیٹ؟ گھر میرا ہے اُس کا نہیں ہے۔"

"اوکے۔۔۔ پھر بھی آپ سوچ لیں۔"

"میں اپنے بیٹے کا رشتہ نہیں کر رہا ہوں کہ اس قدر سوچ بچار کروں ویسے بھی کچھ فیصلے بہت آسان اور سیدھے ہوتے ہیں۔"

"بہت شکریہ۔"

"کس بات کا؟"

"پتا نہیں۔۔۔"

اُس نے جواب میں اس کو ایک پل دیکھا۔ پھر موسیٰ سے مخاطب ہوا۔

"ہم واپس اُسی گھر میں جا رہے ہیں جہاں ہمارا سامان رکھا ہوا ہے۔"

"پر بابا شیری انکل نے تو کہا تھا ہم سب ایک ساتھ سفاری پارک چلیں گے۔"

"ہاں نا۔۔ چلیں گے۔۔ پر آج نہیں۔۔۔ کیونکہ آج شیری انکل کو کہیں ضروری کام سے جانا پڑا۔۔۔ جیسے ہی وہ واپس آئیں گے۔۔ ہم لوگ سفاری پارک جائیں گے۔"

"بابا وعدہ؟"

"ہاں جی پکا وعدہ۔"

ہم سے یہ سوچ کر کوئی وعدہ کرو
ایک وعدے پہ عمریں گزر جائیں گی
باتوں کے دوران ہی موسیٰ کے بابا نے موسیٰ کے بیگ میں سے ایک عدد کیلا نکال کر چھیلا اور موسیٰ کو کھانے کے لیے دیا۔ پھر ایک جوس کے پیکٹ میں سٹرا ڈال کر اس کے منہ کے پاس کیا۔
ملی خاموشی سے کھڑی یہ ساری کاروائی دیکھتی رہی۔

وہ آدمی باپ کا رول نبھانے میں انتہائی آرام دہ لگ رہا تھا۔ جیسے پیدا ہی اس کام کے لیے ہوا ہو۔ بچے کی کسی بات پہ نہ اس کو غصہ آتا ہو۔ نہ وہ اکتاہٹ کا شکار ہوتا ہو گا۔ یہ سب اُس کے چہرے کے تاثرات میں درج تھا۔
موسیٰ کے ہاتھ سے کیلے کا چھلکا لیکر ڈسٹ بن میں پھینکتے ہوئے۔ وہ ملی کی جانب مڑا۔

"چلیں؟"

"ج۔۔۔ جی۔۔۔"

ملی نے اپنا بیگ کندھے پہ ڈالا۔

مولیٰ کے باپ نے مولیٰ کو بیڈ سے اُتار کر نیچے کھڑا کیا۔ بیگ کی زپ بند کرتے ہوئے اپنے کندھے پہ ڈالا اور دوسرے ہاتھ میں مولیٰ کی انگلی پکڑ کر کمرے سے نکل آیا۔ ملی نے بھی اس کا ساتھ دیا۔

"میرا خیال ہے یہاں نرس کو اپنا نمبر دے دینا چاہیے تاکہ اگر وہ واپس آتا ہے تو یہ لوگ ہمیں آگاہ کر سکیں۔"

مولیٰ کے باپ سے متفق ہوتے ہوئے اُس نے سر اثبات میں ہلایا۔
"جی۔"

"میری فون میں ابھی تک پاکستان کی ہی سم ہے۔۔۔ آپ اگر بُرا نہ منائیں تو اپنا نمبر ان کو دے دیں۔"

"اوکے دے دیتی ہوں۔"

وہ وہیں رُکا۔۔۔ ملی جا کر ریسپشن پہ اپنا نمبر دے آئی۔
وہ لوگ لفٹ کی جانب آئے۔ جہاں چار پانچ لوگ پہلے سے لفٹ کے انتظار میں کھڑے تھے۔۔

لفٹ کے آتے ہی سب لوگ ایک ایک کر کے اندر داخل ہوئے۔ سب سے آخر میں مولیٰ اور اُس کا باپ اندر آئے۔ مولیٰ کو اپنے سامنے رکھتے ہوئے وہ ملی کے ساتھ کھڑا ہو گیا کہ جگہ ہی وہاں ملی تھی۔
دونوں کے کندھے مس ہو رہے تھے۔

ملی نے گھبراہٹ کے مارے لفٹ کے بند دروازے کو دیکھا وہ اس کی اس حرکت کا نوٹس لیتے ہوئے تھوڑا دور کھسک گیا۔

ہونٹوں پہ بڑی مجروح سی مسکراہٹ آئی تھی۔

"آنٹی آپ کا گھر کدھر ہے؟"

وہ لوگ سب دے سے تین منٹ دور تھے۔ جب موسیٰ کی جانب سے اچانک سوال آیا۔

موسیٰ اپنی آوارہ لٹوں کو کان کے پیچھے ٹکاتے ہوئے بولی۔

"میرا گھر یہاں سے بہت دور ہے۔"

"پاکستان جتنا دور۔۔۔"

"نہیں اُس سے بہت کم۔"

"آپ کے بابا اور ممی کدھر ہیں۔۔؟"

موسیٰ کے ہونٹوں سے ایک سسکی سی نکل گئی۔

مگر مصنوعی مسکراہٹ سجاتے ہوئے بولی۔

"وہ اللہ تعالیٰ کے پاس چلے گئے ہیں۔"

"دونوں۔۔۔؟"

"جی دونوں۔۔۔"

"ڈویو مِس دیم؟"

اپنے جذبات پہ قابو رکھتے ہوئے مسکراہٹ سمیت بولی۔

"ایس ایوری ڈے۔"

"میری مانی خالہ کے بھی ممی بابا اللہ تعالیٰ کے پاس چلے گئے ہیں جب وہ

لبنی ممی کو یاد کر کے روتی ہیں تب بابا انکو چپ کرواتے ہیں کیونکہ بابا لوز ہر

آلات۔"

موسیٰ کے باپ نے آنکھیں گھماتے ہوئے صفائی دی۔

"ایس کوز شی از مائے سسٹر۔"

"وئی نو بابا۔"

"تھینک گاڈ فور دیٹ۔"

موسیٰ اپنے منہ کے آگے ہاتھ رکھتے ہوئے ملی کی جانب جھک کر سرگوشی میں بولا۔

"اوپس۔۔۔ بابا کو غصہ آگیا۔۔۔"

"آنا تو نہیں چاہیے۔"

موسیٰ منہ پہ ہاتھ رکھ کر شرارت سے ہنسا۔

جبکہ اُس کا باپ ملی کو صفائی دیتے ہوئے بولا۔

"معاف کیجئے گا۔۔۔ بات تو واقعی غصہ کرنے والی نہیں ہے ایمان میری

بہن پہلے۔۔۔ بعد میں سالی بنی تھی اور میری فیملی نہ جانے کیوں ہمارے

پرفیکٹ رشتے میں نیاز ہر گھولنے کے چکروں میں تھے۔ مجھے بس جب بھی یہ

بات یاد دلائی جاتی ہے یو نہیں تپ چڑھ جاتی ہے۔ کچھ سخت بول جاؤں تو آپ

مائنڈ مت کیجئے گا۔"

"میرا اور آپ کا کونسا ایسا گہرا تعلق ہے ہم تو آج اپنی راہ نکلیں تو شاید

دوبارہ کبھی ملاقات بھی نہ ہو۔ اس لیے میں مائنڈ کیوں کروں گی۔"

"بہت خوب۔"

سب وے کی سیڑھیاں اترتے وقت موسیٰ باپ کی گود میں سوار

ہو گیا۔ جو نہی وہ لوگ نیچے پلیٹ فارم پہ پہنچے۔ مدھری دھن نے اُن کا

استقبال کیا۔ ملی کی نظروں نے آواز کا تعاقب کیا آگے بڑا ہی دلچسپ منظر

دیکھنے کو ملا تھا۔ تین بڑے سائز کے سپیکر تین کونوں کی سمت میں بج رہے

تھے۔

اور ایک ایشین آدمی نو لکھے کرتے کے ساتھ چوڑی دار پا جامہ پہنے رقص
کر رہا تھا۔ اُس کا لباس مختلف رنگوں کا مجموعہ تھا۔ وہ ایک ماہر رقص تھا۔ جو
ایک ایک حرکت عین موسیقی اور الفاظ کی ترجمانی میں کرتا جا رہا تھا۔
سونے پہ سہاگہ نصرت فتح علی خان مرحوم کا میوزک اور آواز۔
"سانورے تورے بن جیا جائے نہ

جلوں تیرے پیار میں کروں انتظار میں
کسی سے کہا جائے نہ

اُن کا ساتھ ایک خاتون سنگردے رہی تھیں۔ جن کی آواز نے بھی ایک
سمٹاری کیا تھا۔

ڈھونڈے میری پریت رے

تو ہے کہاں میت رے

آنسو بنے گیت رے

آہیں سنگیت رے

سانورے تورے بن جیا جائے نہ

یاد تہاڑی مورامن تڑپائے

ساری رینا نیند نہ آئے

برہا کی ماری دیکھوں راہ تہاڑی

دونینوں کے دیپ جلانے

سانورے تیرے بن جیا جائے نہ

ملی یک ٹک اُس آدمی کو ڈانس کرتا دیکھ رہی تھی جس کے چہرے تک سے

الفاظ کا درد بول رہا تھا۔

ڈوب چلے میری آس کے تارے

کیسے پہنچوں پی کے دوارے

ٹوٹ گئے سب سنگ سہارے

ڈولے نیادور کنارے

جلوں تیرے پیار میں کروں انتظار تیرا

کسی سے کہا جائے نہ

موسیٰ کے باپ نے موسیٰ کو گود میں سے اُتارا اور اپنا فون نکال کر اُس

آدمی کی ویڈیو بنانے لگا۔

گیت کے ختم ہونے پر رقص نے جھک کر سلامی دی سب وے کاٹل

تالیوں سے گونجھ گیا۔ لوگوں نے اپنے والٹ کھول کر داد کے طور پہ اس کو

پاؤنڈز سے نوازا۔۔۔ کسی نے دو پاؤنڈ کسی نے چار۔ کسی نے دس۔۔۔ موسیٰ

کے باپ نے جیب میں سے پانچ پاؤنڈ کا نوٹ نکال کر موسیٰ کے ہاتھ میں دیا

۔۔۔ جسے وہ آگے پھینک آیا۔

ملی ابھی تک خاموشی سے ایک ہی زاویے میں کھڑی تھی۔

باپ کے اشارے پہ موسیٰ نے ملی کا ہاتھ دبا کر اُس کی توجہ حاصل کی۔

ملی نے گردن جھکا کر خالی خالی نظروں سے موسیٰ کے چہرے کو دیکھا وہ

سُن رہی تھی۔ دیکھ بھی رہی تھی۔۔۔ مگر کوئی ردِ عمل نہ دکھا سکی۔

"آئی آپ ٹھیک ہیں۔۔۔؟"

ملی نے سر اثبات میں ہلایا۔

مگر کہہ کچھ نہ سکی۔

"ہماری ٹرین آگئی ہے۔۔۔ بابا کہہ رہے ہیں۔۔۔ آئیں چلیں۔"

"اچھا۔"

نکٹ لینے کے بعد وہ تینوں ٹرین میں سوار ہوئے مگر رش اتنا زیادہ تھا کہ
ملی دھکم پیل میں آگے نکل رہی تھی۔ جب مردانہ بازو نے کمر میں ہمانٹل ہو کر
اُس کو واپس کھینچ لیا۔

اتنی بھیڑ میں رونما ہونے والے اتنے چھوٹے اور بے معنی سے عمل نے
ملی کے دل کو حلق میں لا بٹھایا تھا۔

کیونکہ بازو ابھی بھی وہیں تھا دوسرے بازو میں موسیٰ کو اٹھایا ہوا تھا۔
ملی کا ہاتھ کوٹ میں چھپے بازو پہ رُکا اُس کوٹ والے کے چہرے کے
تاثرات وہ نہ جان پائی کیونکہ اُس کی جانب ملی کی پشت تھی۔
ملی نے اُس دائرے کے اندر رہتے ہی گھوم کر رخ بدلا۔

مگر موسیٰ کے باپ کی جانب دیکھنے سے پوری طرح اجتناب کیا۔ موسیٰ
نے آگے کو جھک کر ملی کی آوارہ لٹوں کو اُس کے کان کے پیچھے اڑسایا۔

اکثر شب تنہائی میں

کچھ دیر پہلے نیند سے

گزری ہوئی دلچسپیاں

بیٹے ہوئے دن عیش کے

بنتے ہیں شمع زندگی

اور ڈالتے ہیں روشنی

میرے دل سد چاک پر

وہ بچپن اور وہ سادگی

وہ رونا اور ہنسا کبھی

پھروی جوانی کے مزے
 وہ دل لگی وہ قہقہے
 وہ وعدہ اور وہ شکریہ
 وہ لذتِ بزمِ کرم
 یاد آتے ہیں اک ایک ساتھ
 دل کا کنول جو روز و شب
 رہتا شگفتہ تھا سواب
 اُس کا یہ ابتر حال ہے
 اک پھول کمایا ہوا
 اک پھول کمایا ہوا
 ٹوٹا ہوا بکھرا ہوا
 روندھا پڑا ہے خاک پر
 اکثر شب تنہائی میں
 ملی نے نظر اٹھا کر دیکھا اور نگاہ پلٹنا بھول گئی۔
 دونوں کے چہرے انتہائی قریب تھے اور وہ یک ٹک ملی کے چہرے کو
 پڑھے جا رہا تھا۔

اگر وہ ذرا سا بھی سر جھکاتا تو اُس کے ہونٹ ملی کے گال چھو جاتے۔
 مگر وہ ایسا کوئی ارادہ نہیں رکھتا تھا۔
 ملی اُس سے پوچھنا چاہتی تھی۔
 "اتنے اداس کیوں دکھ رہے ہو؟"

"اگر یونہی دیکھتے رہو گے تو میری مشکلات میں اضافہ کرو گے۔"

"تمہاری شکل میں مجھے صرف تم نہیں کوئی اور بھی نظر آتا ہے۔ ہزاروں کہے کہ میں تمہیں دیکھے جاؤں۔ میں پھر بھی ایسا نہیں کر رہی۔ جب سے ملے ہو میں نے نظروں پہ پہرے بٹھا دیئے ہیں۔۔۔ تم بھی مجھ پہ رحم کھاؤ۔" وہ شاید اُس کی آنکھوں میں لکھی تحریر پڑھ گیا تھا گہری سانس بھر کر نظر پھیر گیا۔

ملی کی آنکھوں میں پانی بھر آیا۔
 چمکے سے اُسی کے کوٹ پہ آنکھیں رگڑ لیں وہ جان کر بھی انجان بن گیا۔
 انجھی یہ عشق تمہیں اور تجھی سنوارے گا
 ذرا سی ہجر کی سُرخ کو رخ پہ آنے دو
 شہباز اکبر الفت
 موسیٰ دلچسپی سے ارد گرد کا جائزہ لینے میں مصروف تھا۔
 ☆☆☆☆☆

اُس نے نمبر ملا کر فون سپیکر پہ لگایا کیونکہ ہاتھوں سے وہ موسیٰ کو کھانا کھلا رہا تھا۔ تیسری بیل پہ دوسری جانب سے کال اٹھالی گئی اور انتہائی آکٹائی ہوئی آواز آئی۔

"ہیلو!"

"یہ تم ہیلو بول رہے ہو یا پتھر مار رہے ہو؟"
 دوسری جانب بولنے والے مرد کی آواز اُسی پل بدل گئی اور حیرت و خوشی سے بولا۔

"اور انجھے تُو؟"

"لیسن۔۔۔ یور فادر۔۔۔"

دوسری جانب جاندار قہقہہ گونجھاتا۔
"ابھی تین دن پہلے تم پاکستان میں تھے ادھر کب مرے؟ ایڈنبرا کا نمبر
آ رہا ہے گھر پہ ہو؟"

"جی جناب شہریار کی وجہ سے اچانک آنا پڑا۔"

"اُستادوں سے اُستادیاں نہیں کرتے بیٹا۔"

"اور کیا لینے آنا تھا؟"

"جو لینے کے لیے ہر دوسرے مہینے چکر لگتے ہیں۔ ہیر ملی کہ نہیں؟"

"ہر کوئی تیرے جیسا لکی تھوڑا ہوتا ہے۔"

"زیادہ لمبی لمبی نہ چھوڑ بیٹا۔۔۔ تو بھی سنگل۔ وہ بھی سنگل۔ مجھے تو بہت

جلد تم دونوں کا مینگل نظر آ رہا ہے۔"

"تیرا دماغ چل گیا ہے۔"

"چار سال سے شادی شدہ کنوارا بننا تو گھوم رہا ہے اور پاگل میں ہوں میری

بات مان اور کسی ڈاکٹر سے مشورہ کر کہیں تیرے انٹرئل پارٹس کو زنگ نہ لگ

گیا ہو۔ اپنے فنکشن چیک کروا۔ مجھے تیری بڑی تشویش ہوتی ہے۔ ایک لڑکی

کے پیچھے تیری کیا حالت ہو گئی ہوئی ہے۔ بیچارہ۔۔۔"

موسیٰ کے باپ کے لبوں پہ مسکراہٹ دوڑ رہی تھی جب وہ بولا۔

"میں نے تجھ سے ہی سیکھا ہے اگر جذبے سچے ہیں تو سر گھسائے

رکھو۔ کبھی تو سنی جائے گی۔"

"بیٹا۔۔۔ میرے ساتھ اپنا مقابلہ نہ کر۔۔۔ ہم نے تو اپنا دل اپنے جگر

کے نام کیا ہوا ہے۔۔۔ سچ کہہ رہا ہوں مجھے اب اپنے جذبات کو لیکر ٹینشن بھی

ہوتی ہے۔ یار نوال چند گھنٹے نظر نہیں آتی مجھے خواہ مخواہ غصہ آنے لگتا ہے۔

ابھی بھی بچوں کو سوئمنگ پہ لیکر گئی ہوئی ہے اور میں بیٹھ کر منٹ گن رہا ہوں
کب وہ واپس آئے گی۔"

"حید صاحب آپ کا کچھ نہیں بن سکتا ہے آپ گون کیس ہیں۔"
"گون کیس کے کچھ لگتے۔ باتوں میں لگا کر اصل سوال تو بھلا ہی دیا۔ تو
گھر کیوں نہیں آیا؟"

"یار میں نے آنا تھا۔۔۔ پر اس وقت تجھے کال تیری خیریت پوچھنے کے
لیے کی ہے۔۔۔ کیونکہ کل میں نے سعدیہ آنٹی کا انشا سٹیٹس دیکھا تھا۔
تیرے پیر پہ پٹی بندھی ہوئی تھی۔۔۔ کہاں چھلانگیں مارتا پھرتا ہے۔"
"اوہ یار! ان بہو ساس سے میں گوڈے گوڈے تنگ ہوں۔۔۔ ان کی
محبت سے میرا دل جل جل کر راکھ ہو چلا ہے۔ کیا تو یقین کرے گا۔ نوال نے
سعدیہ کو انشا گرام بنا کر دیا ہوا ہے۔۔۔ اور سعدیہ کی آدھے سے زیادہ پوسٹ یا
تو بہو کے بنائے کھانوں کی تعریفوں میں یا بیٹے کے خلاف۔ خوش قسمت ہیں وہ
لوگ جن کے گھر میں ساس بہو کی لڑائی رہتی ہیں۔۔۔ اور بیوی کا سارا وقت
اُسکے شوہر کو ملتا ہے۔۔۔ میری بیوی آدھا دن ساس سُسر کے ساتھ لگی رہتی
ہے۔۔۔ آدھا دن بچوں کے ساتھ۔۔۔ اور آج ایک رات ہی شوہر کے حصے
میں آتی ہے۔ اُس میں بھی یہ عورت گلٹی مارتی ہے دس دفعہ اُٹھ کر بچوں کو
دیکھنے جاتی ہے۔۔۔ اب خود جائے تو ٹھیک ہے۔۔۔ دس دفعہ مجھے بھی بھیجتی
ہے۔۔۔ میں تھوڑا سا بھی ڈھیل دے دوں نا۔۔۔ یہ اپنا بستر ہال وے میں
ڈال لے گی تاکہ دونوں بچوں کے کمروں پہ نظر رکھ سکے۔"

موسیٰ کے باپ نے قہقہہ مارا۔
"تیری باتوں سے اندازہ ہو رہا ہے تو کتنی تکلیف میں ہے۔"

"بلڈی ہیل مین۔۔۔ ہائیک ہائی وے پہ سلیپ ہو گئی۔۔۔ ایک ذرا سی خراش آئی تھی مگر نوال اور سعدیہ نے مجھے بیڈ سے باندھ کر رکھ دیا ہے۔"

"بیٹے تیرا علاج ہے۔۔۔ تیرے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہیے۔"

"تیرے جیسے دوست اللہ کسی دشمن کو بھی نہ دے۔۔۔ تجھے یہ جان کر بڑی خوشی ہوگی۔ نوال نے میری ہائیک ای بے پہ فور سیل لگا دی تھی وہ تو میرے بچے نے مجھے بتا دیا ورنہ میرا کیا بنتا؟"

وہ سنجیدہ ہوتے ہوئے بولا۔

"حدید ایک بات تو بتاؤ؟"

"بکو؟"

"کیا وقت کے ساتھ میاں بیوی کی محبت میں کمی آ جاتی ہے؟"

"آہ۔۔۔ میرے بیٹے اگر میاں بیوی میں محبت ہو ہی نہ تو کم یا زیادہ کیا ہونی ہے۔ لیلی کی مثال تیرے سامنے ہے۔ وہ شوہر کے ساتھ ہی رہتی ہے۔ مگر ان کے درمیان ازدواجی تعلق نہ ہونے کے برابر رہ گیا ہوا ہے۔ فراز اور نوال کی کہانی بھی تجھے معلوم ہے۔۔۔ نکاح تھا۔۔۔ محبت۔۔۔ لگاوٹ۔۔۔ یا عزت نام کی بھی نہ تھی۔"

"تو اپنی بات کر تیرے ساتھ کیسا معاملہ ہے؟ محبت میں کمی آئی یا

نہیں؟"

"کاش میں اپنا دل تجھے دکھا سکتا۔ میں اُس کا اس قدر عادی ہو چکا ہوں۔ آفس سے واپسی پہ وہ گھر پہ نہ ملے مجھے سارا گھر کاٹ کھانے کو دوڑتا ہے۔ میں ہر روز بلاناغہ اُس کے لیے پھول لیکر آتا ہوں۔۔۔ جو کہ میری جیب پہ کافی بھاری پڑتا ہے۔۔۔ مگر مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔۔ میں کوئی

موقع گنوانا نہیں چاہتا جب میں اس کو یہ نہ بتا سکوں کہ مجھے اس سے کتنی محبت ہے۔۔۔ مجھے لگتا ہے جو پریشانی میں نے اس کو پانے میں اٹھائی جتنا نجل خراب ہوا وہ سب دور تھ تھا۔ میری نوال ایسا قیمتی خزانہ ہے کہ اس کو پانے کے لیے اگر مجھے فرہاد کی طرح نہر بھی کھودنی پڑتی تو بھی سودہ نقصان دہ نہیں ہونا تھا۔۔۔ یار میں اپنے جذبات سے ڈر جاتا ہوں۔ کیا کسی کے لیے اس حد تک جاننا نارمل ہے؟"

"احمد صاحب۔۔۔ محبت میں سب نارمل ہے۔"

"یار اسلام میں چار کی اجازت ہے۔۔۔ میں چار کے حصے کی محبت ایک سے کرتا ہوں/"

دونوں دوست ہنس رہے تھے۔

جب پیچھے سے ایک عورت کی چیخ سنائی دی۔

"محمد حدید احمد۔۔۔ یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"یار فون پہ بات کر رہا ہوں۔"

"فون پہ بات کر رہے ہو۔ مگر یہاں سیننگ روم میں کیا کر رہے ہو؟"

"بیٹھا ہوا ہوں۔۔۔ کیا نظر نہیں آ رہا۔۔۔؟"

"مجھے سب نظر آ رہا ہے میں تمہاری ضرورت کی ہر چیز دیکر تمہیں بیڈ

روم میں آرام کرنے کو چھوڑ کر گئی تھی۔ تم یہاں کیسے آئے؟"

"چل کر آیا ہوں۔۔۔ اور کیا اڑ کر آتا۔۔۔؟"

"کون سی ایسی قیامت آگئی تھی جو تم بیڈ میں سے نکلے۔ اگر تمہیں یاد نہ

ہو تو میں بتا دیتی ہوں تمہارا پیر اتر ا ہوا ہے چھ گھنٹے کا آپریشن ہوا تھا۔ ڈاکٹر نے سختی کے ساتھ۔۔۔ سن رہے ہو۔۔۔ سختی کے ساتھ تمہیں بیڈ ریسٹ کا بولا ہوا

ہے۔ چھ ہفتے تک تم پیر پہ وزن نہیں ڈال سکتے۔ اسی لیے میں تمہاری لیب ٹاپ، فون، چارجر، لی وی، ریمورٹ، ایکس ہاکس، کھانے پینے کا سامان ہر چیز تمہیں دیکر گئی تھی، مگر تمہاری ہڈی کو کہیں چین نہیں پڑتا۔"

"ہاں تو کس نے کہا تھا مجھے چھوڑ کے جاؤ اور تمہاری قسم پیر پہ وزن نہیں ڈالا۔ کچن کے کبٹ میں یو ایس بی پڑی ہوئی تھی وہ لینے آیا تھا اور سارا راہ لنگڑاتے ہوئے آیا ہوں۔۔۔ تمہاری قسم۔"

"اس وقت بکواس کی نا حدید احمد تو میرے ہاتھوں پٹو کے۔۔۔ وہ بھی اپنے والدین اور اولاد کے سامنے۔۔۔ دو بچے پالے ہیں کبھی اتنا خوار نہیں ہوئی ہوں جتنا اس ایک ہفتے میں تم نے مجھے گھما کر رکھ دیا ہے۔"

"اگر تمہارا غصہ اتر گیا ہو تو کیا میں فون پہ بات کر سکتا ہوں۔ مجھے تو ڈانٹو ساتھ میرے دوست کو کس بات کی سزا دے رہی ہو۔"

"ڈیڈی۔۔۔ یو آر آگرون اپ کیڈ۔۔۔ می سارا وقت اسی لیے پریشان تھیں کہ آپ بیڈ میں نہیں ہوں گے۔"

"نوال جان۔ خود سوچو تمہارے بغیر بیڈ روم میں کیا جھک مارتا؟"

دور سے آواز آئی۔

"میرے سے بات مت کرو۔"

"لو جی۔۔۔ گئی بھینس پانی میں۔"

سعدیہ کی آواز آئی۔

"تم ایک انتہائی لاپرواہ انسان ہو۔ جتنا تم میری بچی کو پریشان کرتے ہو تم سے زیادہ مجھے اس کی صحت کی فکر ہوتی ہے۔ ایک ٹانگ پہ نچا رہے ہو تم باپ بچے اس کو۔"

"اماں رہنے دیں۔ اس سے بات کرنا ہی فضول ہے۔ بس آج ہی سے میں بچوں سمیت آپ کی طرف شفٹ ہو رہی ہوں۔"

"ایک تو میں تمہاری اس دھمکی سے اتنا تنگ ہوں۔ اب یار اپنا گھر بیچ کر آپ میرے ساتھ شفٹ کیوں نہیں ہو جاتے پھر دیکھوں گا یہ کہاں جائے گی۔"

"تم اپنی حرکتیں مت بدلنا۔"

"میں اپنے کمرے میں ہی چلا جاتا ہوں۔ یہاں تو کوئی فون پہ بات بھی نہیں کر سکتا ہے۔"

"خبردار جو تم یہاں سے ہلے۔۔۔"

"ڈیم اٹ۔"

"تم سن رہے ہو۔۔ میری کیسے ہو رہی ہے؟"

"بالکل ٹھیک ہو رہی ہے۔ بھابھی کو پریشان کرتے ہو۔۔ اس سے بھی بُری ہونی چاہیے۔"

حدید سرگوشی میں بولا۔

"لال ٹماٹر چہرہ لیے کچن میں گئی ہے۔ یار آٹھ سال شادی کو ہو گئے ہیں میں آج بھی اس سے جذبات کا اظہار کروں۔ یہ بُری طری بلش کرتی ہے۔"

"میری دعا ہے اللہ تمہیں سدا خوش رکھیں۔ اپنا خیال رکھا کرو۔"

"تم گھر کب آرہے ہو؟"

"موسیٰ میرے ساتھ آیا ہوا ہے۔ اس لیے دیکھو کب چکر لگتا ہے۔"

"موسیٰ آیا ہوا ہے اور تم نے بتایا کیوں نہیں۔۔۔"

"میرے پاس بیٹھا ہماری باتیں سن رہا تھا ابھی دوسرے کمرے میں گیا ہے۔"

"میں ڈرائیور بھیج دوں گا۔ جس دن فری ہوئے فوری آ جانا۔"

"ٹھیک ہے۔۔ میری طرف سے سب کو سلام بولنا۔ پھر بات ہوگی۔"

اللہ حافظ۔"

"اللہ مالک۔"

وہ کال بند کرنے کے بعد بھی مسکراتا رہا۔

"بابا کیا ہم حدید انکل کے گھر جائیں گے؟"

"آپ جانا چاہتے ہو؟"

موسیٰ کچھ سوچتے ہوئے بولا۔

"اگر آئی ساتھ چلیں گی۔۔ تب۔"

موسیٰ کے باپ کے چہرے پہ سنجیدگی چھا گئی۔

اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

باہر آیا تو ملی کو سیننگ روم کی دیوار گیر کھڑکی کے سامنے کافی کا کپ ہاتھ

میں تھا مے باہر اندھیری رات میں دیکھتے پایا۔

"میں موسیٰ کو سلا کر شہریار کی تلاش میں نکلوں گا۔"

"جیسے آپ کو بہتر لگے۔"

"آپ دوسرے بیڈ روم میں آرام کر سکتی ہیں۔ یقیناً تھک گئی ہوں گی۔"

"نہیں آج کا دن تو اچھا تھا۔ کچھ ہنگامہ تو ہوا۔ ورنہ تو خود پہ رو بوٹ کا

گمان ہونے لگا تھا۔"

دونوں چپ کر گئے۔

وہ باہر دیکھتے ہوئے سب بھرتی رہی اور وہ دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر کبھی اس کو دیکھتا کبھی کارپٹ پہ کھلونے بکھیر کر کھیلتے موسیٰ کو۔
"موسیٰ آپ کے شاور کا وقت ہے۔ آجاؤ جلدی سے شاور لیتے ہیں اس کے بعد کہانی پڑھیں گے۔"

"موسیٰ کے ساتھ بابا بھی شاور لیں گے۔۔۔"
"نہیں بابا نہیں لے رہے۔ کیونکہ بابا کو کہیں جانا ہے۔"
"اگر آپ شاور نہیں لیں گے۔۔۔ تو میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گا۔"
"موسیٰ اچھا بچہ ہے۔۔۔ بابا کو تنگ نہیں کرتا ہے۔"
"بابا پلیز ہو شاور ویدی۔"

"اوکے۔۔۔ مگر شرط یہ ہے کہ شاور لمبا نہیں ہوگا۔۔۔ کیونکہ سردی ہے میں نہیں چاہتا تم بیمار پڑو۔"

موسیٰ خوشی سے اُچھلتے ہوئے تالیاں بجانے لگا۔
"جاؤ جا کر سوئمنگ شارٹس پہنو۔۔۔ میں نے واش روم میں رکھی تھیں۔ میں آتا ہوں۔"

"بابا شرط لگالیں کون پہلے تیار ہوگا۔"
"میں۔۔۔"

"نہیں بابا۔۔۔ میں۔۔۔"
"دیکھ لیتے ہیں۔"

دونوں باپ بیٹا دوڑتے ہوئے سیٹنگ روم سے غائب ہوئے۔ موسیٰ سچے جذبے سے بھاگ رہا تھا جبکہ اُس کا باپ بھاگنے کی ایکٹنگ کر رہا تھا۔

موسیٰ واش روم کے دروازے میں کھڑا ہو کر اپنی جرسی اُتارتے ہوئے باپ سے مخاطب ہوا۔

"آئی۔۔۔۔۔ آپ بھی آجائیں۔"

"کیا آپ ساری قیمتی اکٹھے شاور لیتے ہو؟"

کمرے میں سے موسیٰ کے باپ کا قہقہہ اُبھرا۔

"میں اور بابا۔۔۔"

موسیٰ اپنے کپڑے اُتارنے کے بعد واش روم کے دروازے کے پیچھے جھپ کر شارٹس پہن رہا تھا۔ دو منٹ بعد اُس کا باپ اپنے کمرے سے براہِ ہوا۔ اُدھر سے موسیٰ بھاگ کر دروازے کے پیچھے سے نکلا۔

"میں جیت گیا۔۔۔ میں جیت گیا۔۔۔ بابا ہار گئے۔"

موسیٰ کی ساری توجہ اُن دونوں نے کھینچ لی تھی۔

باپ نے بھی شارٹس پہنی ہوئی تھیں۔ گردن کے گرد بڑا سا تولیہ لپیٹے اُداس سی شکل بنا کر بولا۔

"موسیٰ بہت تیز ہے۔۔۔ ہر دفعہ جیت جاتا ہے۔۔۔ بابا ہار جاتے ہیں۔"

"بابا اگلی دفعہ موسیٰ ہار جائے گا۔"

"اوے میرا ہمدرد بیٹا۔۔۔ جان بوجھ کر ہارے گا۔"

اُس نے موسیٰ کو اُٹھا کر بوری کی طرح کندھے پہ ڈالا اور واش روم میں لے گیا۔

دروازہ کھلا ہوا تھا اور اندر سے دونوں کی باتوں اور ہنسی کی آواز مٹی کو دروازے کے پاس کھینچ لائی۔

تھوڑی سی گردن اندر کر کے دیکھا۔

بیٹے کے پیچھے دونوں کھڑے تھے پانی گر رہا تھا اور موسیٰ باپ کی گود میں سوار ہو کر ہوائی جہاز کی طرح دونوں بائیں کھول کر اڑ رہا تھا۔ اُس کا باپ اس کو اپنے دایں بائیں گھوماتا۔

پھر اس کو پانی کے نیچے کھڑا کرتے ہوئے۔ اُس کے بالوں کو شیمپو لگایا۔
"بابا آنکھوں میں شیمپو لگ رہا ہے۔۔۔ جلدی صاف کر دیں۔۔۔ ہائے۔۔۔"

"اویار اتنا شور کیوں کرتے ہو۔۔۔ اوپر منہ کر کے آنکھیں کھولو۔۔۔"

"اب موسیٰ بابا کو شیمپو لگائے گا۔"

"جو حکم میرے سرکار۔۔۔ آئیے۔"

باپ کی گود میں سوار ہو کر اُس نے باپ سے ہی کہہ کر بالوں پہ شیمپو کر دیا اور پھر اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے سر رگڑنے لگا۔ اس دفعہ باپ نے آسمان سر پہ اٹھایا۔

"میری آنکھوں میں شیمپو چلا گیا ہے۔۔۔ اف ہائے میری آنکھیں۔۔۔ اب میں کبھی شاور نہیں لوں گا۔"

باپ کی دہائی پہ موسیٰ کھلکھلا کر ہنس رہا تھا اُس کی خوبصورت ہنسی مارے فلیٹ میں گونج رہی تھی۔

"بابا رونا نہیں میں صاف کر دیتا ہوں۔ بابا اتنے بڑے ہو کر رو رہے ہیں۔ موسیٰ تو نہیں روتا ہے۔"

اُس کے باپ نے پھر مصنوعی کراہ نکالی۔ موسیٰ کی ہنسی آؤٹ آف کنٹرول ہو گئی۔

ملی اُن دونوں کی باتوں میں اس قدر گم تھی۔ کہ جب پانی کی بو چھاڑا اُس کے چہرے پہ سگری اُس کی چیخ نکل گئی۔ جبکہ موسیٰ کو ہنسنے کا ایک اور موقع مل گیا۔

"آنٹی پانی سے ڈر گئیں۔"

ملی نے بے یقینی سے موسیٰ کے باپ کی جانب دیکھا۔ جو لاعلم نظر آنے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے تولیہ اٹھا کر موسیٰ کے بال خشک کرنے لگا۔ وہ شرمندہ سی وہاں سے ہٹ گئی۔

پھر ایک تولیہ اپنی شارٹس کے اوپر ہی کمر کے گرد لپیٹ کر موسیٰ کو اٹھا کر کمرے میں لے آیا۔

ملی ساتھ والے بیڈ روم میں چلی گئی۔

اُس کے لیے یہاں پہ رُکنا بہت مشکل ثابت ہو رہا تھا۔

موسیٰ کو کپڑے پہنانے کے بعد اپنا لباس لیکر واش روم میں گیا ملی کے کان اُن دونوں کی ایک ایک حرکت نوٹ کر رہے تھے۔

واش روم میں ایک دفعہ پھر سے شور چلنے کی آواز آئی تھی۔ اس دفعہ

دروازہ بند تھا۔

کچھ دیر بعد گھر میں ہیر ڈرائیر کی آواز ابھری پھر بند ہو گئی۔

موسیٰ کو اسکے باپ نے بیڈ میں لٹایا اور خود ساتھ لیٹ کر اپنے فون پہ

کنڈل ایپ کھول کر کہانی چُن رہا تھا۔ جب موسیٰ نے باپ کی شرٹ کے بٹنوں سے کھلتے ہوئے نئی فرمائش کی۔

"بابا۔"

"ہوں۔۔؟۔۔"

"کیا آنٹی کہانی پڑھ سکتی ہیں؟"

اُس کے باپ کے ہاتھ رک گئے۔ اپنی عینک کو ناک پہ اوپر کود تھکیاتے بولا۔
"یہ تو آپ کو اپنی آنٹی سے پوچھنا پڑے گا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے۔۔۔ وہ سو گئی ہوں۔"

"وہ جاگ رہی ہیں۔"

"آپ کیسے کہہ سکتے ہو؟"

"کیونکہ اُن کے کمرے کی لائٹ جل رہی ہے۔"

"ہو سکتا ہے۔۔۔ ان کو لائٹ آن رکھ کر سونے کی عادت ہو۔"

"بابا۔۔۔"

"جی۔۔۔"

"میں جا کر دیکھ لوں؟"

"موسیٰ۔۔۔"

"جی۔۔۔"

اُس کے باپ نے گہری سانس بھری۔۔۔ اور فون بیڈ پہ پھینک کر موسیٰ کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"ہو سکتا ہے۔۔۔ وہ اس کمرے میں آنا پسند نہ کریں۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ۔۔۔ یہاں میں ہوں۔"

"کیا میں ان کے پاس چلا جاؤں؟"

یہ بات اُس کے باپ کے دل پہ لگی تھی۔

"پھر میں کیا کروں گا۔۔؟۔۔ اچھا جاؤ۔۔۔ انہیں پوچھ لو اگر انہیں
اعتراض نہ ہو۔"

موسیٰ کو اجازت ملنے کی دیر تھی بیڈ سے چھلانگ مار کر نکلا اور بھاگتے
ہوئے جا کر ملی کے دروازے پہ دستک دی۔

ملی جو دروازے کے پاس کھڑی ہو کر دونوں کی باتیں سن رہی
تھی۔ جلدی سے سکارف کے ساتھ اپنے آنسو صاف کئے۔ بال ٹھیک کرتے
ہوئے دوسری دستک پہ دروازہ وا کر دیا۔

"ارے آپ۔۔۔ میں سمجھی آپ سو گئے ہو۔"

"کہانی تو سنی نہیں۔۔۔ نیند کیسے آئے گی۔"

"اچھا۔۔۔"

"کیا آپ مجھے کہانی سنائیں گی؟"

"ہ۔۔۔ ہا۔۔۔ ہاں ک۔۔۔ کیوں نہیں۔۔۔ مگر میرے پاس کوئی کتاب

نہیں ہے۔"

"بابا کے فون میں ہے نا۔۔۔ آپ آئیں نا۔۔۔ میں آپ کو دیتا ہوں۔"

وہ اُس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے کمرے میں لے آیا۔

اُس کا باپ بیڈ پہ ہیڈ بورڈ کے ساتھ ٹیک لگائے نیم دراز تھا۔ موسیٰ نے

بیڈ پہ پڑا باپ کا فون پکڑ کر ملی کے ہاتھ میں دیا اور اسکو اپنی جانب بیڈ پہ بٹھایا۔

ملی کی فون پہ گرفت نہ ہونے کے برابر تھا کیونکہ اُس کے ہاتھ کانپ

رہے تھے۔ موسیٰ نے باپ کے برابر لیٹ کر رضائی اوڑھ لی اور سوالیہ نظروں

سے ملی کو دیکھنے لگا۔

جو گلا کھنکارتے ہوئے بولی۔

"فون پہ پن لگا ہوا ہے۔"

"اوداٹس ویری ایزی۔۔۔ اے۔۔۔ ایم۔۔۔ اے۔۔۔ ایل۔۔۔"

موسیٰ کے جواب پہ ملی کتنی دیر تک نہ کچھ بول سکی۔۔۔ نہ نظر اٹھا کر اُس کو دیکھ ہی سکی۔

گود میں پڑے فون کی بلیسک سکرین کو دیکھے گئی۔ پھر کانپتی انگلیوں سے سکرین آن کی اور پن نمبر لکھا فون آن ہو گیا۔

اُس نے پھر سے سکرین لاک کر دی اسی عمل کو تین چار مرتبہ دہرایا۔

موسیٰ کی آواز پہ جیسے ہوش میں آئی۔

"بابا۔۔۔ مجھے نہیں لگتا۔۔۔ آنٹی کو فون استعمال کرنا آتا ہے۔۔۔ کیا آپ اُن کو بتا سکتے ہو۔۔۔ کنڈل کیسے اوپن ہوتی ہے۔"

اُس کا باپ کچھ نہ بولا۔

موسیٰ نے حیرت سے پہلے ملی کو دیکھا پھر اپنے والد کو۔

پھر باپ کے کان میں بولا۔

"بابا۔۔۔ شی از کرائینگ۔"

"از شی؟"

"یس۔۔۔ یوشڈ گیو ہر آہگ۔۔۔ اینڈ ٹیل ہر ایوری تھنگ ویل بی اوکے لائیک یو آلو یز ٹیل می۔"

اُس کا باپ دھیمے سے ہنسا۔

"اگر میں انکو گلے لگا کر تسلی دوں گا تو یہ میری پٹائی لگائیں گی۔"

"بابا اٹس ناٹ فنی۔۔۔"

"سوری۔۔۔"

"آئی ڈونٹ کرائے پلینز۔"

وہ بھاری ہوتی آواز میں بولی۔

"اوکے۔۔۔ کون سی کہانی سناؤں۔"

موسیٰ کی بجائے اُس کا باپ بولا۔

"دل ٹوٹنے کی۔۔۔"

ملی کے لبوں سے جیسے سسکی نکلی۔

"وہ نہیں سنائی جائے گی۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ اُس میں سوائے مایوسی کے اور کچھ نہیں ہے۔"

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے۔۔۔ کہیں کوئی خوشی بھی ہو۔"

"ہے۔۔۔ بہت خوشی ہے۔۔۔ مگر سب نفرت کی نظر ہو گئی۔"

"کئی دفعہ بظاہر ٹھنڈے پڑے کونلے کے اندر بھی چنگاری چھپی ہوتی

ہے۔۔۔ ہاتھ جلنے کے بعد ہی سامنے آتی ہے۔"

"جن کو نلوں پہ خود اپنے ہاتھوں ٹھنڈا پانی ڈال دیا جائے وہاں صرف

راکھ ہی ملتی ہے۔۔۔"

"کیا آپ کو کبھی محبت ہوئی؟"

"محبت ہم جیسوں کے نصیب میں کہاں ہوتی ہے۔۔۔ ہمارے

دروازے پہ دستک دیئے بغیر گنزر جاتی ہے۔"

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے۔۔۔ محبت دروازے کے کھلنے کا انتظار کر رہی ہو

۔۔۔ اور آپ کو خبر ہی نہ ہوئی ہو۔"

"محبت کب خاموشی سے دستک دیتی ہے۔"

"جب اُس کو قبولیت ملنے کا یقین نہ ہو۔"

دونوں ایک دوسرے سے بات تو کر رہے تھے۔ مگر دیکھنے کی جرات نہیں پڑ رہی تھی۔

موسیٰ گال کے نیچے ہاتھ رکھے بڑے غور سے اُن دونوں کی گفتگو سُن رہا تھا۔

"اے ایم اے ایل۔۔۔ اس کا کیا مطلب ہے؟"

"اس کا مطلب۔۔۔ غصہ۔۔۔ بے بسی۔۔۔ اور خسارے کا غم۔۔۔"

"خسارہ کیسا۔۔۔؟"

"بہت ہی قیمتی انسان کے بچھڑ جانے کا خسارہ۔۔۔"

"آپ نے کبھی محبت کی۔۔۔؟"

"ہاں۔۔۔ کی ہے۔۔۔"

"کس سے؟"

"اپنی بیوی سے۔۔۔ موسیٰ کی ماں سے۔"

"کیا اُس کو بھی آپ سے محبت تھی۔۔۔؟"

"پہلے نہیں تھی۔۔۔ بچھڑنے کے بعد ہو گئی۔"

"آپ کو کیسے علم ہوا۔۔۔"

"مجھے علم نہیں ہوا۔۔۔ مجھے یقین ہے۔"

"کیسے؟"

"کیونکہ اُس کے بچھڑنے کے بعد میں ویسا نہیں رہا جیسا ہوتا تھا۔ بلکہ ویسا

بن گیا۔۔۔ جیسے مرد اُس کو پسند تھے۔"

"کیا آپ کو اُس پہ غصہ نہیں آتا؟"

"بہت زیادہ غصہ آتا تھا۔ شروع شروع میں تو اتنا غصہ آتا تھا جی چاہتا تھا وہ کہیں ملے اور میں اس کو جان سے مار دوں۔"

"پھر۔۔۔؟"

وہ دھیمی آواز میں بول رہا تھا۔

"پھر وقت کے ساتھ یہ احساس ہوا کہ اُس کی جڑیں میرے وجود میں اس قدر گہری ہیں کہ اگر میں اسکو ختم کر دوں تو میں خود بخود ختم ہو جاؤں گا۔"

"تو کیا اب اُس پہ غصہ نہیں آتا؟"

"جب کبھی کسی مکمل فیملی کو دیکھتا ہوں تو اپنا دھورہ پن بہت کھلتا ہے۔ اُس وقت اُس پہ بہت غصہ آتا ہے۔ کیا تھا کہ جو وہ بیل آؤٹ نہ کرتی۔ خاص کر موسیٰ کے سکول میں ہونے والے فنکشنز پہ۔ یا جب وہ اپنے کزنز اور دوستوں کی ماؤں کو حسرت سے دیکھتا ہے۔ تب میں سوچتا ہوں۔۔۔ میں اُس کی ماں کو کبھی معاف نہیں کروں گا جس نے خود غرضی کا مظاہرہ کیا۔ پر جب اُس کی ماں کی حالت دیکھتا ہوں۔۔۔ تو ساری باتیں بھول جاتا ہوں۔"

"کیوں۔۔۔؟"

"کیونکہ وہ بھی کونسا خوش ہے۔"

"آپ کو کیسے پتا کہ وہ خوش نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے۔۔۔ وہ شادی کر چکی ہو۔۔۔ بہت زیادہ خوش ہو؟"

"میں ہر چھ ماہ بعد اُس کو دیکھنے جاتا رہا ہوں اور اتنے سالوں میں ایک دفعہ بھی اس کو دیکھ کر ایسا نہیں لگا کہ وہ خوش ہے۔۔۔ بہت خوش ہونا تو دور کی بات ہے۔"

ملی نے بے اختیار سر اٹھا کر اُس شخص کی جانب دیکھا جو دروازے کی جانب دیکھ رہا تھا ملی جی بھر کر حیران ہوئی تھی اسی لیے بولی۔
"مجھے یقین نہیں آرہا۔۔۔؟"

"کس بات کا؟"

سامنے والے کے دیکھنے پہ ملی نے نظر پھیر لی۔
"یہی کہ وہ آپ کو چھوڑ کر چلی گئی اور آپ ابھی بھی اس کی خبر رکھتے ہیں۔"

"آپ یہ بھول رہی ہیں۔۔۔ چھوڑا اُس نے مجھے تھا۔۔۔ میں نے اُس کو نہیں چھوڑا ہے۔"

اٹل ایک دفعہ پھر اسکو دیکھے گئی۔۔۔ لب ہلے۔

"اُس نے کیوں چھوڑا تھا؟"

"آہ۔۔۔ بہت سی وجوہات تھیں۔"

"سب سے بڑی وجہ کیا بنی؟"

"میں نے اُس کا دل توڑا تھا۔ اس کی آزادی چھینی تھی، اس کی شخصیت کو مسخ کیا تھا۔"

وہ سامنے دیکھتے ہوئے بول رہا تھا اور ملی اُس کو دیکھ رہی تھی۔۔۔ جیسے اُس شخص کے سینگ نکل آئے ہوں۔

وہ الفاظ ڈھونڈ رہی تھی جبکہ وہ جیسے خود سے بول رہا تھا۔

"میں نے ایک حدیث سنی ہے۔۔۔ جس کا مفہوم یہ ہے۔۔۔ کہ قیامت کے دن اللہ پاک شوہر سے بیوی کے حوالے سے سوال کریں گے۔۔۔ جانتی ہیں وہ سوال کیا ہے؟"

"کیا۔۔۔؟"
 "اللہ پاک اپنے بندے سے پوچھیں گے۔ دنیا میں یہ عورت تمہارے
 پاس میری امانت تھی۔ بتاؤ تم نے اس کے ساتھ کیسا سلوک کیا؟ میرے نام پہ
 تم نے اسکو اپنے نکاح میں لیا تھا۔"
 "جانتی ہیں مجھ سے سب سے بڑی غلطی کیا ہوئی؟"
 "کیا؟"

"میں نے ایک پاک اور خوبصورت رشتے کی بنیاد غلط اصولوں پہ رکھی۔
 ایک منہ زور آندھی کو کنٹرول کرنے کے چکر میں میں نے دو زندگیاں برباد
 کیں۔ اس میں سارا قصور میرا نہیں تھا۔۔۔ میں جس معاشرے کی پیداوار
 ہوں۔۔۔ وہاں یہ سب اختیار میرے پاس بائے برتھ آجاتے ہیں۔۔۔
 عورت کو جیسے چاہے اپنی چاہت اور مرضی کے لیے منیپولیٹ کروں۔ کبھی
 غیرت کے نام پہ، کبھی شوہر بن کر دین کے نام پہ عورت کا استعمال کروں
 ۔۔۔ کہ مجھے حاکم بنایا گیا ہے۔۔۔ کبھی اُس کو اولاد کے حوالے سے بلیک میل
 کیا جاتا ہے۔۔۔ معاشرہ مرد کو سپورٹ کرتا ہے۔۔۔ عورت کو نہیں۔۔۔ بیٹی
 کو یہ کہہ کر چُپ کر وادیا جاتا ہے کہ اپنی خواہشات کا اظہار بھائی کے سامنے
 مت کرنا۔۔۔ غصہ کرے گا۔ میں چھوٹی عمر سے ہی انتہا پسند تھا۔۔۔ میرا بڑا
 بھائی مجھے ہمیشہ ٹوکتا تھا جس وجہ سے وہ مجھے زہر لگتا تھا۔۔۔ مجھے بس وہی لوگ
 پسند تھے۔۔۔ جو ہر حال میں مجھے ہی درست کہیں۔ میں نے شادی کی یہ سوچ
 لر کے اس عورت کو قابو کر کے دکھاؤں گا۔ اپنے کندھے پہ اعزاز کا تمنغہ لگا کر
 پھاتی چوڑی کر کے چلوں گا۔ کہ یہ دیکھو جس کو کوئی نہ سمجھا سکا اُس کو میں نے

ہاروں شانے چٹ کر دیا۔۔۔ جب میں نمود کو سوچتا ہوں تو مجھے کس آتی

ملی کو یقین نہیں آرہا تھا کہ سامنے بیٹھا شخص اصل ہی ہے۔ یا انظر کا

اس سے پہلے کے وہ دونوں مزید کچھ کہتے۔۔۔ ہاہر کا دروازہ کھل کر بند ہونے کی آواز آئی۔

پھر قدموں کی آواز آکر ان کے کمرے پہ رکی۔
"واٹ دابلڈی ہیل!؟"

شہریار کی آواز پہ اس کی بہن شکر کا کلمہ پڑھتی اٹھ کر اس کی جانب بڑھی جو کسی ریسر کی طرح تکرور وازے میں کھڑا گھور رہا تھا۔

"یا اللہ تیرا شکر ہے۔۔۔ تم خود ہی آگئے۔۔۔ کہاں گئے تھے؟"

"واؤ۔۔۔ وٹ آپر فیکٹ پکچر۔۔۔ گریٹ فیملی ریوین۔"

ملی جہاں تھی وہیں تھم گئی کیونکہ شہریار مزید کہہ رہا تھا۔

"آپ مجھے بتانا پسند کریں گے۔۔۔؟ یہ عورت یہاں کیا کر رہی ہے

۔۔۔؟"

"اس سے پہلے کہ تم مزید کوئی بات کرو۔۔۔ شہریار صاحب میں آپ کو

یاد کروانا چاہتا ہوں۔۔۔ یہ اس کا گھر ہے۔۔۔ جہاں یہ جب چاہے آسکتی ہے

۔ جب چاہے جاسکتی ہے۔"

"کیا آپ سب کچھ بھول گئے ہیں؟ یا عورت کے وجود کی اس قدر

ضرورت محسوس ہو رہی ہے کہ خود پہ مردار بھی حلال کر لیا ہے؟"

اُس نے سوئے ہوئے موٹی پہ کبل برابر کیا۔۔۔ اور شہریار کا ہلاک کر
اُس کو کمرے سے باہر لے گیا۔ ملی کمرے میں ہی تھی۔ جب اُس نے دروازہ
بند کر دیا جسے اگلے پل کھول کر وہ بھی باہر آگئی۔

اپنے اُس بھائی کا چہرہ دیکھنا چاہتی تھی جس کے لیے ابھی کل رات وہ بے
کے آگے گڑا کر روئی تھی۔ جس کی زندگی کی بھیک مانگتے ہوئے وہ یہ تک
بھول گئی کہ وہ کہاں پہ ہے کیا کر رہی ہے۔

یاد تھا تو صرف اتنا کہ چھوٹا بھائی تکلیف میں ہے۔ اور اُس پہ اگر کوئی کہتا تم
اپنی زندگی ہار جاؤ تو تمہارا بھائی جی اٹھے گا۔ تو وہ ایک منٹ نہ سوچتی۔ بھائی کی
خاطر اپنی جان تک دے جاتی۔۔۔ وہی بھائی زبان سے اُس کے لیے زہر اگل
رہا تھا۔۔۔ ملی کو لگا۔۔۔ تنہائی لاکھ بُری سہی مگر جو تکلیف اس وقت اُس کا دل
چیر رہی تھی۔۔۔ اُس سے ہزار درجہ بہتر وہ تنہائی ہے۔۔۔ جس میں بیٹھ کر
اپنے زخموں کو نکور کی جاتی ہے۔

شہریار ایک دفعہ پھر دھاڑا۔

"بھائی میں نے کچھ پوچھا ہے؟"

"میں تمہیں وارننگ دے رہا ہوں۔۔۔ سوچ سمجھ کر اپنی اس بے لگام

زبان کا استعمال کرنا۔۔۔ میں کوئی بد تمیزی برداشت نہیں کروں گا۔"

"آپ میرے سوالوں کو بد تمیزی کہہ رہے ہیں؟ کیا آپ کی مت ماری

گئی ہے۔ یا یادداشت کو گھٹن لگ گیا ہوا ہے۔ خوابوں کی دنیا سے نکل کر ایک

دفعہ اس عورت کے چہرے کو غور سے دیکھ تو لیں۔۔۔ یہ وہی ہے۔۔۔ جس

نے آپ پہ اغواء کا مقدمہ کروا کر آپ کو جیل کی سلاخوں کے پیچھے بھیجا تھا۔

آپ کے بیٹے کو دنیا میں آنے سے پہلے ختم کرنے کی اپنی سی ہر کوشش کی تھی

"تمہاری اپنی اوقات کیا ہے؟ مرے ہوئے باپ کی حق حلال کی کمائی کو دن رات اپنی عیاشیوں میں ختم کر رہے ہو۔ جو اکھیلے ہو۔۔۔ جھوٹ بولتے ہو۔۔۔ بے ایمانی کرتے ہو۔۔۔ اُس کے باوجود تم خود کو اس قابل سمجھتے ہو کہ تم کسی اور کے اخلاق و کردار پر بات کرو۔۔۔؟ زندگی میں کبھی کوئی کام بھی کیا ہے۔۔۔؟ تم جیسے بھائی زندہ رہیں۔۔۔ یا مر جائیں ایک برابر ہی ہیں۔"

"فاز اور نگزیب آج دوسری دفعہ تم نے مجھ پہ ہاتھ اٹھایا ہے۔ تیسری دفعہ اٹھایانا۔۔۔ تو میں تمہارا ہاتھ کاٹ دوں گا۔"

فاز نے اُس کی چیلنج کرتی آنکھوں میں دیکھا۔۔۔ اور رکھ کر ایک اور تھپڑ لگا دیا۔

جواب میں شہریار نے پہلے بے یقینی سے فاز کو دیکھا۔۔۔ پھر اُس پر جھپٹ پڑا۔۔۔ فاز نے اُس کی بیماری سے پیدا ہونے والی جسمانی کمزوری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے۔۔۔ اٹھا کر شہریار کو فرش پہ مارا اور اُس کا بازو بل دیکر اُس کی کمر کے پیچھے لگا دیا۔

منہ کے بل نیچے پڑے شہریار کی تکلیف سے کراہ نکلی۔۔۔ اُس نے فرش پہ زور زور سے ہاتھ مار کر احتجاج کیا۔

اُم نے آگے بڑھ کر فاز کو بازو سے کھینچ کر شہریار کے اوپر سے اٹھایا۔

"میری وجہ سے آپس میں نہ لڑو مرو۔۔۔ نہ مجھے شیری صاحب کی محبت

چاہیے۔ نہ فاز صاحب کی ہمدردی۔"

فاز کی نظریں اس کے چہرے پہ جم کر رہ گئیں۔

مٹی نے نظر چُرائی۔۔۔ اور دھیمی سی آواز میں بولی۔

"میں کونسا یہاں رہنے آئی تھی۔ بس اپنے بچے کے ساتھ تھوڑا وقت گزارنے کے لالچ میں کبھی چلی آئی۔ آخر چار سال تک میں نے اپنا دل مار کر اپنے بچے کو تم لوگوں کے حوالے کیے رکھا۔"

"اچھا اب تم اپنے کئے کئے ظلم کو اپنی قربانی ظاہر کرنا چاہتی ہو۔۔۔؟ سچ ڈسٹریڈ برین۔۔۔"

شہریار کی زبان اب بھی نہ چپ رہ سکی۔
ملی نے گہری سانس کھینچی اور فاز کی جانب دیکھتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ اوپر کو اٹھا کر کندھے اچکائے۔

"یہ ڈرامے بازیاں چھوڑ وائل۔۔۔ اور نکلو یہاں۔۔۔"

شہریار ابھی تک فرش پہ پڑا ہوا تھا۔ فاز نے اس کے پیٹ میں پیر کی ضرب ماری۔

"واٹ دا ہیل مین۔۔۔ میں تمہارا بچہ بیگ نہیں ہوں۔۔۔ دوسرا تمہیں میرے پہ رحم نہیں آ رہا۔۔۔ میں ابھی انٹینس کنٹر سے فرار ہو کر آیا ہوں۔۔۔ سو سٹاپ کلنگ مائے شٹ۔۔۔"

"میرے باپ بھی نہیں ہو۔۔۔ اس لیے میرے معاملات میں ٹانگ اڑانا بند کرو ورنہ آئی ویل بریک یور بونز اینڈ سینڈ یور انٹ بیک ٹو دا انٹینس کنٹر۔"

"میں اپنی بہن کے معاملے میں دخل اندازی کرنے کا پورا پورا حق رکھتا ہوں۔"

"او جسٹ شٹ دا۔۔۔ یو ایڈیٹ۔۔۔"

اُن دونوں کو بحث کرتا چھوڑ کر ملی اندر کمرے سے اپنا بیگ اٹھا کر دونوں کو حیران چھوڑ کر فلیٹ سے نکل گئی۔

"پڑ گئی تمہارے کلبجے میں ڈھنڈ۔۔۔ وہ چلی گئی ہے۔"

"اُس نے جانا ہی تھا۔۔۔۔۔ جو پہلے آپ کے ساتھ نہ ہی اب کیوں رہے گی۔ اور اگر اتنی ہی تکلیف ہو رہی رہی ہے تو اُسکے پیر پڑ جاتے۔۔۔۔۔ یہ تو ثابت ہو ہی گیا ہے کہ آپ کے اندر بیک بون نام کی چیز ہی نہیں ہے۔ وہ سامنے نعر آئی نہیں اور سارا غصہ ساری نفرت سب جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ ویسے ہمارے سامنے تو بڑا شو کیا جاتا رہا ہے کہ مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں۔۔۔۔۔ رُک جائیں ذرا۔ ابھی تو میں نے پاکستان والوں کو یہ بریکنگ نیوز دینی ہے پھر مزا آئے گا۔۔۔۔۔ جب تائی جی سے گالیاں کھائیں گے۔"

فاز نے مزید کچھ نہ کہا۔۔۔ ہاتھوں میں سر پکڑ کر صوفے پہ بیٹھ گیا اور آنکھیں بند کر لیں۔

وہ کچھ سوچنا نہیں چاہتا تھا۔۔۔ مگر سوچیں کب چھوڑتی ہیں۔۔۔۔۔ امل کے ساتھ گزرے وہ چند ماہ آنکھوں کے سامنے گھوم رہے تھے۔۔۔۔۔ جب وہ اسکی دسترس میں ہوا کرتی تھی۔۔۔۔۔ ناراض رہتی تھی۔ اُس سے نفرت کا اظہار کیا کرتی تھی۔ مگر آنکھوں کے سامنے ہوتی تھی۔ وہ اُس کو چھو کر محسوس تو کر سکتا تھا۔ اُس کو یہ بات مانتے ہوئے کوئی شرم محسوس نہیں ہو رہی تھی۔۔۔۔۔ کہ ہاں۔۔۔۔۔ اُس نے امل کو یاد کیا تھا۔۔۔۔۔ ان چار سالوں میں شاید ہی کوئی دن کوئی پل ایسا تھا۔۔۔۔۔ جب وہ تصور کے پردے پہ اُجاگر نہیں ہوئی تھی۔

اُس نے اپنے منہ پہ ہاتھ پھیرا۔

حیرت انگیز پہ شہریار جس کی زبان مسلسل چل رہی تھی۔ اب وہ بھی آنکھوں پہ بازور کھے۔ کارپٹ پہ خاموش لیٹا ہوا تھا۔

اے فلیٹ سے نیچے آکر بس سٹینڈ کی جانب چل پڑی۔ جیسے ہی وہ وہاں پہنچی
 اس نے آتی دکھائی دی۔ اس نے بے دلی سے ہاتھ اٹھا کر بس کو رکنے کا اشارہ دیا۔
 اتنی سی دیر میں سردی سے اس کی ناک سُرخ ہو چلی تھی، ٹھنڈی ہوا
 نے اسے آنکھوں میں پانی بھر رہا تھا۔ چہرے پہ اداسی کی گہری چھاپ۔
 بچے پہ سلوٹیں۔ بس رک گئی۔ دروازہ کھلا وہ اندر داخل ہوئی۔ ڈرائیور نے
 اس کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"سٹی سنٹر سنگل ٹکٹ پلیز؟"

"ٹو پاؤنڈ ففٹی پینس پلیز۔"

اس کے بتانے پر بس ڈرائیور جو کہ ایک عورت ہی تھی، اس نے اس کو
 ٹکٹ کے پیسے بتائی اور ٹکٹ مشین میں مطلوبہ معلومات ڈالیں۔ ٹکٹ پرنٹ
 ہو کر نکل آئی۔ اےل نے مشین کے ساتھ بنے غلے میں پیسے ڈالے اور ٹکٹ کا
 پرنٹ لیکر ڈرائیور کا شکریہ ادا کرتی آگے بڑھ کر اپنے لیے بیٹھنے کو جگہ
 ڈھونڈنے لگی۔ بس چل پڑی۔ نیچے بیٹھنے کا ارادہ ترک کر کے بس کی اوپری
 منزل پہ چڑھ گئی۔ جہاں اکاؤنٹالوگ نظر آئے۔

دو سیٹوں والی سیٹ پر کھڑکی کی جانب بیٹھ گئی۔ اندھیرا کافی گہرا ہو چکا تھا۔
 مگر اتنے سالوں سے وہ اب اس ملک کے ماحول اور موسم کی عادی ہو چکی تھی،
 جوں جوں بس گھر سے دور جاتی جا رہی تھی۔ اس کے دل کی بے چینی بڑھتی
 جا رہی تھی۔ وہ دن آج بھی یادوں کے پردے پر زندہ تھا، جس دن اُس نے رو
 رو کر صمد بھائی سے مدد مانگی تھی، کیونکہ وہ اس قدر ٹوٹ چکی تھی کہ وہ ایک
 عام عورت کی طرح یا کہہ لیں ایک عام انسان کی طرح اپنے روزمرہ کے کام
 تک سرانجام دینے سے معزور ہوتی جا رہی تھی۔ معاشرہ انسان کو سمجھتا کیوں

نہیں؟ انسان کو انسان سمجھ کر ڈیل کیوں نہیں کرتا؟ اس کے اندر برسوں کا سویا
غصہ سر اٹھا رہا تھا۔ کتنے آرام سے کہہ دیا گھر سے چلی جاؤ۔ امل کی آج بھی خود
کی کوئی خواہش نہیں ہے؟

وہ ٹرین اسٹیشن سے واپس مڑی تھی۔ شہریار کی باتوں سے لاکھ بددل
ہونے کے باوجود وہ واپس لندن نہ جاسکی۔ رات کے بارہ بجے ٹیکسی نے اُس کو
فلیٹ کے باہر اتارا۔ اُس نے نظر اٹھا کر فلیٹ کی اکلوتی جلتی بتی کو دیکھا۔
وہ بزر بجانے کا سوچ رہی تھی۔ جب شیشے کے اُس پار سے ایک گوری
سیڑھیاں اتر کر بیرونی دروازے کی جانب آتی دکھائی دی۔

گوری کے نکلتے ہی اُس نے دروازہ تھام لیا۔ اور بلڈنگ کے اندر داخل
ہو گئی۔ گہری سانس بھرتے ہوئے اُس نے سیڑھیاں چڑھنی شروع کی۔
فلیٹ کے دروازے پر پہنچ کر پہلے دوپل رُک کر اپنی سانس ہموار کی پھر
نڈر ہو کر دروازہ کھٹکھٹایا۔

وہ فاز کی توقع کر رہی تھی۔ مگر سامنے شہریار کو دیکھ کر سخت لہجے میں
بولی۔

اگر مزید تم نے بکو اس کی منہ توڑ دوں گی۔ سامنے سے ہٹو مجھے اندر آنا
ہے۔۔۔"

شہریار اُس کے غصے پر حیران ہوتے ہوئے بولا۔

"مجنوں تمہیں کہاں سے ڈھونڈ کر لایا ہے؟"

"کون مجنوں؟"

"وہی اپنا جیبا اور کون کیا تم اُس کے ساتھ نہیں آئی ہو؟"

"میں اکیلی گئی تھی۔ اکیلی ہی واپس آئی ہوں۔"

اس کے ساتھ امل نے سامنے دیوار بن کر کھڑے شہریار کو دھکا دیکر
 مایہ زار کیا اور اندر آگئی۔ جوتے اُتار کر ایک طرف پھینکے۔
 بیگ کو صوفے کے پاس فرش پر رکھتے ہوئے شہریار کی طرف مڑی۔
 "کیا موسیٰ بھی فاز کے ساتھ ہی باہر گیا ہے؟"
 "امل تم واپس کیوں آئی ہو؟"

امل نے جیکٹ اُتار کر صوفے پر پھینکی بازو اوپر چڑھائے اور آکر شہری
 کے سامنے ڈٹ گئی۔

"کیا چاہتے ہو؟ ہاں؟ تمہیں نہیں لگتا ہو گئی جتنی بک بک ہونی تھی؟ چپ
 چاپ بیٹھے رہو ورنہ اسی وقت باہر نکال دوں گی۔"
 شہریار ہنسا۔

"واہ کس بات کا رعب ڈال رہی ہو؟ جو لڑکیاں نہ اپنے ماں باپ کی
 عزت کا خیال کرتی ہیں۔ نہ شوہر کے ساتھ وفا کرتی ہیں۔ ان کو رعب ڈالنے کا
 حق ہی کوئی نہیں ہے۔"

امل نے رکھ کر ایک تھپیڑ اُس کی گال پہ چھوڑا۔
 "کمینگی کی انتہا پر کھڑے ہو کر مجھ پر زبان چلا رہے ہو؟ جس نے اپنی
 زندگی داؤ پر لگا دی تم لوگوں کی نام نہاد عزت عزت کی گردان وہیں وہیں کی
 وہیں ہے۔ جاؤ جا کر اپنی زندگی کا سوچو۔۔ عزت عزت عزت۔۔ لعنت ایسی
 عزت پر اور لعنت تم لوگوں کی اوقات پر۔۔ آخری دفعہ کہہ رہی ہوں۔
 میرے منہ نہ لگنا۔"

اپنے سُرخ ہوتے گال پر ہاتھ رکھ کر شہریار نے امل کو پہلی دفعہ بڑی
 گہری مسکراہٹ سے نوازا۔

جس پر امل نے گھورتے ہوئے حیرت سے پوچھا۔

اب کیا ہوا ہے؟

"بس خوشی ہو رہی ہے کہ میری شیرنی بہن واپس آگئی ہے۔ جو ساری دنیا سے بھاگ کر چھپ کر بیٹھی ہوئی تھی۔ ویکلم بیک۔ اب تم خاندان والوں کا سامنا کر لو گی۔ کیونکہ جب تم پاکستان جاؤ گی۔ جو باتیں میں نے تم سے کی ہیں۔ ویسے ہی طعنے رننے کو ملنے ہیں۔ میں دیکھنا چاہتا تھا۔ تم کب تک چُپ کر لے سکتی رہو گی۔"

"یہ اب کوئی نیا ڈرامہ کر رہے ہو؟"

"امی کی قسم نہیں۔۔ ڈرامہ نہیں کر رہا ہوں۔ میری ماں گئی باپ گیا۔۔ بڑے بھائی نے باپ کا رول نبھایا تو بڑا باخوبی ہے مگر باپ تو باپ ہی ہوتا ہے۔ پر ماں کی جگہ تم ہو سکتی تھیں۔ مگر تم خود گم ہو گئی تھیں۔ تمہارے ساتھ اچھا نہیں ہوا ملی۔ مگر دو منٹ ہمارے بارے میں سوچتی تو شاید تمہیں احساس ہوتا تمہارا یوں جانا ہمارے لیے کس قدر تکلیف دہ امر تھا۔ میں نے تین لوگوں کو ایک ساتھ کھو دیا۔ دماغ و دل خالی ہو گیا ہوا ہے۔"

"کسی کے لیے تو آپ تب ہی کچھ کر سکتے ہو نا جب آپ خود مضبوط ہوں۔ جب آپ کے اپنے پیروں کے نیچے سے زمین نکل جائے کسی کا سہارا کیا بنو گے؟ اور ویسے بھی مجھے کہیں نہ کہیں یہ یقین تھا کہ وہ شخص تم لوگوں کا پورا ساتھ دے گا۔ جنگ تو اس کی فقط میرے ساتھ تھی۔ تم سب کے حق میں تو وہ شروع سے ہی اچھا رہا ہے۔"

"کیا کبھی بھائی سے ملنے کا من نہیں کیا؟"

امل نے چیل کر طرح جھپٹ کر اس کو اپنی بانہوں میں بھرا۔

وہ اتنا ہلکا پتلا انسان بچوں کی طرح ہلکا کر رہا تھا۔
"مجھے قسم ہے غصہ بھی بہت آتا تھا۔ کہ کیوں اس طرح ہوا؟"
مگر جو تبدیلی لازم ہوتی تھی اس آتی ہے۔ وہ تمہارے ان کی زندگی
بعد آئی ہے۔"

شہر یار نے دونوں آنکھیں صاف کی۔ اور ملی کی تم آنکھوں کو دیکھ کر
ہوئے کھل کر مسکرایا۔

"قسم لے لو۔۔۔ یہ آدمی تیر کی طرح سیدھا ہو گیا ہوا ہے۔
مغفلیں وہ رنگینیاں۔۔۔ اور کہاں یہ ماڈرن موادی۔ شادی کے
یوں شامل ہوتا ہے۔ جیسے شادی اسی کی بیٹی کی ہو رہی ہو۔"
مل نے نظر چرائی۔

"موسیٰ کہاں ہے؟"

شہر یار نے بہن کے چہرے پر آئے ہال پیچھے بٹائے۔
"اندر سو یا ہوا ہے۔ مجھے لگتا ہے موسیٰ کو کہیں نہ کہیں اندازہ ہے کہ تم
اس کی کون ہو۔"

وہ مجروح سی مسکراہٹ سمیت بولی۔

"وہ مجھے آنٹی بلاتا ہے۔ جانتے ہو اس دن وہ جب اچانک سے سامنے آیا
میں شاک کے عالم میں کھل کر اس کو مل بھی نہیں سکی تھی۔ ایک دفعہ بھی
گلے نہیں لگا پائی۔"

"کس نے روکا ہے۔ جاؤ اندر اس کے پاس ہی سو جاؤ۔ جی بھر کر پیار کرو۔
تم ہاں ہو۔ تمہیں کسی کی اجازت درکار نہیں ہوگی۔"
"اگر اس کے باپ کو برا لگا تو؟"

"اے وہ کیوں بُرا منائے گا۔ وہ تو چاہتا ہے کہ تم اب واپس آ جاؤ۔"

اٹل نے ایک دفعہ پھر بات ٹال دی۔

"کیا واقعی میں موسیٰ کے ساتھ سو سکتی ہوں؟"

شہریار نے اس کو بازو سے پکڑا اور اندر کی جانب لے گیا۔

نیم تارک کمرے کا دروازہ کھول کر اٹل کو اندر کر دیا۔

اٹل باہر واپس آئی اپنے بیگ میں سے سلپنگ سوٹ نکال کر واش روم میں چینج کیا۔ دانت برش کئے۔ جب وہ واش روم سے برآمد ہوئی شہریار ہال میں نظر نہ آیا۔

اُس نے ساتھ والے کمرے میں دیکھا۔ شہریار فاز کو فون کر رہا تھا۔

مٹی دبے پاؤں ماسٹر بیڈ روم میں داخل ہوئی۔

موسیٰ بیڈ پر چت لیٹا ہوا تھا۔ وہ آہستگی سے بیڈ پر بیٹھی۔ نرم ہاتھوں سے موسیٰ کے ماتھے پر بکھرے بال ہٹائے۔ اور کانپتے لبوں سے اُس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔

پھر اس کے ساتھ لیٹ گئی۔ تھوڑی دیر بعد اپنا بازو موسیٰ کے سر کے نیچے دیا۔ موسیٰ نے نیند میں ہی اُس کی جانب کروٹ بدلی تھی۔ اب موسیٰ کا چہرہ ماں کے چہرے کے عین سامنے تھا۔

اٹل کتنی دیر تک سانس ہموار کرنے میں لگی رہی کیونکہ اُس کی ہارٹ بیٹ شوٹ کر رہی تھی۔ کتنی دیر تک آنکھیں بند کئے لمبے لمبے سانس بھرتی رہی تو کہیں جا کر دل کی دھڑکن نے کچھ تمیز اختیار کی۔

ڈرتے ڈرتے انگلی کی پوروں سے موسیٰ کے چہرے کو چھوا۔

اس کے بال کالے سیاہ مگر انتہائی نرم تھے۔

ہاں ہاپ کی طرح تھی۔ اہل پلک جھپکے بغیر اس کے نقشِ دل پہ نقشِ کر
ری تھی۔
"میرا بچہ۔"

آنو خاموشی سے بہتے رہے۔

"میری جان۔۔"

وہ روتے میں بھی محتاط تھی کہ آواز نہ اُٹھے۔ سسکی تک نہ اُٹھے۔ تاکہ کہیں
موسیٰ کی نیند نہ ٹوٹ جائے۔

فاز اُس رات کی صبح گھر آیا تو اس بات سے بے خبر تھا کہ اہل نے رات
اُس کے بیڈ پہ گزاری ہے، وہ کچن میں کھڑا کافی بنا رہا تھا، جب شہر یار اہل کو اس
کے کمرے میں نہ پا کر وہاں آیا۔ فاز سے سوال کیا۔
"اب وہ کہاں گئی ہے؟"

فاز نے کپ کو پانی سے بھرتے ہوئے اس کا تمسخر اڑایا۔
"جہاں تم نے اس کو چلے جانے کا کہا تھا، وہیں گئی ہوگی۔"
شہر یار بولا۔۔

"تم ابھی واپس آئے ہو؟ اسی لیے بے خبر ہو۔ وہ رات واپس آگئی تھی،
رات بارہ بجے میں نے چیک کیا تھا، وہ موسیٰ کے ساتھ سو رہی تھی، اور آپ
گھر پہ نہیں تھے۔"

فاز چونکا۔۔ مگر اپنے کام میں رکاوٹ نہیں ڈالی۔۔ جبکہ شیر ی بولا۔۔
"اتنی صبح کیوں چلی گئی ہے؟ اس کا بیگ نہیں ہے، جس کا کیا مطلب ہوا؟
کیا وہ لندن واپس چلی گئی ہے؟" فاز نے اپنی بنائی کافی کا سپ بھرا اور اسی
سنجیدگی سے بولا۔

"ہم لوگ آج ہی پاکستان واپس جا رہے ہیں۔ تیاری کر لو۔"

"ہیں؟ یوں اچانک کیوں؟ آپ نے تو رہتا تھا، موسیٰ سفارنی پارک پر"

چاہتا تھا۔"

"ہاں تو تم اس کو لیکر جاؤ گے، دس بجے کی ان کی ٹکٹ لیکر آئے ہوں۔ اگر گھنٹے کے ٹور کے بعد اس کو شاپنگ کرو اور ملازمت کو گیارہ بجے فنانسٹ ہے۔"

"مگر اتنی جلدی کیا ہے، کچھ دن رُک جاتے ہیں۔"

"تم جانتے ہو نامیرا کام ایسا ہے مجھے وہاں رہنا پڑتا ہے، وہ بھی کوئی نمبر۔"

سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے اگر میں یہاں مزید ایک دن رہا۔ کچھ بہت بُرا ہو جائے گا۔ اس لیے بہتری اسی میں ہے، میں یہاں سے چلا جاؤں۔ مزید کسی سوال و جواب کی تمہیں اجازت نہیں ہے، اور یہ اپنے فون پہ مجھے اپنے اکاؤنٹ کی تفصیل تو دکھاؤ۔ تم نے بڑی اپنی مچائی ہے، میں نے تمہارے اکاؤنٹ میں جیسے اس لیے نہیں ڈالا تھا کہ تم اندھا دھند اپنے دوستوں کے ساتھ لٹاؤ۔ میں یہاں کے منسکس میں تمہارا کریدٹ سکور بنانا چاہ رہا تھا، اور تم نے اسکی کی تھی کر دی ہے۔ میں باہر جا رہا ہوں۔ تم موسیٰ کو اٹھا کر ناشتہ کروا کر ساتھ لے جاؤ۔ مجھے ایک دو کام ہیں، میں رات کو دس بجے تمہیں امرپورٹ پہ ملوں گا، لیٹ نہ ہونا۔"

شیری نے فاز کو بغور دیکھتے ہوئے پوچھا:

"موسیٰ کے سوالوں کے ڈر سے بھاگ رہے ہیں۔"

کافی کا بڑا ساپ ٹنگنے کے بعد آرام سے بولا۔

"ہاں۔۔۔ کیونکہ رات کو جب وہ سویا تھا، وہ یہاں تھی۔ اب اس کی غیر موجودگی پہ وہ ایک سو ایک سوال کرے گا۔ میرے پاس نہ انرجی ہے، نہ ہی"

جذباتی مضبوطی، اسلیے میں فرار لے رہا ہوں۔ میرا اس موضوع پہ بات کرنے کا کوئی من نہیں ہے۔"

شیری سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے بولا۔

"فاز بھائی۔ ماضی میں جو ہوا بہت بُرا ہوا، مگر اب جو ہو رہا ہے نہ۔ یہ بہت زیادہ بُرا ہو رہا ہے، جیسے آپ نے کل کہا تھا نا کہ وہ اپنی زندگی میں خوش نہیں ہے۔ وہ سچ ہے، اور یہ بھی سچ ہے کہ خوش تو آپ بھی نہیں ہیں۔ آپ کی پچھلی چار سالہ زندگی دیکھی جائے تو آپ بہت بدل گئے ہیں۔ آپ وہ فاز رہے ہی نہیں ہیں جن سے اختلاف کی وجہ سے اس نے آپ کو چھوڑا تھا، جب وہ، وہ نہیں رہی۔ آپ آپ نہیں رہے تو پھر ایک دوسرے سے دور رہ کر خود کو اذیت کیوں دے رہے ہیں۔ نہ وہ کوئی فیصلہ لیتی ہے، اگر آپ کے ساتھ زندگی نہیں گزارنی تو طلاق کیوں نہیں مانگتی ہے؟ کیا اُس نے ایک دفعہ بھی طلاق لینے کے لیے آپ سے رابطہ کیا ہے؟ دنیا مر تو نہیں گئی ہے، یہاں پہ کسی لڑکے سے شادی کیوں نہیں کر لیتی ہے؟ کیا چیز ہے جس نے اس کو روکا ہوا ہے؟"

فاز دھیرے سے بولا۔

"وہ کہتی ہے، میں نے اس کو اس بُری طرح سے توڑا ہے کہ وہ اب کسی پہ

اعتماد نہیں کر سکتی ہے۔" شیری بولا

"پھر آپ کے دائرے سے باہر کیوں نہیں نکلتی ہے؟ فل سٹاپ کیوں نہیں لگاتی ہے؟ اور آپ۔۔؟ اتنے سالوں میں کتنی دفعہ گھر میں آپ کی شادی کا موضوع اُٹھا ہے؟ آپ کیوں اکیلے ہیں؟ شادی کیوں نہیں کر لیتے ہیں؟ مجھے آپ دونوں ہی عزیز ہو۔ ہم سب آپ کو خوش دیکھنا چاہتے ہیں، اس مسئلے کا

اب کوئی نہ کوئی حل ہو جانا چاہیے۔ زندگی کوئی سزا نہیں ہے، جسے ایک سزا کی طرح گزارا جائے۔ "فاز نے گہری سانس لیتے ہوئے کپ سنک میں رکھا اور ہلکے پھلکے انداز میں بولا۔

"مینا گھر میں دیکھ اگر ٹابلیٹ سرخ مرچ رکھی ہے تو اپنے اوپر سے وارے۔۔ بڑی سیانی باتیں کر رہا ہے، مجھے تیری اپنی ہی نظر نہ لگ جائے۔" شیریں نے کہا۔

"دھت تیری۔۔ میں بھی کن دیواروں کے ساتھ سر مار رہا ہوں۔ مرو سالو مجنوں بن کر رہو۔۔ جاؤ بھاڑ میں۔۔"

فاز ہنستا ہوا باہر نکل گیا۔ فلیٹ کی سیڑھیاں اترتے ہوئے وہ دل ہی دل میں شہریار سے مخاطب تھا۔

"تم چاہتے ہو میں اس کو کسی فیصلے کے لیے مجبور کر کے اگلے سوا سے بھی جاتا رہوں؟ وہ صاف صاف کہہ دے کہ فاز اور نگزب مجھے طلاق دے دو تو پھر؟ چلو مجھ سے دور سہی۔۔ مگر ہے تو میری نا۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆

ماضی کے جھروکوں سے جیسے ہی وہ لوگ لاہور میں داخل ہوئے، اٹل نے فاز سے کہا۔

"مجھے اس وقت کسی کا سامنا نہیں کرنا اس لیے میں تمہارے گھر نہیں جانا چاہتی ہوں، مجھے میرے گھر پہ چھوڑ دو۔"

فاز نے گاڑی موڑوے سے اُٹارتے ہوئے مطلوبہ روٹ اختیار کرتے ہوئے جواب دیا۔

"اگر اپنی بات منوانی ہے تو اپنے الفاظ میں تبدیلی لاؤ۔"

اٹل نے سوال کیا۔

"کیا مطلب؟"

"تمہارے گھر نہیں، بولو کہ ابھی میں اپنے گھر نہیں جانا چاہتی، کیونکہ میرا گھر ہی اب تمہارا گھر ہے۔" اٹل نے بحث کرنے کی بجائے، اس کی بات مان کر اس کی مرضی کے الفاظ دہرا دیئے۔

"مجھے ابھی سیدھے فیکٹری جانا ہے، میں نے راستے میں مینیجر کو کال کر دی تھی، وہ پہنچ گیا ہوگا، تمہیں چچا کی طرف ڈراپ کر دیتا ہوں۔ مجھے کچھ اندازہ نہیں ہے کہ آفس میں کتنا کام جمع ہوگا، کب واپس آسکوں گا؟ میں تمہیں کال کر دوں گا، اور ہاں چچا لوگ سب عمرہ پہ گئے ہوئے ہیں۔ گھر پہ بس گارڈ ہی ہے، اسلیے اگر ذہن بدل جائے تو کال کر دینا میں ڈرائیور بھیج دوں گا، وہ تمہیں گاؤں چھوڑ آئے گا۔"

"تمہیں کیسے پتا کہ وہ لوگ عمرہ پہ ہیں؟"

"بتایا تو ہے، مینیجر سے بات ہوئی ہے، اُس نے ہی بتایا ہے۔"

"میرے غائب ہونے پہ یہ لوگ اتنے خوش تھے؟ یہ میرے ساتھ ہو کیا رہا ہے؟"

فاز نے بیک ویو مرر سے اس کے چہرے کو دیکھا۔ پھر ماتھے پہ تیوری لیے بولا۔

"تمہارا رنگ اتنا پیلا کیوں لگ رہا ہے؟"

وہ زچ ہو کر بولی۔

"کیونکہ مردوں کے رنگ ایسے ہی ہوتے ہیں۔"

فاز نے سر ہلایا۔

"پہلا مردہ دیکھا ہے جس کی گز بھر لمبی زبان ہے۔ سوال لاہور کرتا ہوں۔ جواب پشاور آتا ہے۔" امل اُس کو چکنا نہیں کرنا چاہتی تھی، اس لیے خاموش رہی کیونکہ دیے بھی اس سے بدلہ لینے کا وہ سارا پلان اپنے دماغ میں ترتیب دے چکی تھی۔ بس ایک دفعہ گھر پہنچنے کی ضرورت تھی۔ فاز نے اس کے گھر والی سڑک پہ گاڑی ڈالتے ہوئے کہا۔

"میں اُمید تو نہیں رکھتا ہوں کہ تم کوئی اُلٹا سیدھا کام نہیں کرو گی، مگر یہ خیال رہے امل۔ میں تم سے اچھا سلوک کر رہا ہوں، مجھے کسی قسم کی سختی پہ مجبور مت کرنا، کیونکہ اگر تم مجھے چیلنج کرو گی، تو میری طرف سے کوئی رعایت نہیں ہو گی۔"

امل کا جی چاہا اس کا سر پکڑ کر سٹیرنگ و ہیل پہ مارے اور پوچھے۔
 "کون سی اچھائی؟ مجھے اغواء کرنا اچھائی تھا؟ جذباتی بلیک میل کر کے نکاح کروانا اچھائی تھا؟ میری مرضی کے خلاف مجھ سے ازدواجی حقوق وصول کرنا اچھائی تھی؟ مجھے میرے منہ پہ بُرے کردار والی بولنا اچھائی تھی؟ کس اچھائی کی بات کر رہے ہو؟ تمہارے تو اچھائی ماپنے کے پیمانے ہی غلط ہیں، بلکہ ہیں ہی نہیں۔"

مگر بولی کچھ نہیں، کیونکہ اس کو یقین تھا، ایک بھی سوچ پڑھ گیا، تو ایک حسین جیل سے وہ نکلی تھی، دوسری میں ڈال دی جائے گی۔ اور وہ ایسا نہیں چاہتی تھی۔ اس لیے چپ رہی۔

فاز نے اس کو گھر پہ ڈراپ کیا۔ جب تک وہ اندر نہیں چلی گئی وہ باہر کھڑا رہا۔ اور اس کے جانے کے بعد گارڈ کو پاس بلا کر خاص تلقین کی۔

"بی بی کا خیال رکھنا، گھر سے باہر مت جانے دینا، اگر ہائے تو مجھے کال کر کے بتا دینا، فون ہے؟"

"جی صاحب جی۔۔۔ مگر آپ کا نمبر نہیں ہے۔"

فاز نے اس کو اپنا نمبر لکھوایا اور وہاں سے اپنی فیکٹری کو جاتے ہوئے اپنے گھر کا نمبر ملا یا۔

فون اماں نے اٹھایا۔

"السلام علیکم میری شہزادی ماں کیسی ہیں؟"

اماں کی حیرت سے پُر آواز آئی۔ "فاز۔۔؟ فاز بول رہے ہو؟"

"اچھا جی چار دن بات نہیں کر سکا تو اب بیٹے کی آواز بھی بھول گئی ہے،

ٹھیک ہے جی ٹھیک ہے۔"

اماں کو جب تسلی ہو گئی کہ وہی ہے، تو بولیں۔

"ماں مری وے میری پترا۔۔۔ ماں نال تے بڑی چنگی کیتی آ۔۔۔"

وہ ان کا مطلب سمجھ کر ہنسا۔

"کب تم نے مجھ سے امل کے ساتھ شادی کرنے کی بات کی اور کب ہم

لوگوں نے تم لوگوں کی خواہش کو رد کیا جو اس طرح سے ہمیں شامل کیے بغیر

تم لوگوں نے شادی کی ہے، ہمارے سامنے تو تم لوگ ایٹ وٹے کا بیر ہی

دکھاتے رہے ہو، اور راتوں رات کیسا انقلاب آیا کہ یوں سب کو شامل کیے

بغیر شادی کر لی؟ کیا تم دونوں کا آپس میں کوئی ناجائز تعلق تھا؟ کیا وہ گود سے

تھی؟ جو تمہارے ساتھ شادی پر مان گئی۔"

فاز قہقہہ مارتے ہوئے بولا۔

"تواذی خیر۔۔۔ ذرا بریک پہ پیر رکھیں۔۔۔ آپ کے شوہر نے بھی آپ کو کچھ نہیں بتایا ہے۔"

اماں ایک دفعہ پھر پھٹ پڑیں۔

"ان کی تو بات ہی نرالی ہے، ان دونوں بھائیوں کی تو جیسے سر کی جوں مر گئی ہے۔ یہ خوش باش چہرے لیکر عمرے کو نکل گئے ہیں۔ چچی تمہاری بھی میری طرح بڑی پریشان رہی ہے، مجھے بھی وہ لوگ اصرار کر رہے تھے کہ میں بھی ساتھ چلوں۔ مگر تمہاری چھوٹی بھابھی کے آخری دن چل رہے ہیں۔ اس لیے میں نہیں گئی ہوں۔ دوسرا مجھے تمہاری بہت زیادہ فکر تھی۔ نہ فون، نہ خط نہ کوئی لینی نہ دینی۔۔۔ پورا ڈیڑھ ماہ غائب رہے ہو۔ ایسا کون کرتا ہے؟ جس بیٹے کی شادی کا مجھے سب سے زیادہ ارمان رہا ہے، اس نے یہ گل کھلا دیا ہے، بندہ اب کس کس کا منہ پکڑے کس کس کو جواب دے۔ تمہاری پھوپھیوں نے بھی طعنے دیئے ہیں۔ ایک تو خیر رونے ہی لگ گئی تھی، کیونکہ دل ہی دل میں وہ تمہیں داماد بنانے کا خواب سجائے بیٹھی تھی۔ ایک کو یہ دکھ ہے کہ امل اس کے ہاتھ سے نکل گئی ہے، وہ اپنے بیٹے کے لیے اس کو پسند کرتی رہی ہے، بیٹا بھی منہ پھلائے ہوئے تھا۔"

باقی کسی بات پہ کان نہیں اٹھے، یہاں پہ جھٹ پوچھا۔

"یہ کن حضرت کا ذکر شریف کر رہی ہیں؟ امل کی شادی کا سن کر کس کی دکھی میں درد اٹھا ہے؟" بھولی اماں بولیں۔

"آئے ہائے ذکیہ کے عاطف کی بات کر رہی ہوں۔"

"اچھا جی تو وہ امل کو پسند کرتا ہے؟ وہ ہی کرتا ہے یا یہ بھی کرتی ہے؟" اماں تو جیسے جلال میں آگئیں۔

"ہیں وہ تیری مت تے نہیں ماری گئی؟ شادی اُس نے پسند
 سے تمہارے ساتھ کی ہے اور تم یہ کیا بکواس کر رہے ہو کہ کیا وہ عاطف کو پسند
 کرتی ہے۔ کوئی پاگل بھی ایسی بات نہ کرے۔ بندہ پوچھے اگر وہ عاطف کو پسند
 کرتی ہوتی تو تمہارے ساتھ جا کر شادی کیوں کی ہے؟"
 وہ ہنستے ہوئے بولا۔

"وہ چاہے عاطف کو پسند کرتی ہوتی یا عاطف کے باپ کو شادی تو اُس کی ہر
 حال میں میرے سے ہی ہونی تھی۔"
 اماں مزید حیران ہوئیں۔

"نہ اب یہ کدھر کی بکواس ہے؟ اُس کو کوئی اور پسند تھا تو تم سے شادی
 کیسے ہوتی؟"

"کیونکہ میری ماں ایک ہوتی ہے پسند، اور ایک ہوتی ہے قسمت میں اس
 کی پسند چاہے نہیں ہوں، مگر میں اس کی قسمت ضرور ہوں۔ جیسی وہ ہے،
 سارے خاندان میں اُس کے قابل بس میں ہی ہوں۔" اماں خفا ہوئی۔
 "فاز ایسا کیوں کہہ رہے ہو جیسی وہ ہے؟ مجھے تم پر شک ہو رہا ہے، تم نے
 کچھ غلط تو نہیں کر دیا، کیونکہ تمہاری زبان اپنی بیوی کے بارے میں محبت والی
 نہیں ہے، بلکہ ایسا لگ رہا ہے جیسے تم نے اس پر کوئی احسان کیا ہو، امل تھوڑی
 الگ قسم کے شوق ضرور رکھتی آئی ہے۔ مگر وہ میرے ساتھ ہمیشہ بڑے ادب
 سے پیش آتی ہے۔"

وہ بولا۔

"چلیں ایک تسلی تو ہے، شوہر کا ادب کرے نہ کرے ساس کا ادب تو
 کرے گی۔"

"تمہاری باتوں سے ایسا تاثر مل رہا ہے۔ جیسے پنجابی میں کہتے ہیں۔ اپنا کام وی کڈ لینا تے سان وی نہیں مننا۔ مطلب یہ کہ اگلے بندے سے اپنا کام بھی نکلوا لو اور اس کا احسان بھی نہ مانو۔"

"میری بھولی ماں تمہارا بیٹا لوگوں پہ احسان کرتا ہے، احسان لیتا نہیں ہے۔"

"اب کہاں ہو؟ اہل کہاں ہے؟ گھر کب آؤ گے؟ شب برات آرہی ہے، اب کیا ورے کے ورے دن بھی گھر نہیں آؤ گے؟"

"واپس آگئے ہیں۔ وہی بتانے کے لیے فون کیا تھا، مجھے فیکٹری ضروری جانا ہے، اسلیے سیدھا وہیں جا رہا ہوں۔ آپ سے کہنا ہے، اہل کو میں چچا کی طرف اتار کر آیا ہوں۔ آپ اُس کے پاس چلی جائیں۔"

"اچھا تو ماں کی ضرورت پڑی ہے تو فون کیا ہے۔"

"جہاں پہ ہم رُکے ہوئے تھے، وہاں فون کی سہولت موجود نہیں تھی، ورنہ میں نے فون ضرور کرنا تھا۔"

"شاباش اے پتر اب کہاں پہ فون نہیں؟ اب تو چھوٹے چھوٹے بچے، بڑے ہر امیر و غریب یہ لٹر لٹر جتنے فون اٹھائے ہوئے ہوتا ہے، یہاں تک کہ ہمارے پیسی کے پاس بھی مویا وہ کیا بولتے ہیں میچ سکرین۔"

"ہاں جی ٹیچ سکرین۔"

"ہاں بھینسوں کا گند صاف کرنے والے کے پاس بھی وہی ہے۔"

"لوگوں کے پاس اب پیسہ ہے اماں جی اسی لیے ایسی سہولتیں استعمال کر رہے ہیں۔"

"اللہ جانے کیسی سہولت ہے، لڑکیوں کو دیکھو تو وہ چار چار گھنٹے اس کام نہ دیکھتی رہتی ہیں۔ بچوں کو دیکھو تو وہ گیم لگا کر بیٹھے ہوتے ہیں۔ تمہارے بھائی بھی نہیں محفوظ، اور تو اور تمہارے ابا جی ہی نہیں ماں ہر رات سونے سے پہلے وہ کیا کہتے ہو تم فیس بک ہیں؟ اس پر ہمینسوں کی فلمیں دیکھ کر سوتے ہیں۔ سہولت بھی ہوگی مگر زیادہ تو یہ نشہ ہے۔ تمہاری تینوں بہنیں ایک وقت میں اکٹھی ہو کر تمہارے باپ کے فون میں آتی ہیں، پھر اپنا اپنا شور شروع کر دیتی ہیں، ایسے میں کسی ایک کی بھی سمجھ نہیں آتی ہے۔ خود ہی نہ جانے کیا بول بال کے چلی جاتی ہیں۔ میں تو بس ان کی شکلیں ہی دیکھتی ہوں۔"

وہ اماں کے ویڈیو کال کے مطلق خیالات سن کر ہنستا رہا۔

"اچھا اب آپ اٹل کے پاس جا رہی ہیں یا نہیں؟"

"کیوں نہیں خیری صلہ۔ تمہارے بھائی اپنے کام کار پہ نکلیں گے تو ان سے کہوں گی مجھے شہر چھوڑتے ہوئے جائیں۔"

"اُن لوگوں کا انتظار نہ کریں۔ وہ تو اپنے موڈ والے ہیں۔ آپ ڈرائیور کے ساتھ چلی جائیں۔ اور سُنیں وہ آپ کو دیکھ کر باتیں سُنائے گی۔ آپ نے کوئی بھی بات دل پہ نہیں لینی ہے، اس کی اور میری لڑائی ہوئی ہے، جلد مان جائے گی۔ ٹھیک ہے؟"

"تمہاری باتیں مجھے الجھا رہی ہیں۔"

"زیادہ سوچنا نہیں ہے ماں پھر بات ہوتی ہے، السلام علیکم۔"

فون رکھ کر اماں پلٹیں تو ان کے چہرے پہ لکھی الجھن پڑھ کر صدمہ رہا نہ گیا۔ وہ ابھی ابھی حویلی سے واپس آئے تھے، ماں کو فون پہ دیکھ کر رُک گئے۔

"کیا ہوا ہے؟ فون پہ کون تھا؟"

"ہیں؟ فاز تھا۔ کہہ رہا ہے میں شہر چلی جاؤں امل گھر پہ اکیلی ہے۔"
صمد نے تسلی سے کہا۔

"اچھا ہوا ہے کہ یہ آگیا ہے، فیکٹری میں اس کا کام خراب ہو رہا تھا۔ امل
ادھر کیوں گئی ہے؟ وہاں تو کوئی بھی نہیں ہے۔"
"صمد یہ فاز کچھ غلط کام تو نہیں کر رہا ہے؟"

"یہ کون سی نئی بات ہے، اچھے کام اس کے بس کا روگ ہی کہاں
ہیں۔ خیر کسی چھٹو اے سب تیار ہو جاؤ میں تو انوں لے جاںداہاں۔"
"اچھا پتر۔ اللہ سب پر کرم کرے سب کی خیر کرے۔"

مگر ہوا یہ کہ ان لوگوں کے گھر سے نکلنے سے پہلے ہی فیکٹری سے مینجر کا
فون آگیا کہ فاز کو دفتر سے پولیس لے گئی ہے۔ صمد بھائی صورت حال جاننے کے
لیے اماں جی کے بغیر ہی گھر سے نکل گئے، اماں امل کو بھول گئیں۔ اور جب پتا
چلا کہ امل نے اپنے آئی جی خالو کے ذریعے ایف آئی آر کٹوا کر یہ کام کروایا
ہے، پھر ایک نیا موضوع نکل آیا کہ کیسے وہ اتنی صبح اتنے شارٹ نوٹس یہ ایسا
کچھ کر سکتے ہیں۔ صمد نے ان کو فون کیا، انہوں نے بتایا امل کی کال آئی تھی،
مسلر روتے ہوئے یہی کہے جا رہی تھی کہ فاز نے اس کو اغواء کیا ہوا تھا، اگر
آپ نے اس کو اسی وقت گرفتار کر کے حوالات میں نہ ڈالا۔۔۔ وہ خود کشی
کر لے گی۔ صمد نے کہا انکل آپ نے کہا نہیں کہ چچا لوگ یہاں نہیں ہیں اور
ان کے آنے تک آپ کچھ نہیں کر سکتے ہیں۔

"صمد وہ کچھ بھی سننے کو تیار نہیں تھی، اگر میں درخواست نہ دیتا وہ خود
تھانے پہنچ جاتی۔ کھلا راز زیادہ پھیلنا تھا، ابھی تو اس کو یہ تسلی ہو گئی ہے کہ وہ

آزاد نہیں گھوم رہا ہے اور اگر فاز نے واقعی یہ سب کیا ہے تو میں امل کا ساتھ ہی
دوں گا۔ "صمد نے کال بند کرتے ہوئے خود سے کہا۔

"اگر میرے بھائی نے واقعی یہ گھنٹیا حرکت کی ہے، تو میں کبھی اس کو
معاف نہیں کروں گا۔"

اماں اور صمد بھائی کتنی دفعہ امل کے پاس گئے مگر اس نے ملنے سے انکار
کر دیا۔ پھر اماں کو گاؤں کی ایک لڑکی کے ذریعے پتا چلا کہ امل حاملہ ہے، تب
وہ بیٹے سے مل کر اس کو ساری بات بتا کر آئیں اور وہ جو پہلے انتظار کر رہا تھا کہ ابا
لوگ واپس آ کر سب دیکھ لیں گے، امل کے ارادے جان کر معاملات پھر سے
اپنے طریقے سے حل کرنے لگا۔ جس میں سرفہرست پولیس والوں کو رشوت
دیکر وہاں سے نکلنا تھا۔ اس کو ہسپتال میں دیکھ کر ہی امل جان گئی تھی کہ اب وہ
اس کو پھر سے زبردستی اپنے ارادے سے باز رکھے گا، مگر اصل پہاڑ تو تب ٹوٹا
جب فاز نے امل کی کال اس کو دی۔ امل کے الفاظ اس کے پیروں تلے سے زمین
نکال لے گئے تھے۔

"امل فاز نے تمہیں اغواء نہیں کیا تھا، وہ میری مرضی سے تمہیں لیکر گیا
تھا۔ میری مرضی سے تم لوگوں کا نکاح ہوا ہے۔"

اس کے بعد جب ہوش آیا وہ ہسپتال کے کمرے کی بجائے گاؤں میں فاز
کے بیڈ پہ موجود تھی۔ امل کے بے ہوش ہونے کے بعد ڈاکٹر نے اس کا مکمل
چیک اپ کر کے یہ بتایا کہ یہ بالکل ٹھیک ہیں بس پریشانی میں ان کے اعصاب
پہ دباؤ کی وجہ سے ایسا ہوا ہے، خود ہی جاگ جائیں گی، آپ یہاں انتظار کر لیں یا
گھر لے جائیں۔ وہ اس کو ڈرائیور کے ساتھ آکر گھر چھوڑ گیا، ساتھ ہی اماں کو

سختی سے منع کر دیا کہ کسی بھی صورت اس کو یہاں سے جانے نہیں دینا ہے۔
خود وہ واپس اپنے میزبانوں کے پاس گیا۔

چچا نے وہاں سے اٹل کے خالو کو فون کر کے درخواست واپس لینے اور ہزار
کو رہا کرنے کا مطالبہ کیا۔ اس طرح دوسرے دن کہیں رات کو جا کر وہ اپنے
گھر آسکا۔ راستے میں دس کلو کی دیسی گھی سے بنی مٹھائی کی ٹوکری لیکر آیا۔ ہال
میں اماں بڑی دونوں بہوؤں کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھ رہی تھیں۔ بچے اپنے
کمرے میں جا چکے تھے، صمد کو وہ حویلی میں بیٹھا دیکھ کر آیا تھا، فضال اوپر والے
سیٹنگ روم میں خبریں سن رہا تھا۔ فاز نے تینوں خواتین کو مصلے پہ کھڑا دیکھ کر
با آواز ماشاء اللہ کہا۔

"او کدھر ہو سارے۔۔ جلدی آؤ چاچو جان آئے ہیں۔"

سب سے پہلے فضال بھائی نیچے آئے۔

"سالے توجج کر کے آیا ہے نا۔ جو تیرے پہ پھول پھینک کر تیرا استقبال

کیا جائے۔"

فاز اس کی جانب بڑھا۔

"چل بھائی کے گلے لگ۔۔ بھائی بہت بڑے معر کے سر کر کے آیا ہے

"۔

افضال نے اس کو گلے مل کر اس کی پشت پہ تھپکی ماری۔ جو ذرا زور سے

لگ گئی۔ جس پر فاز نے اُس کو گھورا۔

"تیرا ہاتھ ہے یا تھور کا ہتھوڑا۔"

اس کے انداز پہ فاطمہ کی مسکراہٹ ابھر آئی۔ فضال بولے۔

"پتا جو کچھ تیرے بارے میں ان گناہگار کانوں نے سنا ہے، تجھے تھور کا
 ہتھوڑا نہیں دادا جی کا لٹر پڑے گا۔" فاطمہ بھابھی نے سلام پھیر لی بولیں۔
 "فاز کو لٹروں کا اتنا ڈر ہوتا تو کیا فاز فاز ہوتا؟" فاز ہنستے ہوئے ان کے
 سامنے جھکا۔ بھابھی نے اس کے شانے پہ ہاتھ رکھ کر پیار دیا۔۔ افضال اگلا
 سوال لیے بولا۔

"پہلے یہ بتا یہ سارا چکر کیا ہے؟
 فاز نے وہیں ہاتھ کھڑا کر کے روک دیا۔

"میں یہیں ہوں۔ اس موضوع پہ بات کرنے اور میرے فیصلے پہ
 پچھتانے اور مجھے لعن طعن کرنے کو تم لوگوں کے پاس ایک عمر پڑی ہے۔ ابھی
 منہ میٹھا کرو۔" اماں نے اس کو گلے لگایا۔ آنکھ میں آنسو تھے اور پوچھا۔

"جیل کا چکر لگانے کی خوشی میں منہ میٹھا کر وار ہے ہو؟"
 "تو اور کیا اب میں اگلے الیکشن میں کھڑا ہو سکتا ہوں۔ جلسوں میں یہ فخر
 سے کہوں گا، اپنے دادے کی عزت بچانے کے لیے میں نے جیلیں کاٹی ہوئی
 ہیں۔"

اماں نے اس کو پرے کر کے تسبیح شروع کی۔
 "جا کر بیوی سے مل لو۔۔ کھانا کھائے بغیر کمرے میں بند ہے شادیاں
 ایسی ہوتی ہیں، تمہیں یہ سب کرنے کی کیا ضرورت پڑی تھی۔"
 اس نے پھر سے کہا۔

"ساری عمر یہی سُننا ہے، بس آج کا دن مجھے سکون لینے دیں۔ سالے
 پُھر دوں نے دو دن جگا کر رکھا ہے، آج نیند پوری کرنی ہے۔"

"اور وہ جو بغیر پھسروں کے دو دن سے جاگ رہی ہے، اس کا کیا کرنا ہے؟"

اماں کے سوال پہ وہ بولا۔

"وہ ہماری سرور دہیں مانتا جی آپ کیوں بیکار کا سوچ سوچ کر اپنا بی بی ہائی کر رہی ہیں۔ پہلے اٹھ کر مجھے کھانا دے دیں۔ کتنا عرصہ ہو گیا آپ کے ہاتھ کی روٹی نہیں ملی ہے۔" فاطمہ اس کو کھانا دینے کے لیے اٹھنے لگی۔
"رکھو میں کھانا لیکر آتی ہوں۔۔" فاطمہ نے ان کو روک دیا۔

"نہیں آپ رہنے دیں بھابھی یہ مٹھائی کھائیں۔۔ کھانا میں اماں سے لوں گا۔" اماں اٹھتے ہوئے غصے سے بولیں۔

"جب کھانا کھانا ہو، تب ان کو ماں یاد آتی ہے، جب آوارہ گردیاں کرنی ہوں تب ماں کا پیار پتا نہیں کہاں ہوتا ہے۔" وہ ان کا بازو پکڑ کر ان کو اٹھنے میں مدد دیتے ہوئے بولا۔

"ماں کا پیار اپنی جگہ ہے، مگر اب ہنی مون پر بندہ ماں کے ساتھ تو نہیں جاسکتا۔"

اماں اسی طرح غصے سے بولیں۔

"ایسے بے حیا ہو بہنوں کے سامنے بھی بکواس سے باز نہیں آتے۔"
وہ ان کے کندھے پہ ہاتھ بازو ڈال کر ان کے ساتھ کچن کی طرف جا۔
ہوئے بولا۔

"یہ کون سا چھوٹی بچیاں ہیں۔ بچوں والی ہیں۔"

فاطمہ اور صائمہ اس کی بات پر کھل کر ہنسی افضال نے ہاتھ میں برنی کا ساکڑا پکڑا اور سر ہلاتا واپس اوپر چلا گیا۔ صائمہ بھی برنی کھاتے ہوئے بولی۔

"دیپے لاطمہ باجی۔۔۔ فار بھائی کی رونق کتنی ہے، وہ اتنے دلوں سے کھرچ رہے تھے نا تو کھر خالی سا لگتا تھا۔"

لاطمہ شلفقت سے مسکرائی۔

"ہاں سب کے ساتھ بچے جو لیتا رہتا ہے، ابھی تو میں نے شکر کیا ہے۔ مگر کھر پہ نہیں ہیں۔ وہ اٹل کی وجہ سے بہت پریشان ہیں۔ فاز سے اُلجھ رہے ہیں، اچھا ہے یہ ان کے آنے سے پہلے کھانا کھا کر اپنے کمرے میں چلا جائے۔"

وہ اماں کو ہاورچی خانے میں پہنچا کر چھوٹی مریم کے کمرے کی طرف جا رہا تھا، بھابیوں کو جواب دینے سے نہ رکا۔

"صائمہ باجی خیری صلہ آپ کو کیوں میرے بغیر یہ گھر خالی لگتا ہے، اپنا دل اپنے جن میں لگانیں اور وڈی میں تمہارے صاب بہادر سے ڈرتا نہیں ہوں۔ اس کو بولو اکھاڑ لے جو اکھاڑنا ہے۔" صائمہ جھٹ بولی۔

"فار بھائی آپ افضال کو جن کیوں کہتے ہیں، وہ کہاں سے آپ کو جن لگتے ہیں۔"

"لو اور سنو۔۔۔ او میری معصوم بہن تم نے آج تک اس کو آنکھ کھول کر دیکھ لینے کی زحمت گوارا کی ہوتی تو اب تک اس کے ساتھ کیوں ہوتیں؟ اب اپنا دل رکھنے کو اس کو شہزادہ گلغام کہو یا شہزادہ چارلس، حقیقت تو نہیں نابدل جانی ہے، اور نہ ہی میں اتنا اچھا ہوں کہ تمہیں خوش کرنے کو سفید جھوٹ کا سہارا لوں۔ اب جو ہے وہ ہے۔ میری پیاری بہنو ما سوائے میری ماں کی چھوٹی بہو کے اس گھر میں کسی بہو کو شہزادہ گلغام نہیں ملا ہے، یہ تم لوگوں کی قسمت۔ ایک کو جن ملا ہے، دوسری کو خلائی مخلوق۔"

فالمہ کا ہنس ہنس کر بُرا حال ہو گیا۔۔ بڑی مشکل سے بولی۔
"تم اتنے کتے ہونا۔۔"

وہ اسی طرح سنجیدگی سے بولا۔
"جب میں تم دونوں کے شوہروں کی اتنی تعریف کرتا ہوں نا اندر اندر
سے تم لوگ بڑی خوش ہوتی ہو کہ تم لوگوں کے بدلے میں لے رہا ہوں۔ بس
اوپر اوپر سے دنیا دکھلاوے کی ملامت کرتی ہو۔"

صائمہ بولی۔
"ہم کیوں خوش ہوں گی، میرے افضال کس سے کم ہیں؟ آپ سے تو
پیارے ہیں۔"

وہ بولا۔
"سُن لے افضال آخری لائن بولتے ہوئے تیری بیوی کے لہجے میں رتی
بھر یقین نہیں ہے، بیٹا ہفتے میں دو چار مرتبہ نہالیا کرتا کہ تیری کوئی شکل نکلے۔"

افضال بولا۔
"پیڑی بو تھی والے جا جا کر بیوی سے سیوا کروا۔۔ جو تا پکڑ کر تیرا انتظار
کر رہی ہے۔"

وہ ڈرامائی انداز میں بولا۔
"اے ہم نے محبت کی ہے، اب میرا جانو چاہے تو جو تا مارے یا گولی۔۔
سینے پہ کھائیں گے۔" افضال نے کہا۔
"ہاں جا کھانا کھا کر بیوی سے سیوا کروانے کے لیے انرجی پیدا کر لے، یہ
نہ ہو تو پہلا جو تا کھاتے ہی بے ہوش پڑا ہو۔"

فازنے جواب دیا۔

"سالو جب میں کمرے میں جاؤں دروازے کے آس پاس رہنا۔ میں دروازہ لاک نہیں کروں گا، کچھ کرنے کی آواز آئے۔ فوری اندر آنا اور مجھے ہسپتال لیکر جانا ہے یہ نہ ہو تم لوگ کھریو بسنے آزمانے بیٹھ جاؤ۔"

سب سے بلند قہقہہ افضال کا تھا۔ جبکہ وہ بہن کو آواز دیکر واپس کچن میں چلا گیا۔ اماں تو سے روٹی اتار کر چھبالی میں رکھتے ہوئے بولیں۔
"تمہاری آواز سن کر بھی امل کمرے سے باہر نہیں آئی ہے۔"

وہ موڑھے پہ بیٹھتے ہوئے بولا۔

"اتنی اچھی ہوتی تو مشکل ہی کیا تھی، الٹا اس نے دروازہ لاک کر لیا ہونا ہے، تاکہ میں کمرے میں نہ جاسکوں۔"

"تم نے بھی بیٹھے بٹھائے نیا سیا پہ سر لے لیا ہے، کیا تمہیں لڑکیوں کی کمی تھی؟ یا اس کو لڑکوں کی کمی تھی؟"

"میں روٹی نہ کھاؤں؟"

اس نے پوچھا۔ اماں چپ کر گئیں۔

صد آئے اس کو کچن میں بیٹھا دیکھ کر کچھ کہے بغیر ہی واپس مڑ گئے۔ اماں نے اس کے آگے دو تازے پھلکے رکھے۔ ایک گلاس میں پانی دیا۔ ایک میں دودھ دو طرح کے سالن تھے، وہ کھاتا رہا۔ اماں فارغ ہو کر وہیں ایک کرسی پر بیٹھ کر اپنی تسبیح ختم کرنے لگیں۔ اس نے بتایا۔

"عمرے والے پرسوں لوٹ رہے ہیں۔"

"اچھا۔ تمہاری کس سے بات ہوئی؟"

"اباجی سے ہوئی تھی۔"

"انہوں نے تمہیں کچھ کہا نہیں؟"
 "شکریہ ادا کر رہے تھے، میں نے کہا سرجی کیوں شرمندہ کر رہے ہیں۔"
 "ہیں؟ تیرا شکریہ کس لیے ادا کر رہے تھے؟"
 "آپ نہیں سمجھو گی۔ اس لیے کوئی اور بات کرو۔"
 اماں نے اس کو ملامت بھری نظروں سے دیکھا۔ پھر بتانے لگیں۔۔ کل
 تمہاری بہنیں اور پھوپھیاں آرہی ہیں۔ امل سے ملنا چاہ رہی ہیں۔"

وہ ہنسا۔

"ان کو کہہ دیں اپنے شوق جمع رکھیں۔ امل نے نہ تو ان سے ملنا ہے، نہ وہ
 ان لوگوں کے لیے ادا اس بیٹھی ہوئی ہے۔ پروگرام تیس دن بعد کارکھ لیں۔ ابا
 جی بھی شامل ہوں گے۔"

"ہاں کہہ تو ٹھیک رہے ہو۔ بھائیوں سے بھی مل لیں گی۔ سب کو سیدھا
 ادھر ہی لے آنا۔ کھانا وغیرہ بنوا لیں گے۔ امل کی خوشی میں ایک طرح سے
 فنکشن ہو جائے گا۔ صمد کے ساتھ مشورہ کرتی ہوں، تم لوگوں کا ولیمہ رکھ لیتے
 ہیں۔ آخر برادری کو تمہاری شادی کا اتنا شوق تھا۔"

"آپ کیوں لوگوں کو تماشہ دکھانا چاہتی ہیں۔ وہ جو اندر بیٹھی ہے نامیری
 موت وہ کبھی بھی آپ کے فنکشن کا پیپی اینڈ نہیں ہونے دے گی۔ اپنے گھر
 کے لوگ آرہے ہیں۔ بس وہی ٹھیک ہے، زیادہ کھلا راڈالنے کی ضرورت ہی
 نہیں ہے، کم از کم ایک اولاد کے لیے تو آپ فخر سے کہہ سکیں گی، اس کی
 مادی پہ ایک روپے کا خرچ نہیں ہوا تھا۔"

"نہیں بھائی مجھے ایسا فخر نہیں چاہیے ہے۔ کل جا کر امل کے لیے کپڑے
لے کر آتی ہوں۔ بلکہ اس کو ساتھ لے چلوں گی، اپنی مرضی سے خرید
لے۔"

وہ ایک دفعہ پھر ہنسا۔

"اماں ابھی تک آپ مغالطے میں ہی ہیں، آپ کو حقیقت تسلیم کرنے
میں وقت لگنا ہے، آپ کا دل ٹوٹنے والا ہے۔" اماں بے بسی سے بولیں۔
"پتا نہیں اس گھر میں کیا ہو رہا ہے، دیکھ فازا امل کے ساتھ کوئی زیادتی نہ
کرنا تیری اپنی بھی بہنیں ہیں۔ دو اپنے گھر والی ہیں۔ ایک کی دو ماہ بعد شادی
ہونی ہے، ہمارے نبی پاک ﷺ

اماں نے اپنے انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگاتے ہوئے کہا۔
"آپ کا فرمان ہے اے لوگوں دوسروں کی بہنوں بیٹیوں کی عزت کرو،
کہ اللہ تمہاری خواتین کو عزت دے۔"

وہ اپنی ماں کی ان باتوں سے ہمیشہ بڑا چالو ہوتا تھا۔
"ڈرانے میں اماں آپ گولڈ میڈلسٹ ہو، کچھ برا نہیں کر رہا ہوں۔ نہ ہی
کیا ہے، اس سے بڑھ کر عزت دینا اور کیا ہوتا ہے، شادی کی ہے، جبکہ میں یہ
نہی جانتا ہوں، طلاق کا تصور بھی مجھے عاق کروا سکتا ہے۔"
"توبہ استغفر اللہ تم نے قسم کھائی ہوئی ہے، کچھ اچھا نہیں بولنا ہے۔"
"سچ بول رہا ہوں۔"

"تم اپنے سچ رہنے دو، چپ کر کے کھانا کھاؤ۔ اس کے بعد امل کو بھی
کھاؤ۔"

"گود میں بٹھا کر ہاتھوں سے چوری بنا کر دوں؟ کیا وہ چھوٹی سی بچی ہے

؟"

اماں نے سر پیٹا۔ اس نے کھانا کھا کر سنک پہ ہاتھ دھوتے ہوئے پوچھا۔
"اماں کوئی ایسی لڑکی یا خاتون نظر میں ہے؟ جو امل کے ساتھ رہ سکے۔
اس کے کھانے وغیرہ کا خیال کرے، کیونکہ میرا بہت سارا کام جمع ہے۔ میں
بے بی سٹنگ نہیں کر پاؤں گا اور اکیلا اس کو چھوڑا نہیں جاسکتا ہے۔"

"وہ اکیلی کب ہے، ہم سب لوگ ادھر اس کے پاس ہی ہوتے ہیں۔"
"آپ اس کی خد متیں کرتی اس کی نگرانی کرتی اچھی تو نہیں لگیں گی نا،
دوسرا میں نہیں چاہتا ہوں کہ میری وجہ سے آپ کے آپسی تعلقات خراب
ہوں۔ آپ اس کے ساتھ پہلے جیسی رہیں۔ باقی سب کا الزام مجھ پہ آنے دیں
۔ مجھے کسی سے پوچھ کر بتادیں کسی بی بی کا میں تنخواہ دے دیا کروں گا۔ اس کی
ڈیوٹی فل وقتی ہوگی۔ امل کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانا۔ باتیں کرنا۔ اس کا غصہ
سہنا میری بُرائیاں سُنا۔ سب اس کی نوکری کا حصہ ہوگا۔ ہاں ہماری باتیں باہر
کسی سے نہیں کرے گی۔ ورنہ اچھا نہیں ہونا ہے۔"

"بیٹا لوگوں سے اتنا ڈرتے تھے تو ڈھول گلے میں کیوں پہنا ہے؟ اب
لوگ تو سُنیں گے۔"

"اماں کی آنکھ۔۔ ڈرتا کون ہے، دعادیں آپ کا بیٹا مورچے پہ جارہا ہے۔
سر سلامت رہے۔"

"جاؤ اللہ ہدایت دے، اور اگر امل نے دروازہ نہ کھولا تو شور مت کرنا،
آکر میرے کمرے میں سو جانا یا بیٹھک میں چلے جانا۔"

"وہ دروازہ بالکل نہیں کھولے گی، اور میں دروازہ کھٹکھٹانے والا بھی نہیں ہوں۔ میرا کمرہ ہے، مجھے علم ہے کس راستے سے اندر جانا ہے، آپ یہ روٹی دیں۔" اُس نے ایک ہاتھ میں روٹی پکڑی ایک ہاتھ میں دودھ کا گگ۔ اماں نے آسمان کی جانب منہ کر کے خیر مانگی۔

☆☆☆☆☆☆

کیبل پہ آخر کتنی دیر انسان اپنا دل پر چا سکتا ہے؟ خاص کر ایسی صورت میں جب آپ کے دل و دماغ میں مسلسل ایک جنگ چل رہی ہو، آپ کا زندگی پر سے اعتبار اٹھ جائے، اس کے کانوں میں مسلسل ایک ہی لائن گونج رہی تھی، ابی کے الفاظ اس کی روح کو چھلنی کر گئے تھے، وہ لائن آج سمجھ آئی تھی، کیا ہوتا ہے جب جن پہ تکیہ ہو وہی پتے ہو ادینے لگیں۔ رونا وہ نہیں چاہتی تھی، کیونکہ رونا کا مطلب تھا وہ اپنی ہار مان رہی ہے، وہ ہارنا نہیں چاہتی تھی، سب سے بڑا دکھ ہی یہی تھا اس پہ لیبل لگ چکا تھا، ہر کسی کے لیے اس کا رویہ عجیب تھا، اس نے اپنے فون پہ فیملی گروپ میں آئے میسج دیکھے تھے، جہاں ساری کزنیں اکٹھی ہو کر اس پہ بات کر رہی تھیں۔ یہ بات اس کا خون جلا گئی، جو لوگ اس سے مرعوب رہتے تھے، آج وہ اس پر انگلی اٹھا رہے تھے۔

اُس نے ان کے کسی سوال کا جواب دیے بغیر نہ صرف گروپ چھوڑ دیا، بلکہ اپنا وٹس ایپ ہی ڈیلیٹ کر دیا تھا، ابی کا فون کئی دفعہ آیا، مگر اس نے کال نہیں لی۔ جب میں اتنی بُری تھی کہ آپ کو مجھ سے جان چھڑوانے کے لیے اپنے غنڈے بھتیجے کی مدد کا سہارا لینا پڑا تو اب مجھ سے رابطہ کیوں کر رہے ہیں مجھے اس طرح سے دو کوڑی کا کرنے کی بجائے مجھے خود اپنے ہاتھوں سے ہی دیتے۔

آپ کی بھی جان چھوٹ جاتی میری بھی۔ کیا عزت صرف مرد کی ہے؟ غیرت مند صرف مرد ہی ہوتا ہے؟ میری غیرت گوارا نہیں کرتی کہ میں اس چھت کے نیچے ایک پل بھی رہوں، مگر آپ لوگوں نے مجھے معذور کر دیا ہے، ایسی اور اس جیسی کئی باتیں سوچ سوچ کر دماغ شل ہو رہا تھا۔ مگر حاصل وصول کچھ نہیں ہو رہا تھا، سوائے سردرد اور بوجھل پن کے، ایک تو کچھ کھایا پیا نہیں تھا، اوپر سے دوپہر سے اب تک وہ چار دفعہ اپنے معدے میں بچا کچا پانی منہ سے باہر اگل چکی تھی۔ پیٹ میں درد سر میں درد۔ آنکھوں میں درد۔ باتھ روم کا دروازہ بھی اس نے اندر سے لاک کیا ہوا تھا، مگر اس وقت ایک کلک کی آواز کے بعد دروازہ کھول کر فاز کمرے میں داخل ہوا۔ کمرے کی بتی بند تھی۔ جس پر وہ بولا۔

"تواند حیرا کر کے سوگ منایا جا رہا ہے۔"

پہلے اس نے بتی جلائی، پھر کمرے کا دروازہ کھول کر باہر سے کچھ پکڑنے کے بعد دوبارہ بند کیا۔

"تمہارا کھانا ہے، واش روم کے راستے سے خود آسکتا تھا، کھانے کے لیے دروازہ ہی کھولنا تھا۔"

اس نے کھانا دو سیٹر صوفے کے سامنے رکھی چھوٹی میز پہ رکھا۔ خود صوفے پہ آرام دہ حالت میں بیٹھ کر اہل کو فوئکس میں لیا۔ جو ٹانگوں کے گرد بازو لپیٹے پڑی کسی گیند کی طرح معلوم ہو رہی تھی۔ فاز کو پوری توجہ سے اپنی طرف دیکھتا پا کر اس نے ایک سیکنڈ کے لیے ٹیلی وژن سکرین سے نظریں ہٹا کر اس کو دیکھا۔

جو ہنھویں اچکا کر پوچھنے لگا۔

"چپا کے گھر چھوڑنے سے پہلے میں نے تم سے کیا کہا تھا؟ میری بات کو
 فقط کو اس سمجھ کر مال دیا؟ میری بات مانی ہوتی تو اس وقت اتنا نہ لوتی۔ کم از
 کم ابھی تک یہ خوش فہمی تو قائم رہتی تاکہ تمہارے اپنی تمہارا ساتھ دیں گے۔
 اب سب کچھ جان گئی ہو، تو کب تک یہ مظلوم بن کر ساری دنیا کی ہمدردی
 سینے کا ارادہ ہے؟ ایک بات میں تم پہ واضح کردوں۔ تاریخ گواہ ہے، ہمارے
 معاشرے میں عورت بڑی سے بڑی قربانی بھی دے تب بھی سب کی
 ہمدردی مرد کے ساتھ ہوتی ہے، پاگل لڑکی یہاں تو لڑکی کے ساتھ خدا نخواستہ
 جیسی زیادتی ہو جائے اس میں پولیس تک یہ کہہ دیتی ہے کہ عورت اس وقت
 اس جگہ پہ تھی ہی کیوں۔ یہ سب بے پردگی کی وجہ سے ہے، نہ عورتیں اتنے
 چھوٹے اور کھلے لباس پہنیں نہ بے چارہ مرد غور کرنا بچا رہ مردان کی جانب
 متوجہ ہو۔ ایسے ماحول میں تم چاہ رہی ہو کہ تم جو سب میں منہ پھٹ اور مغرور
 مشہور ہو، سب کی ہمدردی حاصل کرو، میری جان دیوانے کے خواب
 چھوڑو۔ اب تم بڑی ہو گئی ہو۔ اپنے اس رشتے کی عزت کرو، تاکہ لوگ تمہاری
 عزت کریں۔"

اگلے اندر اتنی ہمت ہی نہیں تھی کہ اس کے ساتھ بحث کرتی، کھانے
 کی خوشبو کمرے میں پھیل گئی۔ ایک طرف اس کا سر جکرا رہا تھا اور ایک طرف
 پیٹ سے غرر غرر کی آوازیں آرہی تھیں۔ وہ پیٹ پہ ہاتھ کا دباؤ ڈال کر اٹھی
 کیونکہ پیٹ میں جیسے ساری انتڑیاں اکٹھی ہو کر کچھا بن گئی ہوں۔ دودن کا
 سلوٹوں زدہ لباس بکھرے الجھے بال۔۔۔ پیلا رنگ۔۔۔ خشک ہونٹ۔۔۔ فاز اس
 کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا، پہاڑوں نے اس کے چہرے کو جو شادابی بخشی تھی
 اس کا تو کہیں نام و نشان تک نہ رہا تھا۔

اے رونی کے دونوں لے توڑ کر پانچ منٹ میں کھائے، کیونکہ ہر دن
 چبانے پر ایسا لگتا تھا یہ کھانا اندر نہیں جا پائے گا۔ آنکھیں بند کر کے اپنا ذہن
 بٹانے کو وقاص کی بھیڑوں کا سوچنے لگی۔ ہونٹوں پہ مسکراہٹ دوڑ گئی، ہاربا
 جی چاہا وہ پوچھے کس خیال میں اتنی شگفتگی تھی، جو تمہارے لبوں پہ مسکراہٹ
 بن کر پھیل گیا ہے، مگر چپ رہا۔ گنتی کے تین نوالے اور چار گھونٹ پانی پینے
 کے بعد وہ واپس لیٹ گئی، جیسے ہی جسم میں تھوڑی جان آئی زبان کی خاموشی
 ٹوٹ گئی۔

"تم مجھے معاشرے کے اسلوب و رنگ جو مرضی سناؤ۔ مگر حقیقت
 نہیں بدلے گی، تم وہ غیرت مند مرد ہو جس نے زبردستی میرے ساتھ نکاح
 کیا ہے، ہاں اس میں میری مرضی شامل تھی مگر تمہاری بلیک میلنگ کی وجہ
 سے بظاہر تو تم کامیاب ہو گئے ہو نا؟ شادی بھی کر لی۔۔ بچہ بھی ہو جانا ہے،
 اپنے آپ کو بڑی کوئی توپ چیز سمجھ رہے ہو گے، فتح کا جشن اس دن منانا جس
 دن تم میرے دل اور روح تک پہنچ پاؤ۔ یا اگر یہ دونوں تمہارے ہاتھوں ماری
 نہ جائیں۔ جسم کا کیا ہے، سودفعہ بھی برت لو گے نا میں تب بھی تمہاری نہیں
 بنوں گی، اور یہ بات تم بڑی اچھی طرح جانتے ہو۔ تم میری پسند نہ کل تھے نہ
 آج ہوا اگر یہ بچہ دنیا میں آتا ہے، مجھے سب سے زیادہ غم رہے گا کہ تم اس کے
 باپ ہو گے اور جو عزت مجھے ایک بد کردار اور دھوکے باز شخص کے آگے ہاتھ
 باندھنے سے ملنی ہے نا، اس سے بہتر میرے لیے میری خودداری کی بے عزتی
 ہے، اس وقت بظاہر میں کمزور لگ رہی ہوں گی، لاچار نظر آرہی ہوں، مگر میں
 نے ہار نہیں مانی ہے، مجھے ہارا ہوا اس دن تسلیم کرنا جس دن میں تمہارے

آئے جھک جاؤں۔ اور یہ میرے جیتے جی تو ممکن نہیں ہوگا۔ "فاز نے نانگ سے نانگ اُٹار یا اور انکھیں مسلتے ہوئے بولا۔

"تم جانتی ہو، جتنا اچھا تم بولتی ہو، تمہیں موٹیویشنل تقریریں لکھنے والے کی نوکری مل سکتی ہے، اس طرف غور کرو، تم کہاں ماڈلنگ میں سینگ پھنسانا چاہ رہی تھیں۔"

آنجل ایک سوال بڑی کثرت سے میرے دماغ میں آتا ہے۔ "وہ اشتیاق سے پوچھنے لگا۔"

"وہ کیا؟"

"یہی کہ آیا تمہاری شکل زیادہ ناقابل قبول ہے یا تمہاری آواز۔"

"پھر کیا جواب ملتا ہے؟"

"تمہاری شکل بندہ جیسے تیسے برداشت کر سکتا ہے، مگر تمہاری آواز کانوں میں چبھتی ہے۔"

"بولتی ہوئی تم خود بھی ایسی کوئی ملکہ پکھراج نہیں لگتی ہو، میں نے تم سے ایک سوال کیا تھا؟ کیا سکسنس ہو رہی ہے؟"

"میں تم سے بات نہیں کرنا چاہتی۔"

"ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی۔"

اس کے ساتھ ہی اُس نے جیب میں سے موبائل نکال کر مریم کو کال ملائی۔ تیسری بیل پر جواب ملا۔

"میں تمہارے لیے اس وقت ملک شیک نہیں بنا رہی ہوں۔ اور ویسے بھی اب تمہارے پاس دوسروں کی طرح اپنی ایک عدد ذاتی بیوی ہے۔"

فاز نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"تم صلح کرنے کا کیا لوگی؟"

"صلح ہو ہی نہیں سکتی ہے، میرے اتنے ارمان تھے، تمہاری شادی پہ پہننے کے لیے میں نے پوری وارڈروب ڈیزائن کی ہوئی تھی، تمہیں وہ نک چڑھتی ہم سے زیادہ عزیز تھی۔ بھلا یہ کیسی شادی ہوئی، جس میں اپنے بہن بھائی ہی شریک نہ ہوں۔"

"اچھا تم خفانہ ہو، یہاں دو لہادو لہن کے اپنے ارمان پورے نہیں ہوئے، تمہیں اپنی پڑی ہوئی ہے۔"

"ہاں تو کیوں ایسے شادی کی ہے؟ اسی لیے تمہاری بیوی بھی تم سے ناراض ہے، سوچو جو سارے خاندان میں نئے فیشن ٹرینڈ چلاتی تھی، اس کے پاس اپنے بچوں کو دکھانے کے لیے ایک عدد تصویر تک نہیں ہوگی، مجھے تو سوچ سوچ کر ہی دکھ ہو رہا ہے۔"

"تم میرے بچوں کی فکر میں اپنا وزن نہ بڑھاؤ وہ اپنی پھوپھو کی شادی کی تصویریں دیکھ کر خوش ہو لیا کریں گے۔"

"تمہیں میں ابھی سے اپنی شادی پر نہ آنے کا بلاوا دے رہی ہوں۔"

"ایسا تم کر نہیں سکتی ہو۔ کیونکہ تمہاری شادی کے انتظامات ہی مابدولت نے کرنے ہیں۔ تم تو خود اپنی شادی پر مہمان بن کر آؤ گی، میں میزبان ہوں گا۔"

"ایسا احسان کرنے کی ضرورت نہیں ہے، میرے بڑے بھائی سب دیکھ لیں گے، جنہوں نے اپنی شادیوں پہ مجھے دو لہے والی کار میں اپنے ساتھ بٹھایا تھا۔ اور جو میرا بڑا سگ بنتا تھا، اس نے اپنی شادی پہ بلانا تک ضروری نہیں جانا ہے۔"

"چلو اس بحث کو یہیں ختم کرو، بتاؤ کیا مطالبہ ہے، ماننے کا کیا لوگی؟"

"رہنے دو تم دے نہیں سکو گے کنگلے انسان، کتنا شوق تھا اب بس ایک بھائی بچا ہے۔ اس کی شادی پرواگ پھڑائی میں سونے کا سیٹ لوں گی، بھائی نے کہا دیکھتی رہو سہانے خواب میں تو چار یڈی میڈ بیاہ کرنے۔"

"اچھا تم سونے کا سیٹ لیکر راضی ہوگی؟"

"نہیں ابھی نہیں وہ اب میں تمہارے بچے کی آمد کی خوشی میں لوں گی، ابھی مجھے نیا آئی فون چاہیے اور ساتھ ہڈا بیوٹی کے پیلٹ۔۔۔ لپ اسٹکس اور فاؤنڈیشن۔۔۔"

"یہ کچھ کم چیزیں نہیں ہیں؟"

"بالکل کم ہیں۔ پہلے یہ لے دو پھر اور بتاؤں گی۔"

"ہاں منہ تمہارا آئی فون اور ہڈا بیوٹی والا ہی ہے۔"

"تو نہ لیکر دو، دفعہ ہو، آج کے بعد مجھ سے اپنے کام بھی مت کروانا۔"

"تم ایسا کرو کچن میں رکھے انار چھری اور پیلٹ کے ساتھ لیکر آؤ پھر میں سوچتا ہوں تمہیں اپنا کارڈ ابھی دوں یا صبح۔"

دوسری طرف سے چیخنے کی آواز آئی۔

"ہائے پلیز آج ہی آرڈر کروادو، میرے پیارے بھائی نہیں ہو۔"

"ہاں ہاں بڑی لالچی ہو، مطلب کے وقت بھائی نہیں ہو، اور جب مجھے کام ہو تب، ماتھے پہ رکھ لیتے ہو۔"

"کب ایسا کرتی ہوں۔ جب بھی کوئی کام کہتے ہو کر کے دیتی ہوں۔ تمہارے لیے مائع والے کپڑے استری کئے ہیں، کبھی ایک سوٹ کر کے دیکھو نا تمہیں پتا چلے کس بھاؤ بکتی ہے،"

"تم انار لیکر آرہی ہو یا میں یہ آفر کسی اور کو دوں؟"

"خبردار آرہی ہوں۔"

لائن کٹ گئی۔۔ امل آنکھیں موندے لیٹی رہی۔۔ فاز نے بتایا۔۔

"انار تمہارے لیے منگوائے ہیں۔ اٹھ کر کھا لینا، اگر اکڑ دکھائی۔ مریم

کے سامنے لحاظ نہیں کروں گا، زبردستی اٹھا کر بٹھا دوں گا۔"

"تم جیسے جنگلی سے اور توقع بھی کی جاسکتی ہے، میرے لیے اتنی تکلیف

کی ضرورت نہیں ہے، مجھے کچھ بھی ہضم نہیں ہو رہا ہے۔"

"انار کھانے سے افاقہ ہوگا، اگر پہلے بتا دیتیں میں تمہیں ڈاکٹر کے پاس

لے جاتا، مگر اب رات کے بارہ بجے کون ملنا ہے، اس لیے گھریلو ٹوکے ہی اپنا سکتے

ہیں۔"

"پلیز اتنا ڈرامہ نہ کرو۔ مجھے خوش فہمی نہ ہو جائے کہ تم میری لیے اتنا

سوچتے ہو۔"

"نہیں خیر تم اتنی بھی اہم نہیں ہو۔ اس وقت گھر کا کوئی دوسرا فرد بھی

بیمار ہوتا میں اس کو بھی یہی سب کہہ رہا ہوتا۔"

دروازہ بجا۔ فاز نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔ مریم ہاتھ میں اناروں سے

بھری ٹوکری ساتھ میں پلیٹ چچ اور چھری لیے اندر آئی۔ سارا کچھ میز پر رکھ

کر بھائی کے گلے ملی۔ جس پہ وہ بولا۔

"مطلب کی ڈیل حاصل کر لینے کے بعد تمہیں بچارے بھائی کا خیال آ ہی

کیا۔"

"بکو اس نہ کرو میرا ویسے ہی تم سے دل اُداس ہو رہا تھا۔"

"ہاں تبھی تو تم آگے میری آواز سُنتے ہی اپنے کمرے سے اہل آل نہیں۔"

"وہ تو مجھے تم پہ غصہ جو تھا۔"

"اب اتر گیا ہے؟"

"ابھی جب تم میری چیزیں آرڈر کرو گے، تب پتا چلے گا، ابھی کچھ نہیں کہہ سکتی ہوں۔"

فاز نے بتایا۔

"توبہ ہے، تم کس قدر لالچی لڑکی ہو۔" اہل نے کروٹ لی، جس پہ مریم نے جھٹ کہا۔

"بھابھی آپ جاگ رہی ہیں۔"

اہل نے ناگواری سے کہا۔

"مریم تم میرے نام سے بڑی اچھی طرح واقف ہو، مجھے اچھا لگے گا اگر

تم مجھے میرے نام سے ہی بلاؤ۔"

مریم نے سر گھما کر فاز کو ایک نظر دیکھا۔

"اوہ۔۔ اچھا۔۔"

پھر بولی۔

"بھائی لاؤ اپنا بینک کارڈ دو۔"

فاز نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر کارڈز کا چھوٹا سا فولڈر برآمد کیا۔ اس

میں سے مطلوبہ کارڈ مریم کے حوالے کرتے ہوئے بولا۔

"ابھی صرف میک اپ آرڈر کر لو، میرا دوست ہے یو کے میں اس کے

ہاتھ فون منگوا دوں گا۔"

"کب تک آئے گا؟ یہ نہ ہو اگلا پورا سال میں فون کی راہ ہی دیکھتی رہ جاؤں۔"

"یہی کوئی ہفتہ دو تک مل جائے گا، تم نہیں مرو گی۔"
"ٹینشن نہ لو فون لیے بغیر میں مرنے والی بھی نہیں ہوں۔"
وہ کارڈ لیکر چلی گئی۔ فاز نے دروازہ بند کیا۔ قمیض کے کف فولڈ کیے۔ مگر پھر رُک گیا۔

"کیا میرا کوئی اور سوٹ استری ہوا پڑا ہے؟"
اٹل ویسے ہی پڑی رہی۔ فاز نے آگے بڑھ کر اس کے چہرے سے کمبل ہٹایا۔

"کیا تکلیف ہے، میری نیند کیوں خراب کر رہے ہو، اپنا سامان کسی دوسرے کمرے میں لے جاؤ۔"

"تم سے کچھ پوچھا ہے؟"
فاز کے جتانے پر وہ مزید تپ کر بولی۔
"کیوں میں تمہاری ماں ہوں جو تمہارے پہننے اوڑھنے کا حساب رکھوں گی؟"

"ماں نہیں ہو بیوی تو ہو، یہ سب کرنا اب تمہارا فرض ہے۔"
"اچھا؟ کس نے کہا ہے کہ یہ سب میرا فرض ہے؟ فاز صاحب یہ سب بیوی کا فرض ہر گز نہیں ہے، بیویاں محبت میں شوہروں کے یہ سب چونچلے دیکھتی ہیں اور تمہارے میرے درمیان سب کچھ ہو سکتا ہے، مگر محبت نام کی بھی نہیں ہے، میں تمہاری حیثیت قبول نہیں کرنا چاہتی، تم لاڈ اٹھوانے کی بات کرتے ہو۔"

"یہ سب کام تم کرو گی، ابھی تمہاری ناساز طبیعت کا خیال کر کے چھوڑ رہا ہوں۔"
"فضول انسان۔۔۔"

فاز نے خود ہی الماری کے دونوں پٹ کھول کر جائزہ لیا۔ اگلے پل اپنے کپڑے استری کر کے لٹکائے دیکھ کر خوشی سے نعرہ مارا۔ "اس گھر کی عورتیں زندہ باد۔۔۔"

اس نے گہرے نیوی رنگ کی شلوار قمیض لیکر واش روم کا رخ کیا۔ پانچ منٹ بعد گہرے نیلے رنگ کے سوٹ میں باہر آیا۔ صوفے پہ اپنی سابقہ سیٹ سنبھالتے ہوئے بولا۔

"اب کم از کم انار کے داغ سے سفید سوٹ تو خراب نہیں ہوگا، اس رنگ پہ کچھ گر بھی جائے تو خیر ہی ہے۔"

"تم اپنا یہ کھانا پینا باہر جا کر کر لو۔ تمہارے مسلسل بولنے سے میری نیند خراب ہو رہی ہے۔"

"جہاں تک میری ناقص معلومات ہیں، تم سارا دن کمرے میں بند رہی ہو، کیا ابھی بھی نیند پوری نہیں ہوئی ہے؟"

"کمرے میں اس لیے بند تھی کیونکہ میں کسی کے منہ لگنا نہیں چاہتی تھی، اور اس کمرے کے علاوہ میری کوئی دوسری جائے پناہ نہیں ہے۔"
انار کے دانے نکالتے فاز کے ہاتھ ایک پل کوڑکے۔ بڑے سرد اور ٹھہرے لہجے میں بولا۔

"میں ہوں نا؟ جو کہنا ہے جیسا کہنا ہے مجھے کہو۔۔۔ باقی گھر والوں کے ساتھ بد تمیزی سے پیش آکر ان کے ساتھ اپنے تعلقات خراب نہ کرنا،

تمہارے غصے اور نفرت کے لیے میں ہوں؟ میرا بچہ اور میری یا تمہاری فیملی
آف لٹ ہے، ٹھیک ہے؟ اب اٹھو اور یہ انار کھاؤ۔۔۔"

اس نے پلیٹ اس کی جانب بڑھائی۔
اس کے اندر اس قدر تلخی مچی ہوئی تھی کہ انار کے ٹھنڈے دانوں کا تصور
اس کو اٹھ کر بیٹھنے پہ مجبور کر گیا۔ فاز کی بات کا جواب بھی اگلی دفعہ پہ ڈال دیا۔
ایک چمچ بھر کر منہ میں ڈالنے کے بعد آنکھیں بند کر کے ان کو چبانے لگی۔
ساتھ ہی بولی۔

"اس پہ نمک ڈال دو۔"

فاز زیر لب مسکرایا۔

"طریقے سے فرمائش کرو گی تو پوری کرنے کا سوچ سکتا ہوں۔"

"تمہاری اتنی منتیں کرتی ہے میری جوتی۔"

"تو پھر اپنی جوتی سے ہی نمک منگوا لو۔"

"میں جانتی ہو باورچی خانہ کس طرف ہے، اگر چاہوں تو نمک میں خود

بھی لاسکتی ہوں۔"

"تو جاؤ۔۔۔ کس نے روکا ہے؟"

"اصل بات یہی ہے، میں خود ہی نہیں جانا چاہتی ہوں۔ کیونکہ میں کسی

گھروالے کا سامنا نہیں کرنا چاہتی ہوں۔"

"کیوں؟"

"شرمندگی کے مارے۔۔۔ کیونکہ یہ سب لوگ میرے بارے میں نہ

جانے کیا سوچتے ہوں گے کہ میری ایسی کیا مجبوری تھی جو میں نے تم جیسے

آدمی سے مرضی کا نکاح کیا ہے۔"

"نہیں میری جان جب سے تم نے مجھ پہ کیس کرنے کی ناکام کوشش کی ہے نائب سے یہ لوگ میرے بارے میں ایسا سوچ رہے ہیں کہ آخر مجھ جیسے خوبصورت، پڑھے لکھے، صاحب روزگار آدمی کی کیا مجبوری رہی ہوگی جس نے ایسی ننگ جڑھی کو قبول کر لیا۔۔۔ اوپر سے جو رویہ تم رکھے ہوئے ہو، بہت جلد رہے ہے وہاں بھی سب میرے حق میں ہوں گے۔"

"مجھے ایسے وہاں چاہیے بھی نہیں ہیں جو آنکھوں دیکھی سچائی نہ مانیں۔"

باتوں کے دوران وہ غصہ دکھاتے دکھاتے دو انار کھا گئی۔ فاز نے تین اناروں کے دانے نکال لیے تھے، امل نے ہاتھ کھینچا تو اس نے اسرار نہیں کیا، بلکہ ٹی وی دیکھتے ہوئے بچے ہوئے دانے کھانے لگا۔ امل واش روم کی جانب جاتے ہوئے بولی۔

"مجھے کچھ سامان چاہیے ہے۔"

"لسٹ بنا دو۔ آجائے گا۔"

"میرے پاس ٹو تھہ برش تک نہیں ہے، نہ ہی میرے پاس ایک روپیہ ہے کہ میں منگوا ہی لیتی۔ پچھلے تین دن سے میں نے دانت صاف نہیں کیے ہیں۔"

"اُف تو کمرے سے تمہارے منہ کی باس آرہی تھی؟ میں بھی کہوں اس سے پہلے تو کمرے سے ایسی بدبو کبھی نہیں آئی ہے۔ واش روم میں میرا برش رکھا ہوگا، ابھی تو وہی استعمال کر لو، کل نیا منگوا دوں گا۔ ویسے تم سڑک پہ نہیں گھر پہ بیٹھی ہو، اماں سے کہا ہوتا انہوں نے تمہاری ضروریات پوری کر دینی تھیں۔"

"میرے منہ سے بدبو نہیں آتی ہے، کیونکہ میں تمہاری طرح جگہ جگہ منہ نہیں مارتی ہوں، اور مجھے اپنے کام دوسروں سے کروانے کی عادت نہیں ہے، نہ ہی مجھے دوسروں کی پسند اچھی لگتی ہے، تمہارا برش تو میں مر کر بھی نہ استعمال کروں۔ اپنے گندے جراثیم خود تک ہی رکھو۔"

فاز کچھ یاد آنے پر کھل کر ہنسا۔ اگلے پل نشو کے ساتھ ہاتھ صاف کر کے جیب سے اپنا موبائل نکال کر امل کو اپنے پاس آنے کا اشارہ کیا۔
"ادھر آؤ تمہیں ایک چیز دکھانا ہوں۔"

اس نے مسکراتے ہوئے فون کی گیلری میں پڑی ویڈیو چلا کر فون اپنے ہاتھ میں ہی رکھ کر سکرین امل کی جانب کر دی۔۔۔ دور کھڑی امل نے آنکھیں میچ کر ویڈیو میں موجود لڑکی کو پہچاننے کی کوشش کی۔۔۔ دور سے چہرہ تو نہ کلیئر ہوا، مگر آواز وہ بڑی اچھی طرح پہچانتی تھی، یہ اس کی اپنی آواز تھی، جس میں وہ فاز سے کہہ رہی تھی۔

"پلیز مجھے بتاؤ ڈیٹ یہ کیا کرتے ہو۔"

امل کا منہ حیرت سے کھل گیا۔۔۔ جلدی سے اس کے پاس آئی۔۔۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر سکرین کو دیکھتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ گالوں پہ رکھ لیے۔
"یہ تو میں ہوں۔۔۔"

اس کے انداز پہ فاز کا قہقہہ فلک شکاف تھا۔ جبکہ وہ خوفزدہ سی پوچھ رہی تھی۔

"یہ کب ہوا؟"

اپنا اگلا عمل دیکھ کر ہی امل کا رنگ اڑ گیا۔ با آواز بلند بولی۔

"توبہ استغفر اللہ یا میرے اللہ یہ میں کیا کر رہی ہوں۔"

ناز نے ہنستے ہوئے فون کی سکرین بند کی اور فون واپس جیب میں ڈال

لیا۔ "اب تو تسلی ہو گئی ہے ناکہ تم میرے منہ کے گندے مندے جراثیموں کو اپنی مرضی سے چکھ چکی ہوئی ہو۔"

اٹل کا چہرہ شرمندگی سے ال ال ٹماڑ ہو رہا تھا۔ مری ہوئی آواز میں بولی۔
"میں ویڈیو میں نظر آنے والا کمرہ پہچان گئی ہوں۔ مگر تمہارے اور
میرے درمیان ایسی کوئی گفتگو بھی ہوئی تھی، مجھے تو یاد ہی نہیں ہے۔"
"اسی لیے تو یہ ویڈیو بنائی تھی۔۔۔"

"تمہیں شرم آنی چاہیے۔ اس کو ابھی ڈیلیٹ کرو۔"
وہ معصومیت سے بولا۔

"اگر دیتا ہوں۔ صرف ایک شرط ہے۔"
اٹل نے اس کو مشکوک نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔
"وہ کیا؟"

"جس طرح تم نے ویڈیو میں میرا بوسہ لیا ہے، ہر روز ایسا بوسہ دینے کا
وعدہ کر دو۔ میں یہ ڈیلیٹ کر دوں گا۔"

اٹل نے ایک پل اس کو بے یقینی سے دیکھا۔ پھر بڑے تحمل سے بولی۔
"تم پہ۔ تمہارے ویڈیو بنانے پہ اور تمہاری اس فرمائش پہ ڈر فٹے۔"
"نہ نہ میری جان شوہر کے ساتھ ایسی زبان میں بات نہیں کرتے ہیں۔
اللہ کا سخت عذاب ہوتا ہے، مرد کو عورت کا حاکم بنایا گیا ہے۔"
اٹل نے اس کو غور سے سرتا پیر دیکھا۔ اور مستحکم لہجے میں بولی۔۔

"تمہاری بد قسمتی ہے کہ تمہارا واسطہ ایک ایسی عورت سے پڑا ہے کہ تم اس کو مرد کی حاکمیت والی آیت سنا کر چپ نہیں کروا سکو گے، میرا دین تم لوگوں کی طرح ظالم نہیں ہے۔ جس کو جتنا اختیار دیتا ہے، اس کا حساب بھی اتنا ہی سخت ہوتا ہے، حاکم صرف رتبہ نہیں ہے، ذمہ داری ہے، مرد کو عورت کے حوالے سے احکامات ہی اتنے دیئے گئے ہیں کہ اتنا احسان آپ پہ کوئی نہیں بھی کرے تو انسان اس کے ساتھ اچھائی اور وفاداری کا معاملہ کرنے پہ مجبور ہوتا ہے۔ اخلاقی فرض بن جاتا ہے، اس لیے جتنے فرائض اللہ نے عورت کے حوالے سے مرد کے ذمہ لگائے ہوئے ہیں، جو افضل مردان کو پورا کرتا ہے، وفادار عورت اس کی باندی بن جاتی ہے۔ اپنا ماس بھی کھلا دینے کو بخوشی تیار ہوتی ہے، مگر تم جیسے مرد یا اور بہت سے جو عورت کے اوپر ہاتھ اٹھاتے ہیں، ان کو خود سے کم تر اور خود کو افضل سمجھتے ہیں، ان کو اپنا نوکر سمجھتے ہیں، ایسے مرد کی کوئی عزت نہیں ہے۔ یاد رکھنا اسلام انصاف کا نام ہے، عزت کا نام ہے، اچھائی کا نام ہے، زور زبردستی سے کسی پر اپنی حاکمیت جتانے کا نام اسلام نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو جب رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک رات کی دلہن اپنے والد کی شکایت لیکر آئی تھی نا کہ اس کے باپ نے اس کی مرضی جانے بغیر ایک ایسے آدمی سے اس کا نکاح کر دیا ہے، جسے وہ پسند نہیں کرتی، تو دو جہانوں کے سردار ﷺ یہ نہ فرماتے کہ فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اگر چاہو تو نکاح جاری رکھو نہیں تو نکاح ختم کروادو۔ بلکہ فرماتے تم نے ایسا سوچا بھی کیسے کہ تم اپنے باپ کی مرضی سے اختلاف کر رہی ہو، یہ نہیں فرمایا کہ چاہے تمہاری مرضی جانے بغیر اس شخص کے ساتھ تمہارا نکاح ہوا ہے، اب وہ تمہارا حاکم ہے، تم اس کے خلاف فیصلہ لینے کا بھی اختیار نہیں رکھتی ہو۔ کبھی اپنی

اس جھوٹی انا اور غیرت کی عمارت سے باہر نکلنا ہو تو محمد ﷺ کی میرت
 ہاک پڑھنا۔۔ پھر آکر مجھے اللہ کے میرے لیے فرمان کیا ہیں وہ بتانا۔۔
 تمہارے اور میرے رشتے میں کچھ بھی نارمل نہیں ہے، میں تمہارے ساتھ
 اپنی مرضی سے نہیں ہوں۔ تم نے زبردستی مجھے اپنے ساتھ باندھا ہے، جس
 دن مجھے موقع مل گیا میں تمہیں چھوڑ دوں گی۔ ساری عمر کے رشتے اس بنیاد پر
 قائم نہ کبھی ہوئے ہیں، نہ ہوں گے۔"

وہ اپنی بات پوری کر کے واش روم میں بند ہو گئی۔ فاز گردن کو تھوڑا سا
 خم دیئے اس کو سُن رہا تھا، اب بھی صوفے پہ نیم دراز سنجیدہ نظروں سے واش
 روم کے بند دروازے کو دیکھ رہا تھا۔ جب وہ واپس باہر آئی۔ فاز نے معصومیت
 کے اگلے پچھلے ریکارڈ توڑتے ہوئے پوچھا۔۔

"جانو مجھے بتانا عورتوں کا آدھے کپڑے پہن کر غیر مردوں کے سامنے
 چہل قدمی کرنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟"
 وہ اپنا سر ہانہ ٹھیک کر کے رکھتے ہوئے بولی۔

"ان کے بارے میں بھی وہی حکم ہے، جو مردوں کا غیر عورتوں کو نیم
 برہنہ لباس میں ناچتے ہوئے دیکھ کر خوشی سے ان کے اوپر نوٹوں کی بارش
 کرنے پر ہے"

"یعنی تم کہنا چاہ رہی ہو، اگر مرد بد کردار ہے تو پھر گھر کی عورت بھی بد
 کردار ہو جائے؟"

"نہیں جانو۔۔ یہاں ایک بہت بڑا فرق ہے، عورت فقط نوکری کرنے
 سے بد کردار نہیں ہو جاتی ہے، بد فعال نہیں ہو جاتی ہے۔"

"تم پاگل ہو، تم نے کبھی کسی خاندانی عورت کو وہ سب کرتے دیکھا ہے، جو تمہارے شوق ہیں؟ مجھے ایک لاکھ دیکر تمہارا ایڈ بند کر دانا پڑا ہے۔ تم نے اگر کرنا ہی تھا تو ہالوں کا ایڈ کرتیں۔۔۔ دانتوں کا کرتی۔۔۔ یہ کیا عورتوں کے رسم

پہ بات کر رہی ہو۔۔۔"

"تم عقل کے اندھے تم نے وہ ایڈ کیوں بند کر دیا ہے؟ جانتے ہو پاکستان میں ہر سال کتنے فیصد عورتیں بچہ دانی کے کینسر سے مر جاتی ہیں۔ اس ایڈ میں یہ کہا گیا تھا کہ ہر سال اپنے سرویک کا ٹیسٹ کر دیا کریں۔۔۔ اپنی سفائی کا خاص خیال رکھا کریں۔ بس تم لوگوں کا مسئلہ یہی ہے کہ بات سمجھنی نہیں ہے انے واپس کو دپڑا کرو۔"

"اس پہ بات کرنے کو ڈاکٹر موجود ہیں، تمہارے بغیر بھی کام ہو جائے گا

۔"

"فاز اور نگریب۔۔۔ پہلی فرصت میں چلو بھر پانی میں ڈوب کر مر جاؤ۔"

وہ صوفے سے اٹھالائٹ بند کر کے اپنی جگہ پہ لیٹتے ہوئے بولا۔

"اگر ڈوب کر رہی مرنا ہے تو میں تمہاری آنکھوں میں ڈوبنا چاہوں گا۔"

کمرے میں امل کی ہنسی گونجی۔ "تم کتنے واہیات ہو۔ کس قدر تیسرے

درجے کی بات کہی ہے۔"

فاز بولا تو آواز میں مسکراہٹ تھی۔

"عام طور پہ تو لڑکیاں میری لائینز پہ موم ہو جاتی ہیں، بس ایک تم ہو جس

پر میری کوئی لائن اثر نہیں کرتی ہے۔"

"ہائے اے کاش تم نے اس جگہ کے لیے بھی اپنے جیسی ہی کوئی چُنی

ہوتی۔"

قاز نے اپنا بازو اس کی جانب بڑھا کر اس کے احتجاج کے باوجود اس کو اپنی
بہنوں میں بھر کر خود سے قریب کیا اور اس کے کان میں بولا۔

"بے بی یہ غلط فہمی نکال دو کہ تم یہاں پہ بائے چانس موجود ہو۔ یہاں
ان بیڈ پہ کوئی پانچ سال پہلے آتی یاد اس سال بعد۔ وہ تم ہی ہوتیں۔ کوئی اور آئی
بھی تو تمہارے بعد ہی آئے گی۔ پہلے نہیں آسکتی تھیں۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆

"اٹل بیٹا یہ کیا بات ہوئی۔ ہم عمرے سے واپس آئے ہیں۔۔۔ تم ہمیں
لنے نہیں آئی ہو۔۔۔ اور اب اگر ہم خود سے تمہارے پاس آئے ہیں۔۔۔ تو تم
سلام دعا لینے کی بجائے کمرے میں بند ہو گئی ہو۔۔۔ یہ کیسا رویہ ہے؟"

اپنی ماں کی بات کے جواب میں وہ بڑے تحمل سے بولی۔
"کیوں۔۔۔ آپ لوگ میرے کیا لگتے ہیں۔۔۔ جو میں بڑھ چڑھ کر آپ کا
سواگت کروں؟"

امو کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"ہم لوگوں سے کہہ رہی ہو کہ ہم تمہارے کیا لگتے ہیں۔ تم جانتی ہو تم
نے مجھے کس قدر دکھ دیا ہے۔ ایسی کیا قیامت آگئی تھی۔۔۔ جو گھر پہ بتائے بغیر
تم یوں غائب ہوئیں اور اب ماں کے ساتھ اس تمیز سے بات کر رہی ہو۔
نہیں ہو کیا گیا ہے اٹل۔۔۔ تم ضدی تھیں۔ مگر اتنی بے حس تو کبھی بھی
نہیں رہی ہو۔۔۔ کہ ماں باپ کو ہی لوگ بول دو۔"

"کون سے ماں باپ۔۔۔؟ ہاں۔۔۔ کون سے ماں باپ۔۔۔؟ جنہوں نے
میری خبر لینا۔۔۔ مجھے ڈھونڈنا تک گوارا نہ کیا۔ اوہ مجھے ڈھونڈتے بھی کیوں
جبکہ مجھے غائب ہی انہوں نے خود کروایا تھا۔ آوارہ بد چلن بیٹی ہاتھوں سے نکلی

بارہی تھی۔۔۔ تو آپ لوگوں نے بڑا بہترین حل نکالا۔۔۔ ایک انتہائی بڑے درجے کے بے غیرت انسان کے آگے بیچ دیا۔
امو کا ہاتھ اٹھ گیا۔

اصل مزید پھر کر بولی۔
"ہاں مجھے ہی ماریں کیونکہ میں سب کے لیے بڑا ہی آسان مار گٹ ہوں۔۔۔ جو آئے منہ اٹھا کر جو مرضی بلکواس کر جائے۔۔۔ ہاتھ اٹھائے۔۔۔ یا میرا رپ کرے۔۔۔ سب کچھ آسان اور فری ہے۔۔۔ کیونکہ مجھے نیلام کر دیا گیا ہے۔۔۔ سر بازار آپ لوگوں نے مجھے ننگا کر کے کھڑا کر دیا ہے۔۔۔ میرے پیہ ہاتھ اٹھا لیا ہے۔۔۔ اب جا کر اپنے شوہر سے پوچھیں۔۔۔ کتنے میں مجھے اپنے بچتے کے سپرد کیا۔۔۔ جواب میں اس کو کیا دینے والے ہیں۔"

"کیا تم پاگل ہو گئی ہو؟ یہ کیسی زبان بول رہی ہو۔۔۔؟ وہ بھی اپنے باپ کے لیے۔۔۔ کون ایسا کرتا ہے؟"

"میں۔۔۔ میں ایسا کر رہی ہوں۔ غور سے میری شکل دیکھیں۔۔۔ میرے جیسی سیٹیاں ایسا کرتی ہیں۔ جن کو چوٹ دینے والے کوئی اور نہیں بلکہ اپنے پالنے والے ہاتھ ہی ہوتے ہیں۔۔۔ میں اتنی ہی بُری تھی تو میرے نگرے کر کے کسی نہر میں بہا دیئے ہوتے۔۔۔ مجھ سے میری پہچان میری شخصیت نہ چھینتے۔۔۔ میں نے آخر کیا ہی کیا تھا۔۔۔ جو آپ لوگوں نے مجھے یوں زندہ درگو کر دیا۔۔۔؟ ابی کو پتا تھا نافرمان مجھے کس قدر ناپسند ہے۔۔۔ انہوں نے اُسی کو مجھے ٹھکانے لگانے کا حکم دیا۔۔۔ اُن سے جا کر بول دیں مبارک ہو۔۔۔ بیٹی ٹھکانے لگ گئی ہے۔۔۔ مر گئی ہے۔۔۔ اور مجھے مارنے والا کوئی اور نہیں ہے۔۔۔ میرا اپنا باپ ہے۔۔۔ اب آپ یہاں سے جاسکتی ہیں

مجھے آپ کے ساتھ کوئی اور بات نہیں کرنی ہے۔۔۔ جا کر میری بدنامی کی
 ٹوٹی میں جشن منائیں۔۔۔ وہ کزنیں جن کو میں نے کبھی منہ نہیں لگایا تھا۔ جو
 میرے سے بات کرتے ہوئے بھی ڈرتی تھیں آج میری آنکھوں میں دیکھ کر
 میرے پہن رہی ہیں۔۔۔ اور بار بار آکر پوچھتی ہیں۔۔۔ فاز کی خاطر گھر چھوڑ
 دیا۔۔۔ اتنی محبت۔۔۔ یہ چمانا جب سب میرے منہ پہ پڑتا ہے۔۔۔ یقین
 مانے میری روح کراتی ہے۔"

فاز دروازے کے پاس کھڑا یہ ساری گفتگو سن رہا تھا۔۔۔ اس لیے بولا۔
 "ہر بات کو غلط رنگ میں ہی کیوں دیکھتی ہو اور چچی جان کے ساتھ ایسی
 باتیں کر کے ان کو پریشان کیوں کر رہی ہو؟"

"تمہیں کیا تکلیف ہے۔۔۔ میری ماں ہے۔۔۔ میں ان سے جس طرح
 مرضی بات کروں۔۔۔ تم اپنے کام سے کام رکھو اور ہاں ایک پل کو بھی یہ
 مت سوچنا کہ اگر میرے ماں باپ تمہارے حق میں ساتھ دے رہے ہیں۔۔۔
 تو تم جیت جاؤ گے۔"

پھر امو کو مخاطب کرتے ہوئے بولی۔

"کچھ اندازہ ہے آپ کو میری زندگی کے سب خواب کیسے چکنا چور ہو گئے
 ہیں۔۔۔ ہر انسان کی طرح میری بھی کچھ خواہشات تھیں۔۔۔ کچھ سننے تھے
 ازدواجی زندگی کے حوالے سے کچھ ترجیحات تھیں۔۔۔ میں نے کبھی کسی
 پرنس چارمنگ کے خواب نہیں سجائے۔۔۔ پر ایسا بھی نہیں چاہا تھا۔۔۔ کہ میری
 شادی ایک جنگل میں ہوگی۔۔۔ جب میرا وجود زخموں سے نیلا پڑا ہوگا۔ میں
 گھر سے بھاگی نہیں تھی امو۔۔۔ مجھے اغواء کیا گیا تھا۔۔۔ اغواء۔۔۔ زبردستی
 چالاکی کے ساتھ نکاح پڑھوایا گیا اور پھر اپنے باپ کا مال سمجھ کر ہاتھ صاف کیا

۔۔۔ اب آپ لوگ چاہتے ہیں میں اس خبیث انسان کے خلاف پرچہ نہ کروں
 نہ ہی اس کے بیج سے جنم لینے والے بچے کو کچھ کروں۔۔۔ بڑی ہنسی خوشی
 ایک پرفیکٹ شادی شدہ زندگی گزاروں جیسے مجھے خوابوں کا شہزادہ مل گیا ہے
 ۔۔۔ یہ مجھے گھر میں قید کر کے رکھ رہا ہے۔۔۔ اُس پہ کوئی بھی اس کو نہیں کہتا
 کہ اس قدر جہالت کیوں دکھا رہے ہو۔۔۔ بلکہ آکر میرا سر کھایا جاتا ہے کہ
 میں بے رحم عورت ہوں۔۔۔ بہت بڑی ڈاکن ہوں۔۔۔ جو اپنے ہی بچے کا خون
 پینا چاہتی ہے۔۔۔ نہیں ہے یہ میرا بچہ۔۔۔ سنا آپ نے۔۔۔ میرا کوئی بچہ
 نہیں ہے۔۔۔ نہ میں کسی کی ماں کہلاؤں گی۔۔۔ آپ لوگ اس قدر جاہل ہیں
 اپنی مرضی کے نتائج حاصل کرنے کے لیے ایک وجود کو دنیا میں لا کر۔۔۔
 اُس کو اپنے حق میں استعمال کرنا چاہتے ہیں۔۔۔ میرے جیتے جی ایسا نہیں ہونا
 ہے۔۔۔ مجھے آپ سب سے نفرت ہے۔۔۔ براہ کرم یہاں سے تشریف لے
 جائیں۔۔۔ اگر آپ میرے لیے کچھ کر نہیں سکتی ہیں۔ تو مجھے آپ سے ملنا بھی
 پسند نہیں ہے۔۔۔ میرے لیے میرے اپنے مر گئے۔۔۔"

"میری جان۔۔۔ مت ایسا کرو۔۔۔ پلیز۔۔۔ تمہارے ابی غصے میں
 تھے۔۔۔ تمہاری ضد کی وجہ سے انہوں نے جلد بازی میں یہ فیصلہ کیا۔۔۔
 "امو۔۔۔ پلیز آپ جائیں۔۔۔ سمجھ لیں۔۔۔ اہل جہانگیر مر گئی ہے۔۔۔
 وہ کہیں نہیں ملے گی۔"

امو کا آنسوؤں پہ اختیار نہ رہا۔

"میری جان اتنی منشی باتیں کیوں کر رہی ہو۔۔۔ تم تو ایسی نہ تھیں۔"

"امو۔۔۔ یہ جو دل ہے نا۔۔۔ یہاں کچھ بھی نہیں بچا۔۔۔ پلیز آپ بائیں۔ آپ جتنی دیر یہاں میرے سامنے بیٹھ کر مجھے میرے خسارے یاد کروائیں گی۔۔۔ زندگی مجھ پہ اتنی ہی مشکل ہوتی جائے گی۔" وہ اٹھ کر وہاں سے چلی گئی۔

فاز ماتھے پہ تیوری لیے دروازے میں کھڑا تھا۔ آگے آیا اور چچی کو دلا سہ دیتے ہوئے بولا۔

"آپ فکر نہ کریں۔۔۔ چند دن کی بات ہے۔۔۔ نئی زندگی میں سیٹ ہو جائے گی اور ماں باپ کے ساتھ کوئی بھلا کب تک ناراض رہ سکتا ہے۔ ایک آدھ دن میں اسکو آپ کے پاس ملوانے لیکر آؤں گا۔" "فاز مجھے تم سے کم از کم یہ امید نہیں تھی۔۔۔ کہ تم اس پہ زبردستی خود کو مسلط کرو گے۔"

"چچی آپ ایک بات بھول رہی ہیں اہل حقیقت پسند بن کر نہ سوچ رہی ہے۔ نہ ہی اپنے حالات کو دیکھ رہی ہے۔۔۔ میں نے خود کو اگر اس پہ مسلط کیا ہے۔ تو اپنا حق سمجھ کر کیا ہے۔ وہ میری بیوی ہے۔ اب اگر میاں بیوی میں تعلق بنے تو وہ کہاں سے ناجائز یا زبردستی کا ہوا۔۔۔؟ مطلب یہ کہاں کی اور کس زمانے کی باتیں لیکر بیٹھ گئی ہیں۔ کیا آپ نے کبھی کہیں سنا ہے کہ میاں نے بیوی کا رپ کیا ہو؟ مطلب اس بات کی کوئی تک نہتی ہے۔۔۔؟ نکاح میں ہیں اور انکے رشتے کو لیکر ایک غلیض لفظ بولا جا رہا ہے۔ مطلب لعنت ہے۔ نیک عورتیں سرِ عام سارے خاندان کے سامنے ایسی بکواس نہیں کرتی ہیں۔ مرد کو تو چلو مارو گولی۔۔۔ بندہ کم از کم اپنی ہی عزت کا خیال کر لے۔ اللہ پاک

عزت دے رہا ہے۔۔ اور یہ عقل کی اندھی عورت سارا کچھ داؤ پہ لگانے کو پھر

رہی ہے۔"
امونے فاز کی آدھی باتیں سنیں۔ آدھی رونے کے دوران

اگنور کر دیں۔

آنسو صاف کرتے ہوئے بولیں۔۔

"اگر تم اجازت دو۔۔ تو میں اس کو کچھ دن کے لیے ساتھ لے جاؤں

۔۔۔ شاید ماحول کی تبدیلی اس پہ اچھا چھوڑے۔"

وہ گہرا سانس لیتے ہوئے بولا۔

"معذرت قبول کریں۔۔ میں اس کو نہیں بھیج سکتا۔۔۔ کیونکہ اس کو

جب بھی موقع ملا۔۔۔ یہ بچے کو نقصان پہنچائے گی۔۔ مجھے اس کا اعتبار نہیں

ہے۔۔ اس لیے خدا مجھے مجبور مت کریں۔"

"تو کیا جب تک ڈیلیوری نہیں ہو جاتی۔۔ یہ اسی گھر میں رہے گی۔"

"میں نے ایسا کب کہا۔ بس ذرا سکا سیکنڈ ٹرم گزر جائے۔۔ پھر چاہے تو

ڈیلیوری تک آپ کی طرف رو لے۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔"

امو پارمان کرواپس چلی گئیں۔

اٹل نے چھت کی منڈیر سے لگ کر باپ کی گاڑی کو واپس جاتے دیکھا

تھا۔ جو دل پہ بیت رہی تھی۔ وہ وہی جانتی تھی دل میں کہیں پہ یہ امید تھی کہ

ضرور فاز کو منا کر وہ اٹل کو ساتھ لیجا لیں گے۔ مگر اب وہ امید بھی اپنی موت

آپ مر گئی۔

دواندھیرا پھیل جانے تک چھت پہ پڑی ایک ٹوٹی سی چار پائی پہ لپٹ کر
آسمان پہ اڑنے والے پرندوں کو سارے دن کی اڑان کے بعد ٹوٹی ٹوٹی
مردوں کو لوٹتے دیکھتی رہی۔

فاز کی جانب سے خاص اٹل کی نگرانی کے لیے لگائی گئی ملازمہ سیڑھیوں
کے پاس بیٹھ کر بکھنے ہوئے چنے کھاتے ہوئے اپنی ذمہ داری انجام دے رہی
تھی۔

آنکھ سے ٹوٹ کر قطرہ قطرہ پانی چار پائی کے ہان میں سہا رہا۔ وہ رونا چھوڑ
جی تھی۔ کوشش کرنے سے رونا نہ آتا اور کبھی یونہی آنسو تھمنے کا نام نہ لیتے۔
بشی نے کئی دفعہ گھر کی لائن پہ فون کر کے اس کے لیے کہا تھا۔ وہ ایک
دفعہ بھی اس سے بات نہ کر سکی۔۔۔ دل ہی نہیں چاہتا تھا۔
جب اندھیرا چھا گیا۔ اس کی ملازمہ آکر بولی۔

"باجی۔۔۔ چلو تھلے چلیے۔۔۔" کسی دوپہر وچ بس ایک گلاس جوس پیتا
ن، بن روٹی شوٹی کھا لو۔۔۔ کسی ایڈے سوہنے او۔۔۔ کیوں اُداس رہندے
ہو۔۔۔ باؤ جی (فاز) تو اڈا بڑا کر دے جے۔"

"کتنی دفعہ بکواس کر چکی ہوں۔۔۔ خاموش رہا کرو۔ مجھے باؤ جی کے
قصیدے مت سنایا کرو اور اگر تمہارے خیال میں وہ اتنا ہی اچھا شوہر ہے۔۔۔
تو جاؤ جا کر اس سے نکاح پڑھ لو۔"

"ہا۔۔۔ ہائے۔۔۔!!۔۔۔ میں مر جاواں۔۔۔ باجی۔۔۔ باؤ جی تے
میرے ٹوٹے کر کے او ویلی وچ جیڑا بولسی بجیا اے نا۔۔۔ اوہدے اگے سٹ
دین گے۔۔۔ پلا۔۔۔ باؤ جی ورگہ بندہ میرے ورگی جنانی نال نکاح کیوں
کرے گا۔ کتھے آسمان تے رہن والا چن تے کتھے زمین تے وسن والے کیڑے

مکوڑے۔۔۔ اللہ معاف کرے باجی۔ تھی انج دیا گلاں نہ کریا کرو۔ ہاشم
ہندی اے۔ اللہ تو انوں شہزادیاں ور گہ پتر دوے۔۔۔ آمین۔"

"ہو گیا تمہارا سبق پورا۔؟۔۔۔ اب جاؤ۔۔۔"

"تواڑے بغیر کتھے جاواں۔"

"ٹٹھے کھو وچ جا۔۔۔ پر میری جان چھٹ۔"

مردانہ کھنکار کی آواز پہ چھمو ایک دم اٹینشن کھڑی ہو گئی۔
فاز کر پہ ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔ چھمو کو اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

"جاؤ۔"

اُس نے جیسے شکر کیا۔ اگلے بل غائب ہو گئی۔

"مانا کہ میں آوارہ ہوں۔۔۔ مگر میرا ایک معیار ہے۔۔۔ میرے جاننے

والوں اور دوست احباب میں سب سے پیاری اور منہ زور لڑکی میری بیوی بنی
ہے۔۔۔ اسلئے جب نوکرائیوں سے میری بات کرو تو یہ بات مد نظر رکھ کر کیا
کر دو کہ تم دونکے کی عورت کو اپنی برابری پہ لانے کی بات نہ کرو۔"

اٹل نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ آنکھیں بند کر لیں۔

وہ کچھ دیر اُس کے سر پہ کھڑا ہو کر اس کی بند آنکھوں کو دیکھتا رہا۔

پھر چلتا ہوا چھت کے دوسرے کونے کی جانب نکل گیا۔

دور کھیتوں سے ٹیوب ویل کے انجن کی آواز گونجھ رہی تھی۔ آسمان

تاروں نے روشنائی پھیلا دی تھی۔ ہلکی ہلکی چلتی ہوا بہت لطف دے رہی تھی۔

وہ آنکھیں بند کر کے خود کو آزاد دنیا میں تصور کر رہی تھی۔

مگر فاز کی آواز نے یہ بہل توڑ دیا۔

"لڑائی مجھ سے یا اللہ کے رزق سے؟ نفرت مجھ سے ہے یا میرے بچے
سے؟ کیا چاہتی ہو کہ میں نوالے بنا بنا کر زبردستی تمہارے حلق میں اتاروں؟"
امل نے پھر سے کوئی جواب نہ دیا۔

"بھوک ہڑتال کے بعد اب چُپ کا روزہ رکھ لیا ہے۔۔۔"
"امل مرد کو انسان سے جانور بننے میں چند سیکنڈ لگتے ہیں۔ یاد رکھنا اگر
مجھے یوں تنگ کر دو گی تو میں بھی تمہارے لیے ایسی کھیر ثابت ہوں گا۔۔۔ جسے
نہ نگل سکو گی۔۔۔ نہ اُگل سکو گی۔۔۔ میں باہر جا رہا ہوں۔ جب واپس آؤں تو
پہلی خبر مجھے یہی ملے کہ تم نے کھانا کھا کر دودھ بھی پیا ہے۔۔۔ ورنہ یقین کرو
۔۔۔ میرا سارا غصہ۔۔۔ تم پہ ہی نکلے گا۔"

امل کی خاموشی نہ ٹوٹی وہ چلا گیا۔
اُس کی ہر بات کا مطلب وہ سمجھتی تھی۔ فاز کے قُرب سے اس کے لیے
کھانا زہر مار کر ناہزار درجے بہتر تھا۔ ویسے بھی اب اُس کو بھوک محسوس ہو
رہی تھی۔

نیچے آ کر کچن میں گئی۔ خود ہی کھانا نکال کر وہیں پیڑھی پہ بیٹھ کر کھانے
لگی۔

تائی اماں کو خبر ملنے کی دیر تھی۔ اپنا بستر چھوڑ کر اُسکے پاس آئیں۔
"امل میری بیٹی میں نے تمہارے لیے چھمو سے پز اُبنوا کر ہاٹ پاٹ میں
رکھوایا تھا۔۔۔ تم یہ ٹھنڈی روٹی نہ کھاؤ۔۔۔ میں پز انکال دیتی ہوں۔"
"نہیں تائی جی۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے پز اس نہیں آتا۔
پچھلی دفعہ کھایا تھا تو ساری رات ہارٹ برن رہی تھی۔ آپ پلیز میرے لیے
ایسی زحمت نہ کیا کریں۔"

"لے دس جھلی نہ ہو تو۔۔۔ بھلا اس میں کیسی زحمت۔۔۔ تم کونسا کبھی گاؤں کے ماحول میں رہی ہو۔۔۔ شہر کی پیدائش وہی کی پٹی بڑھی۔۔۔ اس لیے میں اپنی طرف سے کوشش کرتی ہوں کہ تمہیں یہاں پہ کوئی مشکل پیش نہ آئے۔ تمہارا دل لگ جائے۔۔۔ پتر عورت کا سب کچھ اُس کا مرد ہی ہوتا ہے۔۔۔ اچھا ہو یا بُرا۔۔۔ مرد گھر کی چار دیواری ہوتا ہے اور عورت اپنی چار دیواری میں ہی محفوظ رہتی ہے۔۔۔ میری مانوں تو فاز کے ساتھ اپنی لڑائی ختم کر دو۔۔۔ کیوں خواہ مخواہ کی ضد میں اپنا گھر اُجاڑنے پہ تلّی ہوئی ہو۔۔۔ ماں باپ بھی پریشان ہیں۔۔۔ پتر کس لیے۔۔۔؟ تم اچھی بیٹی ہو۔۔۔ اچھی بیوی بنو۔۔۔ شاباش۔"

وہ تاسف سے سر ہلاتے ہوئے پانی کا گلاس منہ سے ہٹا کر بڑے آرام و تحمل سے بولی۔

"تائی جی۔۔۔ مرد جانتی ہیں کون ہوتا ہے۔۔۔؟ مرد وہ ہوتا ہے۔۔۔ جو عزت کرے۔۔۔ جس کے ساتھ منسلک ہونے سے آپ کی عزت دوگنی ہو جائے۔۔۔ جو مر تو جائے مگر آپ کے نام و نصب پہ گالی نہ آنے دے۔۔۔ آپ اپنے بیٹے کو میرا مرد مت کہا کریں۔۔۔ مجھے شرمندگی ہوتی ہے۔۔۔ کیونکہ جو میرا مرد ہوگا۔۔۔ وہ بہت اجلے کردار و اخلاق والا ہوگا۔۔۔ یہ زبردستی میرے سر پہ مسلط ہوا بیٹھا ہے۔۔۔ اور تائی جی زور زبردستی کے سودے کب کامیاب ہوئے ہیں۔۔۔ اور کون سا گھر برباد کر رہی ہوں۔۔۔؟ کتنی دفعہ کہوں تو آپ لوگ اس بات کو سمجھیں گے۔ میرا کوئی گھر نہیں ہے۔۔۔ اور فاز جیسے مرد کے ساتھ اچھا بن کر مجھے نیک پروین کہلوانے کا کوئی شوق نہیں ہے اور میں نہ آپ کے پتر کا گھر بسانے والی ہوں۔۔۔ نہ اُس کے

کچھ ہالے والی۔۔۔ ہاتھ اپنے لہجہ میں بٹھالیں۔۔۔ اور بیٹے کو بھی ہا آوار
نہیں۔۔۔ سب بخیر تائی جی۔۔۔
ہاں کام نہ کھلے کا کھلارہ کیا۔

"یہ لڑکی کیا کہہ گئی ہے؟"

ہاں کی تو نیند ہی اڑ گئی۔

رات کے فاز واہس آیا تو ماں کو برآمدے میں بچھی چار پائی پہ بیٹھے دیکھ کر
پیران ہوا۔

"نیریت ہے؟ آپ سوئی کیوں نہیں ہیں؟ طبعیت تو ٹھیک ہے نا؟ یہاں
اکیلی کیوں بیٹھی ہوئی ہیں؟"

"جب اولاد کی طرف سے پریشانی ہو۔۔۔ تو نیند کہاں آتی ہے۔۔۔ میں
تمہارے انتظار میں یہاں بیٹھی ہوئی تھی۔"

"کیا ہوا ہے؟"

"امل خوش نہیں ہے۔ پتر وہ تیرے ساتھ نہیں رہنا چاہتی ہے۔"

"جانتا ہوں۔۔۔ مگر آپ فکر نہ کریں۔۔۔ ٹھیک ہو جائے گی۔"

"مجھے نہیں لگتا ایسا ہونا ہے۔"

"کیوں۔۔۔؟"

"اُس کی باتوں سے۔"

اُس نے اُنکا ہاتھ تھام کر انکو اٹھنے میں مدد دی اور انکو ساتھ لیکر اندر کی
جانب چل پڑا۔

"پریشان مت ہوں۔ اُس کا غصہ سب وقتی ہے۔ ایک دن سب بھول
جائے گی۔"

"تم کہتے ہو تو مان لیتی ہوں۔ مگر حقائق تو اس کے برعکس نکلتے ہیں۔" ماں کو ان کے کمرے تک چھوڑ کا اُن سے دعا لیتا۔ اپنے کمرے کی جانب آگیا۔ کمرے کی لائٹ بند تھی۔۔ اُس نے مین لائٹ جلانے کی بجائے۔۔۔ نائٹ بلب جلا لیا۔ مدھم سی روشنی میں امل کا وجود واضح ہو رہا تھا۔ جوتے اتار کر لباس بدلے بغیر کی اُس کے برابر لیٹ گیا۔

☆☆☆☆☆☆

"فاطمہ میری دھی میرے کپڑے تیار کر آج میں داتا صاحب جانا ہے، ایک طرف میری بیٹی اپنے گھر میں پریشان ہے۔ دوسری طرف میری بہو دکھی ہے، میں ان لوگوں کے سر کا صدقہ دیکر آؤں۔" صائمہ بولی۔

"امی جی آپ داتا صاحب کیوں جاتی ہیں۔ ہماری سپارے والی باجی کہا کرتی تھیں کہ مزاروں پہ جانا شرک ہوتا ہے، جو مانگنا ہو اللہ سے مانگتے ہیں۔ آپ بھی گھر پہ بیٹھ کر اللہ سے مانگا کریں، انسان کی حاجت صرف اللہ ہی پوری کرتا ہے۔ دوسروں سے مانگنا گناہ ہے، اللہ کا شرک ہے۔"

اماں جی سنک پہ ہاتھ منہ دھو رہی تھیں۔ بہو کی بات پہ مسکرا پڑیں اور موڑ ہا کھینچ کر بیٹھتی ہوئی بولیں۔

"میری دھی میں تیرے جذبے کے صدقے جاؤں، مگر اللہ کے اپنوں کو غیر اللہ سمجھ کر ابلیس کی پیروی نہ کر لینا، ابلیس یونہی نہیں اکڑا تھا، اس نے بھی یہی کہا تھا کہ اللہ وحدہ لا شریک کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کروں گا۔ وہ توحید میں سجدے سے انکاری ہوا تھا اور تم نے بالکل ٹھیک بات کی ہے، دینے والی ذات اللہ کریم کی ہے۔ ہم مانگتے بھی اللہ سے ہی ہیں۔ ہاں جیسے سیدہ مریم علیہ السلام کے ماموں نے ان کے کمرے میں بے موسمی پھل دیکھ کر سوال کیا

ہمارے مریم نہ تم اس کمرے سے باہر گئی ہو، نہ ہی کوئی باہر سے اندر آیا ہے، تو یہ
 پہل کہاں سے آئے ہیں؟ سیدہ نے بتایا جبریل امین دیکر گئے ہیں۔ آپ کے
 مائوں حضرت زکریا علیہ السلام نے وہیں مریم علیہ السلام کے کمرے میں
 کھڑے کھڑے اللہ پاک سے اس مبارک جگہ کا وسیلہ دیکر اپنے لیے اولاد کی
 دعا فرمائی۔ جس سے ہمارے لیے سبق ہے کہ اللہ کے جو مقرب بندے ہیں
 ان کے گھر ہمارے گھروں سے افضل ہیں۔ وہاں پہ کھڑے ہو کر دعا کرنا اور
 اپنے گھر میں دعا کرنا ایک برابر نہیں ہے اور اللہ کے مقرب بندوں کے گھر
 جا کر دعا خیر کرنے اور صدقہ دینے کو شرک کیسے بولا جاسکتا ہے؟ جن کے گھر
 میں ہر وقت اللہ کی عبادت جاری و ساری رہتی ہو وہاں پہ مانگی جانے والی دعا کی
 قبولیت کے زیادہ چانس ہیں۔ قبول کرنے والی ذات تو اللہ کی ہے، اور اللہ والے
 وہ ہیں جن کا نام بھی اللہ نے خود زندہ رکھا ہوا ہے، داتا صاحب کبھی جا کر دیکھنا
 چوبیس گھنٹے میں کسی وقت بھی جاؤ گی، کوئی وہاں پہ بیٹھا کلام پاک کی تلاوت
 کر رہا ہوتا ہے، کئی لوگ نوافل پڑھ رہے ہوتے ہیں، کوئی تسبیح کر رہا ہوتا ہے،
 ہر وقت اللہ کی مخلوق کے لیے رزق کی فراہمی ہو رہی ہوتی ہے، نہ جانے کتنے
 یتیم بیل رہے ہیں۔ ہم بس چپ چاپ گستاخی کر دیتے ہیں، تم اور میں کہاں اور
 امام حسن کی اولاد کہاں، داتا صاحب امام حسن کی اولاد ہیں۔ یہ وہ گھر انہ ہے،
 جن کے دروازے دشمنوں کے لیے بھی کھلے ہوتے ہیں، میں ان کے گھر اور
 اپنی اس کوٹھری میں مقابلہ کرنے کی جسارت تک کرنے کی گستاخی کروں تو
 مجھے نبی پاک ﷺ کی شفاعت نہ نصیب ہو۔ تمہارا میرا وہ علم بھی ہلاکت
 ہے جو ہمارے دل میں اللہ والوں کی عظمت کو لیکر سوال اٹھائے، یہ دنیا میں
 اپنے رب کا ذکر کرنے والے تھے، ان کے پردہ کر جانے کے بعد بھی ان کے

گھر میں اللہ کا ہی ذکر ہو رہا ہے، پھر تم اور میں کون ہیں؟ ہماری اوقات کیا ہے؟
کہ ہم اٹھ کر اللہ کے فیصلوں میں چوں چراں بھی کر جائیں۔
علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

خاکِ پنجاب از دمِ اوزندہ گشت
صبحِ مازِ مہرِ اوتا بندہ گشت

اقبال فرماتے ہیں اگر قیامت والے دن پنجاب کی کوئی عزت ہونی ہے تو
وہ فقط یہ ہونی ہے کہ داتا علی ہجویری کا یہاں سے گزر ہوا ہے۔

"میری بیٹی بادب بندہ ہی اللہ کی بارگاہ تک رسائی میں کامیاب ہوتا ہے،
میں سمجھتی ہوں۔ تم لوگ آج کل پڑھ لکھ کر خود کو علم والا سمجھ کر ایسے
سوالات اٹھاتے ہو۔ مگر ہمارے ایسے علم سے ہمارے آباؤ اجداد ان پڑھ ہو کر
بھی بہتر تھے کیونکہ ان کے اندر ادب تھا۔

حضرت عمر کے آنے پر کپڑے سنبھال کر پردے کے ساتھ جانے کا
مطلب یہ ہے کہ ان قبروں کے مکین بی بی عائشہ کی ہر بار آمد سے باخبر تھے۔

نیز قبر میں ہر میت قبر پر بیٹھنے والی چڑیا یا چڑے کی جنس بھی پہچانتی ہے۔

اس فرد کو سلام کہنا منع ہے جو جواب نہ دے سکے۔ السلام علیکم یا اہل
القبور کا مطلب یہ ہے کہ

انہیں سلام کہنا چاہیے۔

وہ اپنے انداز میں جواب بھی دیتے ہیں۔

ان کی سلامتی کی دعا کا زندوں کو فائدہ بھی ہوتا ہے۔ ورنہ ایک بے فائدہ
دل کی سنت قائم نہ کی جاتی۔

مزار پر خیرات تقسیم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہاں اس عالم دین کی
میت میں کچھ چلے آنے والے اہل محبت کی خدمت کی جائے۔
تاہم کسی بزرگ کو ثواب پہنچانے کے لئے صدقہ خیرات کہیں بھی کیا جا
سکتا ہے۔
★

آپ کہیے تمہیں موت کا فرشتہ وفات دیتا ہے جس کو تم پر مقرر کیا گیا
ہے۔ (السجدہ: ۱۱)

قرآن مجید میں وفات دینے کا اسناد اللہ تعالیٰ کی طرف بھی کیا گیا ہے اور
ملک الموت یعنی حضرت عزرائیل (علیہ السلام) کی طرف بھی اس کا اسناد کیا
گیا ہے اور عام فرشتوں کی طرف بھی اس کا اسناد کیا گیا ہے۔

اللہ کی طرف موت طاری کرنے کا اسناد ان آیتوں میں ہے:

اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والسی لم تمت فی منامھا ج (الزمر: ۴۲) جن
کو موت نہیں آئی ان کی روحوں کو ان کی نیند میں قبض فرمالیتا ہے۔

الذی خلق الموت والحیوة۔ (الملک: ۲) جس نے موت اور حیات کو پیدا
کیا۔

یحییٰ ویمیت۔ (البقرہ: ۲۵۸) وہی زندہ کرتا ہے وہی موت طاری کرتا

ہے۔

(2) ... اللہ تعالیٰ کے بعض کام اس کے بندوں کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں، لہذا یہ کہنا درست ہے کہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بت دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اولیاء اولاد دیتے ہیں، وغیرہ۔

(3) ... اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کو اولاد عطا کرنے کی طاقت اور اجازت دیتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت و اجازت سے اولاد عطا بھی کرتے ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بیٹا دینے کی طاقت اور اجازت دی اور آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت اور اجازت سے حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بیٹا عطا کیا

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆ S (4)

گھر سے نکلتے وقت سے اب تک اُسکی آنکھوں میں ایک ہی منظر چل رہا تھا صوفیہ کارونا۔ رہ رہ کر اندر طیش اٹھ رہے تھے اسلئے فیکٹری پہنچتے ہی پہلا حکم یہی صادر فرمایا گیا۔

"اسفندیار صاحب تشریف لاکچے ہیں یا نہیں؟"

"جی سر وہ اپنے دفتر میں موجود ہیں۔"

وہ دانت پیستے ہوئے بولا۔

"انکو بولو ذرا مجھے ملاقات کا شرف تو بخشیں۔۔۔ انکے دیدار کو آنکھیں

ترسی ہوئی ہیں۔"

"جی سر۔"

خود دودھ کے بغیر سیدھا اپنے کمرے میں آیا۔ کاندھے پہ پڑی گرم چادر اٹھ کر اپنی کرسی کی بیک پہ ڈالی۔ موبائل وغیرہ ڈیسک پہ رکھ کر اپنے کف فولڈ کرتا کمرے کے دروازے میں آکر کھڑا ہو گیا۔
پانچ منٹ بعد اسفندیار آتا دیکھائی دیا۔

"السلام علیکم۔۔۔ خیریت۔۔۔۔۔ جو اتنا رجنٹ بلوایا؟"

"جی۔۔۔ جناب آپ کے اس دنیا میں ہوتے ہوئے۔ اور خاص کر میرا بہنوئی ہوتے ہوئے۔ میری زندگی میں خیریت زیادہ عرصہ ٹک کر نہیں رہتی۔"

اسفندیار نے فاز کی سیکرٹری کی جانب چور نظر ڈالی آیا وہ سن رہی ہے ایک دوور کر بھی وہاں سے گزر رہے تھے اور فاز کو کس کا ڈر؟
"کس انداز میں بات کر رہے ہو۔ میں تمہارا بڑا ہوں۔"
"نام کے ہی بڑے ہو۔ کام بھی کبھی بڑوں والے کر لیا کرو۔"
"فاز!"

"آواز نیچی رکھ کر بات کر۔ اپنی یہ آنکھیں کسی اور کو جا کر دکھانا۔ تم جیسے آدمی کو لڑکی دینا ہی ہمارا گناہ ہے۔ چودہ سال سے میری بہن تمہارے پلے بندھی ہوئی ہے اور بیچاری ہر دوسرے ماہ میکے میں آکر اپنا تماشا بنوائی ہے کیونکہ تجھے خبیث کو اپنے ہاتھوں پہ اختیار نہیں ہے۔ کیا ہم نے اپنی لڑکی کو پٹوانے کے لیے تیرے گھر بھیجا ہوا ہے؟"

اسفندیار کا چہرہ تازہ بلش جیسا سُرخ ہو رہا تھا۔۔۔ ایسا محسوس ہوتا کانوں سے خون رس جائے گا۔

"فاز تم میرے گھریلو معاملات کو یوں سر بازار نہیں رکھ سکتے۔ میرا اور

میری بیوی کا معاملہ ہمارا ذاتی مسئلہ ہے۔"

"اوبھائی کونسا ذاتی مسئلہ؟ اگر اتنا ہی تو غیرت مند تھا تو کیوں آئے دن اپنی بیوی کو ڈانٹ کر میکے کی راہ دکھا دیتے ہو؟ یا وہ نوکرانی بن کر تمہارے بچے پالے۔ یا مار کھا کر میکے جائے۔ تمہیں شرم کیوں نہیں آتی؟ کیا چاہتے ہو؟ اگر انسان نہیں بننا تو بتا دو۔ میں اپنی بہن کو نم سے بہتر کھانے کو دے لوں گا۔"

"تم پہلے اپنی بیوی کو تو خوش کر لو۔ میری بیوی کی فکر بعد میں کرنا۔"
اٹل کے حوالے پہ فاز کا ہاتھ اٹھ گیا۔ تھپڑ کی آواز پہ بال میں خاموشی چھا گئی۔

"اپنی زبان کو قابو میں رکھنا۔ آج کے بعد میری بیوی کے حوالے سے سوچ سمجھ کر بولنا۔"

"فاز اور نگریب تمہیں یہ تھپڑ بہت مہنگا پڑنے والا ہے۔"
"ہاں جاؤ۔ چلا لو جو توپ چلائی ہے۔ ابھی بھی تمہارے سامنے ہی کھڑا ہوں۔ کر لو جو ہوتا ہے۔"

"اپنی بہن کو اب اپنے پاس ہی رکھنا۔"
"شہزادی بنا کر رکھوں گا۔ تمہارے چولہے کے دھوئیں سے اس نے اپنی آنکھیں جتنی اندھی کرنی تھیں کر لیں۔ اب بس آکر اپنے بچے لے جانا۔"
"بچے تم لوگوں کے حوالے کرنے والا بھی نہیں ہوں۔"
"ایسے چیلنج دیکر بات نہ کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو۔ تمہیں لینے کے دینے پڑ جائیں۔"

"میں اس نوکری پر بھی لعنت بھیجتا ہوں۔"

"بھئی تمہاری مرضی۔ ہاتھ دے لے لیا صاحب کتاب کر دیا۔"
اسخندیدار سے اتنی دانت برداشت نہ ہوئی۔ وہ لمحے سے مالک آگے لڑکا

فاز صاحب ہاتھ جھڑا کر واپس اپنے کمرے میں ایک چار ایمان اور
کام میں لگ گئے۔ ابھی دو گھنٹے ہی گزرے ہوئے تھے جب کمرے کا کال آئے تھے۔

اُس نے ایک دو دفعہ ٹو انگور کیا۔ مگر جب مسلسل فون چہہ کہا تو اٹھ اٹھ
لیا۔

"جی۔"

"جی کیا جی۔۔۔" ہاں۔۔۔ "تم تو اتنے بے حس انسان ہو کوئی چاہے مرے
مر جائے تین دفعہ بیل ہونے سے پہلے فون تک نہیں اٹھاتے۔ اور وہاں
میرے بچوں کے باپ کو کیا عذاب شتاب بول کر ناراض کیا ہے۔ کم از کم وہ
پہلی بیل پہ کال تو اٹھا لیتے ہیں۔"
صوفیہ روتے ہوئے بولتی چلی گئیں۔

"تم میرے فون جلد نہ اٹھانے پر رورہی ہو۔۔۔؟ یا شوہر کی ناراضگی پر۔"

"بھائی میں تو اپنے نصیب کو رورہی ہوں۔ ماں ملی تو وہ جسکو ہر دکھ سنانے
کے بعد یہی سننے کو ملتا ہے کہ بیٹی صبر کر۔ گھر چلانے کے لیے بڑی تنگیاں
دیکھنی پڑتی ہیں۔ باپ ملا تو وہ جسکو بس اتنا پتا ہے۔ بیٹی کے گھر ہر عید شب
برات پر چکر لگانا ہے۔ آگے پیچھے مرتی ہے تو مرے۔ اور بھائی ملا تو وہ جو مجھے
سیدھا طاق کروانے لگا ہے۔ آخر تم سوچ کیا رہے تھے۔ آخر کیا کیا کہتے رہے

.....؟ وہ جیسا بھی ہے۔ کبھی ہاتھ اٹھا بھی لے تو بعد میں دس دفعہ معافی مانگ لیتا ہے نا۔ اسکے ساتھ اتنے سال ایسے ہی تو نہیں گزار لیے۔ ناراض بھی ہوا ہو۔ تو چار بار فون کر کے خیریت پوچھتا ہے۔ بچوں کا احوال جانتا ہے۔ ہائے یہ دن بھی آنا تھا۔ کہ میں فون کرے جا رہی ہوں۔ اور وہ اٹھا ہی نہیں رہے۔ بجائی بڑی بھول ہو گئی جو تمہارے سامنے رو لیے۔ اسکی یہ سزا ملی ہے۔"

"کمال کرتی ہو صوفو۔ وہ آئے دن تم پہ ہاتھ اٹھاتا ہے۔ تم پھر بھی اسکی جلیت کر رہی ہو؟"

"ہاں بھائی۔ غصے کا بُرا ہے۔ بک جھک دیتا ہے۔ میں بھی تو اسکے خلاف بول کر دل کا بوجھ ہلکا کر لیتی ہوں۔ کم از کم بے وفا تو نہیں ہے نا۔ ادھر ادھر ہانک جھانک تو نہیں کرتا نا۔ اپنے گھر کی تازہ باسی جیسی ملتی ہے۔ سو بسم اللہ کر کے کھا لیتا ہے۔"

"یہ طنز کے تیر کس پہ چلا رہی ہو؟"

"طنز کا ہے کا بھائی سچ کہہ رہی ہوں۔ میری چھوٹی بھابھی کی مثال تمہارے سامنے ہی ہے۔ محبت کی شادی ہے۔ مگر شادی کے چھ ماہ بعد نہ جانے محبت کہاں گئی ہے۔ شادی ہی شادی بچی ہے۔ وہ بھی بیزاری اور لا پرواہی سے بھری۔ نہ بیوی کو ہوش ہے کب شوہر آ رہا ہے۔ کب جا رہا ہے۔ بھوکا ہے یا بھر ہے۔ سویا ہے یا جاگ رہا ہے۔ نہ شوہر کو پرواہ ہے کہ بیوی پریشانی میں ہے یا خوش ہے۔ اسکی ضرورتیں پوری ہو رہی ہیں یا نہیں۔ بیمار تو نہیں ہے۔ وہ بپ چاپ باہر کی عورتوں کے ساتھ وقت گزار کر گھر لوٹ آتا ہے۔ بھائی ایسی شادی سے تو میری مار دھاڑ والی شادی بہتر۔ کم از کم اتنا احساس تو ملتا ہے نہ کہ کوئی زندہ تعلق ہے۔"

فاز نے ایک پل کو آنکھیں موندیں اور لائن کاٹ کر رسیور ہٹا دیا۔ بہن نے سچ کا وار کیا تھا۔ جو ہمیشہ بھاری ہوتا ہے۔

ٹھیک آدھے گھنٹے بعد اور نگزیب صاحب کی کال آگئی۔ اُس نے اٹھائی تو سلام دعا کے بعد شروع ہو گئے۔

"اویار یہ کیا نیا سیا پہ ڈال دیا ہے۔ صوفیہ روئے جارہی ہے۔ ادھر سے وہ اسفند کال نہیں اٹھا رہا۔ ماں تمہاری نے اسکی ماں کو رابطہ کیا ہے۔ وہاں سے نئی بات سننے کو ملی ہے۔ تمہیں کس نے کہا تھا انکے معاملے میں کو دو۔ یہ تو انکے ٹوپی ڈرامے ہوتے ہیں۔ ویسے تو وہ اسکو میکے میں ایک رات نہیں رہنے دیتا۔ اس طرح یہ رو دھو کر دو تین راتیں رکنے کی سہولت لیتی ہے۔ بہت پہلے تمہاری طرح میں بھی جذباتی ہوا تھا۔ مگر بعد میں بہت پچھتایا تھا۔ اسکے بعد اس جوڑی کو اسکے حال پہ چھوڑ دیا۔ اب تم ایسا کرو۔ اسفند کو فون کر کے معذرت کر لو۔ معاملہ یہیں نیٹ جائے گا۔"

"ہا ہا ہا معافی مانگوں۔۔۔؟۔۔۔ اور میں۔۔۔؟ وہ بھی آپ کے لفنگے داماد سے؟"

لائن کی در سری جانب سے اباجی کی بجائے صوفیہ کی چنگھاڑتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"ہمارے خاندان میں صرف ایک ہی شخص لفنگا کہلانے کا حق دار ہے۔ اور اُس کا نام ہے فاز اور نگزیب۔۔۔ سنا تم نے فاز اور نگزیب۔ اگر تم نے میرے شوہر سے معافی نہ مانگی۔۔۔ تو بہن کا مراہو امنہ دیکھو گے۔"

"جو بہن بھائی سے ایسی بیہودہ فرمائش کرے اُس کو ویسے ہی مرجانا چاہیے۔"

"آخری دفعہ کہہ رہی ہوں۔۔۔ اس کے بعد نہیں کہوں گی۔"
صوفیہ کی آواز میں ایسا کچھ تھا کہ وہ کچھ غلط کہتا کہتا رہ گیا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ معذرت کر لیتا ہوں۔ پر اس کے بعد مجھ سے کبھی
رابطہ مت کرنا۔ میری طرف سے تم اپنے شوہر سمیت بھاڑ میں جانا۔ اور اگر
بھی دوبارہ تم روتے ہوئے ہمارے گھر آئیں نایا در کھنا اپنے ہاتھوں سے تمہارا
لگاؤ باؤں گا۔۔۔"

"یہ جو تم اس قدر بد تمیز ہونا۔ سارا ہمارے ماں باپ کا قصور ہے۔ تمہیں
لاٹ صاحب بنا کر سر چڑھایا ہوا ہے۔ جس کی چاہے بے عزتی کر دی۔"
"او باباجی جی۔۔۔ یہ لیکچر کسی اور وقت دینا۔ پہلے ہی میرا سارا دن برباد کر دیا
ہے۔ اب کوئی کام کر لینے دو۔ اور اپنا سامان باندھ کر تیاری کرو۔ میں خود
نہیں تمہارے گھر چھوڑ کر آؤں گا۔ آدھے گھنٹے تک پہنچتا ہوں مجھے
دروازے پہ تیار ملو۔"

اُس نے دوسری طرف کی نئے بغیر ہی لائن کاٹ دی۔ ساتھ ہی موٹی سی
گالی دیتے ہوئے اپنی کرسی سے اٹھ گیا۔

اپنے کہے کے مطابق عین آدھے گھنٹے کے بعد اُس نے گیٹ کے باہر
ہلن مارا۔

اُس کا بھتیجا باہر آیا۔

"چاچو۔۔۔ دادو کہہ رہی ہیں۔۔۔ اندر آئیں۔"

"جا کر صوفیہ پھوپھو کو لیکر آؤ۔"

شمشیر جیسے بھاگتا ہوا آیا تھا۔ ویسے ہی واپس بھاگ گیا۔

دو منٹ بعد اماں آتی ہوئی دکھائی دیں۔

وہ شیشہ نیچے کرتے ہوئے بولا۔
 "اماں۔ اب کیا وفد پہ وفد آئیں گے۔ اپنی لاڈلی کو باہر بھیجیں اُس کے
 چہیتے شوہر کے حوالے کر کے آؤں۔"
 "اتنا غصہ کیوں کر رہے ہو؟"
 "غصہ نہیں ہے۔"
 "اچھا تو پھر اندر چلو۔"
 "نہیں مجھے صوفو کو اس کے گھر چھوڑ کر واپس آفس جانا ہے۔"
 "صوفیہ ابھی کچھ دن رہے گی۔۔ اس کو چھوڑ دو۔۔ اہل کی خبر لے لو۔"
 "اب اُس کو کیا ہو گیا ہے؟"
 "صبح سے کمرے میں بند ہے۔"
 "کون سی نئی بات ہے۔۔"

"ہیلے چھمو سے سردرد کی شکایت کر رہی تھی۔۔ میں نے صدمہ سے سردرد
 کی گولی لیکر دی۔۔ مگر اُس نے لی نہیں۔۔ اب تین دفعہ کمرے میں گئی ہوں
 ۔۔ بے ہوشی کی نیند سو رہی ہے۔۔ اتنی دفعہ اٹھایا ہے۔۔ آنکھ ہی نہیں کھول
 رہی۔"

وہ گاڑی کا انجن چلتا چھوڑ کر ڈرائیونگ سیٹ سے نکلا۔ لمبے لمبے ڈگ
 بھرتا اندر کی جانب گیا۔

اپنے کمرے میں داخل ہوتے ہی اُس نے آنکھوں پہ سجدے کالے عدسوں کا
 فریم ناک سے اٹھا کر ماتھے پہ رکھا اور لائٹ جلاتا ہوا بیڈ کی جانب گیا۔
 دائیں جانب کروٹ لیے ایک ہاتھ گال کے نیچے رکھے وہ واقعی گہری نیند
 میں تھی۔

"اہل۔۔۔"

اُس نے دونوں ہاتھوں میں اُس کا چہرہ بھرا اور گال تھپتھپاتے ہوئے آواز دی۔۔۔ ایک دفعہ دو دفعہ۔۔۔ مگر امل کی جانب سے کوئی ردِ عمل نہ پاتے ہوئے دروازے کی جانب دیکھا۔۔۔ بھا بھی اندر آرہی تھیں۔ ان کے پیچھے اماں اور صوفیہ تھے۔

"یہ کب سے سو رہی ہے؟"

"تین گھنٹے ہو گئے ہیں۔"

"میں اس کو ہسپتال لیکر جا رہا ہوں۔ آپ میں سے جس نے ساتھ جانا ہے۔ جلدی باہر آئے ورنہ بعد میں خود سے آجائیں۔"

اتنا کہہ کر وہ چھمو کو حکم دینے لگا۔

"امل کے جوتے اور چادر وغیرہ لیکر میرے ساتھ آؤ۔۔۔"

"جی بھائی جی۔"

اُس نے ایک ہاتھ امل کے سر کے نیچے رکھا دوسرا گھٹنوں کے نیچے۔۔۔ اور بڑی احتیاط سے اُس کو گود میں اٹھا کر چل پڑا۔ اماں اور بھا بھی جلدی سے چادریں لیکر نکل آئیں۔ فاز نے امل کو فرنٹ پیسنجر سیٹ پہ نیم دراز کرتے ہوئے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔

اگلے چار منٹ میں اُس کی گاڑی فرائے بھر رہی تھی۔

وہ بیک ویو مرر میں دیکھتے ہوئے خواتین سے مخاطب ہو۔

"آپ کے خیال میں یہ اس طرح بے ہوشی میں کیوں ہے؟"

"مجھے لگتا ہے۔۔۔ امل کا شوگر لیول لوہے ورنہ ایسی بھی کیا نیند۔"

بھا بھی کی بات پہ اُس نے ایک نظر امل پہ ڈالی اور بولا۔

"مجھے دال میں کچھ کالا لگ رہا ہے۔ اگر کچھ الٹا ہوا نہ چھمو تمہاری خیر

نہیں ہونی کیونکہ تمہارا ایک ہی کام تھا اور وہ بھی ڈھنگ سے نہیں کرتی ہو۔"

"اللہ کی قسم لے لیں بھائی جی۔۔۔ باجی میری ایک نہیں مانتی ہیں۔۔۔" ڈانٹ کر کمرے سے نکال دیتی ہیں۔"

اب کی بار وہاں اور بھابھی سے مخاطب ہوا۔
"اگر یہ صبح سے اس حالت میں تھی تو مجھے پہلے فون کر کے کیوں نہ بتایا

کیا۔"

"ہمیں تو یہی تھا۔۔۔ جیسے ہر روز زیادہ وقت اپنے کمرے میں رہتی ہے۔۔۔ آج بھی ایسا ہی ہے۔۔۔ مگر جب وہ دوپہر کے کھانے کے لیے بھی نہیں اُنھی۔۔۔ تب تفتیش ہوئی۔۔۔"

سامنے ٹریفک جام دیکھ کر وہ سسٹم کو لعن طعن کرتا سائیڈ روڈ سے نکل گیا۔ دس منٹ کا راستہ بیس منٹ میں طے کر کے وہ لوگ ہسپتال پہنچے۔

اُسی نے امل کو اٹھا کر سٹریچر پہ ڈالا۔

گاڑی لاک کرنے کا بھی ہوش نہ رہا۔

ایمر جنسی میں امل کو چھوڑ کر اُس نے جیب سے فون نکالا۔

فون بک میں سے مطلوبہ نمبر نکال کر کال ملا کر فون کان سے لگایا نظریں ایمر جنسی وارڈ کے دروازے پہ لگی ہوئی تھیں۔

"ہیلو۔۔۔ السلام علیکم۔۔۔ یار کدھر ہو۔۔۔؟"

"خیرت ہے بھی اور نہیں بھی۔۔۔ امل کو لیکر یہاں آیا ہوں۔"

اُس نے ہسپتال کا نام بتاتے ہوئے کہا۔

"اگر تم آکر اُس کو دیکھ لو۔۔۔ میری تسلی کے لیے؟"

"مجھے کچھ علم نہیں ہے۔۔۔ تم آکر اُس کو دیکھو اور مجھے بتاؤ۔ یہاں پہ ڈاکٹر

موجود ہے۔ مگر مجھے کسی قابل بھروسہ ڈاکٹر کی رائے مطلوب ہے۔"

"بہت شکریہ۔۔۔ میں یہیں پہ ہوں۔"

کال بند ہوتے ہی فون جیب میں رکھ کر ایمر جنسی وارڈ میں داخل ہو گیا۔
اُس کو وہاں پہ دیکھ کر ہی نرس اُس کی جانب لپکی۔
"جناب آپ کہاں آرہے ہیں۔۔۔ مریض کے ساتھ آنے والے افراد کو
یہاں آنے کی اجازت نہیں ہے۔"

"کیوں نہیں ہے۔۔۔ میری بیوی یہاں پر ہے۔۔۔ مجھے دیکھنا ہے کہ آیا
آپ لوگ اُس کو اٹینڈ کر بھی رہے ہیں۔۔۔ یا نہیں۔"

"آپ براہ کرم یہاں سے تشریف لے جائیں۔"

"بی بی میرا دماغ خراب مت کرو۔۔۔ ہٹو سامنے سے۔۔۔"

نرس کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

"آپ سٹاف کے ساتھ اس قدر بد تمیزی سے بات نہیں کر سکتے ہیں۔"

"جا کر اپنے انچارج کو بلا کر لاؤ۔۔۔ مجھے تمہارے منہ نہیں لگنا۔"

"نہ جانے کہاں سے آپ جیسے نمونے منہ اٹھا کر آ جاتے ہیں۔۔۔ ہم
مریض کو دیکھیں یا آپ کے ڈراموں کو؟"

"میرے ساتھ منہ سنبھال کر بات کرو۔ اگر میں اپنی بیوی کے پاس رہنا
چاہتا ہوں۔ تو تمہیں کیا تکلیف ہے؟"

تبھی ایک ادھیڑ عمر نرس وہاں آئی۔

"دیکھئے جناب آپ یہاں پر شور مچا کر مریضوں کو ڈسٹرب کر رہے ہیں۔
میں سمجھ سکتی ہوں۔ آپ اس وقت اپنی بیوی کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔ مگر
یقین مانے اگر آپ ہمیں ہمارا کام کرنے دیں۔ تو آپ کی بیوی کے لیے زیادہ
سود مند ہونا ہے۔ بجائے اس کے ہم یہاں کھڑے ہو کر لائسنس بحث میں الجھے
رہیں۔"

"تم لوگوں کو جو کرنا ہے۔۔۔ تم کرنا۔۔۔ میں کسی کی راہ میں نہیں آؤں گا۔۔۔ مگر مجھے اندر اس کے پاس رہنا ہے۔"

نرس نے لمبی سانس کھینچی۔

"آپ میری بات سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کر رہے ہیں۔"

"اپنی کوشش ترک کر دو۔۔۔ میں نے جو کرنا ہے۔۔۔ وہی کروں گا۔"

کیوں میرا سر کھارہی ہیں۔۔۔ اور اپنا وقت ضائع کر رہی ہیں۔۔۔ دوسرا میرا دوست آرہا ہے۔۔۔ اسکو بھی یہاں آنے کی اجازت درکار ہوگی۔۔۔ وہ لاہور کا

سب سے بہترین گائناکالوجسٹ ہے۔"

"حد ہو گئی ہے۔۔۔ آپ ہمارے ہسپتال میں آکر۔۔۔ ہمیں بتا رہے ہیں

کہ ہم نے اپنا کام کیسے کرنا ہے۔۔۔ اگر آپ کے پاس اتنا بڑا ڈاکٹر تھا۔۔۔ تو مریض کو یہاں کیوں لائے ہیں۔"

"کیونکہ یہ ہسپتال میرے گھر کے قریب ہے کہیں اور جاتے ہوئے

وقت لگتا۔۔۔ جو شاید نقصان مند ثابت ہوتا۔"

نرس نے ہار مانتے ہوئے اُس کو اندر کا راستہ دکھایا۔ اندر آکر امل کو ایک کمرے میں اکیلی پڑے دیکھ کر۔۔۔ اُس کا غصہ سوانیزے پہ پہنچ گیا۔ جو جو منہ میں آیا بکلتا چلا گیا۔

"اس لیے مجھے اندر آنے سے منع کیا جا رہا تھا۔ تم لوگ اس کو یہاں ڈال

کر اس کے مرنے کا انتظار کر رہے ہو؟ میں تم لوگوں کو بند کروا دوں گا۔ سالو ہزاروں میں فیس لیتے ہو اور سروس تمہاری یہ ہے کہ مریض کو یہاں آئے دس منٹ بیت گئے۔ کسی نے آگے آکر بلڈ پریشر تک نہیں چیک کیا۔ جبکہ تم لوگوں کو بتایا گیا ہے۔ کہ یہ ایک حاملہ عورت ہے۔ جو بے ہوش

تمہیں نہیں لگتا کہ اس کو کچھ ہوا۔۔۔ میں تم لوگوں
بانتی ہوئی ہوں۔۔۔ تم لوگوں کا۔۔۔

پوری دنیا میں لپک چکی۔
"ہاں! اپنے امی بانی کو۔ تم لوگوں کے اندر کی اس بات ہی مر گئی ہوئی ہے
اور جانی میں اس نے کیا مقصد ہوتا ہے۔۔۔ کہ پوری طور پر ملتی اور ادنی
جائے۔ تم لوگ کھینٹے بعد ہمارے مریش کو ہاتھ لگاؤ گے۔۔۔ تاکہ جس نے نہیں
مرنا۔ وہ بھی مر جائے۔"

"آپ شور کرنا بند کریں گے۔"

"نہیں۔"

"مجھے سکورٹی لو کر آپ کو یہاں سے بھیجنا پڑے گا۔"

"مجھے کسی نے ہاتھ بھی لگا یا۔۔۔ میں اس کام نہ توڑ کر رکھ دوں گا۔"

اصل نے آنکھیں کھول کر حیرت سے اپنے گرد ہولے والے تماشے کو
دیکھا۔

اور تعجب سے بولی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟"

اس کے آواز سننے ہی فاز کے کانوں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

"تم اٹھ کر کئی ہو؟"

"جب ارد گرد مچھلی ہزار لگا ہو گا تو کون سکون سے سو سکتا ہے۔ ایک

منٹ میں ہوں کہاں؟ میں تو اپنے کمرے میں سو رہی تھی۔"

"سو رہی تھیں۔۔۔؟ اس کو تم سونا کہتی ہو۔۔۔؟ کیا تم جانتی ہو؟ تم میرے

لیے کس قدر خطرناک ہو۔ میں سوچنے پہ مجبور ہو گیا ہوں۔۔۔ کیسے یہ زندگی
گزرنی ہے۔"

"اب میں نے کیا کر دیا ہے؟"
امل کے سوال کا جواب دینے کی بجائے وہ وہاں کھڑی نرس اور ڈاکٹر سے

بولی۔
"کیا آپ لوگ ہمیں کچھ دیر اکیلا چھوڑ سکتے ہیں؟"
وہ لوگ چہرے پہ ناگواری لیے کمرے سے نکل گئے۔ تب وہ امل کی
جانب دیکھتے ہوئے بولی۔

"آئی واز لوزنگ مائے شٹ۔۔۔ اینڈ یو ڈو دس ٹومی۔۔۔ فریکنگ ہیل
۔۔۔ آئی ایم گیٹنگ ڈیپ۔۔۔ امل جی۔۔۔ آپ نے میری بینڈ بجائی ہے۔۔۔

کیا کھا کر سوئی تھیں؟"
"میرا سر درد کر رہا تھا۔۔۔ نیند آ نہیں رہی تھی۔۔۔ اس لیے نیند کی گولی کھائی
تھی۔"

"کیا؟" فاز چلایا۔
"کیوں جانوروں کی طرح گلا پھاڑ رہے ہو۔"
"پلیز کہہ دو میں نے غلط سنا ہے۔ تم نے نیند کی گولی نہیں لی تھی۔"
"یو آر ویری ڈریٹنگ۔ اوور ری ایکٹنگ۔"
"کیا تمہیں اتنا بھی علم نہیں ہے۔ پر میکنینسی میں نیند کی گولی نقصان دہ ہو
سکتی ہے۔"

"میرے لیے تو تم بھی نقصان دہ ہی ہو۔"
"آج میں بکواس برداشت نہیں کروں گا۔"
"نیند میں جانے سے پہلے جو بات میرے کانوں تک پہنچی تھی اُس کے
مطابق تم اسفند بھائی سے معافی مانگنے والے تھے۔"
"آئی سیڈناٹ ٹوڈے۔"

فاز کے چہرے کے تاثرات اتنے سنجیدہ تھے کہ وہ رخ موڑ گئی۔
تجبی دروازے پہ دستک دیکر خاص کال کر کے بلائے گئے ڈاکٹر صاحب
شریف لائے۔

"میری اطلاع کے مطابق بھابھی جاگ گئی ہیں۔"
"اوہ گاڈ۔۔۔ اب کیا بندہ نیند بھی نہیں لے سکتا؟"
"کیا تم یقین کرو گے اس نے نیند کی گولی کھائی ہوئی تھی۔"
"اوہ۔۔۔ بھابھی کیا یہ بہت ہی غیر ذمہ دارانہ حرکت نہیں ہے؟"
"اٹل اٹھ کر بیٹھ گئی۔"

"آئی وازر نیلی سٹریڈ آؤٹ۔۔۔ بس اس لیے۔۔۔"
"جو سوال فاز کے لبوں پہ تھا۔ وہ ڈاکٹر نے پوچھ لیا۔"
"کیا پہلے بھی لی ہے۔۔۔؟"
"ہاں چند ایک بار۔۔۔"

فاز کا بس نہیں چل رہا تھا۔۔۔ ورنہ اٹل کا گلاد ہا دیتا۔
"آج کے بعد آپ کو یہ عمل بند کرنا ہو گا۔ میں بہت زور دیکر کہہ رہا
ہوں۔ آپ کے لیے اور آپ کی وجہ سے بچے کے لیے نیند کی گولیاں لینا بہت
خطرناک ثابت ہو سکتا ہے اور جو اس وقت آپ کے شوہر کی حالت ہے اسے
دیکھ کر تو یہی دعا نکلتی ہے کہ اللہ آپ کو ہمیشہ اپنے امان میں رکھیں کیونکہ اس
شخص کو میں نے بڑی سے بڑی بات پہ بھی ہنس کے ڈیل کرتے دیکھا ہے۔ مگر
اس وقت اس کی شکل نکلی ہوئی ہے۔"

"تم جس کو یہ سب باآؤر کروا رہے ہو نا وہ یہ سب سن کر اندر ہی اندر
بہت خوش ہو رہی ہونی ہے۔ اور پکارا وہ کرے گی کہ مجھے اس سے بھی زیادہ

پریشان کرے کیونکہ اس وقت اس کے جینے کا اول مقصد ہی میری زندگی کو
اجیر کرنا ہے۔"

اٹل کو بہت بُرا لگا۔ اکیلے میں چلو جو مرضی ہو اس کرتا پھرے کسی کے
سامنے تو لحاظ کر لیتا۔ اُس کا دوست بات کو ہلکا پھلکا رنگ دیتے ہوئے بولا۔
"اچھا اب اتنی بھی پریشانی کی بات نہیں ہے۔۔۔ بھابھی کا بلڈ پریشر
وغیرہ سب ٹھیک ہے۔۔۔ انکا آئرن لیول چیک کروانا پڑے گا۔ وہ میرا مشورہ
ہے کہ ان کی جو گائنی ہے اُسی سے کروانا/ ابھی اس وقت بھابھی اور بے بی
بالکل فٹ ہیں اور گھر جاسکتے ہیں۔"

"تم پر یقین ہو؟ تم نے ٹھیک سے چیک تو کیا ہے نا۔۔؟ یار ابھی بیس
منٹ پہلے یہ بے سُدھ پڑی ہوئی تھی۔ گھر سے ہسپتال تک اس نے ایک دفعہ
بھی آنکھ نہیں کھولی۔۔۔ اور تم کہہ رہے ہو سب ٹھیک ہے۔"

ڈاکٹر خالد نے فاز کو کھینچ کر بیڈ کے قریب کیا۔۔۔ اور آلا اُس کے کانوں
میں لگاتے ہوئے دوسرا سرائل کے پیٹ کے اُبھار پر ایک خاص زاویے پہ رکھا
حیرت سے فاز کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"کیا یہ بچے کے دل کی دھڑکن ہے؟"

خالد مسکراتے ہوئے بولا۔

"جی حضور۔"

"امیزنگ۔ ماشاء اللہ میرا بچہ صحت مند ہے۔ مضبوط دھڑکن کا مالک۔"

"جی ہاں۔۔۔ اب تسلی ہو گئی؟"

"ہاں بالکل۔۔۔ اب تم یہاں سے دفعہ ہو جاؤ۔۔۔ تاکہ میں بچے کی ماں
کی دھڑکن چیک کر سکوں۔۔۔ شکل سے لگ رہا ہے کہ صورتحال نازک
ہے۔"

خالد نے فاز کے کندھے پہ ایک ہاتھ رسید کیا اور ہنستے ہوئے بولا۔
"باپ بن گیا ہے مگر تیرے اندر کا کمینہ نہیں مرا۔ میں چلتا ہوں بل
نبرے آنس بھیج دوں گا۔"

"اوئے کیا تو اپنے بھائی سے ہزاروں کا بل لے گا۔"
"کیوں نہیں۔۔؟ آخر میرا بھائی لاکھوں کماتا ہے اور میں اپنا لچ چھوڑ کر آیا
ہوں۔۔ بھابھی نائیس ٹومیٹ یو۔ زندگی رہی تو پھر ملاقات ہوگی۔۔ اپنا خیال
رکھے گا۔۔ اللہ حافظ۔"

اٹل نے خالد کو مسکرا کر جواب دیا اس دوران فاز اس کو بڑی گہری
نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

خالد کے کمرے سے جاتے ہی آہ بھر کر بولا۔
"بھئی ہم سے تو غیر اچھے۔۔ جن کو دیکھ کر اس حسین چہرے پہ
سکراہٹ بہا رہی ہے۔"

"گھر سے باہر فلرٹ کر کر کے دل نہیں بھرتا۔"
"باہر کے کھانے کا وہ مزا کہاں جو گھر کی تازہ روٹی کا ہے۔۔"
"تم ایسے ندیدے انسان ہو۔ جو نہ گھر کی پکی چھوڑتا ہے۔۔ نہ باہر کی۔"
فاز ہنستے ہوئے بولا۔

"عرصہ ہوا، ہم نے گھر سے باہر منہ ماری بند کر دی ہوئی ہے۔"
"جا کر کسی اور کو الو بناؤ۔۔ ابھی کل تمہارے واٹس ایپ کے سٹیٹس پہ
تمہارے ساتھ ایک نیا چہرہ کھڑا تھا۔"

"اوئے۔۔۔ ہوئے۔۔۔ یعنی اوپر اوپر سے وہ ہمیں دیکھ کر منہ پھیر لیتے
ہیں اور اندر ہی اندر ہم پہ نظر رکھتے ہیں۔ ویسے نا تم ہو بڑی میسنی ہیں؟"

یعنی مجھے سمجھ کیا لیا ہے۔ جس کا دل چاہتا ہے۔ منہ اٹھا کر حکم
 صادر کرنے آجاتا ہے۔"

"دوسروں کو ہی قصور وار گردانتے رہنا۔ کبھی یہ تسلیم نہ کرنا کہ تم بھی
 غلط ہو سکتے ہو۔"
 "تم غلط صحیح کو چھوڑو باہر چلو۔" ابھابھی کے ساتھ موجود ہیں۔ میں انکا
 بل پے کرلوں ساتھ انکی زبان بند کرنے اور چہرے پہ مسکراہٹ بکھیرنے کے
 لیے ان کے ہسپتال کو ڈونیشن دیتا ہوں بد اخلاق، بد زبان لوگ۔ اس قابل تو
 نہیں ہیں کہ ان کے ساتھ بھلائی کروں۔۔ مگر تمہاری جان کا صدقہ دیا۔"
 "یہ جو تم ہوائی فائر کرتے ہو۔۔ نا تم پہ بالکل سوٹ نہیں کرتے اور
 میری جان کا صدقہ مت دو اپنی جان کا دو کیونکہ بہت جلد تمہیں جان کے
 لالے پڑنے والے ہیں۔"

"اٹل تمہیں علم ہے۔ تمہاری یہ باتیں مجھے تم سے دور کرنے کی بجائے
 تمہارے معاملے میں میرا دماغ خراب کرتی ہیں۔ پھر بھی تم باز نہیں آتی ہو کم
 از کم یہی خیال کر لیا کرو کہ ہم کہاں موجود ہیں۔"

"تم ایک پاگل انسان ہو۔۔ میں باہر جا رہی ہوں۔۔ آتے رہنا۔"
 فاز کو وہیں نرس کے ساتھ باتیں کرتا چھوڑ کر وہ وارڈ سے باہر آئی تو
 ٹھٹھک گئی۔

سامنے امو۔۔ ابی۔۔ ایمان۔۔ تائی جی۔۔ بھابھی۔۔ صد بھائی۔۔ تایا جی
 ۔۔ اور ایک طرف کھڑی چھمو۔

اٹل کو خود چل کر باہر آتے دیکھ کر سب کی جان میں جان آئی۔
 "آپ سب لوگ یہاں اتنے پریشان چہرے لیکر کیوں کھڑے ہیں۔"



اس کی بات کا جواب دیتے ہوئے امو بولیں۔
"بھابھی جی کا فون آیا تھا میری تو سمجھو جان ہی نکل گئی۔ پہلے ہی تمہارے
ابی کو اتنے دنوں سے بخار آرہا ہے ان کی وجہ سے فینشن بنی ہوئی تھی۔ اوہ سے
تمہاری جانب سے دل دہلا دینے والی خبر ملی۔"
پتھے سے فاز کی آواز آئی۔

"چچی جی محترمہ نے نیند کی گولی لی ہوئی تھی۔"
"ہائے میں مر جاؤں۔ کیوں تمہیں ماں کی حالت پہ رحم نہیں آتا؟ باپ
اپنی غلطی کی معافی مانگنے کو تیار نہیں ہے۔ شوہر تمہارا تمہیں میرے گھر بھیجے
کو تیار نہیں ہے تم ہو کہ کسی کو معاف کرنے پہ تیار نہیں ہو۔ تم سب کی جنگ
میں نقصان تو میرا ہو رہا ہے میرا پہلا نواسی نواسا آرہا ہے اور مجھے اُس سے دور
رکھا جا رہا ہے۔"

اٹل انکی کسی بات کا جواب دینے کی بجائے۔ متفکر سی ہو کر ابی کے پاس
رکی۔

"آپ کو کیا ہوا ہے؟ بخار کیوں چڑھ رہا ہے؟"
"جس باپ کی بیٹی اُس سے ناراض ہو اُس کو بخار نہیں چڑھے گا تو اور کیا
ہوگا۔"

آج مہینوں بعد باپ بیٹی روبرو تھے۔ وہ اپنی آواز کی لرزش کو قابو کرتے
ہوئے بولی۔

"آپ نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا ابی؟"
"اگر آپ کو میری پرواہ ہوتی تو۔ آپ مجھے اپنے پاس رکھتے۔"
"بیاہی بیٹیاں اپنے شوہر کے گھر میں ہی اچھی لگتی ہیں۔"

"چاہے وہ وہاں گھٹ گھٹ کر مر جائیں۔"
"کیا فاز تمہارا خیال نہیں رکھتا ہے؟"
"وہ کون ہے؟"

"وہ ہی جو تمہارے ساتھ کھڑا ہے۔ تمہارا اولی وارث۔"
"میں کیا کوئی ڈور ڈنگر ہوں؟ جس کے گلے میں آپ اس شخص کے نام کی پٹی ڈال کر مجھے باآوار کروانا چاہتے ہیں کہ میں آزاد نہیں ہوں۔ ابی کہیں مجھے بچ تو نہیں دیا؟"

"میں اسی لیے ہزار چاہنے کے باوجود تم سے ملنے نہیں آتا ہوں کیونکہ تم اسی طرح سب کے سامنے مجھے شرمندہ کر دیتی ہو۔ یہ بھی خیال نہیں آیا کہ تمہارے تایا تائی اور بڑا بھائی بھی یہاں موجود ہیں۔۔۔ یہ لوگ کیا سوچیں گے؟"

وہ بے دلی سے ہنسی۔

"ابی میری جوتی کو بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جیسے میرے رونے اور دکھی ہونے سے آپ سب کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بالکل اسی طرح آپ لوگ میرے بارے میں کیا سوچتے ہیں۔ کیا کہتے ہیں؟ مجھے رتی بھر فرق نہیں پڑتا۔۔۔ اب اگر آپ سے کہوں کہ میں آپ کے ساتھ اپنے گھر جانا چاہتی ہوں آپ مجھے یہ لمبا لیکچر دیں گے کہ شادی کے بعد شوہر کا گھر ہی لڑکی کا اصل گھر ہوتا ہے۔۔۔ یہ وہ۔۔۔ اس لیے میں اپنی ازجی ضائع کئے بغیر ہی جارہی ہوں۔ آپ سب لوگ خوش ہو جائیں آپ کے بنائے منصونے کامیاب رہے ہیں۔ مگر ایک بات یاد رکھیے گا۔ اس قید میں رہنے کے باوجود بھی آپ لوگ میرے دل میں اس شخص کی جگہ نہ بنا سکیں گے بلکہ میرے دل میں سے اک

ایک کر کے آپ سب لوگ اترتے جا رہے ہیں۔ اچھا ہے مجھے آپ کو پہنچانے کا
وقت دکھ نہ ہو گا۔ چلتی ہوں اپنا خیال رکھیے گا۔
"تم چچی کے ساتھ چلی جاؤ۔"

فاز کی آواز پہ اُس کے قدم رُک کے جی چاہا رکھ کر تھپڑ مارے اور ماں کے
ساتھ جانے سے انکار کر دے۔ مگر چپ رہی یہی سوچ کر کہ جو بھی جیسے جی
سہی ماں کے گھر جانے کا موقع مل رہا تھا اور وہ یہ موقع گنوانا نہیں چاہتی تھی۔
"آپ لوگ اپنی گاڑی پہ آئے ہیں؟ یا میں ڈراپ کر دوں؟"

فاز نے امو سے پوچھا جواب میں وہ آنکھیں صاف کرتی ہوئی بولیں۔
"نہیں بیٹے۔۔۔ شکریہ۔۔۔ باہر ڈرائیور گاڑی سمیت موجود ہے۔۔۔ جیتے
رہو۔۔۔ اللہ تمہیں اپنی امان میں رکھیں۔۔۔ ماں کے دل کو ٹھنڈا کر رہے ہو۔۔۔
اللہ تمہیں صلہ دیں گے۔۔۔ اچھا بھابھی جی۔۔۔ بھائی جی اجازت دیں۔"
"اللہ حافظ خیریت سے گھر پہنچیں۔ اہل کی خیریت سے مجھے آگاہ رکھیے"

گا۔"

فاز کی امی امو کے گلے ملتے ہوئے تائید کر رہی تھیں۔
اہل کسی سے بھی ملے بغیر آگے بڑھ گئی۔ اُس کو اکیلا جانا دیکھ کر جہانگیر
بھائی سے گلے مل کر خدا حافظ بولتے ہوئے اہل کے ساتھ ہو لیے۔ اُس کے
بازو میں اپنا بازو ڈال کر چلتے ہوئے بولے۔

"معاف کر دینے والوں کا بہت بڑا درجہ ہے۔"

"ہاں۔۔۔ اور جان بوجھ کر سچائی سے آنکھیں بند کر لینے والوں کے ساتھ

بہت بُرا ہوتا ہے۔"

"تمہارے ساتھ کچھ بُرا نہیں ہوا ہے۔۔۔ نہ آگے جا کر ہو گا۔"

"مجھے یقین نہیں آتا یہ بات کرنے والا میرا اپنا باپ ہے۔ پھر وہ سب باتیں جھوٹی ہی ہیں۔ جن کے مطابق والدین اولاد کی ان کمی تکلیف کو بھی جان لیتے ہیں۔۔۔ آپ تک تو کبھی میرے دل کا حال نہ کیا ہے۔ نہ جائے گا۔"

"یہ تمہاری سوچ ہے۔"

"یہ سچائی ہے ابی جان۔۔۔ سچائی۔۔۔ مجھے تو بھیڑ بکری والا سلوک بھی نہیں ملا کہ اُن کو بھی ذبح کرنے سے پہلے پانی دکھا دیا جاتا ہے۔۔۔ چارہ کھلایا جاتا ہے تاکہ قربان ہوتے وقت جانور بھوکا یا پیاسا نہ ہو۔ یہاں میرے گلے پہ چھری چل گئی اور کوئی ماننے کو ہی تیار نہیں ہے کہ مجھے قربان کیا گیا ہے۔ یعنی مر بھی گئے۔۔۔ اور نام بھی نہ ہوا۔۔۔ خیر نام تو ہوا ہے بلکہ عمر بھر کے لیے نافرمان بگھوڑوں میں نام لکھ دیا گیا ہے۔ جتنا مرضی احتجاج کروں۔۔۔ جھٹلاؤں۔۔۔ کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ کوئی یقین نہیں کرے گا۔"

"بیٹی تم میری عزت ہو اب فاز کی عزت ہو۔"

"ابی جی۔۔۔ میں صرف انسان ہوں۔۔۔ انسان۔۔۔ گوشت پوست کی عام انسان۔۔۔ بڑی حقیر ہوں۔۔۔ ابی مگر بے غیرت نہیں تھی۔۔۔ جب آپ کو اُس گناہ کی سزا دی جائے۔۔۔ جو گناہ آپ نے کیا ہی نہ ہو۔۔۔ آپ کو اندازہ ہی نہیں ہے۔۔۔ کس قدر تکلیف ہوتی ہے۔۔۔ میرا دین مجھ پہ جبر نہیں کرتا ابی۔۔۔ میرے پیارے رسول ﷺ نے مجھ پہ جبر نہیں کیا ہے۔۔۔ پھر عزت اور غیرت کے نام پہ آپ نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا؟ ابی میرے دین میں آپ زبردستی یا دھمکا کر کسی کو کلمہ تک نہیں پڑھوا سکتے۔۔۔ آپ لوگ میری پوری زندگی سے کھیل گئے۔۔۔ کیا آپ یا آپ کا فاز خدا لگا ہوا ہے؟ جو آپ چاہتے ہیں میں آپ لوگوں کی سیاہ سفید ہر بات مانوں۔۔۔؟ مجھے پہلے

ثابت تو کریں۔۔۔ کہ میں غلط ہوں۔۔۔ اور آپ لوگ صحیح ہیں اور پلیز مجھے
 کسی ایسے عالم کا حوالہ مت دیجئے گا۔ جو خود کنواری کم عمر لڑکیوں پہ آنکھ رکھتا
 ہو۔ جھوٹ بولتا ہو۔۔۔ جو اپنے گھر کی عورت کو اپنے پیر کی جونی سمجھتا ہو،
 جس کے نزدیک عورت صرف جسم ہے۔ ابی آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ میں
 آپ کی یا آپ کے فاز کی عزت ہوں۔۔۔؟ جب آپ لوگ ہی میری رسوائی کا
 باعث بنے۔ میرے دین نے مجھے عزت دی ہے۔۔۔ آپ لوگوں نے مجھے
 بدنام کیا ہے۔ میرا دین مجھے اجازت دیتا ہے۔ میں اپنے ستر کی حفاظت کرتے
 ہوئے۔۔۔ اپنے جائز خواب پورے کروں۔۔۔ آسمان میری حد ہے۔۔۔ ابی اگر
 مرد گھر سے باہر ہوتے وقت آتے جاتے راستوں میں عورت کو گندی للچاتی
 نظروں سے دیکھتا ہے تو یہ مرد کے اندر کی اور کردار کی گندگی ہے۔ عورت کا
 قصور نہیں۔۔۔ وہ بُرے فتنے میں بھی ہوگی تب بھی مرد اس کے جسم کے ابھار کو
 دیکھے گا۔ آپ کا فاز ایک نمبر کا لچل عورت کو سوائے جنسی سکون کا باعث کے اور
 کچھ نہیں سمجھتا۔ اس لیے اس کو میرا ماڈلنگ کرنا پسند نہیں تھا۔۔۔ سوچ اپنی
 گندی ہے۔ تو اس میں بھی عورتوں کا قصور۔۔۔ وہ قربانی دیں مجھے منافقت
 سے نفرت ہے اور آپ نے مجھے ایک منافق کے حوالے کر دیا۔۔۔ ابی اتنی
 تکلیف ہے۔۔۔ کہ میں بتا نہیں سکتی ہوں۔ ابی وہ دھوکا دہی سے پیسے کماتا ہے۔
 اپنے بہن بھائیوں پہ احسان جتاتا ہے۔۔۔ ابی وہ برہنہ عورتوں کے مجروں میں
 جاتا ہے جہاں وہ شراب پیتا ہے پھر آپ سے باہر ہو کر بیہودہ حرکتیں کرتا ہے
 ۔۔۔ آپ نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا؟"

وہ لوگ گاڑی تک پہنچ گئے تھے۔ اہل کی سسکیوں پہ جہانگیر کے دل کو
 کچھ ہوا۔ بے اختیار بیٹی کو بانہوں میں سمیٹ لیا۔

"بس بس بچے۔۔۔ پریشان مت ہو۔۔۔ میں سب ٹھیک کر دوں گا۔"
 "ابلی وہ اہل الہاس پہنتا ہے۔ مگر دل اس کا بہت میا ہے۔۔۔ ابلی وہ خوشبو
 لپٹے۔۔۔ مگر اس کے من سے بُو آتی ہے۔۔۔ ابلی میرے ساتھ سختی کر
 لپٹے۔۔۔ مازنگ سے روکنے کی خاطر مجھ پہ ہاتھ اٹھا لیتے۔۔۔ پر ایسی سزا تو نہ
 دیتے۔"

"میں کہہ رہا ہوں نا۔ میری شہزادی بیٹی۔ بس اب رونا بند کر دو۔۔۔
 جہاڑی طبیعت خراب ہو جائے گی۔"

"میں اس کے ساتھ ساری زندگی تو کیا چند مہینے تک نہیں گزار سکتی۔ مجھے
 اس سے طلاق لینا ہے۔"

جہانگیر بیٹی کو چاہ کر بھی فوری طور پہ ٹوک نہ سکے کہ تمہارے منہ سے
 طلاق کا لفظ سن کر ہی انہیں کس قدر تکلیف پہنچی ہے۔

"میں کہہ رہا ہوں۔۔۔ نا۔۔۔ جو کہو گی۔۔۔ ویسا کر لیں گے۔۔۔ پریشان ہونا
 بند کر دو۔۔۔ ٹھیک ہے۔۔۔؟۔۔۔ مجھ سے ایک دفعہ غلطی ہو گئی ہے۔۔۔
 آئندہ کے لیے احتیاط سے کام لوں گا۔"

"آپو آپ رورہی ہیں۔۔۔؟۔۔۔ مت روئیں نا۔ سب آپ کی وجہ سے
 اتنے اپ سیٹ ہیں۔"

"دعا کرو کہ میں مرجاؤں۔۔۔ تاکہ سب کی فینشن ختم ہو۔۔۔ یہ دن بھی
 آنے تھے۔۔۔ کہ اپنے گھر جانے کے لیے مجھے کسی غیر کی اجازت درکار ہے۔"
 ایمان نے آگے بڑھ کر اسکو گلے لگا کر اس کے گال پہ پیار کیا۔

"پلیز ایسی باتیں نہ کیا کریں۔۔۔ میرا دل بند ہو جائے گا۔۔۔ مجھے آپ سے بہت پیار ہے آپ اور فاز بھائی میرا فیورٹ جوڑا ہو۔۔۔ اللہ آپ کو سوسائٹ اکٹھا رکھے۔"

"توبہ استغفار تم مجھے دعا دے رہی ہو یا کہ بد دعا۔"

وہ بہن کو ٹوک کر گاڑی میں بیٹھ گئی جہانگیر صاحب آگے ڈرائیور کے ساتھ بیٹھے۔ پیچھے تینوں ماں بیٹیاں بیٹھ گئیں۔ اشارہ ملتے ہی ڈرائیور نے گاڑی آگے بڑھادی۔

اگل کی نظر ہسپتال کے خارجی دروازے سے باہر آتے فاز پہ پڑی۔ خاکی رنگ کے شلوار سوٹ کے ساتھ ڈارک براؤن پشاوری چپل پہنے فون کان سے لگائے کسی سے بات کرنے میں مصروف تھا۔ وہیں سے جہانگیر کو دیکھ کر ہاتھ ہلایا یہ الگ بات نظریں اپنی بیوی پہ جمی ہوئی تھیں۔

اگل نے نظر پھیر لی بہت سی لڑکیاں مڑ مڑ کر اُس مرد کو دیکھ رہی تھیں۔۔۔ مگر جس کی جانب وہ دیکھ رہا تھا۔۔۔ اُس کو جیسے فاز کے وجود سے الگ تھی وہ زیر لب مسکرا کر جیب میں سے چابی برآمد کرتا ہوا اپنی گاڑی کی جانب بڑھ گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"تمہاری مدد لینے کا فائدہ کوئی نہیں ہوا۔ اُلٹا نقصان ہوا ہے۔"

وہ اپنے دھیان میں گاڑی چلا رہا تھا۔۔۔ جب ساتھ والی سیٹ پہ براجمان اور نگزیب بولے۔ فاز اُنکی جانب متوجہ ہوتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"کیا مطلب؟ کیسی مدد؟"

"اہل کی بات کر رہا ہوں۔ جہاں گھر کی ٹینشن ختم ہونے کی بجائے بڑھ گئی ہے۔۔۔ بلکہ جو پہلے صرف اُس کی سر درد تھی۔ اب ہم سب کی بن گئی ہے۔ تم سے ایک لڑکی نہیں قابو میں آرہی۔ ویسے بڑے پھنے خان بنے پھرتے ہو۔"

فاز کی انا پہ چوٹ لگی تھی۔۔۔ کیونکہ وہ اکیلا ہوتا تو اور بات تھی۔۔۔ پر اس وقت پچھلی سیٹ پہ اماں اور بھابھی کے علاوہ صمد بھائی بھی موجود تھے۔۔۔

"ابا جی مجھے آپ کی بات کی کوئی سمجھ نہیں آئی ہے؟ ذرا بات صاف کریں گے۔ چاچو کی کونسی ٹینشن ختم ہوئی تھی؟"

صمد بھائی کے سوال پہ فاز نے بڑی مشکل سے خود کو کچھ سخت کہنے سے

روکا۔

"یہی اہل کی ٹینشن اور کیا۔۔۔ کیا تم نے اُس کی مشہوری نہیں دیکھی۔۔۔ جو ٹیلی ویژن پہ آتی ہے۔ قیامت کی نشانیاں ہیں۔۔۔ جو میرے باپ دادا کی نسل میں سے یہ کنجر خانہ جنم لے رہا ہے۔ اُسی کو قابو کرنے کے لیے فاز سے کہا تھا کہ کسی طرح اُس کو غصے یا بدبے سے ڈرا کر ماڈلنگ سے روکے۔۔۔ اس نے کہا نکاح کروادو۔۔۔ اب وہ نکاح کے لیے کیسے راضی ہوتی۔۔۔ اس لیے فاز کو اس سب کی اجازت دی۔۔۔ کہ جیسے تیسے گھر کی لڑکی کو باہر نکل کر غیر مردوں کے سامنے یوں نیم ننگا ہو کر کپڑوں کی مشہوری سے روکا جاسکے۔ پر یہ لڑکی نہ جانے کس پہ گئی ہے اپنی ضد سے ہارتی ہی نہیں ہے۔ اب اولاد بھی آجانی ہے۔۔۔ مجھے تو ان کا مل کر بیار محبت سے رہنا مشکل ہی لگ رہا ہے۔"

صمد بھائی کتنی دیر کچھ کہہ ہی نہ سکے۔

تاسف سے سر ہلاتے ہوئے بولے۔

"اباجی مجھے یقین نہیں آرہا کہ یہ سب آپ نے کہا ہے اور آپ نے اس پٹو کو اس حد تک جانے کی اجازت کیسے دے دی؟ کیا آپ کے پاس کوئی اور راہ نہیں تھی؟ مجھ سے کیوں نہ اس بات کا ذکر کیا؟ میں اُس کا بڑا بھائی ہوں۔۔۔ میرے ساتھ تو وہ اتنے ادب سے بات کرتی ہے۔ میں اُس کو سمجھا لیتا۔۔۔ اتنی سمجھدار اور غیر روایتی لڑکی کے ساتھ آپ نے یہ کیا کر دیا۔ تبھی میں سوچ سوچ کر پاگل ہو رہا تھا۔ کہ اگر ان دونوں نے پسند کی شادی کی ہے۔ تو اتنی جلدی ایک دوسرے سے بیزار کیسے ہو گئے ہیں۔ اہل تو اس کی شکل دیکھ کر ہی منہ پھیر لیتی ہے مجھے انتہائی افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے۔۔۔ اب جی آپ نے بہت غلط کیا ہے۔۔۔ بہت زیادہ غلط۔ دو مختلف لوگوں کو ایک ایسے رشتے میں باندھ دیا جس کی بنیاد ہی محبت اور اعتماد پہ ہوتی ہے۔۔۔ میں یہی کہوں گا ابھی بھی دیر نہیں ہوئی ہے۔ اہل سے پوچھ کر وہ فیصلہ کریں جس میں وہ خوش ہو۔۔۔"

"اوہ بھائی تو اپنے چھوٹے سے دماغ پہ زیادہ زور نہ ڈال۔۔۔ اپنی زندگی دیکھ۔۔۔ میری کی فکر نہ کر۔۔۔"

"مجھے تیری رتی بھر فکر نہیں ہے۔۔۔ ہاں اپنی بہن کی فکر ضرور ہے۔ جسکے ساتھ نا انصافی ہوئی ہے اور میں اُس کا ہر طرح سے ساتھ دوں گا۔"

"انصاف کے المبردار۔۔۔ کہیں میرے ہاتھوں مر نہ جانا۔۔۔ بڑا آیا۔۔۔ ساتھ دوں گا۔۔۔ اور اباجی آپ کو بھی ضروری تھا کہ اس نیم حکیم کے سامنے یہ سب باتیں کرتے۔۔۔ اب اس کو رہ رہ کر ہمدریوں کا بخار چڑھنا ہے۔۔۔ نری سر درد۔۔۔ میری ایک بات یاد رہے۔ میرے اور میری بیوی کے معاملے میں چُپ رہ کر اپنے کام سے کام رکھا جائے ورنہ آپ کو علم ہی ہے

میں کسی کا ایک روپے کا ادھار رکھنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ سو دور
میں واپس کروں گا۔"

"یہ سب آپ لوگوں کی دی ہوئی شے ہے۔ آج تک اس کو ایک دماغ بھی
احساس نہیں ہونے دیا کہ وہ غلام بھی ہو سکتا ہے بلکہ فخر سے اس کا ساتھ دیتے
ہیں۔"

"بڑی بکواس کرنی آتی ہے۔۔۔ نکل گاڑی سے۔"
فاز نے عین سڑک کے درمیان گاڑی روک دی۔
وہ کیسے برداشت کر لیتا کہ اہل اور اس کی ازدواجی زندگی کو یوں بحث کو
موضوع بنایا جاتا۔۔۔ غصے سے بولا۔
"نکل۔۔۔"

"فاز کیا پاگل پن ہے۔۔۔ تم دونوں لڑے بغیر کوئی بات کر سکتے
ہو؟ کتنی دفعہ کہہ چکی ہوں صدمہ تمہارا بڑا بھائی ہے۔۔۔ یوں بد تمیزی مت کیا
کرو۔۔۔ مگر مجال ہے جو کبھی تم نے ادب لحاظ کیا ہو۔"

اماں نے فاز کو لتاڑ کر رکھ دیا۔ پھر صدمہ بھائی کی جانب مڑیں جو دروازہ
کھول کر ایک پیر باہر نکال چکے تھے۔

"خبردار جو تم نے گاڑی سے پیر نکالا۔ اگر اس کو اتنی ہی تکلیف ہے۔ تو
ہم سب اتر جاتے ہیں۔"

"اتر جائیں۔۔۔ جائیں۔۔۔ جس بیٹے کی ہمدردی جاتی ہے نا۔ اس کی
خریدی ہوئی گاڑی میں بیٹھ کر گھر جائیں۔ صبح سے آپ کے داماد اور بیٹی نے
میرا دماغ کھایا ہوا تھا۔۔۔ اب یہ جعلی عامل شروع ہو گیا ہے۔"

بھابھی عام طور پہ دونوں بھائیوں کی تکرار کے دوران خاموش رہتی تھیں مگر اس وقت چپ نہ رہ سکیں۔

"فاز۔۔ تم کیوں ایسے بات کرتے ہو۔۔ جیسے صدمہ تمہارے دشمن ہوں۔۔؟ سترہ سال ہو گئے میری شادی کو۔۔ آج تک ان کے منہ سے تمہارے حق میں کچھ برا نہیں سنا ہے۔ جو بھی بات ہو تمہارے منہ پہ تمہیں برا بھلا بول لیتے ہیں۔ تنہائی میں کبھی تمہارے بارے میں نفرت سے بات نہیں کی ہے۔"

وہ بھابھی کے کہے سچ کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے گاڑی کو واپس روڈ پہ ڈالتے ہوئے اباجی سے مخاطب ہوا۔

"تارڑ صاحب میں نے ایک درخواست کی تھی۔ اگر آپ کو یاد ہو۔۔۔ میں نے کہا تھا۔۔۔ کچھ بھی ہو جائے۔۔ آپ ہم میاں بیوی کے درمیان نہیں آئیں گے۔ میں نے اپنے وعدے نبھائے ہیں۔ آپ اپنا سب سے اہم وعدہ بھول گئے۔ اگر آج کے بعد آپ نے مجھے یوں سب کے درمیان موضوع گفتگو بنایا میں الگ گھر لیکر اس کو ادھر رکھوں گا۔ یا طلاق دیکر یہ پھڑہ ہی ختم کر دوں گا۔"

"یا اللہ میرے بچوں پہ اپنی رحمت کر۔۔۔ یہ تک لحاظ نہیں کہ بوڑھے ماں باپ کی صحت پہ کتنا برا اثر پڑتا ہے۔"

اماں کی بات پہ وہ سب کچھ بھول کر ہنستے ہوئے بولا۔

"دونوں مائی بابا کے گال سُرخ ٹماٹر ہو رہے ہیں۔۔۔ یہ کھلے چہرے شاد

باد طبعیت۔۔۔ ٹھیک کہہ رہا ہوں نہ بھابھی۔"

بھابھی مسکراہٹ سمیت بولیں۔

"امی ابوجی تو ابھی ماشا اللہ سے جوان ہیں یہ تو بس تم بھائیوں کے ڈراموں
نے انکے بال تھوڑے سفید کر دیئے۔۔۔ اباجی خضاب لگانا شروع کریں تو تم
دونوں بھائیوں سے جوان لگیں۔"

"سمجھ گیا آپ کیوں انکی سکھی بہو ہیں۔"

"لو بھلا میں نے کونسا جھوٹ کہا ہے۔"

"ہاں پھر آپ کہیں گی اباجی کے تو ابھی تک رشتے آتے ہیں۔"

"نہیں جی مجھے اپنی امی بہت پیاری ہیں۔"

اُس نے سب کو گھر پہ ڈراپ کیا۔۔۔ اُس کو گاڑی سے نہ نکلے دیکھ کر امی
نے استفسار کیا۔۔۔

"گاڑی بند کرو اور اندر چل کر کھانا کھاؤ۔۔۔ اور آرام کرو۔۔۔"

"میں اندر نہیں جا رہا۔ آپ کی بیٹی مجھے دیکھتے ہی شروع ہو جائے گی۔۔۔
اور اس وقت میں اچھے موڈ میں ہوں۔"

"پھر کیا گاڑی میں ہی رہنا ہے"

"گاڑی میں کیوں رہوں گا میں کہیں جا رہا ہوں۔ آپ انتظار نہ کیجئے گا۔"

"اٹل کے پاس جاؤ گے؟"

وہ گہری سانس بھر کر نگاہ پھیرتے ہوئے بولا۔

"پتہ نہیں۔"

"اچھا۔۔۔ چلو جہاں بھی جاؤ۔۔۔ گاڑی زیادہ تیز نہ چلانا۔۔۔ اور غصہ

بھی تھوک دو بہن بھائی بات کر ہی لیتے ہیں۔۔۔ ہر چیز کو اتنا سنجیدہ نہ لیا کرو۔"

"اماں ان بہن بھائیوں سے کہہ دیں۔۔۔ مجھے اپنی زندگی میں دخل

اندازی پسند نہیں ہے۔"

وہ اماں کو جواب دے رہا تھا۔۔۔ جب صوفیہ اندر سے آئی۔
 "فاز میں جانتی ہوں۔ معافی مانگتے ہوئے تمہاری انا میں بہت بڑے
 ڈنٹ پڑیں گے۔ پر بہن کی عزت کا خیال کر لو۔"
 "لو آگئی ہے میری دشمن۔ میں تو بھول ہی گیا تھا۔۔۔ ایک ہی دفعہ بتا دو
 کیا چاہتی ہو؟"

"اسفند سے صلح کر لو۔ معافی نہیں مانگنی تو جیسے بھی اس کو مناؤ۔"
 وہ گاڑی کا انجن چلتا چھوڑ کر باہر نکلا۔
 دروازے کے ساتھ ٹیک لگا کر دونوں بازو سینے پہ باندھ کر ماں کو دیکھا
 ۔۔۔ پھر بہن کو دیکھا۔

پھر اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔
 "ایک ہی آدمی ہے جو اس معاملے کو سلجھا سکتا ہے۔ مجھے اُس سے بات
 کرنے دیں۔۔۔ آپ جائیں۔۔۔ میں اندر آ کر بات کرتا ہوں۔"
 کھڑکی میں سے جھک کر گاڑی کا انجن بند کر کے چابی نکالی اور گھر کی
 جانب چل پڑا۔ اندر آ کر سیدھا صمد بھائی کے کمرے میں گیا۔
 اُس کو دروازے میں کھڑا دیکھ کر بھابھی سمجھیں شاید پھر لڑنے آ گیا ہے۔
 اس لیے چھوٹے ہی بولیں۔

"اگر اب تم نے اپنے بھائی کے ساتھ بد تمیزی کی نافرمانی میں یہ گھر چھوڑ کر
 چلی جاؤں گی۔"

"او پس۔ دھیرج میری بہن دھیرج۔ وہ آپ کے سر تاج کدھر ہیں؟"
 "کیوں؟"

"کمال کرتی ہیں۔ اُس سے ضروری کام ہے۔"

تب ہی واش روم کا دروازہ کھلا اور صمد برآمد ہوئے۔
دُھو کر کے نکلے تھے۔۔۔ ہاتھ پیر چہرہ سر سب تر تھے۔
"مولوی۔۔۔ ایک کام تو کر دو۔۔۔"

صمد بھائی نے کف آسین سیدھی کرتے ہوئے اُس کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

وہ گاڑی کی چابی سے سر کھجاتے ہوئے بولا۔

"یار وہ اسفند سے بات کر لے۔۔۔ میرے سے معافی شعافی نہیں مانگی جاتی اور صوفو میرے پیچھے پڑی ہوئی ہے۔۔۔ اگر میں اُس آدمی کے روبرو بھی ہوا تو معاملہ نمٹانے کی بجائے اور خراب ہو جانا ہے۔۔۔ اُس نے اہل کے حوالے سے بکو اس کی ہے۔۔۔ جو میں معاف کرنے والا نہیں۔۔۔"

"زیادہ گرمی نہ کھاؤ۔۔۔ بات کر لو نگا۔ بہتر یہی ہے۔۔۔ اس کو پر موش دے دو اُس کی نظر تمہاری نئی فیکٹری کے سی ای او کی پوسٹ پر ہے۔۔۔ دے کر صلح کا جھنڈا لہر دو۔"

"تمہیں لگتا ہے کہ وہ اس قابل ہے کہ اُس کو اس قدر اہم جگہ پہ بٹھا دوں؟"

"مانویا نہ مانو پر وہ تمہارے سٹاف کا ایک بہت اہم رکن ہے جو کام پوری ایمانداری سے کرتا ہے۔ اب آگے جو تمہاری مرضی۔"

"مجھے اگر ذرا سا بھی اندازہ ہوتا یہ صوفی مجھے اس قدر مہنگی پڑنے والی ہے۔۔۔ تو میں کبھی اس کے معاملے میں نہ کودتا۔"

"اب جو ہونا تھا۔۔ ہو گیا ہے۔ میں نماز کے لیے لیٹ ہو رہا ہوں۔ تم بھی کبھی بھول کر مسجد کا رخ کر لیا کرو۔ شاید اہل کو نمازی کے روپ میں پسند آ جاؤ۔"

"اُس کا نام لیکر میرے موڈ کا ستیاناس مار لیں۔۔۔ میں آج کی رات اُس کو بھول کر گزارنا چاہتا ہوں۔۔۔"

صمد بھائی ہنستے ہوئے بولے۔

"اوہ بوائے۔۔۔ سم دن از گینگ پے بیک۔۔۔"

"پے بیک کا تو علم نہیں ہاں پرائس پین ان بیک۔"

دونوں باتیں کرتے ہوئے واپس باہر آ گئے۔

صمد بھائی مسجد کی جانب چلے گئے اور وہ واپس شہر کو۔

ایک ہاتھ سٹیرنگ وہیل پہ رکھتے ہوئے اُس نے جیب میں سے موبائل نکال کر فون بک میں موجود تمام نمبر دیکھے۔ اہل کے نام پہ ہاتھ رکھا۔۔۔ چند منٹ نمبر کھلا رہا۔۔۔ مگر پھر بند کر کے طوبی نام سے محفوظ نمبر کو کھول کر ڈائل کیا۔

بیل جا رہی تھی اُس نے سپیکر آن کر کے فون نمبر ڈائل کے سامنے رکھ دیا۔

چوتھی بیل کے بعد نسوانی آواز نے کہا۔

"ہیلو۔۔۔ آج تو گھی شکر کے لڈو بانٹنے بنتے ہیں۔"

وہ ہنسا۔

"کیوں؟"

"ارے آج میرے نصیب جو جا کے میری سرکار نے آج اتنے عرصے
تک کو اپنی آواز سنانے کا فیصلہ کیا۔"

"ایسی ہو۔۔۔؟"

"جیسی چھوڑ کر گئے تھے۔"

"آج شام کیا کر رہی ہو؟"

"جو میرے سرکار کہیں گے۔۔۔ آج شام وہی کروں گی۔"

"تمہاری آواز۔۔۔۔۔ بہت۔۔۔ خوبصورت ہے۔۔۔"

بڑا دلکش نسوانی قہقہہ کو فچھاتا تھا۔

"نوازش۔۔۔ بہت نوازش۔"

"میں تمہیں آٹھ بجے تمہارے گھر سے لینے آؤں گا۔۔۔ باہر کہیں کھانا
کھائیں گے۔"

"سرکار بس کھانا؟"

وہ ایک دفعہ پھر ہنسا۔

"تیار رہنا۔"

"میں اپنی مرضی کا لباس زیب تن کروں گی۔۔۔ اسلیے مجھے کسی ایسی جگہ

پر ہی جانا ہے۔۔۔ جہاں سب جائز ہو۔"

"ہمیشہ کی طرح ہر بات کلیئر کر کے چلنے والی۔"

"میں بس ایسی ہی ہوں۔"

"مجھے ایسی ہی پسند ہو۔ شام میں ملتے ہیں۔"

فون بند کر دیا۔

مگر نہ جانے کیوں طبیعت میں ہلکا پن آنے کی بجائے بوجھل پن پیدا ہوا۔

اُس نے دن بھر کی تھکاوٹ کا نام دیکر اگنور کر دیا۔
جان لگا کر تیار ہوا۔

اس دوران تین چار دفعہ فون چیک کیا۔۔۔ خود سے نظر پڑا رہا۔۔۔
کیونکہ خود سے بھی نہیں کہنا چاہتا تھا کہ فون کیوں دیکھ رہا ہے۔ پونے آٹھ بجے
جب گاڑی طوبی کے گھر کی جانب جارہی تھی۔ تب دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر
اُس کا نمبر ملا ہی دیا۔

مگر جس کی آواز سُنے کی چاہت ہو رہی تھی۔۔۔ اُس کی بجائے مانی نے
فون اٹھایا۔

"ہیلو فاز بھائی۔۔۔ کیسے ہیں۔۔۔؟"

"ٹھیک ہوں۔ وہ کیسی ہے؟"

"وہ کون؟"

"تمہاری بہن؟"

"اور وہ آپ کی کیا ہے؟"

"دشمن۔۔۔ میرا مطلب بیوی۔"

دوسری جانب سے ملی کا قہقہہ سنائی دیا۔

"شکر کریں۔۔۔ وہ پاس نہیں ہے۔۔۔ ورنہ آپ کے جواب پہ بڑا تگڑا وار

آتا۔"

اُس کے کان کھڑے ہو گئے مایوسی کو اگنور مارتے ہوئے بولا۔

"کہاں پہ ہے؟"

"کوئی خبر نہیں ہے۔ جی آپلی اور شایان بھائی آئے تھے۔ آپلی کو درہستی
ساجھ لے گئے ہیں۔ میرا خیال ہے۔ تینوں کہیں در کرنے لگائیں گے۔ کہاں
یہ نہیں پتا۔"

"اچھا۔۔۔ چلو ٹھیک ہے۔۔۔ میں پھر فون کروں گا۔"
"اُن کے لیے کوئی پیغام ہے تو دے دیں۔۔۔ میں نے الغیر آ کے پاس
کردوں گی۔"

"ہاں بولنا۔۔۔ ایمان کو اپنی خدمت کرنے کا پورا پورا موقع دے۔ آخر
وہ اس کی اکاؤنٹی چھوٹی بہن ہے۔"
"ویری فنی۔۔۔ ویل۔۔۔ اپنی بھانجی کے لیے میں کچھ بھی کرنے کو تیار
ہوں۔۔۔"

"بھانجی۔۔۔ ہا۔۔۔؟"

"جی جناب۔"

"واہ۔۔۔ چلو پھر اللہ حافظ۔ میں ایک دوست سے مل رہا ہوں۔ بعد میں
بات ہوتی ہے۔"

"اللہ حافظ فاز بھائی۔"

"اللہ حافظ۔"

"شایان۔۔۔ وہی شایان؟ بوائے فرینڈ۔۔۔؟ مجھے دیکھنا چاہیے۔ اُس
سے ملتے وقت میری بیوی کے چہرے پہ خوشی کے رنگ تھے۔۔۔ یا اُداسی
۔۔۔؟ اُف۔۔۔ کنٹرول یور سیلف فاز۔۔۔ یو آر سچ آ باسٹرڈ۔۔۔ ڈؤنٹ یو ڈیر ڈو
اپنی تھنگ بیڈ۔۔۔ لیٹ دا پور گائے گو۔ تم اچھی طرح جانتے ہو۔۔۔ اُس کا

کوئی بوائے فرینڈ نہیں تھا۔ اُس نے صرف تمہیں بدظن کرنے کو بکواس کی
تھی۔۔۔ ہو بھی تو سکتا ہے۔۔۔؟ شٹ اپ۔"

خود کو خود ہی ڈانٹ رہا تھا۔

طوبی کے گھر کے سامنے ہارن بجایا۔

اُسی پل دروازہ وا ہوا۔

گولڈ میکسی ڈریس میں کرل ہوئے بالوں کو کھلا چھوڑے۔ چھ انچ لمبی
ہیل پہنے ہاتھ میں گولڈ پاؤچ پکڑے وہ نازک اندام لڑکی سبج چلتی ہوئی
گاڑی تک آئی۔

فاز نے آگے کو جھک کر دروازہ وا کیا۔ خوشبو کا جھونکا گاڑی میں داخل

ہوا۔

"ہائے۔"

طوبی نے اپنی سیٹ سنبھالنے کے بعد اُس کی جانب جھک کر گال پہ پیار
دیا۔ اُس نے بھی اسی طرح اُس کا سواگت کیا۔

"تمہارا ڈریس تمہیں بہت سوٹ کر رہا ہے۔"

"اوہ۔۔۔ بہت شکریہ۔ آپ بھی ہمیشہ کی طرح جان نکالنے کے سامان

سے لیس ہیں۔"

وہ دلکشی سے مسکرایا۔ اہل دماغ کے کسی پچھلے کونے میں چلی گئی۔ گاڑی
گئیر میں ڈالتے ہوئے۔ دماغ کی سکرین پہ طوبی چمک رہی تھی۔

جس ریسٹورنٹ میں وہ طوبی کو لیکر آیا وہ شہر کی چند ہائی کلاس جگہوں میں
سے ایک تھا۔ جیسے ہی گاڑی پارکنگ میں رُکی۔ طوبی سٹائش سے بولی۔

"یہاں پہ جگہ کیسے مل گئی۔۔۔ کیا پہلے سے بکنگ تھی؟"

"بہز آپ کو ہر کہیں جگہ مل سکتی ہے۔ بس جیب میں بھاری چیک

بونا چاہیے۔"

"اومائے گاؤ۔۔۔ سرکار آپ کی یہی باتیں مجھے پاگل کرتی ہیں۔"

"نہ نہ پاگل نہیں ہونا ہے۔ مجھے تم ہوش و حواس میں چاہیے ہو۔"

وہ ہنستے ہوئے ادا سے بولی۔

"آپ کی باتیں حد سے زیادہ پرمزاح ہوتی ہیں۔"

"چلو آؤ۔"

طوبی نے فاز کے بازو میں بازو ڈالا اور چل پڑی۔ فاز کو جب اُس کی کمر کی جھلک نظر آئی اُس نے سیٹی مار کر منظر کو سراہا۔ کیونکہ میکی بیک لیس تھی۔ طوبی کو لگا ڈریس کے پیسے پورے ہو گئے ہیں۔

رسٹورنٹ میں اپنی سیٹ پہ بیٹھتے وقت طوبی نے اپنے بال اکٹھے کر کے ایک کندھے پہ رکھ لیے اور پو سچرا کڑا کر بالکل سیدھی بیٹھی۔

فاز نے اپنی کرسی سنبھالی۔ پرساری توجہ پیچھے سے آنے والی آواز نے کھینچ لی تھی۔

"اٹل۔۔۔ خدا کا نام لو۔۔۔ اور ٹانگیں نیچے کر کے بیٹھو۔ قسم سے ایک نمبر کی جنگلی لگ رہی ہو یہ نہ ہو یہ لوگ تمہیں باہر کاراستہ دکھادیں۔"

شبّی کے بعد دوسری آواز اٹل کی تھی۔

"ہمممم۔۔۔ میرے اللہ یہ سٹیک نہیں ہے۔۔۔ بلکہ جنت کا کوئی تحفہ ہے۔ آج کھانے کے بعد محسوس ہوا ہے۔ میں نے یہاں کی سٹیک کو کتنا مس کیا ہے۔۔۔ میرے لیے ایک اور آرڈر کر دو۔"

"میری جان یہ جگہ اُسی سارے پہ ہے جہاں تو پائی جاتی ہے۔۔۔ اپنے شوہر کے ساتھ آجانا تھا۔"

"جنت میں بیٹھ کر شیطان کا نام نہیں لیتے ہیں۔۔۔ نحوست پھیلتی ہے۔۔۔"

"جس حساب سے تو کھارہی ہے۔ تیرے وزن کی زیادتی سمجھ میں آگئی ہے۔"

مردانہ آواز آئی۔

"تم کتنی بُری ہو شئی۔"

"کیوں میں نے کیا کیا ہے؟"

"تم ایک پریگنٹ لڑکی کو موٹی بول رہی ہو۔"

"ہاں تو وہ ہے ہی موٹی۔۔۔ اور موٹی کو اور کیا کہوں گی؟"

"کیا بہت بُری لگتی ہوں۔۔۔؟ جب سے میرے کپڑوں کا سائز بدلا ہے۔"

میں نے آئینہ دیکھنا چھوڑ دیا ہے۔ کیا فائدہ دل جلانے کا۔ ہائے میری

فیکر۔ اب میری اپنی دوست مجھے موٹی بلارہی ہے۔"

"اللہ کا انصاف ہے کیونکہ تیری میری جوڑی بیوٹی اینڈ بیسٹ والی تھی۔"

اب ہم دونوں ایک جیسی ہیں۔ بیسٹ۔"

شئی ملی کو چڑاتے ہوئے ہنس رہی تھی۔ جبکہ شایان نرم لہجے میں بولا۔

"اے امل کو موٹی نہیں کہا جاسکتا کیونکہ تھوڑی سی تبدیلی آئی ہے۔ باقی تو یہ

ویسی کی ویسی ہے بلکہ پہلے سے زیادہ نکھری ہوئی ہے۔ جو یقیناً گاؤں کی تازہ

آب و ہوا کا اثر ہے۔"

فاز نے خود کو روکنے کی بہت کوشش کی مگر کب تک؟ آخر طوبیٰ کو ابھی
آیا کہتا ہوا اٹھ کر بیچ میں لگی باز کر اس کر کے دوسری جانب اپنے برابر کے
میز پر جا کر رکھا۔
"السلام علیکم۔۔۔"

اُس کی آواز سننے ہی امل نے بے یقینی سے سر اٹھا کر اُس کو دیکھا اسی بل
فاز نیچے جھکا اور امل کی گال پہ بوسہ لیا۔

شب نے اپنی جگہ سے اٹھ کر گرجوشتی سے جواب دیا۔

"وعلیکم السلام جناب کیا بات ہے۔ آج ہی بیگم آئی ہے اور آپ اُس کو
ڈھونڈتے ہوئے پہنچ گئے۔ ورنہ میں یہاں ہفتے میں ایک مرتبہ تو ضرور کھانا
کھانے آتی ہوں۔ تب تو آپ سے کبھی ملاقات نہ ہوئی اس سے طے میرا
ہوئے فرینڈ ہے شایان اور شانی یہ فاز بھائی۔"

شایان نے بھی اٹھ کر فاز کی طرف مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔
"فاز صاحب آپ سے مل کر خوشی ہوئی۔"

فاز اُس کا بڑھا ہوا ہاتھ تھام کر ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔

"کاش میں بھی آپ کے لیے یہ کہہ سکتا۔ پر کیا ہے کہ مجھے اپنے سوا کسی
اور مرد کا امل کی تعریف کرنا اچھا نہیں لگتا اور ابھی کچھ دیر پہلے آپ بڑی
تفصیل سے یہ کام انجام دے رہے تھے۔ آپ کی خوش قسمتی ہے کہ آپ شب
سے منسلک ہو ورنہ اللہ جانے کیا ہوتا۔"

"آپ مجھے دھمکی دے رہے ہیں۔"

فاز نے شایان کے کندھے سے نہ دیدہ گرد جھاڑی اور گریبان کو سیدہ
کرتے ہوئے اُس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولا۔

"دھمکی نہیں دے رہا ہوں پیارے بلکہ فیکٹ بتا رہا ہوں۔"
 امل فوری طور پر اٹھی اور فاز کو بازو سے پکڑ کر چپختی ہوئی ریستورنٹ
 سے باہر لے گئی۔ وہ بڑی کمینی سی مسکراہٹ سمیت باخوشی کھنچا چلا گیا۔
 ایک دفعہ باہر آکر اُس نے فاز کا بازو چھوڑ دیا اور کمر پہ دونوں ہاتھ رکھ کر
 اُس کے سامنے ڈٹ کر کھڑی ہو گئی۔

"میں یہ نہیں پوچھوں گی کہ اندر کیا بکواس کر رہے تھے۔۔۔ کیونکہ میں
 جانتی ہوں۔۔۔ تمہارے گندے دماغ میں اچھی بات آتی ہی نہیں ہے۔۔۔ تو
 زبان سے ادا کیسے ہو گی۔۔۔ مجھے صرف اتنا بتادو کیا چاہتے ہو؟"
 "تمہیں میرے سوا کوئی نہ دیکھے۔"

"تم ذہنی طور پر بیمار ہو۔۔۔ جا کر اپنا علاج کرواؤ۔"
 "گیا تھا۔۔۔ مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔۔۔ ڈاکٹر کہتا ہے بیوی کو سر پہ سوار کیا
 ہوا ہے یہ سب اُسی کا اثر ہے۔ اُس نے مشورہ دیا تھا۔۔۔ کہ بیوی کو اپنے سسٹم
 سے نکال کر دیکھو۔ شائد افاقہ ہو جبکہ مجھے یہاں بھی کامیابی نظر نہیں آتی
 کیونکہ تمہیں جتنا بھولنے کی کوشش کرتا ہوں۔ دل کمینہ اتنا ہی ضد کرتا ہے۔
 اب بولو کیا کروں؟"

"اس سب کا بہت آسان حل ہے۔ دو چٹنگی نیلا تھو تھا کھا کر دیکھو ہر
 مرض دور ہو جائے گا۔"

"بیز۔۔۔ سب ٹھیک ہے نا؟"
 اپنے پیچھے طوبی کی آواز سن کر بھی اُس کی نظر امل کے چہرے سے نہ ہٹی
 مڑے بغیر بولا۔

"طوبی ڈار لنگ، تم جا کر کھانا آرڈر کرو۔ میں بس آرہا ہوں۔"

اٹل نے فاز کی اوڑھ میں سے سر نکال کر آنے والی حسینہ کا جائزہ لیا۔ اور
بڑے اعتماد سے بولی۔
"آریو وید ہیم؟"

طوبی نے کنفیوژن سے سر اثبات میں ہلاتے ہوئے کہا۔
"یس۔"

فاز اند تیرے میں کھڑے ہونے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اٹل کی کمر میں
ہاتھ ڈال کر اُس کو قریب کرتے ہوئے اُس کے کان کے قریب جھک رہا
تھا۔ اٹل اُس کو دور دھکیلتے ہوئے طوبی سے پوچھنے لگی۔
"کیا یہ تمہارا ابو اے فرینڈ ہے؟"

فاز کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

جبکہ طوبی اب اُن دونوں کو ایک دوسرے کے یوں قریب کھڑے دیکھ
کر مشکوک ہو رہی تھی۔

فاز اُس کی مدد کرتے ہوئے بولا۔

"یہ میری ڈسٹ ہے۔۔۔ اگر تمہیں یاد ہو۔ تمہیں بڑا تجسس ہے کہ
ڈسٹ پہ کیا ہوتا ہے۔ آج موقع ہے میرے ساتھ آ جاؤ دیکھ لینا۔"

اٹل نے پہلے تو بے یقینی سے فاز کی چمکتی سیاہ آنکھوں میں دیکھا اور پھر اُس
کو تھپڑ مارنے جارہی تھی جب فاز نے اُس کا ہاتھ درمیان میں ہی پکڑ لیا۔

طوبی بھاگتی ہوئے آئی اور اٹل کو دھکامارا۔

"پاگل موٹی۔۔۔ تمہاری اتنی جرات۔۔۔ تم میرے سرکار کو تھپڑ
مارنے کی کوشش کرو۔"



اٹل سے زیادہ شاک فاز کو لگا۔ اٹل تو پہلے ہی اس کی حرکت میں تھی۔ اسلئے کرنے سے بچ گئی مگر فاز کا میٹر گھوم گیا۔
طوبی کو ایک ہاتھ سے پکڑ کر اٹل سے گزر بھر دور کھڑا کر دیا۔ سب عجیب سے پوچھتے ہوئے بولا۔

"طوبی واٹ دا اٹل واڑیٹ؟"
"سرکار وہ آپ پہ ہاتھ اٹھانے والی تھی۔"
"تم جاننا چاہتی ہو یہ کون ہے؟"

طوبی کا ماتھا ٹھنکا۔

"میری بیوی ہے یہ مجھے تھپڑ چھوڑ گولی بھی مار سکتی ہے۔ تمہاری پہلی اور آخری غلطی سمجھ کر جانے دے رہا ہوں۔ سوٹ ہارٹ آئیندہ ایسی حرکت بھول کر بھی نہ کرنا۔"

"واؤ۔۔۔ وٹ آپرٹی فیس۔۔۔ نایاب چہرہ کہنا زیادہ موضوع رہے گا۔
آپ یقیناً پرستان سے رستہ بھول کر یہاں نکل آئی ہیں۔۔۔ ہیلو۔۔۔ میرا نام شایان۔"

شایان کے کہے فقرہوں نے طوبی کا دھیان فاز کے کہے الفاظ سے ہٹا کر نئی طرف موڑ دیا۔

اُس نے اپنا نازک ہاتھ شایان کے ہاتھ میں دیا۔
شایان آنکھ جھپکے بغیر اُس کے چہرے کو دیکھتا جا رہا تھا۔ آنکھیں جھکائے بغیر اُس نے طوبی کے ہاتھ پہ بوسہ دیا۔

طوبی نے شایان کو سر تا پیر جھانکا اور جب نظر اُس کی راڈو کی گولڈ گھڑی پہ پڑی تو وہ شایان کی آنکھوں میں واپس دیکھتے ہوئے دلکشی سے مسکرائی۔

"والہ۔ کیا آپ یہاں ان بور لوگوں میں ہی کھڑا رہنا پسند کریں گی یا کہ میرے ساتھ کسی سحر زدہ جگہ پہ چلنا چاہیں گی؟"

دو منٹ بعد شایان کی آؤڈی کی فرنٹ سیٹ پہ بیٹھی طوبی وہاں سے نودو گیا، ہوئی۔ اہل کا ہاتھ پکڑ کر کھڑی شی جاتی گاڑی کی سرخ جیبوں کو دیکھ کر ہنس سے سر بلاتی بولی۔

"ہائے میری نئی گاڑی۔۔۔ اور فاز بھائی آپ یہ نہ سمجھیے گا کہ مجھے خبر نہیں ہوئی۔"

"کس بات کی خبر۔"

"سچ سچ بتادیں کیا چکر ہے۔ ایک طرف میری دوست دوسری طرف میرا نہ ہونے برابر بوائے فرینڈ جو ایک چھمک چھلو کے لیے مجھے چھوڑ کر تتر ہو گیا ہے۔ وہ بھی سالا میری نئی گاڑی میں بھلا بلا سے جان ہی پھردوانی تھی تو آپ کی گاڑی میں لیکر جاتا۔"

"شی تم ایک سمجھدار لڑکی ہو۔"

"جناب کبھی غرور نہیں کیا۔۔۔ ملی تم کیوں خاموش ہو۔۔۔ دیکھو تو میں تمہاری سٹیک پیک کروالائی ہوں گھر جا کر مووی دیکھتے ہوئے کھا لینا۔"

اہل آہستہ سے بولی۔

"کیا ہم گھر جاسکتے ہیں۔۔۔؟ ٹیکسی روکو۔"

"ٹیکسی پہ کیوں۔۔۔ فاز بھائی کے ساتھ چلتے ہیں۔ سمجھا کرو۔ اپنے پیسے بچ جائیں گے۔"

فاز کچھ بھی کہے بغیر جا کر گاڑی لے آیا۔

گاڑی کی ہیڈ لائٹس کی روشنی میں امل کے چہرے پہ آنسو خیز آنسو
آئے جنہیں صاف کرتے ہوئے۔ شبی مسکراتے ہوئے اس کو کچھ کہہ رہی تھی۔
جس پہ آنسو مزید فراوانی سے نکلے۔

اس نے باہر نکل کر امل کے لیے فرنٹ پیئجریٹ کا دروازہ کھولا۔
شبی خوشی سے بولی۔

"امل کبھی سوچا تھا۔۔۔ بلیک چار کول سوٹ میں ملبوس چھ فٹ کا میڈم
شو فر تمہارے لیے دروازہ کھولے گا۔۔۔ قسم سے میری تو بڑی فینٹسی پورٹی
ہو رہی ہے۔"

"پھر تم ہی اس کے برابر بیٹھ جاؤ۔ تمہیں ہمیشہ سے یہ شخص پسند رہا

ہے۔"

"کمینی تیرے لیے پسند رہا ہے۔۔۔ تیرے لیے۔"

"تیری منحوس زبان سے نکلا پورا ہوا۔"

شبی ہنستی چلی گئی۔ پھر امل کو فاز کے برابر اکھڑا کرتے ہوئے بولی۔

"تجھے آنٹی کی قسم لگے جو تو ہلی۔"

امل آنکھیں گھما کر رہ گئی۔ شبی نے اپنے آئی فون کا کیمرہ آن کیا۔ فاز کا
ایک ہاتھ اس کے ٹراؤزر کی جیب میں تھا۔ دوسرا امل کے شانے پہ رکھا۔ شبی
کے کیمرے کا فلاش آن ہوا۔ وہ مسکرا رہا تھا جبکہ امل بھیگی پلکوں سمیت منہ
بجھلا کر کھڑی تھی۔

فاز نے پہلے شبی کو اس کے گھر اتارا۔ پھر گاڑی چاچو کے گھر کی جانب
ڈالی۔

"روئی کیوں ہو؟"

اٹل نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ گاڑی کا سٹریو آن کر کے آواز اونچی کر دی
تاکہ فاز کی آواز سُننی نہ پڑے۔
وہ بھی دوبارہ نہیں بولا۔

ایمان اُن دونوں کو ساتھ آتے دیکھ کر فاز کی کلاس لیتے ہوئے بولی۔
"توبہ ہے فاز بھائی چھ ماہ بعد آپ ہماری طرف آئی ہیں اور آپ سے اتنی
سی جدائی برداشت نہیں ہو رہی ہے۔"

ایمان کی بات پہ اٹل نے شام کا سارا غصہ اُسی پہ نکال دیا۔
"تم چھوٹی ہو۔۔۔ اور چھوٹی ہی رہو۔۔۔ یوں بڑھ چڑھ کر بکواس کرنے
کی کیا ضرورت ہے۔ وہ تمہاری بہن کی جدائی کا مارا نہیں آیا تھا بلکہ اپنی محبوبہ
کے ساتھ ڈیٹ پہ آیا ہوا تھا۔ سامنے بیوی نظر آگئی اور کسی غیر نیم برہنہ لڑکی کو
بغل سے لگائے گھومنے والے مرد کی غیرت نے گوارا نہ کیا کہ اُس کے نکاح
میں ہونے والی عورت اپنے دوستوں کے ساتھ باہر کھانا کھا رہی ہے۔۔۔ اُن
دوستوں میں آخر ایک مرد بھی تو شامل تھا۔ اس کی بیوی نیم برہنہ وجود کے
ساتھ اُس مرد کی بانہوں میں نہیں جھول رہی تھی۔۔۔ بلکہ مہذب لوگوں کی
طرح بیٹھ کر ڈنر کر رہے تھے۔۔۔ پر وہ کیا کہتے ہیں ناچور کی داڑھی میں تنکا۔
جس کا اپنا من میلا ہے وہ ہر ایک کو اسی نظر سے پرکھتا ہے۔ میں اپنے کمرے
میں جا رہی ہوں۔ مجھے کوئی بھی ڈسٹرب نہ کرے۔"

امو اور ایمان نے شکر ادا کیا کہ اٹل کی باتیں سُننے کو جہانگیر اور شہریار
موجود نہیں تھے ورنہ شاید وہ فاز سے سوال و جواب کرنے کھڑے ہو جاتے
اور بات بڑھ جاتی۔

فاز نے پیک شدہ ڈنر والا بیگ ایمان کی جانب بڑھایا اور ساتھ پوچھا۔

"گھر پہ آج کیا بنا ہوا ہے؟"
 "آج امو نے مچھلی بنائی ہوئی ہے۔"
 "ارے واہ۔۔۔ فرائی یا سالن۔۔۔؟"
 "یہ ڈھیر دھنیہ ڈال کر سالن۔"
 "میں ہاتھ دھو لوں جلدی سے کھانا لگاؤ۔"
 امو کو فاز کا انداز بڑا اپنائیت بھر الگ رہا تھا۔
 مسکراتے ہوئے بولیں۔

"جاؤ مانی شاباش فریج میں سالاد پڑا ہوا ہے۔ روٹیاں ہاٹ پاٹ میں ہیں۔
 چاول بھی نکال لانا۔ اگر فاز کو اچھے لگے تو کھالے گا۔"
 "جی اچھا۔۔۔ کھانا یہیں ہال میں لے آؤں؟ یا کچن کی میز پہ لگانا ہے؟"
 "ادھر ہی لے آؤ۔۔۔ وہاں گرمی ہوگی۔"
 "بڑی بات ہے امو۔ ہمیں تو میز سے کھانا لیکر آنے کی صورت میں
 ڈانٹ پڑتی ہے اور فاز بھائی کو خود سے ہی ہال میں کھانے کی آفر کی جارہی ہے
 سبحان اللہ۔"

"میرا بڑا بیٹا ہے۔۔۔ دو دور رشتے ہیں اس لیے تم لوگ اس کے ساتھ اپنا
 مقابلہ نہ کرو۔ اب جاؤ جلدی۔۔۔ بھائی کو بھوک لگی ہے۔۔۔ وہ ہاتھ دھو کر
 آتا ہی ہوگا۔"

فاز جیکٹ اتار کر کف فولڈ کر چکا تھا۔ شرٹ کے سامنے دو بٹن کھلے
 ہوئے تھے۔

ایمان نے کھانا لگا دیا جس کے ساتھ فاز نے پورا پورا انصاف کیا۔ جب
 سب ایمان چائے بنا کر لائی۔۔۔ جہانگیر اور شہریار بھی آچکے تھے۔ سب ایک
 ساتھ چائے پینے کے علاوہ بزنس پہ بات کر رہے تھے۔

"شہریار میں چاہتا ہوں کہ اگر ہو سکے تو تم ہر دوسرے دن کالج سے
 واپسی پہ نئی فیکٹری کی ایک چکر لگا دیا کرو۔۔۔ چاچو اسفند کو وہاں کا چارج دے
 رہا ہوں۔"

شہریار ہنستے ہوئے بولا۔

"صلح کی قیمت۔"

بس یار کیا کر سکتا ہوں۔۔۔ آئندہ السلام چائے عورتوں کے ڈراموں میں
 نہیں آنا ہے۔"

سٹینگ روم میں ہنسی کی آواز گھوم گئی۔ وہ جیکٹ کو ایک ہاتھ کے ساتھ
 کندھے پہ پھینک کر اٹل کے بیڈ روم میں داخل ہوا۔ کمرے میں ٹیلی ویژن کی
 سکرین کی روشنی کے علاوہ باقی بلب بند تھے۔ اٹل نے اُس کو مکمل انور کرتے
 ہوئے اپنا فوکس سکرین پہ رکھا۔۔۔ جہاں افریقی نژاد امریکیوں کی فلم "بوائز
 ان دا ہڈ" چل رہی تھی۔

وہ فلم کا نام اس لیے جان گیا تھا کیونکہ اُس نے خود بھی یہ فلم دیکھی ہوئی
 تھی۔ اٹل نے کوئی جواب دیا نہ ہی ردِ عمل دکھایا۔ وہ آکر اُس کے پاس بیڈ پہ
 بیٹھ گیا۔

ریموٹ لیکر آواز کم کر دی۔

مجھے انور کرو گی۔ تو میں یہیں پڑا رہوں گا۔۔۔ سیدھے منہ بات کر لو

۔ میں چلا جاؤں گا۔"

وہ بڑے تحمل اور ٹھہرے لہجے میں بولی۔
"تم رکو یا جاؤ مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ آج تم نے مجھے میرے دوستوں
کے سامنے دو کوڑی کا کر دیا ہے۔"

"میں نے کیا ہی کیا ہے؟"
اٹل نے اپنی نم سرخ آنکھوں سے اُس کی جانب دیکھا۔
مجھے ایک سوال کا جواب دو گے؟"

فاز کے لبوں پہ سدا رہنے والی مسکراہٹ موجود تھی ہاتھ بڑھا کر اٹل کے
بالوں کی آوارہ لٹ کو اپنی انگلی پہ لپیٹتے ہوئے سر ہلا کر اُس کو بولنے کا اشارہ دیا۔
مجھ سے نفرت کرتے ہو؟"

فاز کی نظروں میں حیرت جاگی ہاتھ تھما۔۔۔ مگر صرف چند سیکنڈ کے لیے
پھر نفی میں گردن ہلائی۔

تم سے نفرت کیوں کروں گا۔"
کیونکہ میں تم سے نفرت کرتی ہوں۔"
"میں نہیں مانتا۔۔۔"

"فاز۔۔۔"

اٹل کی آواز میں موجود سنجیدگی نے پہلی دفعہ اُس کو چونکنے پہ مجبور کیا۔
"اس شادی سے تمہارا جو بھی مقصد تھا سب پورا ہو گیا۔۔۔ میرا وجود
دیکھو کسی طرح بھی ماڈلنگ کے قابل نہیں رہا۔۔۔ تمہاری کم عمر خوبصورت
گرل فرینڈ بھی مجھے مونا بول کر چلی گئی۔ اس سے بڑھ کر میری تذلیل میں کیا
کرنا چاہو گے؟ اس سے آگے کیا ہے۔۔۔؟ مجھے چھوڑ دو۔۔۔ آج کے دن
تم کامیاب ٹھہرے۔۔۔ بس؟"

"جس کی بات تم کر رہی ہو۔۔۔ وہ ایک پیشہ ور لڑکی ہے۔۔۔ میرے
 ساتھ اس لیے تھی کیونکہ میں اس کو ایک بہت بھاری قیمت دیتا ہوں۔۔۔ یہ
 کہہ دو کہ اپر کا اس کی ملوائف جو کوٹھے پہ نہیں بیٹھتی۔۔۔ یہ کام وہ ملوائف سے
 بھی کرے کرنے کو تیار ہے۔"

امل کے لبوں سے سسکی نکلی۔۔۔ اور بھل بھل آنسو بہہ گئے۔
 فاز نے زیر لب گالی دی۔۔۔

"اب کیوں رو رہی ہو۔۔۔؟۔۔۔"

اس کا موڈ امل کے آنسو دیکھ کر نہیں خراب ہو رہا تھا۔۔۔ بلکہ اس ابھمن
 کے تحت ہو رہا تھا کہ آخر یہ میرے پہ اتنی اثر انداز کیوں ہو رہی ہے اور میں
 یہاں پہ موجود ہی کیوں ہوں۔

امل کے رونے میں مزید تیزی آگئی۔
 امل۔۔۔"

اس دفعہ اس نے رعب ڈالتے ہوئے پوچھا تھا۔

"کون مر گیا ہے؟"

"تم۔۔۔ تم مر گئے ہو۔۔۔"

"تو میرے مرنے پہ تمہارے رونے کی کیا تک بنتی ہے۔۔۔ تم تو خوش

ہو۔"

"ایک بات سچ سچ بتانا فاز۔۔۔"

"کیا؟"

"کیا میں بہت ہی گناہگار تھی۔۔۔؟۔۔۔ جو تم جیسا نچلے درجے کا مرد

میرے پلے پڑ گیا؟"

وہ طنز میں نہیں کہہ رہی تھی بلکہ روتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے پوچھ رہی تھی۔

"نچلے درجے کا؟ میں نچلے درجے کا ہوں؟"

"تو کیا نہیں ہو۔ میں تمہارے پیسے کی نہیں کردار کی بات کر رہی ہوں۔۔۔ آج کی ہی رات پہلے تم نے شایان کی بے عزتی کی ہے۔۔۔ پھر بھی اُس کی اعلیٰ ظرفی دیکھو کہ تمہاری بیوی اور گرل فرینڈ کے درمیان صورتحال بگڑنے پر وہ تمہاری مدد کرتے ہوئے۔۔۔ تمہاری ڈسٹ کو وہاں سے لے گیا۔"

"وہ گرل فرینڈ نہیں ہے بتا چکا ہوں۔"

"لگ تو محبوبہ رہی تھی۔۔۔ حق تو بیوی والے جتا رہی تھی۔۔۔ مجھے موٹی بول گئی۔۔۔ اُف میرے اللہ۔"

غصہ آنے کے باوجود اُس کے آخری فقرے پہ فاز کی ہنسی نکل گئی۔ ہاتھ میں پکڑی جیکٹ ایک طرف پھینکی۔۔۔ جوتے اتارے اور بیڈ پہ اُس کے برابر بیڈ بورڈ کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھتے ہوئے روتی ہوئی امل کو بانہوں میں بھر لیا۔

اب یہی میری زندگی ہوگی۔۔۔ جہاں ہر کوئی منہ اٹھا کر مجھے موٹی بول دے گا۔"

"امل۔۔۔ امل۔۔۔ امل۔۔۔"

وہ اُس کی کمر سہلاتے ہوئے مسکراہٹ دبا کر بولا۔

"میں انتہا کا جھوٹا ہوں۔۔۔ جانتی ہونا؟"

"ہاں۔۔۔"

"اس وقت ایک سچ بول دوں۔۔۔ یقین کر لو گی۔"

"بکو۔۔۔"

تم موٹی نہیں ہو۔"

"اب وہ چھمو آئی نامیرے پاس کھانے کی چیزیں لیکر۔۔۔ میں اس کو ہی کچا چبا جاؤں گی۔۔۔ تمہاری ہی سازش کا حصہ ہو گا۔۔۔ ہر گھنٹے بعد آ جاتی ہے۔۔۔ سر پہ سوار ہونے۔۔۔ باجی۔۔۔ جو س باجی۔۔۔ دی۔۔۔ باجی آپ کا سر۔"

فاز کا قہقہہ بے اختیار تھا۔

"بچہ میں تمہارا پیدا کر رہی ہوں۔۔۔ کیوں۔۔۔؟ میرے ساتھ ایسا کیوں ہوا ہے؟ مجھے کوئی ایسا شخص کیوں نہیں ملا۔۔۔ جو میرا ہوتا۔۔۔ میرے جیسا ہوتا۔۔۔ اُجلا۔۔۔ پیارا۔۔۔ نکھرا ہوا۔۔۔ جس کے ساتھ مجھے وقت کٹنے کا پتا ہی نہ چلتا۔۔۔ جو مجھ سے محبت کرتا۔۔۔ نرم گو ہوتا۔۔۔ باہر منہ نہ مارتا۔۔۔ جس کے لیے میں ہی آنکھوں کا چین ہوتی۔۔۔ تب اگر میں اس کے بچے کی وجہ سے موٹی بھی ہو جاتی تو مجھے خوشی ہوتی۔۔۔ ایسے دکھ تو نہ ہوتا۔"

"فارگاسیک موویز میں سب سچ ہی دکھاتے ہیں۔"

اپنی بات کے جواب میں فاز کا فقرہ سن کر وہ اس کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ جس پہ وہ تفصیل بتاتے ہوئے بولا۔

"بھئی وہی کہ پریکنینسی کے دوران خواتین ہارمونز ان بیلنس کا شکار رہتی ہیں۔۔۔ جس کا اثر ان کے جذبات اور موڈ سونگنز پر پڑتا ہے۔۔۔ تم پہلے ہی کم نہیں تھیں۔۔۔ اس وقت تو پوری فلم بنی ہوئی ہو۔"

"تو تمہیں میری باتیں۔۔۔ میرا غم۔۔۔ سب کچھ ڈرامہ لگ رہا ہے؟"
 "کیا تم پاگل ہو گئی ہو؟ کیا اولاد پیدا کرنا غم کی بات ہے؟ یا تم دنیا کی پہلی
 عورت ہو جو یہ کام کرنے جا رہی ہو۔ خدا کو جانو۔۔۔ اگر غور کرو تو ہمارے اپنے
 خاندان میں ایسی خواتین مل جائیں گی۔۔۔ جو اولاد نہ ہونے کی وجہ سے دکھی
 ہیں۔۔۔ اور تمہیں اللہ دے رہا ہے۔۔۔ اور تم انتہا کی ناشکری ہونے کا ثبوت
 دے رہی ہو۔"

"اُف ٹھیک ہی کہتے ہیں سیانے۔۔۔"

وہ پوچھے بنانہ رہ سکا کہ کیا کہتے ہیں۔

"یہی کہ جس کو لگی ہو۔۔۔ درد بھی اُسی کو ہوتا ہے۔۔۔"

"ایک تو سیانے لوگوں کے پاس کرنے کو کچھ نہیں تھا۔۔۔ جو وہ کہہ کہہ

کر ہی دل کی بھڑاس نکالتے رہے ہیں۔۔۔"

"ہاں ہاں تم نے تو جیسے راکٹ خلا میں بھیج کر پاکستان کے نام کو چار چاند

لگائے ہیں یہاں کہاں پسا رہے ہو۔ اپنے گھر جاؤ۔"

"میں گھر چلا گیا تم یہی سمجھو گی طوبی کے پاس گیا ہوں۔ اس لیے آج کی

رات میری یہیں گزرے گی۔ جانم تیرے پہلو میں۔۔۔ تیرے گیسوؤں کی

چھٹاؤں میں۔"

اُمل نے رکھ کر کہنی سے فاز کی پسلیوں میں ضرب لگائی۔

"کیا میرے میں اور ایک طوائف میں کوئی فرق نظر نہیں آتا جو مجھے یہ

لفاظی سنا رہے ہو۔"

"کیسی فضول ترین بکو اس ہے۔"

فاز کی بات پہ وہ فوراً متفق ہوتے ہی آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔

"ہاں جب عورت سچ بولے تو وہ فضول ترین بکواس ہی لگتی ہے۔"
 "اگر تم یہاں نہ آتمیں۔۔۔ تو یہ سب نہ ہوتا۔"
 "اسی میں تمہاری قیدی ہوں؟"

"نہیں۔۔۔ نہ ہی میں نے تمہیں قید رکھا ہوا ہے۔۔۔ اس سے پہلے اگر تم
 چپاکی طرف نہیں آئی ہو۔۔۔ تو اس میں مجھ سے زیادہ تمہاری اپنی مرضی اور
 موڈ کا دخل تھا۔۔۔ میں تمہیں ملوانے کو تو لا ہی سکتا تھا۔۔۔ ہاں البتہ رہنے کی
 اجازت نہ ملتی۔"
 امل نے مزید کچھ نہ کہا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"میرا جانا کوئی ضروری نہیں ہے۔"

فاز کی بات پہ اماں نے گھوری سے نوازتے ہوئے کہا۔
 "ہاں پتر بہن کے گھر اس کے بچے کی کونسا پہلی خوشی ہے۔ جو تم چاؤ سے
 جاؤ گے تم تو ویسے بھی ہر دوسرے دن بہن کی طرف آتے جاتے رہتے ہو۔"
 "اماں سارا گھر جارہا ہے ایک فرد کے نہ جانے سے کیا فرق پڑنا ہے۔"
 "ٹھیک ہے پتر تو نہ جا۔ تیرا دوستوں کے ساتھ کوئی پروگرام ہو گا۔ آخر
 دوست اہم ہوتے ہیں۔ بہن بھائیوں کا ویسے بھی آپ پہ کیا حق ہے۔"
 "آپ سمجھتی کیوں نہیں ہیں۔ وہ جو آپکا داماد شریف ہے میری اُس کے
 ساتھ نہیں بنتی ہے۔ وہ شخص میری برداشت کا امتحان بنتا ہے۔ سارا دن دفتر
 میں کم ہوتا ہے۔ جواب اُس کے گھر بھی جاؤ۔ آپا سے میری طرف سے
 معذرت کر لیجئے گا۔"

"بس تم لوگ اپنی ناک کے آگے مت دیکھنا۔ گھٹنے سے سر کھپا رہی ہوں مگر تمہاری گمراہی وہیں کی وہیں پھنسی ہوئی ہے۔۔۔ شفا بیٹی جاؤ امل چچی کو بولو فاز چاچو کے کپڑے نکالے۔ دیکھتی ہوں کیسے نہیں جاتا، غضب خدا کا ماں کی اتنی سی بات نہیں مانی جاتی۔"

"اگر آپ کو مجھے ساتھ لے جانے کا اتنا ہی شوق ہے۔۔۔ تو چلا جاتا ہوں۔۔۔ مگر آپ لوگوں کے ساتھ نہیں جا پاؤں گا ابھی مجھے ایک جگہ کام سے جانا ہے۔ آپ لوگ نکلیے۔۔۔ میں سیدھا وہیں پہنچ جاؤں گا۔"

"جھوٹ تو نہیں بول رہے ہو؟"

"چلیں۔۔۔ آپ نہ مجھے بچوں کی طرح ڈانٹا چھوڑ دیں۔ میرا اپنا بچہ دنیا میں آنے والا ہے۔"

"تبھی تم میں فرمانبرداری نام کی بھی نہیں ہے۔"

"سارے خاندان کا فرمانبردار ترین بچہ ہوں۔"

"ماں صدقے جائے میرے لال۔۔۔ ایسے مذاق نہ کیا کرو۔۔۔ تمہاری ماں کا دل بڑا کمزور ہے۔ اس طرح کے جھٹکے نہیں سہہ سکتا ہے۔"

وہ مسکرایا۔

"جب بھی بے عزت کرتی ہیں۔۔۔ اپنی آل اولاد کے سامنے ذلیل کرتی ہیں۔ بندہ محسوس بھی کر سکتا ہے۔۔۔ میں اپنی عزت افزائی دل پہ لے جاؤں تو پھر؟"

"نہ بھائی۔۔۔ تو اور اتنا سعادت مند۔ صد بھائی کے دیئے گئے لقمے پہ فاز کا لہجہ سیکنڈ میں بدلا تھا۔"

"اماں اپنے سپوت کو بولیں مجھ سے بچ جائے۔ کسی دن ضائع ہو جائے گا۔"

مد بھائی ہنستے ہوئے وہاں سے چلے گئے جبکہ فازا بھی تک اُن کے رستے کو گھور رہا تھا۔

"یہ آدمی موقع کی تلاش میں ہوتا ہے۔ کام کا نہ کاج کا دشمن اناج کا۔"

"بس چپ کر جا۔۔۔۔ کیوں تو اتنا بے دید ہے۔۔۔۔ کتنی دفعہ کہا ہے وہ تمہارا بڑا بھائی ہے اس کے ساتھ عزت سے پیش آیا کرو۔"

"ایسے دو نمبر لوگوں کی عزت میری جوتی کرتی ہے۔۔۔۔ بلکہ وہ بھی انکار کر دے۔"

"بہنوئی سے تمہیں خار۔۔۔۔ بھائی سے تمہیں بیر۔۔۔۔ بیوی کے ساتھ تمہارے مسئلے۔ کہیں کوئی کمی چھوڑنی ہے یا نہیں؟"

"جھوٹی انا میں جلنے والے میری جانب سے فارغ ہیں۔ میرے پاس ایسے لوگوں کے لیے نہ عزت ہے۔۔۔۔ نہ وقت۔"

"بیوی کے لیے بھی ایسے ہی بے درد الفاظ استعمال کرنے ہیں؟"

"کیوں وہ کیا آسمان سے ٹپکی ہے؟ جو اُس کو وی آئی پی پر وٹو کول دوں۔۔۔ اور خدا کو حاضر ناظر جان کر کہیں۔ یہ نام جو آپ نے ابھی گنوائے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک میں بھی انسانوں والی کوئی خوبی پائی جاتی ہے؟ سوائے کھانے اور زبان چلانے کے انکو تیسرا کام ہی کیا ہے۔"

"کیا اب تمہیں دیر نہیں ہو رہی۔۔۔۔؟"

"آپ مجھے چپ کر دانا چاہ رہی ہیں۔ چلیں میں چلتا ہوں۔ مگر میرے نہ بولنے سے سچ تو نہیں بدلے گا۔"

"ایک طرف تم سچے ہو دوسری طرف وہ سب لوگ سچے ہیں۔۔۔ بائیں
تو بس میں ہی ہوں جو اپنی اولاد کے اختلافات براشت کرتی ہوں۔ میری
زندگی میں تم سب بہن بھائی مل کر نہیں بیٹھتے ہو۔۔۔ میرے مرنے کے بعد
تو ایک دوسرے کی شکل تک نہیں دیکھو گے۔"

"چلیں اب جذباتی ڈائیلاگز مار مار کر جان لیں۔ آپ کے نواسے کی مٹھی
میں جاتو رہا ہوں اب اور کیا کروں؟"

"اچھا جہاں کام سے جارہے ہو۔۔۔ جاؤ۔۔۔ اور وقت سے وہاں آجائے
۔۔۔ یہ نہ ہو۔۔۔ دو چار منٹ کے لیے خانہ پُری کرنے آؤ۔"

وہ ان سنی کرتا ہوا نکل آیا۔

عادت کے مطابق گھر سے نکلنے سے پہلے اپنے کمرے میں آیا۔
بیگم صاحبہ بڑی بھابھی کا میک اپ کر رہی تھیں۔
کالے رنگ کا کھلا سالونگ کرتا۔ نیچے کالا ہی غرارہ قمیض کے دامن اور
غرارے سمیت دوپٹے پہ بھی گولڈن رنگ کا گوٹے کا کام بنا ہوا تھا۔ بالوں کو
جوڑے میں قید کر کے آنکھوں کو سموکنگ لگد کے ساتھ قاتلانہ بنائے ہوئے
تھی۔ کانوں میں بڑے بڑے گولڈن بندے پیروں میں گولڈ کھسے۔۔۔ فاز کو
تو وہ چلتی پھرتی قیامت معلوم ہوئی۔

وہ اس کی موجودگی کو ہمیشہ کی طرح نظر انداز کرتے ہوئے اپنے کام میں
مصروف رہی۔ سچ سچ کر قدم اٹھاتی بھابھی کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے
بلکے گلابی لب کبھی سکڑتے۔۔۔ کبھی پھلتے۔
خُسن ہو۔۔۔ اوریوں بے نیاز بھی بنے تو۔۔۔ مسئلہ کیونکر حل ہو۔۔۔

"ہاں تم ان بے فیض لوگوں پہ وقت برباد کرنے کی بجائے مجھ پہ بھی
دست کر لیا کرو۔"
بجانبی کے لب پھیل گئے۔

"تم سے برداشت نہیں ہوتا کہ اہل کے ساتھ کوئی بات بھی کرے۔"
"بات؟ بات کی حد تک ہو تب نا۔۔۔ آپ لوگ تو چوبیس گھنٹے میرے
کمرے سے نکلنے کا نام ہی نہیں لیتے۔ بس کسی دن ابا صاحب سے بات کر کے
ہنگامہ پورشن بنواتا ہوں۔"

"توبہ توبہ۔۔۔ بیوی کے لیے اس قدر بیتابی۔ اس کو تو ہوا چھو کر
گزرے تم اس کے ساتھ بھی لڑ پڑو۔"

"بس جی ہماری انہی باتوں نے لوگوں کے دماغ کو ساتویں آسمان پہ پہنچا
دیا ہوا ہے ورنہ انکو کس نے پوچھنا تھا۔ ہم جیسے ہیرے مفت میں مل گئے۔
لوگ اتر اتر جاتے ہیں۔"

"اگر تمہارا ریڈیو لمبا چلنا ہے؟ تو کیا کسی دوسرے کمرے میں چلی
جاؤں۔۔۔؟ کیونکہ تمہاری آواز سننے سے بہتر ہے کہ میری سماعت ہی چھین
جائے۔"

"میں جارہا ہوں۔۔۔ تمہاری زبان کے زہر کا ایک قطرہ لیکر سمندر میں
ڈالا جائے نا تو سمندری زندگی ختم ہو جائے۔ ویرانی چھا جائے۔"
"تو پھر تم انہی ماؤں کو سنا کر ونا۔۔۔ جو بولیں تو منہ سے پھول جھڑتے
ہیں۔"

"تم اماں لوگ کے ساتھ چلی جانا۔ میری ایک دوست نے نیا گھر بنانے کی خوشی میں آمین رکھی ہے۔۔۔ میں وہاں سے ہو کر آپا کی طرف آ جاؤں گا۔"

وہ ایسے ہو گئی جیسے اُس کی بجائے دیواروں کو بتا رہا ہو۔
 فاز چلا گیا تو بھابی نے اپنے چہرے پہ تیزی سے چلتے امل کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ کی نرم گرفت میں لیا۔ امل رُک کر ان کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ بھابی اس کا کریم نیل پالش لگی والا ہاتھ تھپتھپاتے ہوئے گویا ہوئیں۔
 "کاش تم دونوں کو احساس ہو جائے کہ ایک ساتھ کھڑے ہونے پہ تم دونوں کتنے خوبصورت لگتے ہو۔"

"بھابی۔۔۔ آپ جانتی ہیں کہ مجھے اپنے ساتھ فاز کو ملایا جانا پسند نہیں ہے۔"

"صدمہ بہت پریشان ہوتے ہیں، ان کو تم دونوں کی بڑی فکر ہے۔ کہہ رہے تھے کاش اباجی اور چاچو نے فاز کو یوں شادی کرنے کی اجازت نہ دی ہوتی۔"

"شادی نہیں ہے۔۔۔ بھابی یہ زبردستی ہے۔۔۔ ہمارے کتے رواج لوگوں کی باتوں کا ڈر۔۔۔ وہ میرا شوہر کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔ جب میرا دل ہی اس کو قبول نہ کرے؟"

"اچھا چھوڑو یہ موضوع اور خدا کے لیے اپنا موڈ خراب مت کرو۔۔۔ اتنی پیاری لگ رہی ہو۔۔۔ تمہارا موڈ اچھا نہ ہو تو پارٹی میں کیا خاک مزا آئے گا۔۔۔ ویسے بھی سب بچے تمہارے سے بہت مانوس ہیں۔۔۔ گھر بار بس ایک ہی نام سننے کو ملتا ہے کسی کی امل ممانی۔۔۔ کسی کی امل چچی کسی کی بہن۔"

"آپ خاموشی سے میک اپ کیوں نہیں کرواتی ہیں۔ مسلسل باتیں
کئے جا رہی ہیں۔ لپ اسٹک پھیل جائے گی۔۔۔ دو منٹ خاموش رہیں۔"
"لو بھلا۔۔۔ اب کیا لپ اسٹک کو جگہ پہ رکھنے کے لیے مجھے سارا وقت
خاموش رہنا پڑے گا۔"

"جانتی ہوں۔۔۔ یہ آپ کے بس کا روگ نہیں ہے۔۔۔ مگر مجھے لپ
گوز تو سکون سے لگانے دیں۔"

بھابھی چند سیکنڈ خاموش رہیں۔۔۔ پھر گویا ہوئی۔

"اے سچ کہوں تم سے زیادہ گنوں والی لڑکی ہمارے خاندان میں کوئی
نہیں ہے۔۔۔ نہ کبھی میک اپ کرنا سیکھا۔ پھر بھی ہم سب کا میک اپ اتنا
شاندار کرتی ہو۔ ملبوسات میں بھی تمہاری رائے ہمیشہ بہت اچھی ہوتی ہے۔
بس ذرا سی میٹھی ہو جاؤ۔۔۔ تو قسم سے سونے پہ سہاگہ ہو یہ جو غصہ تمہاری
ناک پہ دھرا رہتا ہے نا۔۔۔ ذرا بھی نہیں جچتا تم پہلے والے روپ میں آ جاؤ
۔۔۔ شوخ چنچل سی۔"

"پیاری بھابھی وہ والی اے اسی دن مر گئی تھی۔ جس دن اُس کے والد
نے اُسے ڈانٹ کر شوہر کے ساتھ چلے جانے کا بولا تھا۔۔۔ اور یہ انکشاف کیا تھا
۔۔۔ کہ فاز نے میرے ساتھ جو کچھ بھی کیا ہے اُس میں میرے ابا کی
رضامندی شامل تھی۔۔۔ میرے یقین کے ٹکرے ہو گئے اور اے اے مر گئی۔۔۔
کوئی ایسا بھی کرتا ہے؟ وہ بھی اپنی اولاد کے ساتھ۔۔۔ جیسے میں انسان نہیں
کوئی ڈور ڈنگر تھی۔ جس کو یوں دھوکے سے بیاہ دیا۔ وہ بھی اُس شخص سے جو
میرا ناپسندیدہ ترین انسان تھا۔۔۔ جس کے لیے میرے دل میں سوائے
نفرت کے اور کچھ نہیں ہے۔"

"پر امل شادی کے بعد تو سب کچھ بدل جاتا ہے۔۔۔ لوگ تو کہتے ہیں نکاح کے دو بول میں بڑی طاقت ہے پتھر سے پتھر دل کو بھی موم کر دیتا ہے۔"

امل استہزائیہ انداز میں ہنستے ہوئے بولی۔۔

"نہ جانے کن لوگوں کے ساتھ ایسا ہوتا ہے۔۔۔ میرے لیے میری عزت نفس سب سے پہلے آتی ہے۔۔۔ اور کون پاگل ہو گا۔۔۔ جو اُس شخص سے محبت کرے۔ اُس شخص کے ساتھ خوشحال ازدواجی زندگی گزارے جس نے آپ کو ساری دنیا کے سامنے بدنام کیا۔۔۔ جگ ہنسائی کا باعث بنا جس نے آپ کے ارمانوں کی راکھ کے اوپر اپنی عیاشی کا سامان کیا۔۔۔ جو زبردستی آپ سے اپنا ازدواجی حق چھینتا ہے۔۔۔ ایسے لوگ محبت اور ہمدردی کیا۔۔۔ لعنت بھیجنے کے لائق بھی نہیں ہوتے جو یہ سمجھ کر عورت کو نیلام کر دیں کہ ایک دفعہ اولاد ہو گئی پھر یہ کہیں نہیں جاسکے گی۔۔۔ اولاد کو دنیا میں اس لیے لانا چاہتا ہے تاکہ اولاد آکر ماں کے پیروں میں بیڑیاں ڈال دے گی۔ ایسے خود غرض انسان پہ کوئی ترس کھائے۔۔۔ جو اپنے مقصد کو پانے کے لیے ایک عورت کو اپنا غلام بنانے کے لیے کسی معصوم کی زندگی سے کھیلے۔ ایسے لوگ بھلا کس قابل ہیں۔۔۔؟ بیچ چوراہے کے کھڑا کر کے گولیوں سے سینہ چھلنی کرنے کے قابل ہیں۔"

غصے سے بولتی چلی گئی۔

چُپ ہوئی تو سانس پھولی ہوئی تھی۔

بھابھی مزید کچھ کہے بغیر اسکا شکریہ ادا کر کے وہاں سے چلی گئی۔

عمر امل کا موڈ ساری شام غارت ہی رہا۔ فنکشن شروع ہونے پر بھی وہ ہانول کا حصہ بننے کی بجائے خاموشی سے ایک طرف بیٹھی رہی۔۔۔ جبکہ باقی سب خوب لطف اندوز ہو رہے تھے۔۔۔ باقی دونوں ممانیاں تو چپک رہی تھیں۔

امو اور ابی کو آتے دیکھ کر اس نے نظر پھیر لی مگر وہ پھر بھی آکر اس کے قریب بیٹھ گئے۔

"امل میری بیٹی کیسی ہو؟ تم نے اس دن کے بعد گھر کا چکر کیوں نہیں لگایا۔۔۔؟ ہر روز فاز سے کہتی ہوں کہ وہ تمہیں ہماری طرف لیکر آئے۔۔۔ مگر وہ کہتا ہے کہ تم منع کر دیتی ہو؟ تم گھر آنا نہیں چاہتی ہو؟ ایسا کیوں کر رہی ہو؟"

"میرا سر درد سے پھٹ رہا ہے۔ میرے میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ میں ہزار دفعہ کی دہرائی ہوئی باتیں ایک دفعہ پھر نئے سرے سے دہرانے بیٹھوں۔ ویسے بھی میں یہاں پر آپ لوگوں کے ساتھ دکھ سکھ کہنے نہیں آئی بلکہ اپنی سو کالڈ نند کے بیٹے کی منگنی پہ آئی ہوئی ہوں۔۔۔ اب اگر آپ لوگوں کو بُرا نہ لگے میرا دل ڈانس کرنے کا ہو رہا ہے۔ مجھے آپ لوگوں سے مل کر جھوٹی خوشی بھی نہیں ہوئی۔ مجھے یقین ہے۔۔۔ آپ کے بھی میرے لیے یہی جذبات ہونگے۔۔۔ انجوائے یور ایونگ۔"

جیسے ہی بیرونی دروازے میں فاز کی جھلک نظر آئی اس کا دماغ اگلا پروگرام پلان کر چکا تھا۔ جس پہ عمل کرنے کی نیت سے وہ سٹیج کے سامنے موجود لڑکوں کے گروپ کی جانب آئی جو ایک فاسٹ بیٹ انڈین نمبر پہ رقص میں مصروف تھے۔ اسفندیار ایک طرف کھڑے ہو کر تالی بجا رہے

تھے۔ امل نے آگے بڑھ کر انکا ہاتھ تھاما اور ڈانس کرنے والے گروپ کی
جانب لے آئی۔۔۔ اسفندیار حیران سے گویا ہوئے۔
"ارے واہ میرے بیٹے کی چھوٹی ممانی تو آج بڑی پیاری لگ رہی ہے۔"

"صرف آج۔۔۔۔۔ جہاں تک مجھے یاد ہے میں ہر روز پیاری لگتی ہوں۔"

اُس کے انداز پہ اسفندیار ہنستے ہوئے ایک سرسری سی نظر امل کے
عقب میں ڈالتے ہوئے بولے۔

"شرارتی لڑکی۔۔۔ بڑا عمدہ وار کیا ہے۔۔۔ وہ تمہارا سرتاج مٹھیاں
بھینچے مجھے کچا چبا جانے کو پھر رہا ہے۔"

امل نے سر پیچھے کو گرا کر پورے دل سے قہقہہ مارا۔

"آپ کی دی گئی اس اطلاع پہ میری طبیعت ایک دم فریش ہو گئی ہے
ارے جنہوں نے ہمارا چین برباد کیا۔ اُن کے دل پہ بھی تو قیامت ٹوٹے، وہ
بھی تڑپے، اس کو بھی بے سکونی ملے۔ ہائے اللہ کیا ہی اعلیٰ موقع دیا ہے۔ اس
شخص کی اناپہ وار کرنے کا۔ ساری رات تڑپ تڑپ کر مرے گا۔"

"تم ایک بات بھول رہی ہو۔ وہ تڑپ تڑپ کر مرنے والوں میں سے
نہیں ہے۔ وہ میرا قتل کرنے کو آرہا ہے۔ چلو تمہارا فائدہ ہوگا۔۔۔ مگر مجھ
غریب کا نقصان ہی نقصان ہے۔ ہمارا تو پہلے ہی چور پولیس کا بیر چل رہا ہے۔
اب تو وہ مجھے بالکل بھی نہیں بخشنے والا ہے۔"

اس دفعہ امل کا قہقہہ پہلے سے بھی بلند تھا۔ باقی کا سارا فنکشن امل کے
ہونٹوں سے مسکراہٹ نہیں گئی۔

جبکہ فاز سارا وقت خاموش رہا، واپسی کا راستہ بھی خاموشی میں کٹا اس وقت بھی وہ دونوں پیر سامنے میز پر رکھ کر ریموٹ ہاتھ میں لیے چینل بدل رہا تھا، اہل اپنا لباس بدل کر ایک کھلی سی فراک پہن کر منہ ہاتھ دھو کر واش روم سے برآمد ہوئی، فاز کو نظر انداز کرتے ہوئے ڈریسنگ ٹیبل سے بی بی آئل کی بوتل لی۔ اور بیڈ پہ بیٹھ کر پیر اوپر کر لیے ایک ہاتھ سے ان کو ہلکے ہلکے دباتے ہوئے اپنا فون کھول کر فاطمہ بھابھی کا نمبر ملا یا دوسری ٹیل پہ بھابھی نے فون اٹھا لیا۔

"اس منٹ کی جدائی کے بعد ہی کال کر دی، کیا میرے بغیر دل نہیں لگ رہا ہے۔"

وہ دلکشی سے ہنسی۔

"ایسا ہی سمجھ لیں۔ آپ نظروں سے دور ہوتی ہیں تو دل اداس سا ہو جاتا ہے۔"

دوسری جانب وہ ہنستے ہوئے بولیں۔

"تمہارے شوہر نے مجھے تمہارے فون سے بلاک کر دینا ہے۔"

وہ بولی۔

"فون سے کرے گا، فون کی کیا حیثیت ہے، دل سے بلاک کر کے دکھائے اگر اتنا ہی کھلاڑی ہے۔" بھابھی پھر سے ہنس دیں۔ اور پوچھا۔

"کیا پیر درد کر رہے ہیں؟"

"ہائے کچھ نہ پوچھیں۔ میں نے پوچھنا تھا کیا چھمو چلی گئی ہوئی ہے؟"

"ہاں وہ دس بجے کی چلی گئی ہے، یہ بھی آج پارٹی کی وجہ سے رُک گئی تھی، ورنہ وہ کب اتنی دیر رکتی ہے، اگر تم آدھا گھنٹہ انتظار کر لو۔ تو میں تمہارے پیروں کی مالش کر دوں گی۔"

"ارے نہیں آپ سے بھلا میں اپنے پیر دبواؤں گی، میں درد کی گولی کھا لیتی ہوں، پھر صبح جب چھمو آئے گی، تو مالش کر دے گی۔"

"سوچ لو اگر نیند نہ آ سکے تو مجھے کال کر لینا۔ بہن بھائیوں میں اتنا بھی کیا ادب و آداب۔"

"میں دیکھ رہی تھی جیسے تم چل کر اپنے کمرے میں جا رہی تھی۔"

"درد تو جو ہے سو جن بہت ہو گئی ہے، چھوٹی سی ہیل نے یہ ہال کیا ہے، سوچیں اگر زیادہ بڑی ہیل پہن لیتی تو کیا حال ہونا تھا۔"

"ہاں کئی لڑکیوں کو کوئی فرق نہیں پرتا، ہیل پہنیں یا فلیٹ۔ مگر تمہارا وجود ایسا نہیں ہے، تم تو پاؤں لٹکا کر بیٹھو بھی تو پیر سو جے ہوئے ہوتے ہیں۔"

"میں حیران ہو رہی ہوں کہ آپ مجھے اتنا نوٹ کرتی ہیں۔"

"لو بھلا تمہیں تکلیف ہو گی تو کیا میں نظر انداز کر دوں گی۔"

"میری سب سے بڑی تکلیف کو تو آپ سب ہی اچھے سے انکور کرتے ہیں۔" پیچھے سے صمد بھائی نے بھابھی سے کپڑے مانگے تھے، امل نے کال بند کر دی اور بے بی آئل کے چند قطرے ہتھیلی پہ گرا کر خود ہی اپنا پیر دبانے لگی۔

فاز جو اس کی حرکات و سکنات نوٹ کر رہا تھا۔ جب امل اپنے دونوں پیروں کو دبانے کے بعد بھی مطمئن نظر نہ آئی تو وہ صوفے سے اٹھ کر اس کے پاس بیٹھا۔ امل نے سوالیہ نظروں سے اس کو دیکھا۔ کچھ وہ شام سے اس انتظار میں

نہی کہ یہ کب پھٹے گا۔ فاز نے اس کا دائیاں پیر پکڑ کر اپنی گود میں رکھا، امل نے پیر کھینچا۔ فاز نے واپس وہیں رکھ دیا۔ بے بی آئل پیر پہ گرانے کے بعد اس کا پیر دبائے لگا۔ امل نے حیرت سے پوچھا۔
 "یہ کیا کر رہے ہو؟"

جواب میں وہ بولا۔

"جو تم نے آج کیا ہے کیا وہ طوبیٰ، بدلہ تھا؟"
 ایک پل کے لیے امل اس کا اندازہ ٹھیک ہونے پہ چُپ ہو گئی۔ جب فاز نے سر اٹھا کر اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ امل نظر چُرا کر بولی۔
 "تم اتنے اہم نہیں ہو۔"

"ہاں میں جانتا ہوں۔ کیونکہ اگر میں اہم ہوتا تو تم مجھے اس طرح سے خاندان کے سامنے ایسا تھپڑ نہ مارتی۔ دوسرا تمہاری یہ کوشش تھی کہ میں وہاں سین بناؤں گا، یہ بھی ایک مرحلہ تھا جو آج میں طہ کر گیا ہوں، ورنہ اس شخص کے ہاتھ تمہاری کمر پہ رکھے دیکھ کر اس کے ہاتھ کاٹنا تو بنتا ہی تھا، میری عورت کو بانہوں میں بھرنے والے کی اتنی سی سزا تو بنتی ہی تھی۔ مگر معاف تو میں اس کو اب بھی نہیں کروں گا، تمہارے لیے البتہ میرے پاس ایک مشورہ ہے، جو میں جانتا ہوں۔ تم مانو گی تو شائد نہیں، مگر میری نفرت اور مجھے نیچا دکھانے کے چکر میں کیوں کسی کی ماں کے سپوت کی ٹانگیں یا ہڈی پسلی تڑوانا چاہتی ہو؟ میری جان جس مرد کی انا کا گراف اونچا ہو اس کو اس طرح سے نہیں آزماتے ہیں۔ نقصان بہت زیادہ ہو جاتا ہے، میں اس معاملے میں بڑا سطحی سا مرد ہوں۔ آئندہ میرا نہیں مگر اگلے کا خیال ضرور کر لینا۔"
 امل نے اس کے سپاٹ چہرے کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔



"اسفند بھائی کو تم کچھ نہیں کہو گے۔"
چیلنج سے امل کی نظروں سے دیکھا۔

"کیوں؟"

"کیونکہ ان کا کوئی قصور نہیں ہے۔"

"اس نے تمہیں گلے سے لگایا تھا۔"

"ہاں تو؟ بڑا بھائی ہے اس میں کیا بُرائی ہے۔"

"اگر بھائی ہوتا تو تم اس کو گلے نہ لگاتیں، تمہیں پتا تھا ایسا کرنا غلط تھا، تم

نے جان بوجھ کر کیا۔"

"چلو کم از کم تمہیں اب یہ تو سمجھ آیا ہو گا، جب اپنے ازدواجی تعلق کے
ہوتے ہوئے، کسی اور کی بانہوں میں بانہیں ڈال کر پھریں تو وہ آپ کے پارٹنر
کے لیے کس قدر تضحیک آمیز ہوتا ہے۔"

"یہ بھی تمہاری غلط فہمی ہے میری جان، لوگ تمہیں ایسی نظر سے دیکھ
رہے تھے کہ یہ کیا کر رہی ہے۔ میرے پہ ترس کھا رہے تھے کہ بے چارہ کیسی
عورت کو جھیل رہا ہے، ایسی حرکت کرنے سے پہلے تم نے یاد رکھنا تھا، کہ
تمہیں لوگ کیا سمجھیں گے۔"

"مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے، کیونکہ لوگ تو ابھی بھی مجھے گھر سے بھاگی
ہی سمجھتے ہیں۔ اور یہ کلنک ساری عمر کیا مرنے کے بعد بھی یہ دنیا میرے نام
کے آگے سے نہیں ہٹائے گی، چلو واقعی مجھے کسی کے عشق نے اتنا ہیوقوف بنایا
ہوتا، کسی کی چپڑی میٹھی باتوں میں بہہ کر میں نے اپنے پیر پہ خود یہ کلباڑی
ماری ہوتی تو مجبوری میں لوگوں کی کہی سہ لیتی۔ مگر مجھے بغیر قصور کے سزا ملی
ہے۔"

"اچھا تو اب تم اس کا بدلہ لینے کے لیے اپنا رینک مزید لو کرنے کو تیار ہو؟"

"کون سا رینک لو ہو گیا ہے؟ ڈانس کیا ہے اپنے بہنوئی کے ساتھ۔۔۔ زنا تو نہیں کیا ہے۔"

"اگر اپنی سوچ نہ بد لوگی، تو کل کو تمہیں زنا بھی بُرا نہیں لگنا ہے۔" امل کے کان سُرخ ہو گئے، فاز تو خود بھی اندازہ نہیں تھا کہ وہ کیا کہہ گیا ہے، امل نے اس دفعہ پوری قوت سے اپنا پیر اس کی آہنی گرفت سے آراز کروایا اور اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولی۔

"تمہاری اس بات نے مجھے مزید اس بات پر مستحکم کر دیا ہے، میں تم سے طلاق لوں گی، مجھے تم جیسے مرد کے ساتھ اپنی زندگی تباہ نہیں کرنی ہے۔"

"طلاق دوں گا تو لوگی نا۔ تم میری ضد ہو، طلاق لینے میں اگر کامیاب ہو جاؤ تو بتانا، اور اگر دوبارہ سے تم نے عدالت کا رخ کیا نا تو اس دفعہ ایسا بدنام کروں گا کہ ساری عمر دنیا سے منہ چھپاتی پھر وگی۔"

وہ غصے میں جو منہ میں آیا بولے جا رہا تھا۔ امل اپنا دوپٹہ کندھے پر ڈالے جا رہی تھی، ہاتھ وہیں درمیان میں مہلک رہ گیا۔ حیرت سے پھیلی نظروں سے اس کو دیکھے گئی۔۔۔ پھر بڑی ٹھہری ہوئی آواز میں بولی۔

"کیا میں اتنی گندی تھی، کہ اتنا گندہ مرد مجھے دیا گیا ہے؟ اپنے ماں باپ کے ساتھ جو بد تمیزی کرتی تھی اس کی سزا دنیا میں ہی مل گئی ہے۔ میں اس گھر میں تب تک ہوں، جب تک تمہارا بچہ پیدا نہیں ہوتا ہے۔"

فاز کو مزید تپ چڑھی۔

"میرا بچہ؟ تمہارا نہیں ہے؟"

"نہیں یہ تمہارا ہی ہو گا۔"

وہ اپنی بات کہہ کر چپل پہن کر دروازے کی جانب بڑھی تھی۔ جب

بولی۔

"کہاں جا رہی ہو؟"

"کیوں کیا کمرے سے باہر اندر آنے جانے کے لیے تمہیں بتانا ضروری

ہے؟"

"ہاں اگر تماشا بنوانے کی نیت سے نکل رہی ہو تو یہیں رُک جاؤ، جو بھی بات ہوگی، جو لڑائی ہوگی، وہ اسی کمرے میں ہوگی۔"

"اوہ میں بھول گئی تھی۔ کہ میں اپنے گھر پہ نہیں ہوں۔ میں تو جیل میں ہوں۔ مجھے تو یہاں سے جانے کی اجازت نہیں ہے، تو پھر تم ہی یہاں سے نکل جاؤ۔ کیونکہ جو باتیں ابھی تم نے کہی ہیں۔ اس کے بعد میں تمہاری موجودگی برداشت نہیں کر پا رہی ہوں۔ خاص کر اگر تم تماشا نہیں بنوانا چاہتے ہو، اگر تم ابھی یہاں سے نہ گئے تو میں ہر لحاظ بھول کر ابھی یہیں سے صمد بھائی کو آواز دے دوں گی۔" فاز اس کو گھورتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھا دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے اعلان کیا۔

"تم دنیا کی ناشکری ترین اور گھمنڈی ترین عورت ہو۔"

فاز کمرے سے نکلا۔ امل نے دروازہ اندر سے لاک کر لیا۔ آنکھوں میں نمی تھی، برداشت کی حد تھی، لب کانپ رہے تھے، اور وہ نفی میں سر ہلائے ہوئے خود کو ڈانٹ رہی تھی، خبردار اگر تم روئی، رونا مت۔۔۔ کچھ مہینوں بات ہے، جیسے تیسے برداشت کر جاؤ۔ تھوڑی دیر تک کڑھنے کے بعد وہ سو

غمزات کو کہیں آنکھ کھلی تو فاز صاحب کو اپنی جگہ پہ موجود پایا وہ ابھی نیند میں
 ہی تھی، اس لیے فاز کی جانب سے کروٹ لیکر دوبارہ غافل ہو گئی۔
 ☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اماں جی صوفے پہ براجمان تھیں اور وہ ان کی گود میں سر رکھ کر کسی
 بچے کی طرح لیٹا ہوا تھا۔۔۔ اپنی صوفے سے نیچے جاتی ٹانگوں کو فولڈ کر کے
 چوڑی ماری ہوئی تھی۔

نظریں اسکا پیچھا کرتیں جو ہمیشہ کی طرح اسکو اگنور کر رہی تھی۔ اس دفعہ
 وہ اسکے بھانجے کو گود میں لیے کمرے میں داخل ہوئی تو اسکو سنانے کی خاطر
 ماں سے مخاطب ہوا۔

"اماں جی یہ آپکی ہونے والی بہو کی تصویر ہے دیکھ کر بتائیں کیسی ہے؟"
 "میری بہو میرے سامنے ہے۔۔۔ تصویروں میں کیوں دیکھوں۔"
 "ارے اسکی بات تھوڑی کر رہا ہوں۔۔۔ میرے کہے پہ کان دھریں
 ۔۔۔ ہونے والی بہو کہہ رہا ہوں۔ پُرانی باسی بہو نہیں۔"
 اماں نے آنکھیں سکیر کر تصویر دیکھی۔
 "لڑکی تو پیاری ہے۔۔۔ پر ہمیں نہیں چاہیے۔"
 فاز کا قہقہہ جاندار تھا۔

"آپکے لیے تھوڑی لا رہا ہوں۔"
 "کس کی بات ہو رہی ہے۔ مجھے بھی تصویر دیکھنی ہے۔"
 مریم کے کہنے پر اُس نے خوش دلی سے موبائل کی سکرین اس کی جانب
 کر دی۔

اٹل کے جیسے کان اور آنکھیں دونوں بند تھے کمرے میں ہونے والی گفتگو سے مکمل لاتعلق مگر مریم کی چیخ نے اسکو اسکی جانب دیکھنے پر مجبور کیا۔
"بھائی! یہ۔۔۔ یہ تو اپنے ملک کی نمبر ون ماڈل ہے۔"

"ہاں۔۔۔ سیدہ فیروزہ۔۔۔"

"اور یہ۔۔۔ یہ آپکے ساتھ کھڑی ہے۔۔۔ کیوں؟"

"کیا ہو گیا ہے؟ اتنا ایمپریس ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔ اوکے شو آف کرنے کے لیے فوٹو شاپ کا سہارا لیتے ہیں۔۔۔ ورنہ یہ منہ اور مسور کی دال۔"

وہ نیم وال نظروں سے اُسی کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ دھیرے سے مسکرایا۔

"میرے ساتھ ڈنر پہ چلو گی؟ فیروزہ سے بھی مل لینا۔ آخر تمہاری جگہ پہ آرہی ہے۔ تم سے بھی ملاقات کر لے گی۔"

سردبے رحم نگاہیں فاز پہ نکلیں اور دو ٹوک انداز میں کہا گیا۔

"کہاں سیدہ فیروزہ کہاں۔۔۔"

طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ فقرہ ادھورہ چھوڑ دیا۔

فاز نے وہیں لیٹے لیٹے کال ملائی۔

"دوسری بیل پہ ہی فون کا جواب دیا گیا تھا۔"

"کیا کر رہی ہو؟"

"مجھے یاد نہ کیا کرو۔۔۔ میں دوکا پہاڑا تو نہیں ہوں۔"

نگاہیں اب بھی وہیں تھیں اُسی چہرے پہ اور باتیں کسی اور کے ساتھ ہو رہی تھیں۔

"آج شام فارغ ہو؟"

"ہاں ڈنر پہ ملتے ہیں۔ میرا ڈرائیور تمہیں سات بجے لینے آجائے گا۔"
"نہیں آج ڈرائیور کے ساتھ آجانا۔ میں کسی کو تم سے ملوانے لارہا ہوں
اپنے خود نہیں آرہا۔"

دوسری جانب سے جانے کیا کہا گیا۔۔۔ وہ ہنسا۔
"خود دیکھ لینا۔۔۔ بائے۔"

"مریم اپنی بھابھی سے کہہ دو ساڑھے چھ بجے تیار رہے۔"
اٹل ہنسی۔۔۔ اور فاز کے لب بھینچ گئے۔ عرصے بعد آج یہ مسکراہٹ
دیکھنے کو ملی تھی۔

"میں ضرور جاؤں گی۔ میں بھی تو ورلڈ ٹاپ کلاس ماڈل سے ملاقات کا
شرف حاصل کروں۔ اپنے بھائی کو کہہ دو سٹیج کی ڈانسر جتنا بھی میک اپ
کر کے نکھر جائے سیدہ فیروزہ نہیں بنے گی۔"
وہ کمرے سے نکل گئی۔

مریم نے بھائی کو دیکھا۔۔۔ جو ابھی بھی وہیں دیکھ رہا تھا جس دروازے
سے وہ نکل کر گئی تھی۔

"بھائی ویسے بھابھی نے سب کے سامنے بے عزت کرنا ہے اور زندگی
بھر طعنے دینے ہیں کہ تیرا بھائی ماڈل کے ساتھ تصویر فوٹو شاپ کر کے
شوخیوں مارتا ہے۔ اسی ڈر سے میں نے یہ تصویر آگے سنئیر نہیں کی ورنہ دل تو
چاہ رہا ہے اپنے انسٹا اکاؤنٹ پہ سنئیر کروں۔۔۔ اُف لڑکیاں تو جل جل کر مر
جائیں گی۔"

"کوئی بات نہیں کل جب وہ اس گھر میں آجائے گی۔ دوستوں کو لانے

دکھالینا۔"

اگل کا پھر وہاں سے گزر ہوا تھا فاز نے اُسی کو سنانے کے لیے جملہ مارا تھا۔
ایک دفعہ پھر ہنسی تھی۔ فاز نے اسکا مسکراتا چہرہ آنکھوں میں رکھ کر آنکھیں
موند کر اماں کے دوپٹے کا پلو چہرے پہ ڈال لیا۔

اماں نے پوچھا۔

"فاز۔۔۔ کیا نیند آرہی ہے؟"

"نہیں بس سر میں ہلکا سا درد ہے۔۔۔"

"ماں داری چائے بنوادوں؟"

"نہیں۔۔۔ آفس سے پی کر نکلا تھا۔"

"میں سر دبا دیتی ہوں۔"

اُس نے نہیں روکا۔ اُسکی پیشانی پہ ہاتھ رکھتے ہی اماں چونکیں۔

"فاز تیرا تو جسم جل رہا ہے۔۔۔ بتایا کیوں نہیں؟"

(ماں جسم نہیں روح جل رہی ہے۔)

"ہلکی سی تھکاوٹ ہے۔۔۔ اور کچھ نہیں۔"

"چاچو۔۔۔ باہر گیٹ پہ کوئی آیا ہے۔"

"گارڈ کو بولو پتا کرے کون ہے۔۔۔"

"اُسی نے پیغام بھیجا ہے۔۔۔ دادا ابو کے دوست ہیں۔۔۔"

وہ چہرے سے کپڑا ہٹاتا اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔

انکوڈر اینگ روم میں بٹھاؤ۔۔۔ میں آتا ہوں۔"

علی وہیں سے پلٹ گیا وہ خود اپنے کمرے کی طرف آیا تاکہ منہ ہاتھ دھو کر
نہوڑا فریش ہو ورنہ تو دل کر رہا تھا لمبی تان کر سو جائے۔

کمرہ خالی تھا۔۔۔ ہر روز کی طرح صاف ستھرا۔۔۔ مگر سرد۔۔۔ اکیلا
۔۔۔ اُداس۔۔۔ خاموش۔۔۔ اجنبی۔۔۔ اُس نے ایک ساتھ تمام بتیوں
کے بٹن دبائے۔۔۔

اندر اندھیرا ہو جائے تو باہر کی روشنی کام آتی ہے؟
واش روم میں بند ہو گیا۔
"ممانی۔۔۔"

"میں آپکی خالہ ہوں۔۔۔ ممانی نہیں ہوں۔۔۔"
"مگر امی کہتی ہیں۔۔۔ پہلے آپ خالہ تھیں پر اب آپ کی فاز ماموں
کے ساتھ شادی ہو گئی ہے۔ اسلیے اب آپ ممانی ہو۔"
"امی جو کہتی ہیں۔۔۔ انکو کہنے دو۔۔۔ تم مجھے خالہ ہی بولا کرو۔۔۔ جیسے
ہمیشہ سے کہتی آئی ہو۔۔۔"

"اچھا امل خالہ آپ نے میری گڑیا کو میک اپ کیوں نہیں کیا۔۔۔"
نوسالہ ایشال نے استفسار کیا۔
"اسلیے کہ تمہاری گڑیا تو پہلے ہی اتنی پیاری ہے۔۔۔ اسکو میک اپ کی
ضرورت ہی نہیں ہے۔"

"مگر اسکی لپ اسٹک ختم ہو گئی ہے۔"
"اچھا لاؤ۔۔۔ ریڈ کلر کے پینٹ سے لپ اسٹک لگالتے ہیں۔"
"سچ۔۔۔؟"

"ہاں۔۔۔ کیوں نہیں جا کر گڑیا لاؤ۔۔۔"

ایشال خوشی خوشی باہر بھاگ گئی۔

تب ہی واش روم کا دروازہ کھلا۔۔۔ امل نے جان بوجھ کر خود کو کپڑوں کی الماری میں مصروف کر لیا۔

"یہ میری بہنوں اور بھائی کے بچے تمہاری جان کیوں نہیں چھوڑتے ہیں۔۔۔؟ اسی دکھ سے میں نے دوسری شادی کرنی ہے۔"

وہ اُس کے پاس آیا۔ اُس کا دوپٹہ پکڑ کر اس کے ساتھ اپنا چہرہ صاف کیا۔ ساتھ ہی گہرا سانس بھر کر اُسکے وجود سے چھن کر آتی دھیمی خوشبو کو اپنے اندر جذب کیا۔

امل نے ناگواری سے آنکھیں بند کر لی۔

ہمیشہ ایسا ہی ہوتا تھا۔۔۔ وہ قریب آتا تو وہ برف کی سل بن جاتی۔
"لگتا ہے پچھلی دفعہ والا انجام بھول گئے ہو، جو ایک دفعہ پھر تمہارے اور میرے بیچ کسی اور لڑکی کا ذکر آ رہا ہے۔"

"آج شام ذرا اچھے سے تیار ہونا۔"

"مجھ سے دور ہو کر بات کرو ورنہ جو انجام ہو سکتا ہے۔۔۔ تم اچھے سے واقف ہو۔"

"کیا تم اپنی ضد چھوڑ نہیں سکتی ہو۔۔۔؟"

"تمہیں بہ خوشی چھوڑ سکتی ہوں۔۔۔"

"کیا میں ایسا ہی بیکار ہوں؟"

"تمہارا ہونا نہ ہونا میرے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔"

"کیا اسکی خاطر بھی دل نرم نہیں ہوتا۔۔۔؟"

اُس نے اسکے گرد بائیں ڈال کر اپنا ہاتھ اسکے بڑھے ہوئے پیٹ پہ رکھا۔



"میں کسی قسم کی بلیک میلنگ کا شکار نہیں ہونے والی فاز اور نگزیب۔ تم نے میرے دل کے ٹکڑے کئے اور بدلے میں چاہتے ہو کہ میں تمہاری محبت کے گیت گاؤں؟"

"نہیں تم سے تو کبھی خواب میں بھی ایسی عنایات کی توقع نہیں کی ہے"

 "تم جیسے لوگ کس منہ سے کسی سے اچھائی کی توقع کر سکتے ہیں۔۔۔؟
 کبھی کسی کے ساتھ بھلا کیا ہو تو بدلے میں انسان امید بھی کرے۔ اپنا گریبان دیکھنا نہیں بس اوروں کے ساتھ مکالمہ بازی کرنی ہے۔"

"ایک بات یاد رکھنا امل۔۔۔۔ ایک دن تمہاری یہ ضد اور اناسب ختم ہو جانی ہے۔۔۔ مجھے صرف یہ فکر ہے کہ کہیں بہت دیر نہ ہو جائے۔ میرے قدم کسی اور جانب اٹھ گئے تو واپس نہیں پلٹیں گے۔۔۔ ابھی ہوش کر لو اپنا بہت بڑا خزانہ سر عام کھلا رکھ کر لوگوں کو چوری کی دعوت دے رہی ہو۔ رنگین زلفوں کا جال بڑا ہی نازک ہوتا ہے۔۔۔ مگر مرد کو جھکڑتا بڑی مضبوطی سے ہے۔ ابھی تک بات ساتھ فلمیں دیکھنے کے دوران ہاتھ پکڑ کر بیٹھنے تک آئی ہے۔ ساتھ کھانا کھاتے ہوئے لاڈ سے ایک دوسرے کو اپنے چمچ سے لقمے دینے تک ہے۔ اس سے آگے گئی تو نقصان صرف تمہارا ہونا ہے میرا نہیں۔"

وہ غصے سے اس کے ہاتھ جھٹک کر پلٹ۔

"کیوں اشارے کنایوں میں بتا رہے ہو۔۔۔ جبکہ میں تمہاری بے غیرتی کے قصے تفصیل سے جانتی ہوں۔۔۔ ہر روز کہیں نہ کہیں گئے ہوتے ہو۔۔۔ میں سب جانتی ہوں۔۔۔ مگر سب جاننے کے باوجود بھی مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تم میرے لیے صرف نام کے شوہر ہو۔۔۔ جیسے ہی تمہارا بچہ پیدا

ہو گا میں تم پہ لعنت بھیج کر یہ بچہ تمہارے حوالے کروں گی اور تم سے طلاق
لیکر اپنی زندگی نئے سرے سے شروع کروں گی۔ یہ بات میں تمہیں پہلے بھی
کئی دفعہ بتا چکی ہوں۔۔۔ آج پھر بتادی میری طرف سے ایک چھوڑ دس
شادیاں کرو۔۔۔ شاید دنیا میں کسی عقل کی اندھی کو تمہاری سنگت پہ فخر ہو
جائے۔۔۔ حالانکہ تم اس قابل ہر گز نہیں ہو۔"

فاز کا جی چاہا ہر چیز تہس نہس کر دے مگر وہ کچھ بھی کہے بغیر کمرے سے
نکل گیا۔

یہ عورت ہر گزرتے دن کے ساتھ اسکے صبر کا کڑا امتحان ثابت ہو رہی
تھی۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ امل کی ضد بارتی ہے۔ یا فاز کی ہمت۔ اسکو اس پل
منصور کی کہی بات یاد آرہی تھی جس کو تب جوش میں جھٹلادیا تھا۔

"ضد اور زبردستی کے رشتوں میں امن اور سکون ناپائید ہوتا ہے۔"
امل نے الماری کے پٹ کے ساتھ سر ٹکا کر آنکھیں موندھ لیں۔

"تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔ تمہاری وجہ سے میں نے اپنے ماں
باپ کو چھوڑ دیا۔۔۔ سب کچھ ختم ہو گیا۔۔۔ میرا شوق میرا جنون۔۔۔ پھر
تمہیں وہ سب کیوں ملے جو تمہاری چاہت ہے۔۔۔ جانتی ہوں۔۔۔ تم یہی
چاہتے ہو کہ میں سب کچھ بھول کر تمہیں قبول کر لوں جو لوگ دل میں جگہ
ہی نہ بنائیں؟ خوابوں کے قاتل ہوں؟ انکو کیسے قبول کیا جائے؟

"ممائی۔۔۔ وہ نہیں خالہ امل آپ ٹھیک ہو؟"

ایشال نے اسکے قریب آتے ہوئے تشویش سے پوچھا۔ جس پہ اُس نے
خود کو سنبھالا اور چہرے پہ مسکراہٹ سجاتے ہوئے اسکی جانب متوجہ ہوئی۔

"گڑیا لے آئی ہو؟"

"ہاں جی یہ لیں۔"

اُس نے دو فٹ کی گڑیا امل کے ہاتھ میں دے دی جسے لیکر وہ ڈریسنگ
بیل کے پاس سٹول پہ بیٹھ گئی۔۔ اور سُرخ نیل پالش کھول کر گڑیا کے
ہونٹوں پہ لگانے لگی۔

شام تک وہ بار بار سیدہ فیروزہ کے حوالے سے فاز کے دعوے کا سوچ
سوچ کر ہی ہنستی رہی۔

مریم سے بحث بھی ہو گئی۔ حالانکہ اس کی شادی پہ امل نے اس کے ساتھ
اپنے تعلقات ٹھیک کر لئے تھے۔ اب بھی وہ رہنے کے لئے آئی ہوئی تھی۔
"بھابھی فوٹو شاپ کی گئی تصویر کا صاف پتا چلتا ہے یہ اصلی تصویر ہے۔"

"

"مریم ایک ہائی کلاس سے تعلق رکھنے والی اس قدر حسین اور شاداب
لڑکی۔ جو ایک دفعہ ریمپ پہ آنے کا بیس سے تیس لاکھ روپیہ لیتی ہو وہ
تمہارے بھائی جیسے مردوں کے ساتھ تعلق رکھنا تو دور کی بات منہ لگانا تک
پسند نہیں کرتی۔ کہاں ساتھ میں ڈنر اور لنچ کرے گی؟"

"میرا بھائی کیا کسی سے کم ہے؟ وہ تو خود اکیلا ایسی ہزار لڑکیوں پر بھاری
ہے۔"

"اچھا بس کرو بھائی پرستی میرا منہ نہ کھلاؤ۔۔۔ ہمارے معاشرے کے
افراد کی ایسی بری عادتیں ہیں۔ مجال ہے جو بُرے کو برا کہہ دیں۔ بس شو آف
سے متاثر ضرور ہونا ہے۔ سامنے والا چاہے جھوٹ بولنے کی اگلی پچھلی
حدیں توڑ دے۔"

"مجھے سمجھ نہیں آتا کہ آپ کیسی عورت ہیں۔۔۔؟ پہلے اسی شخص کے لیے اپنا گھر بار تک چھوڑ دیا اور اب انہی میں آپ کو دنیا بھر کی برائیاں نظر آتی ہیں۔ اس دن منگنی میں بھی آپ نے اتنی گری ہوئی حرکت کی تھی، کیا آپ کو اپنی عزت کا ذرا بھی خیال نہیں ہے۔ حالانکہ آپ کا بے بی بھی آنے والا ہے۔"

"ایک بات کان کھول کر سن لو مریم میں اس شخص کو شروع دن سے ناپسند کرتی آرہی ہوں۔ شادی اس نے کی مجھ سے زور زبردستی ہاں کروائی۔ اسکی وجہ سے میں اپنا گھر کیا چھوڑتی اسکی تو شکل سے ہی مجھے نفرت تھی۔۔۔ اپنی تمام تر واہیات حرکتوں اور عادتوں کی وجہ سے تمہارا بھائی تمہارا تو ہیرو ہو سکتا ہے۔ مگر میرا معیار اتنا گرا ہوا نہیں ہے۔۔۔ آئندہ میرے سامنے اس شخص کے بارے میں بات مت کرنا۔۔۔۔۔ نہ مجھے اسکا ذکر سننے کی چاہت ہے نہ اس سے وابستہ عورتوں کے بارے میں جاننے کا تجسس۔"

"ایک بات کہوں گی۔۔۔ آپ کو میری بات بُری لگتی ہے۔"

"ہاں ٹھیک ہے جب علم ہے کہ مجھے تمہارا کہا بُرا لگتا ہے تو کیوں اپنا وقت اور انرجی ضائع کرتی ہو۔۔۔ جاؤ شاباش جا کر کوئی کام کرو۔"

مریم نے سُرخ ہوتے چہرے کے ساتھ اسکے مغرور نقوش کو دیکھا اور جتاتے ہوئے کہا۔

"بھابھی اتنی خود پسندی بھی اچھی نہیں ہوتی ہے۔ مانا کہ انہوں نے آپ کے ساتھ کوئی زیادتی کی ہوگی۔۔۔ مگر اپنے رویے کی تلافی بھی تو کر رہے ہیں۔ آپ کو اتنی اہمیت دیتے۔۔۔۔۔"

"مریم۔۔۔ میری تمہارے ساتھ کوئی لڑائی نہیں ہے۔۔۔ اسلیے میں تمہارے ساتھ منہ ماری کر کے تمہارا دل نہیں توڑنا چاہتی۔۔۔ تمہارا بھائی اگر دودھ سے بھی دھل کر آجائے۔۔۔ مجھے پھر بھی قبول نہیں ہے تم اس معاملے میں اپنی رائے اپنے پاس رکھو۔۔۔ اگر پوچھوں تب مجھے مشورے دینا۔"

"آپ آج تو ایسی بد لحاظ نہیں ہوئی ہیں۔۔۔ ہمیشہ سے ہی ایسی بے حس ہیں۔"

"اپنی بکواس بند کر لو۔۔۔ ورنہ میں تمہارا منہ توڑ دوں گی۔۔۔ جب کہہ رہی ہوں کہ میرے کمرے سے نکل جاؤ۔۔۔ تو کیا اس بات کا انتظار ہے کہ میں تمہیں دھکے دیکر باہر پھینکوں۔۔۔؟"

وہ پھری ہوئی اپنی جگہ سے اٹھی تھی۔۔۔ مگر مریم اسکو قریب آنے کا موقع دیئے بغیر ہی کمرے سے نکل گئی۔

اٹل نے بیڈ سائیڈ پہ رکھا گلاس پورے زور سے سامنے دیوار پہ دے مارا۔ شیشی کمرے میں داخل ہوئی تو حیرت سے آنکھیں پھیل گئیں۔

"ارے ارے بھئی دھیرج۔۔۔ کیا ہوا ہے؟"

"قسمت پھوٹی ہے۔۔۔ ارمانوں کا خون ہوا ہے۔۔۔ دل مرا ہے۔۔۔ سارے خسارے سارے نقصان میرے ہوئے ہیں۔۔۔ اور دو ٹکے کے لوگ آجاتے ہیں زبانی ہمدردیاں جتانے۔۔۔ اور وہ بھی اُس خبیث سے جو اس سارے فساد کی جڑ ہے۔"

شیشی نے جلدی سے دروازہ اندر سے لاک کر دیا۔

اٹل غصے سے یہاں سے وہاں پھیرے کاٹ رہی تھی۔۔۔ دونوں ہاتھ کر
پہ نکلے تھے۔۔۔ سانس پھول رہی تھی۔

بشی اسکے پاس آئی بازو سے تھام کر بیڈ کی جانب لے جاتے ہوئے
سمجھانے والا انداز اپنایا۔

"میری جانم۔۔۔ تم کیوں اتنا غصہ ہو رہی ہو۔"

"تو کیا خوشیاں مناؤں۔۔۔ لوگوں کے اندر شرم و حیاء کی بھی نہیں
بچی۔۔۔ یعنی حد ہے۔"

"ادھر بیٹھو۔۔۔ یہ پانی پیو۔۔۔"

بشی نے کپ میں پانی بھرا اور اسکے ہاتھ میں تھایا۔

"مجھے پانی نہیں پینا ہے۔ ہو سکے تو تھوڑا سا زہر لا دو۔۔۔ مجھ سے اب
مزید برداشت نہیں ہوتا ہے۔ میں مر گئی بشی۔۔۔ میں مر گئی ہوں۔۔۔ مار
دیا مجھے فاز اور نگزیب نے۔۔۔ اور یہ لوگ چاہتے ہیں۔ میں اپنے قاتل کو اپنے
سر کا تاج بنا کر داد و وصول کروں۔۔۔ اس قدر بے حسی۔۔۔ اس قدر اگنورنس
۔۔۔ آخر کیوں؟۔۔۔ صرف اس لیے کہ وہ مرد ہے اور میں عورت ہوں۔۔۔؟"

"اٹل وہ بچی ہے کوئی بات کہہ دی تو دل پہ مت لو۔۔۔"

"بچی ہے۔۔۔؟ شادی شدہ بچی ہے، کل کو اللہ نہ کرے اس کے ساتھ
ایسا ہو تو پھر دیکھوں یہ اُس شخص کے پیر دھو دھو کر پیے گی۔۔۔ جاہل لوگ
۔۔۔ میں اتنی مشکل سے اس گھر میں اپنے دن کاٹ رہی ہوں۔ ہر روز کوئی نہ
کوئی نیا شتر میرے دل میں پیوست کرتے ہیں۔۔۔ پہلے ہی میرے لیے کیا یہ
افیت کم ہے کہ وہ ہر روز یہاں میرے پہلو میں سوتا ہے۔۔۔ جان بوجھ کر
قریب ہوتا ہے حالانکہ میرے ساتھ اس بے ایمان نے وعدہ کیا ہوا ہے۔۔۔"

میں اس کے بچے کو اس دنیا میں آنے دوں۔۔۔ بدلے میں یہ مجھ پہ اپنا حق نہیں بتائے گا۔۔۔ میرے پاس نہیں آئے گا۔ میں اسکو بچہ دے دوں گی۔۔۔ یہ مجھے آزاد کر دے گا۔۔۔ پھر بھی خبیث آدمی سر پہ سوار رہتا ہے بتا رہی ہوں۔۔۔ کسی دن اسی کے گھر کی چھت سے کود جاؤں گی۔۔۔ پھر ساری عمر پیٹھ کر اپنے گناہوں کو روئے گا۔"

"اے۔۔۔ میری جان تمہاری طبیعت خراب ہو جائے گی۔۔۔ اتنا مت سوچو۔۔۔"

"نہیں ہوتی طبیعت خراب۔۔۔ بڑی ڈھیٹ ہڈی ہوں۔"

"اچھا چلو دو گھونٹ پانی ہی پی لو۔"

شبّی کے اصرار پہ اُس نے کپ منہ کے ساتھ لگا کر ایک بڑا سا گھونٹ بھرا۔۔۔ اور آنکھیں موند کر لیٹ گئی۔

شبّی عام طور پر اسکو فاز کے قریب کرنے کی کوشش میں اسکو سمجھایا کرتی تھی۔ مگر اس وقت امل کی حالت کے پیش نظر اُس نے ایسی کوئی بات نہیں کی۔۔۔ بس خاموشی سے اسکا سر سہلاتی رہی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"اچھا تم کہتی ہو۔۔۔ تو ہو گی۔"

"کیوں۔۔۔ کیا تم نہیں دیکھ سکتے۔"

"دیکھ تو سکتا ہوں۔۔۔ مگر میں نے کبھی غور نہیں کیا۔۔۔ ویسے بھی جس کا

تم جیسے حسین چہروں سے واسطہ ہوا اسکو کوئی اور چہرہ بھا بھی کیسے سکتا ہے۔"

وہ مخاطب تو فیروزہ سے تھا۔۔۔ مگر دیکھ امل کو رہا تھا۔

امل داخلی دروازے کی جانب دیکھتے ہوئے دونوں کی گفتگو سن رہی تھی۔

امل کے کانوں سے دھواں نکل رہا تھا۔۔۔ بظاہر پُر سکون نظر آتی۔ اپنی جگہ کھڑی ہوئی۔

"معذرت کے ساتھ۔۔۔ مجھے واش روم جانا ہے۔۔۔ براہ مہربانی آپ اپنا ڈرائیو آگے کریں۔"

اُن دونوں کی جانب سے جواب کا انتظار کئے بنا اپنا پاؤچ پکڑ کر آگے بڑھ آئی۔

واش رومز کے آگے ایک عورت سٹول پہ براجمان تھی۔ امل اندر جانے کی بجائے اُس کے پاس رُک گئی۔

"کیا آپ بتا سکتی ہیں۔۔۔ کہ مین دروازے کے علاوہ باہر جانے کا کوئی اور راستہ ہے؟"

اُس عورت نے امل کو سرتاپا جانچا پھر بولی۔

"ہاں ہے۔۔۔ تو۔۔۔ مگر وہ دروازہ صرف سٹاف کے استعمال کے لیے مختص ہے۔"

"مجھے اس وقت ایمر جنسی میں یہاں سے نکلنا ہے۔ مگر میں مین

دروازے سے نہیں جاسکتی ہوں۔ کیا آپ میری کوئی مدد کر سکتی ہیں۔۔۔"

وہ عورت اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی اور امل کے پاؤچ پہ نظر ڈالتے ہوئے۔ بھنویں اچکاتے ہوئے بولی۔

”اگر میں نے رول اصول توڑ کر کسٹر کو سٹاف کے دروازے سے باہر نکالنا ہے۔۔۔ تو وجہ کوئی خاص ہونی چاہیے۔۔۔ ورنہ دروازہ کھلنا مشکل ہے۔“

اٹل نے آنکھیں گھماتے ہوئے۔ ہزار کانوٹ نکال کر اُس عورت کی جانب بڑھایا۔ جسے تھام کر وہ آگے چل پڑی۔۔۔ اٹل نے اُسکی پیروی کی۔۔۔ چپے پلٹ کر نہ دیکھا۔

ریسٹورنٹ کی سائیڈ سے نکلنے والے دروازے سے باہر آ کر وہ گلی میں سے چلتی ہوئی مین روڈ تک آئی۔ اندھیرا گہرا ہو چکا تھا۔۔۔ یہ علاقہ چونکہ شہر کے مصروف ترین علاقوں میں سے تھا۔ اسلیے خوب رونق جمی ہوئی تھی۔۔۔ ٹریٹ لائنس کی روشنی گاڑیوں کے ہارن۔۔۔ دھواں۔ کھانے والے سٹالز سے اٹھنے والی مزیدار خوشبوئیں۔

دو چار منٹ وہیں فٹ پاتھ پہ کھڑی ہو کر آتی جاتی ٹریفک کو دیکھتی رہی۔ پھر احساس ہوا کہ جب تک خود آگے بڑھ کر کسی سواری کو روکے گی نہیں کوئی نہیں رُکے گا۔

اپنی چادر سے جسم کو ڈھانپتے ہوئے۔ ایک چنگچی کو ہاتھ دیا۔ پُرانی اٹل تو دو سیکنڈ بھی سوچے بغیر رکشہ روکتی اور یہ جاوہ جا۔۔۔ مگر یہ جواہل اتنے عرصے بعد یوں اکیلی سفر کرنے جا رہی تھی۔۔۔ اُس نے رکشے کی بجائے سواریوں سے آدھی بھری چنگچی روکی تاکہ اس کو اکیلے نہ سفر کرنا پڑے۔

اپنے گھر والے بازار کے سامنے اتر گئی۔۔۔ پیسے دیئے اور بقایا لیے بغیر چل پڑی۔

چشمی کا ڈرائیور حیران ہوا۔۔۔ آواز بھی لگائی مگر جب اس نے
سواری جان بوجھ کر بقایا نہیں لیکر گئی۔ اُس نے خوش ہو کر پانچ سو روپے
جیب میں ڈال لیا۔

بہت زیادہ چلنے اور پیر لٹکا کر بیٹھنے سے اس کے پیر بہت زیادہ سوجھ چکے
تھے۔ اس وقت اُس سے تھوڑا سا فاصلہ ملے کر نادو بھر ہو رہا تھا۔
آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی گھر کے گیٹ تک پہنچ ہی گئی۔

ملازم نے دروازہ کھولا۔۔۔ اور اسکو تنہا دیکھ کر حیران ہوا۔ بچے
سڑک پہ نظر ڈال کر گاڑی کی لائٹس ڈھونڈنے لگا۔

وہ اندر چلی آئی۔۔۔ گھر والے سب کھانے کی میز پہ موجود تھے۔
اُس کو سامنے دیکھ کر خوش ہو گئے۔۔۔ امو فوراً کرسی چھوڑ کر اُس کی
جانب لپکے۔

"صدقے جاؤں میری بیٹی آئی ہے۔۔۔"

گلے لگا کر اسکے گالوں پہ پیار کیا۔
مگر اُس کی جانب سے کوئی ردِ عمل نہ ملنے پر ماتھا ٹھنکا۔
"فاز کے ساتھ آئی ہو؟"

"کیوں۔۔۔؟ کیا میرے پہ اس گھر کے دروازے صرف اسی صورت
میں واہوں گے جو اگر میں اس شخص کے ساتھ یہاں آؤں گی۔۔۔؟ تو سن لیں
اکیلی آئی ہوں۔۔۔ کیا اب میرا ہاتھ پکڑ کر یہاں سے نکال دیں گے؟"

امو اور ابی کے درمیان نظروں کا تبادلہ ہوا۔
ابی اُس کے پاس آئے اور اپنے ساتھ لگا کر میز تک لے آئے۔

"تمہاری امونے آج بڑے مزے کی بریانی پکائی ہے۔۔۔ پہلے تو کھانا

کھاؤ۔۔۔ پھر آرام کرو۔۔۔"

اس کی حالت ان کو ایسی نہ لگی کی اس سے مزید سوال و جواب کئے جاتے۔۔۔ انکو فاز سے باز پرس کرنی تھی اس وقت موضوع بدل گئے۔

"مجھے بس پانی پینا ہے۔۔۔ پیاس لگی ہے۔۔۔"

امونے اسی پل پانی بھر کر گلاس اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔ اسکے بہن بھائی خاموشی سے ساری کاروائی دیکھ رہے تھے۔۔۔ جب سے امل کی شادی ہوئی تھی۔ ماں باپ کی ساری توجہ اسی کی جانب ہوتی تھی۔

بہت اسرار پہ اس نے دو چار لقمے زہر مار کئے اور میز چھوڑ گئی۔

"میں آرام کروں گی۔"

اس کے وہاں سے جانے کے بعد امونے ابی کو مخاطب کیا۔

"آپ ذرا فاز کو کال کر کے معلوم تو کریں۔۔۔ یہ اکیلی کیوں آئی ہے

۔۔۔؟ وہ بھی رات کے وقت۔"

"میں کال کرتا ہوں۔۔۔ مگر ابھی تو کھانا ختم کرنے دو ایمان تم کیوں

ہاتھ روک کر بیٹھی ہوئی ہو۔ چلو شاباش کھانا شروع کرو۔۔۔ بیٹے کو کہنا نہیں

پڑا کیونکہ وہ پہلے ہی زور و شور سے کھا رہا تھا البتہ ماں کی بھوک ختم ہو رہی تھی

۔۔۔ وہ ابھی آئی کا کہتیں کچن کی جانب چلی گئیں۔

ملازمہ سے کہہ کر گرم دودھ نکلا دیا۔ ساتھ میں فریج سے سوہن حلوہ

رکھائے پکڑ کر امل کے بیڈ روم تک آئیں۔۔۔ جو آج بھی اسی کے لیے تھا۔

دروازہ بند تھا۔

انہوں نے ہلکے سے بجایا۔

دوسری جانب سے تھکی اور اکتائی ہوئی آواز آئی۔

"میں آرام کرنا چاہتی ہوں۔۔۔"

"تھوڑا سا دودھ پی لو میری جان۔۔۔ کھانا بھی نہیں کھایا۔۔۔ مجھے تمہاری فکر میں غیند نہیں آئے گی۔ میری خاطر۔۔۔ پلیز۔۔۔"

دو سیکنڈ بعد دروازہ کھول دیا گیا۔

اٹل لباس بدل چکی تھی۔ اپنا شادی سے پہلے والا ایک لان کا سوٹ پہنے ہوئی تھی جو فراک نما بنا ہوا تھا۔ مگر اُس کے جسم کے نئے ابھار کو مزید نمایاں کر رہا تھا۔

امو اس کو دیکھ کر شفقت سے مسکرائیں۔ دل ہی دل میں اُس کی نظر اُٹاری۔

جبکہ وہ خجل سی ہوتی ہوئی بولی۔

"اس فراک کی بالکل فٹنگ نہیں تھی۔ پر اب کسی بوری کی طرح تنگ لگ رہا ہے امو میرا کوئی جوڑا مجھے فٹ نہیں آتا۔۔۔ میرے پیر دیکھیں جیسے کسی ہاتھی کے ہوں۔"

امو ہنستے ہوئے بولیں۔

"تم میری نظروں سے دیکھو تو نظر آئے۔۔۔ تم پہ کس قدر ماں بننے کا حُسن چڑھا ہے۔۔۔"

"اوہ۔۔۔ کم آن۔۔۔ امو۔۔۔ ماں بننے کا حُسن؟ ایسا کوئی حُسن نہیں ہے۔۔۔ کیونکہ میرا جسم اپنی ساخت کھو گیا ہے۔ میرے ہاتھ پیر ایسے ہیں جیسے پمپ کے ساتھ ہوا بھری ہو۔۔۔ میرا پیٹ دیکھ رہی ہیں۔؟ میرے چہ لبز

نہی پر فلیٹ سٹمک تھی۔۔۔ اب میں کیا ہوں۔۔۔؟ اپنا آپ پہچانا نہیں جاتا
اور آپ کو حسن نظر آرہا ہے۔"

اُس نے اپنی آنکھوں میں بھر آنے والی نمی کو ہاتھ کی پشت سے صاف کیا
اور ہیڈ پھ لیٹ گئی۔

"کیا فاز کے ساتھ لڑائی ہوئی ہے؟"

"اُس کے ساتھ میری صلح کب تھی۔۔۔ امو۔۔۔ اُس کا ذکر مت کریں
پلیز۔۔۔ ورنہ میرا دل پھٹ جائے گا۔۔۔ میں اس کو بھولنے کے لیے یہاں آئی
ہوں۔"

اُس کی آنکھوں میں نئے سرے سے آنسو بھر آتے دیکھ کر امونے
موضوع بدل دیا۔

"تم یہ دودھ پیو۔۔۔ پھر میں تمہارے پیروں کی مالش کرتی ہوں۔۔۔
سکون آئے گا۔۔۔"

اُس نے بحث کئے بغیر دودھ کا گلاس پی لیا۔ اور آنکھیں موند کر لیٹ گئی

امونے ملازمہ کو بلا کر تیل منگوایا اور نرم ہاتھوں سے اگل کے پیروں کی
مالش کرنے لگیں۔ صرف پانچ منٹ ہی گزرے تھے۔۔۔ جب اگل گہری نیند
میں جا چکی تھی۔ انہوں نے اُس پہ چادر ڈالی اور پیشانی پہ پیار دیکر نائٹ بلب
چلایا مین لائٹ بند کر دی باہر آئیں تو جہانگیر صاحب کو فون پہ مصروف پایا۔
"پریشانی کی بات نہیں ہے۔۔۔ وہ خیریت سے ہے۔۔۔ سو گئی ہے۔۔۔"

تم آ جاؤ پھر بات ہوتی ہے۔"
انہوں نے کال بند کی اور بیوی سے مخاطب ہوئے۔



"گھر سے فاز کے ساتھ ڈنر پہ نکلی تھی۔۔۔ اسکو بتائے بغیر ریسٹورنٹ سے غائب ہو گئی۔۔۔ وہ اس کو وہاں ڈھونڈتا پھر رہا تھا۔۔۔ غصے میں ہے۔۔۔"

امو کا چہرہ اتر گیا۔
 "تم ماں ہو۔۔۔ اس کو پوچھو کیوں یہ ایسا کرتی ہے۔ کیوں اپنے ہاتھوں سے اپنی ازدواجی زندگی میں زہر گھولتی ہے۔"

"آپ ایک بات بھول جاتے ہیں۔۔۔ یہ ازدواجی زندگی اُس پہ جبراً مسلط کی گئی تھی جسے وہ قبول ہی نہیں کرتی ہے۔ اس صورت میں اُس سے کیا پوچھوں۔۔۔ اور خدا یا اُس سے کوئی باز پرس نہ کرنا۔۔۔ وہ ذہنی طور پہ نازل نہیں ہے۔۔۔ ایسی حالت میں اس کو سکون کی ضرورت ہے۔۔۔ آخری دن چل رہے ہیں۔۔۔ خدا نخواستہ کچھ اُلٹا سیدھا نہ کر لے۔ کسی طرح بس اسکا بچہ خیریت سے دنیا میں آجائے۔۔۔ فکر سے میری تو جان آدھی ہوئی رہتی ہے اور اسکے سامنے فاز کی حمایت تو بھول کر بھی مت کرنا۔۔۔ بہت غصہ کرتی ہے۔"

"اچھا اب بس کرو میں کوئی بچہ نہیں ہوں۔۔۔ جس کو ہر بات سمجھانی پڑے۔۔۔ جانتا ہوں کیا کہنا ہے کیا نہیں۔"

"کاش آپ یہ بھی جانتے ہوتے۔۔۔ بیٹی کے لیے کیسا فیصلہ لینا ہے کیسا نہیں۔"

جہانگیر صاحب نے بڑی سنجیدہ نظروں سے بیگم کو دیکھا۔
 "جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے۔۔۔ فاز داماد کے طور پہ آپ کی بھی پہلی پسند تھا۔۔۔"

"وہ تو اب بھی ہے۔۔۔ مگر ہماری بیٹی کو ہماری سوچ سے نہ کل اتفاق تھا۔۔۔ نہ آج ہی وہ ہمیں معاف کر رہی ہے۔۔۔ اور اس بات سے میرے دل پہ بہت زیادہ بوجھ ہے۔۔۔ ایسا کیا کروں جو وہ خوش ہو جائے۔ فاز بھی تو نہیں جھکتا۔۔۔ اس کو انا دکھانے کی پڑی ہوئی ہے اور انکے آنے والے فرشتے کا سوچ سوچ کر مجھے راتوں کو نیند نہیں آتی۔۔۔ آپ سب لوگ جس سوچ کو لیکر بیٹھے ہوئے ہیں۔۔۔ ناکہ بچہ ہو گیا تو عورت بندھ جاتی ہے چاہے حالات جیسے بھی ہوں۔۔۔ میری بچی ویسی عورت نہیں ہے۔۔۔ کوئی معجزہ ہی ہو گا جو وہ گزرے کل کو بھول کر آج کو قبول کر لے گی۔۔۔ اور میں اس معجزے کے رونما ہونے کی ہر روز ہر پل دعا کرتی ہوں۔۔۔ میرا رب میری دعائیں قبول فرمائے۔۔۔ میں فاز اور امل کو ایک ساتھ خوش باش ہنستا بستادیکھ سکوں۔ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ایسے جچتے ہیں کہ نظر بھر کر دیکھتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔۔۔ کہیں نظر ہی نہ لگ جائے۔۔۔ کیا ہی اچھا ہو دونوں کے دل مل جائیں۔۔۔ امل کل دل بدل جائے۔۔۔ ایک ماں کی عرضی قبول ہو جائے۔"

جہانگیر نے بیگم کے کندھے پہ تسلی دیتے ہوئے ہاتھ رکھا اور بولے۔

"تم فکر مت کرو۔۔۔ انشاء اللہ جب امل اپنی اولاد کو گود میں اٹھائے گی ہماری ساری خطائیں معاف کر کے سچائی قبول کر لے گی۔۔۔ تمہاری دعائیں ضرور سنی جائیں گی۔ تم کھانا کھا لو میں لان میں واک کر لوں۔ کھانا کھایا ہے یونہی سو گیا تو مسئلہ ہو گا۔"

امو نے سر اثبات میں ہلایا۔

ابی باہر چلے گئے۔ ایمان مالٹا چھیلے ہوئے ٹی وی کے سامنے سے اٹھ کر ماں کے برابر براجمان ہوتے ہوئے بولی۔

"امو۔۔"

"ہوں۔۔۔"

"آئی کا بے بی بوائے ہو گا یا بے بی گرل۔۔۔؟"

اتنی ٹینشن کے باوجود امو مسکرا اُنھیں۔۔۔ تبھی فاز اندر آتا دکھائی دیا۔۔۔ تو اسکے سلام کا جواب دینے کے بعد بولیں۔

"لو بے بی کا باپ آگیا ہے اُسی سے جواب لیتے ہیں۔۔۔ ہاں بھئی۔۔۔"

بتاؤ ایمان کو تم لوگوں کا بوائے آرہا ہے یا بے بی گرل۔۔۔؟"

"اللہ پاک ہی جانیں۔۔۔ مجھے تو بس اتنا علم ہے۔۔۔ آنے سے پہلے"

مجھے بڑا ٹف ٹائم دے رہا ہے۔"

"فاز بھائی بے بی کا نام کیا ہو گا؟"

"جو چچی رکھیں گی وہی ہو گا۔"

امو شفقت سے مسکراتے ہوئے بولیں۔

"لو بھلا۔۔۔ میں کیوں۔۔۔ ماں باپ اپنی مرضی سے نام رکھیں گے۔"

"ماں کو تو بچے میں صفر دلچسپی ہے۔ نام میں کیا ہو گی اور جہاں تک باپ کا"

تعلق ہے۔ اُس کی شدید خواہش ہے کہ اسکے بچے کا نام اس کی پسندیدہ چچی رکھیں۔ اسلئے براہِ کرم نام تجویز کریں۔"

"میں صدقے جاؤں۔۔۔ اللہ تمہیں حیاتی دیں۔۔۔ دائمی خوشیوں سے"

نوازیں۔۔۔ اگر تو بیٹی آئی۔۔۔ اس کا نام نور ہو گا اور اگر بیٹا آیا۔۔۔ اُس کا نام موسیٰ، آگے جو تم لوگوں کی مرضی۔"

"اسی کی کوئی مرضی و مرضی نہیں پوچھوں گا۔ بس جو آپ نے کہہ دیا
 ہے وہی فائنل کر رہا ہوں۔۔۔ اب دیکھتے ہیں اب کی بار نور آرہی ہے۔۔۔ یا
 موکی۔"

اموہنتے ہوئے بولیں۔
 "اب کی بار۔۔۔ ہاں؟۔۔۔ اللہ کرے جیسا تم سوچ رہے ہو ویسا ہی ہو

"چچی ویسا ہی ہو گا۔۔۔ آپ فکر کیوں کرتی ہیں۔۔۔ اپنی بیوی کو مجھ
 سے بہتر کوئی نہیں جانتا۔"

"فاز بھائی۔۔۔ آپ کو پتا ہے۔۔۔ امو کہتی ہیں جب امل آپی پیدا ہوئیں
 تھیں۔۔۔ ابی نے اپنی سب بہنوں کو یہ ڈھیر مٹھائی اور سونے کے کنگن
 پہنائے تھے۔ اب اپنے بچے کی پیدائش کی خوشی میں آپ ہمیں یعنی اپنی
 بہنوں کو کیا دیں گے۔۔۔؟"

"واہ یعنی خرچہ ہی خرچہ۔۔۔ کیونکہ جب لینے کی بات آئی بہنوں کی تو
 لائیں لگ جانی ہیں۔۔۔ کیا پھوپھیوں کی اور کیا خالہ زاد۔۔۔ ایک ہی صف
 میں کھڑے ہو جانے ہیں محمود وایاز۔"

امو نے فاز کے کندھے پہ دھپ رسید کی۔

"شیطان کہیں کے کھانا کھاؤ گے گرم کروں؟"

"نہیں ڈنر کر چکا ہوں۔۔۔ امل سو گئی۔۔۔؟"

"ہاں۔۔۔ شاید زیادہ ہی تھکی ہوئی تھی۔۔۔ میں نے پیروں کی مالش کی

اسی دوران سو بھی گئی۔"

"اگر بُرانہ منائیں تو میں بھی آرام کرنا چاہوں گا۔۔۔ آج طبیعت بھی تھوڑی ناساز رہی ہے۔"

"اوہ کیا ہوا۔۔۔؟۔۔۔ دودھ کے ساتھ دوالے لو۔"

"سردرد کی گولی ابھی دس منٹ پہلے ہی لی ہے۔۔۔"

"اچھا جاؤ آرام کرو۔۔۔ تمہارے کپڑے وہیں الماری میں رکھے ہیں۔۔۔ دونوں کی طبیعت اُتری ہوئی ہے۔ میں صبح تم دونوں کا صدقہ دیتی ہوں۔۔۔ اللہ ہر بلا کو تم دونوں سے دور رکھیں۔"

"چچی میری زوجہ خود بہت بڑی بلا ہے اس لیے پریشان نہ ہوں۔۔۔ بس موسمی تبدیلی کا اثر ہے۔۔۔ اور کچھ نہیں۔ اچھا شب بخیر۔۔۔ صبح ملاقات ہوتی ہے۔"

وہ امو کے سامنے جھکا۔۔۔ انہوں نے پیشانی چومی ایمان کے سر پیار دیتا ہال سے نکل کر سیڑھیوں کی جانب ہو لیا۔ دھیمے قدموں سے کمرے میں داخل ہوا تھا۔

بے آواز قدموں سے چلتا ہوا بیڈ کے قریب آیا۔

نائٹ بلب کی مدھم لائٹ میں امل کے سیاہ بال گھٹا کی طرح سر ہانے پہ بکھرے ہوئے تھے۔۔۔ سیدھے طرف کروٹ کے بل سوئی ہوئی تھی۔۔۔ ایک ہاتھ گال کے نیچے رکھا تھا۔۔۔ دوسرا ٹانگ پہ۔۔۔ پیٹ کے قریب بڑا سا تکیہ رکھا تھا جس پہ اوپر والی ٹانگ رکھی ہوئی تھی۔۔۔ وہ جانتا تھا۔۔۔ یہ امل کا پسندیدہ پو سچر تھا۔۔۔ وہ ہر روز اسی ترتیب سے سوتی تھی۔

نگاہیں نیم اندھیرے میں امل کا چہرہ کھوج رہیں تھیں۔ اس دوران اُس نے اپنی جیکٹ اُتار کر پاس پڑی کر سی پہ رکھی، موبائل اور گاڑی کی چابی وغیرہ

ڈریسنگ ٹیبل پہ ڈالے، بیڈ کی دوسری جانب بیٹھ کر جوتے اتارے، الماری میں لٹکے کپڑوں میں سے ایک آرام دہ شلوار سوٹ نکال کر پہننے کے بعد موبائل ہاتھ میں لیکر امل کے برابر لیٹ گیا۔

عادت کے مطابق موبائل پہ دن بھر کی آئی ای میلز اور میسج وغیرہ چیک کئے چند ایک جو کام کے حوالے سے اہم چیزیں تھیں انکا جواب دیا۔۔۔ ابھی موبائل پہ ہی مصروف تھا۔ جب امل نے ایک کراہ کے ساتھ اپنی سائیڈ بدلی۔ فاز کے ہاتھ وہیں تھم گئے۔ وہ ہیڈ بورڈ کے ساتھ تکیہ اونچا رکھ کر اُس کے انتہائی قریب ہی تو لیٹا ہوا تھا۔ امل نے کروٹ بدلنے کے بعد اسکو اپنا تکیہ سمجھ کر اپنی ٹانگ اُس کے اوپر رکھی تھی۔

فاز نے بھوس اچکائے۔۔۔ اور زیر لب بولا۔۔۔

"انٹر سٹنگ۔ دن بھر میری شکل دیکھنا گورا نہیں کرتی رات کو میں قابل قبول ہو جاتا ہوں۔"

اُس نے فون کا سیلفی موڈ لگایا، کمرے کی فرنٹ فلیش لائٹ آن کی۔۔۔ اور ہاتھ لمبا کر کے امل کی سیلفی لی۔۔۔ اُس کے فون میں اب تک کوئی سو کے قریب سیلفیاں جمع تھیں۔۔۔ جو اُسکے مطابق ٹھیک وقت آنے پہ امل کو شیشے کی طرح دکھانی تھیں۔۔۔ کیونکہ امل جس طرح ریلیکس ہو کر اس کی ہمراہی میں سو رہی تھی یہ آج کی بات نہیں روز کا معمول تھا۔۔۔ نیند میں بیڈ پہ وہ یوں قبضہ جماتی جیسے اُس کی راجھدانی ہو۔۔۔ جہاں بس اُسی کا راج ہے۔

یہی وجہ تھی کہ فاز کی سونے کے لیے بیڈ کی کوئی ایک سائیڈ مختص نہیں تھی جب وہ کمرے میں آتا۔۔۔ امل سو رہی ہوتی۔ اگر جاگ بھی رہی ہوتی تو اس کو دیکھ کر سوتی بن جاتی۔ اس صورت میں بیڈ کی جو سائیڈ خالی ہوتی وہ اپنا

فون ہاتھ میں لیکر اسی جانب لیٹ جاتا۔ کبھی کبھار گھنٹہ گزرتا۔۔۔ کبھی آدھا گھنٹہ۔۔۔ اہل سائیڈ بدلتی اور اس کو سرہانے کے طور پر استعمال کرتی۔۔۔ اور جب تک وہ خود اپنی پوزیشن میں تبدیلی نہ لاتی فاز بغیر کسی احتجاج کے چت لیٹا رہتا۔۔۔ اسی حالت میں سوتا۔

وہ نیند میں ایک دفعہ پھر کراہی تھی۔

فاز نے فون ایک طرف رکھ دیا۔۔۔ ماتھے پہ سلوٹ آئی۔

ایک ہاتھ سے اہل کی کمر کو ہلکے ہلکے سے دبانے لگا۔۔۔

اہل نے ایک دم پٹ سے آنکھیں کھول دیں۔ چند سیکنڈ تک اپنے سرہانے کی جگہ انسانی وجود کی موجودگی کو سمجھنے میں لگے۔ پھر سر اٹھا کر چوڑے سینے کے مالک کا چہرہ دیکھا۔ جس نے عین اُسی پل آنکھیں بند کر لیں۔

بغیر کسی لحاظ کے اس سے بولی۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

فاز نے کوئی جواب نہ دیا۔

وہ اُس سے دور ہٹتے ہوئے غصے سے بولی۔

"میں جان گئی ہوں کہ تم جاگ رہے ہو۔۔۔ اس لیے ڈرامہ بند کرو اور

نکلو یہاں سے۔"

"میں تھکا ہوا ہوں۔۔۔ تنگ نہ کرو۔"

"تھکے ہوئے ہو تو اسی کے پہلو میں آرام کرتے جس نے یہ تھکاوٹ

بخشی ہے یہاں کیا لینے آئے ہو؟"

وہ جانتا تھا۔ تیر کس سمت کے مارے جارہے ہیں اس لیے کوشش کے
باوجود اپنی آواز میں سے ہنسی کو قابو نہ کر سکا۔
"اُسی کے پہلو میں پڑا ہوا ہوں۔"

"بکو اس مت کرنا۔۔۔ ورنہ قسم کھا رہی ہوں۔۔۔ یا اپنا سر پھاڑ لوں گی
یا تمہارا۔۔۔"

"کر لینا اپنا یہ شوق بھی پورا۔۔۔ مگر اس وقت نہیں۔ میرے میں ہمت
نہیں ہے کہ رات کے اس پہر بستر سے نکل کر تمہیں ہسپتال لیکر جاسکوں۔"

"تمہارے پاس تو اتنے شکار ہیں۔۔۔ ان میں سے کسی کے پاس بھی چلے
جاؤ۔ بس یہاں سے دفعہ ہو جاؤ۔"

"جنکا حوالہ دے رہی ہو۔ ان میں سے کوئی بھی میری بیوی نہیں ہے
۔۔۔ بیوی تو ایک ہی ہے۔۔۔ اور میری وفاداری کا لیول چیک کرو۔۔۔ دن
بھر جس کے ساتھ جہاں بھی جاؤں۔ پر ایک رات بھی کبھی گھر سے باہر نہیں
گزاری۔ مطلب جب سے شادی ہوئی ہے۔۔۔"

"مجھے تم سے شدید ترین نفرت ہے۔"

"اچھا کرتی ہو۔۔۔ جو مجھے یاد کرواتی رہتی ہو۔۔۔ یقین مانو۔۔۔ اگر جو
کبھی دل میں ندامت سر اٹھاتی بھی ہے ناکہ اتنی قاتلانہ حسن کی مالک بیوی کے
ہوتے ہوئے بھی کسی اور کی زلفوں کے جال میں پھنس جاتا ہوں۔۔۔ تمہارا یہ
فقرہ سن کر ساری ندامت۔۔۔ سارا بچھتاوا جاتا رہتا ہے۔۔۔ ایک دم ہلکا پھلکا
ہو جاتا ہوں۔"

"میں تمہیں چھوڑ کر اپنے میکے چند بل سکون کے گزارنے آئی تھی۔"

"تم نے بڑی فضول حرکت کی ہے۔۔۔ فیروزہ بچاری سے مجھے کیا کیا بہانے بنانے پڑے۔ وہ بار بار پوچھے جارہی تھی۔۔۔ کہ فاز مائے لو تمہاری ننگ چڑھی کزن آخرواش روم کو کیوں پیاری ہو گئی اور کب تک وہیں رہے گی۔۔۔ وہ تو شکر ہے چچا کی کال چلی گئی۔ ورنہ فیروزہ تو واش روم کے ایک ایک دروازے کو بجایا کر امل امل پکارنے والی تھی۔ اصل میں اسکو بتایا کہ تمہیں بھی کبھی ماڈل بننے کا بڑا شوق تھا۔ چھوٹے ہی بولی۔۔۔ ماڈلنگ میں اتنی موٹی لڑکیاں نہیں آسکتی ہیں۔۔۔ وہ تو میں نے اسی وقت غلط فہمی دور کر دی۔ میں نے کہا ارے موٹاپا نہیں ہے محبت کی نشانی ہے۔ پسند کی شادی ہوئی ہے بچاری کی اپنے کزن کے ساتھ پر ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ پریکٹس سے پہلے بھی کوئی ایسی دہلی نہیں تھی۔ ثبوت کے طور پر تمہاری ایک پرانی تصویر دکھائی تھی۔۔۔ میں نے فیروزہ سے درخواست کی ہے جب تم فارغ ہو جاؤ گی۔۔۔ وہ تمہیں ریمپ پہ واک کروائے گی۔۔۔ وہ بولی۔۔۔ فاز تمہاری خاطر کچھ بھی کرنے کو تیار ہوں۔"

امل کی برداشت جواب دے گئی تھی۔

"فاز اور نگزیب یہاں سے دفعہ ہو گے کہ میں خود تمہیں اٹھا کر باہر پھینکوں۔۔۔"

"جانے من کیوں بچوں کی سی باتیں کرتی ہو۔۔۔ آج کل اپنا وزن اٹھا نہیں پار ہی ہو۔۔۔ مجھے کیسے اٹھاؤ گی۔"

امل نے لیٹے لیٹے ہی اپنے ہاتھ فاز کے سامنے کیے۔

"یہ دیکھو میرے جڑے ہوئے ہاتھ اور یہاں سے چلے جاؤ۔ میں دماغ کی نس پھٹنے سے مرنا نہیں چاہتی ہوں۔"

"نہ نہ تم اتنی لگی نہیں ہو کہ اتنے آسان طریقے سے مجھ سے دور چلی جاؤ۔ میں ہر روز دعا کرتا ہوں۔۔۔ تمہارا میرا ساتھ ہمارے پوتے پوتیوں تک

چمکے۔۔۔" "تمہارے منہ میں خاک۔۔۔"

"میرے منہ میں گھی شکر۔۔۔"

"تمہارے ساتھ بات کرنا ہی فضول ہے۔۔۔ ایک نمبر کے جاہل انسان ہو۔۔۔ کاش میری زندگی میں بھی کوئی اسفند بھائی جیسا سلجھا اور باوقار شخص ہو۔۔۔"

اسفند کے نام کا طعنہ تو فاز کو سر سے پیر تک جلا کر رکھ کر گیا۔ تڑپ کر اٹھ بیٹھا۔

"تمہاری سوچ جیسی ہی تمہاری پسند ہے۔۔۔ اصل میں کچھ لوگوں کو اللہ پاک اچھی اور اعلیٰ چیزوں سے نوازتا ہے مگر وہ ہمیشہ نیچے کی طرف ہی دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔۔۔ تم جیسی عقل کی اندھی عورتوں کے لیے اسفند جیسے درندے ہی سوٹ کرتے ہیں جو عورت کو پیر کی جوتی سمجھتا ہے اور بیوی پہ ہاتھ اٹھانے کو بہادری گردانتا ہے۔۔۔ خبردار جو آج کے بعد مجھے اُس شخص کے ساتھ ملایا۔۔۔ اُس سے تو بہتر ہے۔۔۔ میرا مقابلہ گلی کے آوارہ کتے سے کر لو۔۔۔"

"ہاں ٹھیک کہتے ہو۔۔۔ کیونکہ تم میں اور آوارہ کتے میں کوئی خاص فرق بھی نہیں ہے۔ وہ بھی جگہ جگہ منہ مارتا ہے۔۔۔ اور تم بھی۔"

"کسی نے سچ ہی کہا ہے۔ بندر کیا جانے ادرک کا سواد۔ تمہیں اللہ نے
 فاز اور نگزیب جیسا مرد نواز جو دیا ہے اسلیے تمہیں قدر نہیں ہے۔۔۔ جا کر
 ان سے پوچھو جو تمہاری جگہ لینے کو ترس رہی ہیں۔"

"تم انہی عقل کی دشمنوں کو مبارک ہو۔۔۔ اب مجھ سے بات مت کرنا
 اگر میرے سر پر سے ہٹنا نہیں ہے تو کم از کم چپ کر جاؤ۔ تاکہ کوئی بے
 غیرت نیند تو پوری کر سکے۔"

فاز نے امل کی جانب سے کروٹ بدل کر اپنا رخ دوسری جانب کر لیا۔
 تھوڑی دیر بعد کمرے میں فاز کے خراٹے گونج رہے تھے۔۔۔

اور امل کروٹ پہ کروٹ بدل کر آرام دہ پوزیشن ڈھونڈ رہی تھی۔ جوہر
 دو منٹ بعد پھر کھوجات۔ یہ سلسلہ تب تک جاری رہا جب تک نیم غنودگی
 میں فاز نے ایک مسکراتی ہوئی نظر بیوی پہ ڈالی اور چت لیٹ گیا۔ مگر کوئی
 آدھا گھنٹہ ہی گزرا ہو گا کہ جب امل اٹھ کر کمرے سے باہر چلی گئی۔ سیدھی
 کچن میں آئی۔ فریج کھول کر انار کا جوس یا انار ڈھونڈے۔ مگر فریج میں دونوں
 ہی نظر نہ آئے۔

سمجھ نہ آیا کہ اب کیا کرے، گھر پہ تو ہر وقت انار موجود رہتے تھے، مگر
 یہاں نہیں تھے، اس کو لگا ابھی متلی کر دے گی۔ اسلیے اور بج جو س ہی گلاس
 میں لیکر پینے لگی۔ اس کی کمر میں ہلکی ہلکی درد محسوس ہو رہی تھی، جسے وہ آج کی
 تھکاوٹ جانی۔ دل میں سوچا ایمان سے کوئی گولی لیکر کھاتی ہوں۔ مگر درائینگ
 روم سے آتی شیریں کی آواز سن کر وہ اسی جانب آگئی۔ دروازہ ہلکے سے کھٹکھا کر
 بینڈل گھما کر دروازہ واہ کیا، سامنے شیریں کسی کے ساتھ فون پہ مصروف
 تھا۔ اس کو دیکھ کر اشارے سے پوچھا۔ ٹھیک ہو؟"

امل نے سر اثبات میں ہلایا اور کمرے کے اندر آگئی۔ امل نے سرگوشی میں کہا۔
"کس سے بات کر رہے ہو؟"

شیری نے فون اس کے کان کے قریب کیا۔ دوسری جانب سے لڑکی کی آواز سن کر امل نے تاسف سے سر نفی میں ہلایا اور منہ میں بڑبڑائی۔
"تم لوگوں کا کیا بنے گا۔ ساری ساری رات جانو مانو کرتے گزار دیتے ہو۔ تم لوگوں کی اپنی ہی ایک دنیا ہے، قریب کے لوگ جائیں بھاڑ میں، تم لوگوں کی چڑی پہ دھیلے کا اثر نہیں ہے۔"

وہ پہلے ہی چڑی ہوئی تھی، اٹھ کر باہر آگئی۔ ایک تو متلی والی کیفیت سے جان نہیں چھوٹ رہی تھی، دوسرا نار کھانے اور اس کا جوس پینے کی اس قدر چاہت ہو رہی تھی کہ وہ واپس اپنے کمرے میں آکر فاز کو ہلانے لگی۔
"بات سنو۔"

بند آنکھوں سے جواب ملا۔

"ہوں۔"

"مجھے انار لا دو۔"

"ہوں۔"

"ہوں ہوں کیا کر رہے ہو۔۔ آنکھیں کھولو۔ مجھے تکلیف ہو رہی ہے، مجھے انار لا کر دو، اس سے مجھے آرام رہتا ہے۔"

فاز نے پیٹ سے آنکھیں کھول کر اپنے پاس بیٹھی امل کو دیکھا۔ جس کی ایک ٹانگ بیڈ کے اوپر پڑی تھی اور گھٹنہ فاز کے پیٹ سے مس ہو رہا تھا۔ ایک بیرینچے لٹکا کر ماتھے پہ تیوری لیے فاز کو دیکھ رہی تھی۔ اور وہ اس کی غصے والی

تیوری نہیں تھی کیونکہ اس کی فاز کو اچھے سے پہچان تھی، اور اس صورت میں وہ فاز سے سات گز کی دوری بنا کر رکھتی تھی۔ کہاں اس کے پاس اس طرح سے بیٹھنا۔

"تم روز مجھے ایسے کیوں نہیں اٹھاتی ہو؟ اتنے پیار سے؟"

امل نے اس کو یوں دیکھا جیسے فاز کے سینک نکل آئے ہوں۔

"ہیں کیا بول رہے ہو؟"

"یوں میرے پاس بیٹھی کتنی خوبصورت لگ رہی ہو۔۔ اگر مجھے اسی طرح توجہ دینے کا وعدہ کرو میں فون سے ہر ایری غیر کی کا نمبر ڈیلیٹ کرنے کا وعدہ کرتا ہوں۔"

امل کو تو چڑھ تپ گئی۔۔

"میں یہاں سو نہیں پارہی ہوں۔ درد سے لاچار ہوں۔ تمہارے پاس مدد کے لیے آئی ہوں۔ تمہیں اس وقت بھی فون کے کنٹیکٹ بک میں موجود ماؤں کی سوجھ رہی ہے۔ سو مر جاؤ اور خواب میں ان کے پیر چومو جا کر جن کے بغیر تم دو گھڑی زندہ نہیں رہ سکتے۔ میں جا کر اپنی ماں کو اٹھا لیتی ہوں۔"

وہ غصے میں وہاں سے اٹھ گئی۔ فاز ابھی بھی نیند میں ہی تھا۔ غائب دماغی سے چند سیکنڈ سامنے دیوار کو دیکھتا رہا، پھر نیند کے زور سے آنکھیں بند ہو گئیں۔۔

پانچ منٹ تک وہ واپس سو رہا تھا۔ جب اس کے کمرے کا دروازہ ایک دفعہ پھر کھلا شیر نے اس کا کندھا ہلایا۔

"حضور گاڑی کی چابی تو دیں۔"

نیم وا آنکھ سے شیر نے کو دیکھا۔

"کیا ہوا ہے؟"

"کچھ نہیں آپ کی گاڑی کی چابی درکار ہے، کیونکہ آپ کی گاڑی میری
کے پیچھے کھڑی ہے، اس بہانے اللہ نے فورویئر کی سواری کا موقع دیا ہے۔"
فاز نے میز کی جانب اشارہ کیا۔

"وہاں رکھی ہوگی۔۔" شیری نے چابی لی کمرے کی مصنوعی روشنی گل
کی اور جاتے ہوئے اپنے پیچھے دروازہ بند کر گیا۔ اندھیرا ہوتے ہی فاز کی
آنکھیں پوری کھل گئیں۔ جلدی سے سائیڈ پہ رکھا، موبائل اٹھا کر وقت
دیکھا۔ صبح کے چار بجے تھے، ماتھے پہ بل آئے۔
"یہ اس وقت کہاں جا رہا ہے؟"

پھر امل کا خیال آیا۔ "کیا وہ یہاں آئی تھی؟ یا خواب تھا؟"
مگر دوسرے پل وہ کمبل ایک طرف پھینک کر بیڈ سے نکلا۔ واش روم
کے باہر رکھے سلپر پہن کر ہاتھوں سے بال سنوارتا کمرے سے نکل آیا۔ باہر
ساری بتیاں جل رہی تھیں۔ مگر سامنے کوئی نظر نہیں آیا۔ تھوڑا آگے آیا تو
سٹور روم سے باتوں کی آواز آئی۔ قدم اسی سمت میں چل پڑے۔ چوکھٹ پہ
رک کر اندر نظر ڈالی، امل ایک سٹول کے اوپر بیٹھی ہاتھ میں بڑا سا انار لیے
آنکھیں بند کر کے اس کو سونگھ رہی تھی۔ چچی اناروں کے گریٹ میں سے پانچ
چھ انار ٹوکری میں نکال کر باقی کے اوپر ڈھکن رکھ رہی تھیں۔ امل ان کو کہنے
لگی۔

"انار کی خوشبو سے ہی مجھے سکون سا آ جاتا ہے، ورنہ اتنا دل متلاتا ہے کہ
ایک گھنٹہ بھی متلی کیے بغیر نہ گزرے۔"

"ہاں مجھے اندازہ ہو گیا تھا، جب بھی تم آئی ہو، ناشتہ لنچ ڈنر میں انار کا جوس
ضرور لیا۔ اس دن منگنی کے فنکشن میں بھی تم گھر سے انار کا جوس لیکر ہی آئی

تھیں۔ اسی لیے میں نے تمہارے ابو سے کہہ کر انار منگوا لیے تھے، تاکہ جب تم ادھر آؤ تو تمہیں پریشانی نہ ہو۔ بھابھی نے بتایا تھا، فاز ہر دوسرے دن انار کا گریٹ منگوار کھتا ہے۔"

امل کی آنکھیں ہنوز بند تھیں۔

"اب مجھے اتنا بھی بدنام نہ کریں۔ میں اتنے انار نہیں کھاتی کہ دو دن میں سارا گریٹ ختم کر دوں۔ گھر میں سب ہی کھاتے ہیں، اس لیے جلدی ختم ہو جاتے ہیں۔"

امو فاز کو دیکھ کر مسکرائیں۔

"تم بھی جاگ گئے ہو؟"

"ہاں جی۔۔ شیری گاڑی کی چابی لیکر آیا تھا، میں ڈر گیا کہیں بیگم صاحبہ کو تو ضرورت نہیں پڑ گئی۔" امو اس کے پاس سے گزر کر کچن کی جانب جاتے ہوئے بولیں۔

"آثار سے تو لگ رہا ہے کہ وقت پہنچنے والا ہے، مگر ابھی شروعات ہے۔" فاز نے چونک کر امل کو سر تا پا دیکھا۔

"تم ٹھیک ہو؟ کیا ہوا ہے؟ اسپتال چلنا ہے؟ میں ڈاکٹر کو فون ملاؤں؟" امل نے اس کی جانب ہاتھ بڑھایا۔ فاز نے اس کو سہارا دیکر اٹھنے میں مدد دی۔ امل سٹول سے اٹھی اور پھر دیوار کے اوپر بازو کا تکیہ نما بنا کر اپنا سر اس پہ ٹکا کر لمبے سانس بھرنے لگی۔ فاز لاعلمی سے اس کی حرکات نوٹ کر رہا تھا۔ جب کچھ سیکنڈ تک امل اسی حالت میں کھڑی رہی تو اس نے پریشان ہو کر چچی سے پوچھا۔

"اس کو کیا ہو رہا ہے؟ یہ ایسے کیوں کھڑی ہے؟"

امو ہاتھ میں پکڑی ٹوکری ایک طرف رکھ کر امل کی کمر کو ہلکے ہلکے سے
سہلاتے ہوئے بولیں۔

"اس کو درد آرہی ہے۔"

فاز نے ہونق بن کر پوچھا۔

"کیا مطلب؟ سب ٹھیک تو ہے؟ بچہ ٹھیک ہے؟"

امل کو غصہ تو آیا مگر بولی کچھ نہیں۔ امو نے جواب دیا۔

"ہاں میری جان سب ٹھیک ہے، میں نے شیر کی کو بھیجا ہے وہ دوائی کو لیکر
آتا ہے، پھر وہ چیک کر کے بتا دے کہ امل کی لیبر شروع ہوئی ہے، یا ویسے ہی
بچہ اوپر نیچے ہو جائے تب بھی درد ہو جاتا ہے۔ دونوں صورتوں میں سے جو بھی
ہو، پریشان ہونے والی کوئی بات نہیں ہے۔"

مگر فاز جو چوکھٹ کے ساتھ ٹیک لگائے سست سے انداز میں کھڑا تھا، فوراً
اٹن شن ہو گیا۔ نیند بھی پوری طرح بھاگ گئی۔ مگر امل کے اگلے اقدام پہ وہ
مزید الجھا کیونکہ جو کچھ سیکنڈ پہلے درد میں تھی۔ اب بڑے آرام سے سیدھی
ہوئی اور یوں سٹور سے نکل گئی جیسے ابھی کچھ پل پہلے وہ درد سے بے حال نہیں
ہو رہی تھی۔ فاز نے پوچھا۔

"تمہیں درد تھا؟ اب کیا ہوا؟"

امل لاپرواہی سے آگے بڑھتے ہوئے بولی۔

"اب ختم ہو گیا ہے۔"

"یہ سالادرد ہے یا مذاق ہے؟"

"تم جا کر سو جاؤ۔"

"سوری آگے تم مجھے جگانے آئیں۔۔۔ میں گہری نیند میں تھا۔"

"کوئی بات نہیں ہے، بلکہ سوری تو مجھے کرنا چاہیے، تمہیں کسی خوشگوار خواب سے جگا کر تم پہ اتنا ظلم کیا۔"

"نہیں نیند سے جاگ کر جو منظر دیکھا تھا، وہ خواب تھا، پتا نہیں پھر کبھی دیکھنے کو ملے یا نہیں۔"

"نہیں ملے گا۔ اس بات کی تو میں گارنٹی دیتی ہوں۔"

"بڑی ظالم ہو، مجھ فقیر کو بھیک دینے سے کون سا تمہارے خزانے میں کمی ہو جانی ہے، پیار کی دولت تو جتنی بانٹیں اتنی بڑھتی ہے۔"

"امو اس کو بولیں اس وقت مجھے نہ چھیڑے۔"

"چچی کیا اپنے بچوں کی پیدائش کے وقت آپ نے بھی چچا کو یوں ایک پر پہ نچوایا تھا؟ سچ کہہ رہا ہوں ابھی سے سوچ لیا ہے، دوسرا بچہ نہیں لینا ہے، یہ تو تب تک مجھے ویسے ہی گنجا کر دے گی۔" اموان دونوں کو پُر شفیق نظروں سے دیکھ کر مسکرا دیں جبکہ امل بولی۔

"خوابوں کی دنیا سے مت نکلنا۔"

کچن میں فاز نے انار اپنے سامنے رکھے اور امو کے ساتھ مل کر دانے نکالنے لگا۔ امل نے منہ پکڑ کر واش روم کا رخ کیا۔۔ کھایا پیاسا نکل گیا تو جان کو کچھ سکون آیا۔ نڈھال سی آکر کرسی پہ ڈھے گئی روتے ہوئے بولی۔۔

"امو مجھ سے مزید برداشت نہیں ہوتا ہے، پلیز مجھے ہسپتال لیکر چلیں میں نے ڈاکٹر کو کہنا ہے آپریشن کر کے اس کو باہر نکالیں۔۔ نہ میں سو سکتی ہوں، نہ بیٹھ سکتی ہوں۔ نہ چل پھر سکتی ہوں۔ نہ کچھ کھانے کو دل کرتا ہے، اگر کھالوں تو ہضم نہیں ہوتا ہے۔"

فاز کے ہاتھ رک گئے۔ انار پلیٹ میں ڈال کر اٹھا اور آکر امل کے احتجاج کے باوجود اس کو اپنی بانہوں میں بھر کر زور سے بھیچا۔ پھر اس کے ماتھے پہ پیار کر کے واپس میز پہ بیٹھ کر ایک دفعہ پھر انار کے دانے نکالنے کا عمل جاری کرتے ہوئے بولا۔

"میں موسیٰ کو بتاؤں گا کہ تم نے اس کے لیے کتنی راتیں جاگیں ہیں۔" امل امو کے سامنے فاز کے اس انداز پہ پہلے ہی حیران ہو رہی تھی، مزید حیرانی سے بولی۔

"یہ موسیٰ کون ہے؟"

فاز نے بغیر رکے بتایا۔

"اگر ہمارا بیٹا ہو تو اس کا نام موسیٰ ہو گا۔"

امل کے دل کی دھڑکن تیز ہوئی۔

"یہ نام کس نے رکھا ہے؟"

جواب پھر فاز نے ہی دیا۔

"موسیٰ کی نانی نے رکھا ہے۔ اور یہی نام فائینل ہو گا۔"

امل نے ایک نظر امو پہ ڈالی جو مسلسل مسکرا رہی تھیں۔ جیسے ہی اذانیں شروع ہوئی، شیریں بھی دائی کے ہمراہ پہنچ گیا، امل کو نہ جانے کیوں دائی کے نام سے بھی ڈر لگ رہا تھا۔

"امل بیٹا جاؤ خالہ کو اپنے کمرے میں لے جاؤ۔"

امل نے مسکین سی شکل بنا کر انکار کرنا چاہا۔ مگر خالہ خود ہی اس کا ہاتھ تھام کر بولیں۔

"آؤ پتر، ڈرو نہیں۔۔ اللہ خیر کرے گا، میرا پچھلے پچیس سال کا تجربہ ہے،
یو نہی تجربے سے دائی نہیں بنی ہوں۔ تین سال کا کورس بھی کیا ہوا ہے،
تمہاری ماں کو مجھ پہ بھروسہ تھا تبھی تو مجھے بلایا ہے، ورنہ سیدھا ڈاکٹر کے پاس
لے جاتی۔" فاز خاموش رہا مگر پڑھ اٹل کو ہی رہا تھا۔۔ جو تین اناروں کے
دانے نکل چکی تھی۔

وہ پھر بھی ڈرتے ڈرتے خالہ کے ساتھ گئی۔ پانچ منٹ کے معائنے کے
بعد انہوں نے باہر اکرامو کو مبارک باد دی۔ "رات تک درد تیز ہو جائے گا،
پہلا بچہ ہے چوبیس گھنٹے لگ سکتے ہیں۔ بس بچے کے دل کی دھڑکن برابر چیک
کرتی رہنا۔ میں دس بجے کے قریب آکر ایک دفعہ پھر لڑکی کو دیکھ جاؤں گی۔
تھکی ہوئی ہے، کوشش کرو درد کی گولی لیکر تھوڑی دیر اگر نیند لے سکے، اگر
اس دوران کوئی تبدیلی ہو تو میرے ہسپتال لے آنا۔ یا جو اس کی ڈاکٹر ہے، اس
کے پاس لے جانا۔ میں اب چلتی ہوں۔ شیریں پتر سے کہو مجھے چھوڑ آئے۔"
"اتنی جلدی کیوں ہے، آپ آئی ہیں تو کم از کم ناشتہ تو کر کے جائیں۔"
"نہیں میری بہن۔ ابھی ہسپتال میں ایک لڑکی کو میری شدید ضرورت
ہے، میں اس سے وعدہ کر کے آئی ہوں کہ آدھے گھنٹے تک واپس آ جاؤں گی،
یہ بھی تمہارے ساتھ سالوں پرانا تعلق ہے تو تمہارے ایک دفعہ آواز دینے پہ
چلی آئی ہوں، رونہ اب میں صرف ہسپتال پہ ہی مریض دیکھتی ہوں۔"
"چلیں پھر جیسے آپ کی مرضی۔ ایک دفعہ بچہ خیر سے آجائے میں آپ
کو خوش کر دوں گی، ابھی کے لیے یہ اپنی فیس لیں۔" امونے ہزار ہزار کے دو
نوٹ ان کے ہاتھ پہ رکھے، اور باہر دروازے تک چھوڑنے آئیں۔

اٹل نے خالہ کی ہدایت کے مطابق درد کی گولی لی، امونے دودھ ابال کر اس میں ایک انڈا مکس کر کے اس کو پینے کو دیا۔ جس پر وہ بہت منہ بناتی رہی مگر امونے زبردستی لاڈ پیار کے ساتھ پلا دیا۔ تھوڑی دیر چہل قدمی کرنے کے بعد وہ سو گئی۔ اہلی نے نماز پڑھ کر پانی دم کیا اور بیٹی کے کمرے میں رکھ آئے۔ بیوی کو ہدایت دے دی کہ جب یہ نیند سے اٹھے تو یہ پانی پلا دینا۔ امونے شوہر بیٹے اور داماد کو ناشتہ بنا کر دیا۔ شیریں یونیورسٹی چلا گیا۔ فاز کو آفس جانا پڑا۔ مگر وہ پُر زور اصرار کر کے گیا کہ ضرورت پڑی تو مجھے کال کر دی جائے۔

امونے فون کر کے اپنی جھٹھانی کو اٹل کی حالت سے مطلع کیا۔ دس بجے سے پہلے ہی اماں گاؤں سے آگئیں۔ دن تین بجے اٹل کو ہسپتال لیکر جایا گیا۔ فاز آفس سے سیدھا آیا تھا۔ چھ بجے اٹل نے صحت مند بیٹے کو جنم دیا۔ پیدائش کے ساتھ ہی سب کو نام بتا دیا گیا کہ موسیٰ آیا ہے۔ جس کو سب سے پہلے اس کی ماں نے اٹھایا تھا۔

نم آنکھوں اور کانپتے ہاتھوں سے بیٹے کو پکڑ کر کئی پل غور سے اس کے نین نقش پڑھتی رہی۔ پھر امو کو دینے سے پہلے بیٹے کے گال پہ پیار کیا۔ جو منہ کھول کھول کر بھوک کا احتجاج کر رہا تھا۔ سارے وارڈ میں مٹھائی بانٹی گئی۔ باری باری صفائی والا عملہ تارڑ خاندان کے بڑوں کو مبارک بار دینے آیا۔ جواب میں ان کو ہزار ہزار روپیہ دیا گیا۔۔۔ جو نرس اٹل کا خیال کر رہی تھی، اس کو سوٹ ملا ساتھ پانچ ہزار کانوٹ کیونکہ کیس نارمل ہوا تھا اس لیے رات دس بجے اٹل کو چھٹی مل گئی۔ سب کچھ اتنا اچانک ہوا تھا کہ امو کو بچے کی شاپنگ کا بھی وقت نہ ملا تھا، وہی چند کپڑے تھے جو دادی آتے ہوئے ساتھ لیکر آئیں تھی۔

امل کو گھر پہ فاطمہ کی نگرانی میں چھوڑ کر امو اور تائی اماں فاز کے ساتھ مارکیٹ گئیں۔ امل اور بچے کی ضرورت کی چیزیں لیکر آئیں۔ فاز کو سارا دن ایک پل بھی امل کے ساتھ اکیلے میں میسر نہ آیا تھا۔ کچھ وہ سوچے بیٹھا تھا ابھی ڈلیوری میں دو ہفتے تو آرام سے نکل جانے ہیں۔ بیٹے نے یوں اچانک سے انٹری مار کر باپ کو ششدر کر دیا تھا۔

پہلی رات تو تائی اماں نے بیٹیوں اور نندوں کو، منع کر دیا کہ آج کوئی بھی بچہ دیکھنے نہ آئے، امل تھوڑی سنبھل لے تو آ جانا۔ اس لیے سنت کے مطابق سات دن بعد موسیٰ کا عقیقہ رکھا گیا۔ سب کو تب ہی کی دعوت بھیجی گئی۔ اماں نے تو بیٹے کو بھی ڈانٹ کر گھر بھیج دیا۔

"ابھی وہ ٹھیک نہیں ہے۔ ایویں نا اس کے ساتھ چپکتے پھرنا۔"

جس پہ وہ جھنجھلایا ہوا بولا۔

"ساری دنیا بچے پیدا کرتی ہے، مگر آپ کی بہو تو جیسے انوکھی ماں بنی ہے۔"

"

اماں پہ کسی چیز کا اثر نہ ہوا۔

"تم نیویں نیویں ہو کر نکلو یہاں سے۔"

"ایک دفعہ اس کو بیٹے کی مبارکباد تو دے لوں۔"

"فون کر کے دے لینا اور ملنا ہوا تو عقیقے والے دن آ جانا۔" اماں کو پتا تھا

بہوان کے بیٹے سے خار کھاتی ہے، اس لیے وہ چاہر ہی تھیں کہ امل کچھ وقت اپنے بچے کے ساتھ تنہا گزارے، فاز کے بغیر تاکہ اس کا موسیٰ کے ساتھ تعلق بن سکے، کیونکہ امل کے الفاظ سارے خاندان نے سنے ہوئے تھے کہ بچہ ہو جائے میں تمہیں چھوڑ دوں گی، اپنی طرف سے وہ بہو کے دل میں اپنے بیٹے کے لیے

جگہ بنانے کی کوشش میں تھیں۔ پورا ہفتہ انہوں نے اہل کے ساتھ گزارا۔
اہل کو فیذ کروانا نہ آتا۔

امو اور اماں بی اس کو شفقت سے سمجھاتیں۔ نیپا بدلنے لگتی تو متکی آتی
اوپر سے رونے لگ جاتی۔ امو پریشان بھی تھیں کیونکہ اہل ڈپریش میں تھی۔
ہر روز کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر دوسے تین دفعہ رو لیتی تھی۔ فاز نے اس کے نمبر
پر فون کیا مگر اہل نے اٹھایا نہیں۔ میج کیا تو دیکھ کر چپوڑ دیا۔ جس پہ فاز نے بھی
غصے میں دوبارہ میج ہی نہ کیا۔ آخری پیغام کچھ یوں تھا۔

"میں جتنا تمہارے آگے پیچھے پھرتا ہوں، اتنا تمہارا دماغ ہوا میں معلق
ہوتا ہے۔ بھار میں جاؤ۔"

اہل نے میج پڑھ کر جواب میں شکر یہ لکھ دیا۔ فاز نے جواب دیا۔
"مغرور عورت انتہا کی بد صورت نکلتی ہے۔ اور بد دماغ عورت مرد کے
لیے کوئی کشش نہیں رکھتی ہے۔"

جب یہ میج آئے وہ کمرے میں اکیلی تھی۔ تانی امی اس دن گھر گئی ہوئی
تھیں۔ امو مومئی کو تیار کر رہی تھیں کیونکہ اس کے چیک اپ کے لیے ڈاکٹر
کے پاس جانا تھا، وہ اہل کو تیار ہونے کا بول کر گئی تھیں۔ جب فاز کا یہ پیغام
موصول ہوا۔ اہل نے رورو کر بُرا حال کر لیا۔ اپنی طرف سے آنکھیں دھو کر
واش روم سے نکلی تھی، مگر جب ماں کو دیکھا تو ایک دفعہ پھر سے آنسو نکل
آئے۔ امو نے اس کی سوجھی سرخ آنکھیں دیکھ کر اس کو اپنی آغوش میں سا
کر اس کا چہرہ چوما۔ ساتھ خود بھی رونے لگ گئیں۔

"کیوں ایسا کرتی ہو؟ چار دن کا تمہارا بچہ ہے، کچا جسم ہے، کیوں اپنی
بڈیوں میں بیٹھ رہی ہو کیا بات ہے جس پر اتنا روتی ہو۔"

وہ ہچکیوں میں بولی۔
 "زندگی میں کشش ہی محسوس نہیں ہوتی ہے امو میں کیا کروں میرا دل
 کرتا ہے اپنی جان لے لوں، کچھ کھالوں۔۔۔ وہ میری عزت نہیں کرتا ہے۔
 میں اس کے بچے کیسے پاؤں گی؟ امو میں کیا کروں گی؟ مونس کو پکڑتی ہوں تو
 اس کو چھوڑنے کے خیال سے کلیجہ کھٹکتا ہے، میں اس کو کیسے چھوڑ سکوں گی۔
 مجھے اس کو سنبھالنا نہیں آ رہا کیونکہ میرا دماغ ان سوچوں سے رہا ہی نہیں ہو رہا
 ہے۔ اس کے بغیر کیسے رہوں گی؟ اور اگر اس کے ساتھ رہوں تو اس کے باپ
 کو کیسے برداشت کروں گی؟"

ابی باہر سے اس کی بات سُن رہے تھے، اس کو یوں بلکتے دیکھ کر اندر
 آگئے۔ امو کو بولا۔

"جاؤ اس کے لیے پانی لیکر آؤ۔" انہوں نے امل کو ساتھ لگا کر بیڈ پہ
 بٹھایا۔ اس کے سامنے کرسی کھینچ کر خود بھی بیٹھ گئے۔

"تم فاز کو چھوڑنا چاہتی ہو تو ٹھیک ہے، میں تمہارے ساتھ ہوں۔ یہ
 حقیقہ گزر جائے، میں فاز سے کہہ دوں گا وہ تمہیں طلاق دے۔"

امل نے روتے ہوئے کہا۔

"ابی وہ طلاق نہیں دے گا۔"

"ٹھیک ہے، ہم خلا لے لیں گے"

"آپ میرا ساتھ دیں گے؟"

ابی نے اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے اور اس کی آنکھوں میں
 دیکھتے ہوئے پُر یقین لہجے میں بولنے لگے۔

"اگر میری بیٹی اس قدر تکلیف میں ہے کہ خود کو ختم کرنے جیسا گناہ سوچ رہی ہے تو میں اتنا کیا گزرا تو نہیں ہوں کہ بیٹی کی لاش کا انتظار کروں۔ مجھے فاز تمہارے لیے ہمیشہ سے پسند تھا۔ اس لیے میں نے تمہارا ہاتھ اس کو دے دیا، میں غلط تھا، مجھے تمہاری مرضی کو اہمیت دینی چاہیے تھی۔ مجھے لگا کہ تم دونوں ہم عمر ہو، کہیں کہیں مجھے ایسا بھی لگا تھا کہ تم اس کو پسند کرتی ہو مگر ظاہر نہیں کرتی ہو، کیونکہ ایک تو وہ ہمیشہ سے میرے بڑا قریب رہا ہے، کچھ زبان کا بھی کڑوا ہے، اس لیے تم اس کو دیکھ کر چڑجاتی تھیں۔ وہ بھی جس طرح تمہارے ہر معاملے میں خاص دلچسپی لیتا تھا، مجھے ہمیشہ ایسا لگا کہ وہ بھی تمہیں پسند کرتا تھا، مگر کھل کر اس نے بھی کبھی اس بات کا اعتراف نہ تو اپنے باپ کے سامنے کیا نہ میرے سامنے کیا ہے، تمہاری اور اس کی شادی میرا اور تمہارے تایا کا مشترکہ فیصلہ تھا۔ میں ہر حال میں تمہیں فیشن شو میں ماڈلنگ سے روکنا چاہتا تھا، کیونکہ ہم گاؤں کے لوگ ہیں جہاں آج بھی شو بز کو ایک خاص طبقے سے ہی منسلک کیا جاتا ہے، گاؤں کے چوہدریوں کی بیٹیوں بہنوں کا ایسے کاموں میں آنا کوئی بھی برداشت نہیں کرے گا، ہمارا ماحول نہیں ہے۔ تمہیں برا لگتا تھا کہ وہ تمہارے باپ کا اتنا پسندیدہ کیوں ہے، اس لیے اس کو پسند کرنے والے جذبات پہ نفرت اور ناپسندیدگی نمبر لے گئی، کچھ رہی سہی کسر ہم لوگوں نے تمہاری شادی جن حالات میں کروائی اس نے پوری کر دی ہے، تم اب یہیں رہو گی۔ عقیقہ سکون سے گزر جائے، پھر میں فاز سے بات کروں گا اور مجھے امید ہے وہ مجھے مایوس نہیں کرے گا۔"

اٹل کی روح ایک دم سکون میں ہو گئی امید بھری نظروں سے باپ کو دیکھا پھر اپنے خدشے کا اظہار کیا۔

"ابی وہ موسیٰ کو میرے حوالے نہیں کرے گا۔"

"اس کی تم فکر نہ کرو۔ تمہارا بچہ تمہارے ساتھ ہی رہے گا، بلکہ میں کہوں گا، تم کچھ مہینے خود کو دو، غیر جذباتی ہو کر فیہلمہ لینا۔ تمہارا جو بھی فیملی ہوا ہم تمہارے ساتھ ہیں، مگر میری جان کبھی بھی خود کو نقصان پہنچا کر ماں باپ کو جیتے جی زندہ قبر میں اتار کر مت جانا، تم میری بڑی اولاد ہو، میرے دل کا ٹکڑا ہو، تمہاری تکلیف کا سوچ کر میں بہت پریشان رہا ہوں، تمہارا دل کہ نہیں سہہ سکتا ہوں۔ تمہارا باپ کمزور ہے اہل اس کو اپنی جدائی کا غم نہ دینا میری بیٹی۔"

ابی نے آنسو بھری آنکھوں سے اس کے سامنے اپنے ہاتھ جوڑ دیئے۔ دونوں باپ بیٹی ایک دوسرے کو گلے لگا کر رو دیئے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

یہ زندگی کا شیوہ ہے، جب بھی انسان یہ سمجھتا ہے کہ اب سکون ہو گیا ہے، آزمائش ختم ہو گئی ہے۔ تب ہی زندگی نیا موڑ لیتی ہے، اور ایک نئے زخم سے انسان کو نڈھال کرتی ہے۔ مگر جدائی کا غم ایسا ہے، جس کی تکلیف کبھی کم نہیں ہوتی ہے، یہ زخم اتنی گہرائی تک انسان کو اندر سے کاٹ دیتا ہے، کہ لفظوں، تسلیوں دلا سوں کے پھا ہے ٹانگے یہ زخم سلائی نہیں کر پاتے۔ آنسو زخم بھرنے کی کوشش میں نڈھال ہو جاتے ہیں، اگر اہل کو لگتا تھا کہ زندگی پہلے مشکل تھی تو اب لگنے والی چوٹ نے اہل کو جذباتی طور پر مفلوج کر دیا، اندر اتنی خاموشی بھر دی کہ باہر کی ہر آواز اپنا اثر کھو گئی۔

ابی سے بات ہو جانے کے بعد سے وہ رونی نہیں تھی۔ بلکہ اب تو وہ بات بے بات مسکراتی بھی تھی، بہن بھائی کے ساتھ بھی پہلے کی طرح پیش آنے

بگمنی تھی۔ موسیٰ کا باپ عقیقے پر گھر پہ آیا تھا، مگر غصے میں امل کے پاس نہ آیا، نہ ہی وہ جان بوجھ کر اس دن اپنے کمرے سے نکلی تھی۔ مگر وہ گھر جانے سے پہلے اس کے پاس آ ہی گیا۔ ایمان کو بال رنگنے کا نیا نیا شوق ہوا تھا، اس نے امل کے بالوں کو لیئرز میں کاٹنے کے بعد ان کا رنگ کیا اور آج کے لیے خاص طور پر پر مینگ کر کے کھلے چھوڑے ہوئے تھے، کمر تک آتے بالوں میں کہیں نیلی لٹ آتی کہیں جامنی کہیں گولڈن لٹ۔ نظر آ کر چھپ جاتی، فیروزی اور سفید رنگ کے امتزاج سے بنائیٹ کے دوپٹے والا سوٹ جس کے ساتھ بیل باٹم کا سفید ٹراؤزر اس کے لمبے قد پہ بہت بیچ رہا تھا۔

دونوں ہاتھوں پہ مہندی لگی ہوئی تھی۔ کلائیوں میں سفید اور فیروزی رنگ کی کانچ کی چوڑیاں بھری ہوئی تھیں۔ جس وقت وہ بغیر اطلاع دیئے اس کے کمرے میں داخل ہوا وہ آئینے کے سامنے کھڑی ہو کر اپنے بالوں میں لگی بنیں نکال رہی تھی۔ فاز کا چہرہ اپنے پیچھے شیشے میں ابھرتا دیکھ کر اس کے ہاتھ وہیں کے وہیں رک گئے۔ وہ تو سمجھی تھی وہ چلا گیا ہو گا۔ کیونکہ اس کی سسرال گھنٹہ پہلے واپس چلی گئی تھی، اجن میں ماں بھی شامل تھیں۔

امل کا دل پسلیاں توڑ کر باہر آنے کو تیار ہو گیا۔ فاز نے کالی شلوار قمیص پہنی ہوئی تھی، بال پہلے سے کافی لمبے ہو رہے تھے، ورنہ تو وہ ہمیشہ چھوٹے چھوٹے بال رکھتا تھا، امل نے ایک پل کو آنکھیں میچ کر اندر ہی اندر دعا کی کہ اس پل کوئی وہاں آ جائے۔ ابی، امو، شیریں، چھمو کوئی بھی آ جائے۔ فاز آ کر اس کے سامنے ڈریسنگ کے اوپر بیٹھ کر اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"گھر کب چلنا ہے؟"

امل نے اپنے اور اس کے درمیان فاصلہ پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"ابی سے پوچھ لو۔"

"کیوں؟ کیا تمہاری زبان چھٹی پہ گنی ہوئی ہے؟"

وہ دو قدم مزید دور ہوئی اس کے مخالف سمت میں اُٹھتے قدم فازی برداشت کا امتحان لے رہے تھے۔ مگر اس نے امل کو ہاتھ نہ لگایا۔ وہ بولی۔
"مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی ہے؟"

فاز نے سینے پہ ہاتھ باندھتے ہوئے گہری سانس بھری اور بولا۔

"کاش یہ اتنا آسان ہوتا امل جی یا کاش یہ آپ کے پاس اس فاز نامی وجود کا ریوٹ ہوتا تو آپ اس کو اپنی مرضی و منشا کے مطابق چلا سکتیں۔ مگر آپ کی بد قسمتی کہ ایسا نہیں ہے۔ بات تو کرنی ہی پڑے گی۔ میری ماں مجھے یہاں رکنے نہیں دیتی، تمہاری ماں تمہیں ساتھ لیجانے نہیں دیتی، میں کب تک یوں ان دونوں عورتوں کا منہ دیکھتا رہوں گا؟ تم فون تک نہیں اٹھاتی ہو۔ میں آج پورے آٹھ دن بعد تم دونوں کی شکل دیکھ رہا ہوں۔ فار گاڈ سیک تم ابھی جا کر امو سے کہو کہ تم گھر جانا چاہتی ہو۔ مجھے وہ بہانے بنا کر ٹال گئی ہیں، تمہیں کچھ نہیں کہیں گی۔"

امل نہیں چاہتی تھی کہ وقت سے پہلے لڑائی شروع ہو۔ اس لیے مصلحت کا دامن تھامتے ہوئے بولی۔

"امو کہتی ہیں، چھلا پورا ہونے تک میں یہیں رہوں گی۔"

وہ خفگی سے بولا۔ "نہ جانے ان کو کس سائنسدان نے یہ مشورہ دے دیا

ہوا ہے۔ وہی سو سال پرانے روسم ورواج لیکر بیٹھے ہوئے ہیں۔"
امل کے منہ سے نکل گیا۔

"تم نے مجھے جو میسج کئے تھے ان کا کیا مطلب تھا؟"

فاز نے وہیل اس کو دیکھا۔

"تم نے مطلب سمجھے بنائی میرا شکریہ ادا کر دیا تھا؟"

"ایسا تم اپنے الفاظ پر اب بھی قائم ہو؟"

"تم ایک مغرور عورت ہو۔ اس میں ایک رتی کا بھی شک نہیں ہے۔ یہ تو

جہاد ادا ملے انا والے مرد سے پنے کیا ہے، ورنہ اگر میری جگہ کوئی عام مرد ہوتا اس وقت تمہارا اپنی بھر رہا ہوتا۔ تم ان عورتوں میں سے ہو، جو مرد کو نیچے اٹکا کر رکھنا چاہتی ہیں، جو چاہتی ہیں مرد نوکروں کی طرح ان کے ناز نخرے ہی دیکھتا رہے، پھر بھی اس کی عزت نہیں کرتی ہیں۔"

اٹل مسکرا کر بولی۔

"اور تم پھر بھی ایسی عورت کے ساتھ ہی کیوں رہنا چاہتے ہو؟ مجھے چھوڑ دو۔"

فاز ڈریسنگ سے ہٹ کر اس کے پاس آیا اپنے ہاتھ کمر کے پیچھے باندھ کر چہرہ اٹل کے چہرے کے پاس جھمکایا۔

"تمہاری اور میری علیحدگی ہو ہی نہیں سکتی ہے۔ کیوں پاگلوں کی طرح ایک بات کو دہرائے جاتی ہو؟ میں ان مردوں میں سے نہیں ہوں۔ جو عورت کو کنٹرول نہ کر سکیں۔ جو عورت کے ہاتھوں بلیک میل ہو جائیں۔ مجھے لگام ڈالنی آتی ہے، اس لیے میری جان مجھے چیلنج کرنے کی غلطی نہ کرنا۔ ماں باپ کے ساتھ کچھ دن اور رہنا ہے؟ رہ لو۔۔ مگر اس کے بعد لوٹ کر اپنے گھر ہی جانا ہے۔ گاؤں نہ جانا چاہو تو بھی کوئی ایشو نہیں ہے۔ یہیں لاہور میں مکان لے لیں گے۔" فاز نے اپنی شہادت کی انگلی سے اٹل کی کنپٹی پہ ہلکی سی ضرب لگائی۔

"اب تم میری بیوی ہی نہیں ہو۔ مونس کی ماں بھی ہو، ماؤں کا اتنا مقام
یو نہیں نہیں رکھا گیا ہے، ان کے فرائض کی بنیاد ہے۔ اب اپنی مری حسرتوں پر
آنسو بہا کر حال میں لوٹ آؤ۔ اسی میں سمجھداری ہے۔ ویسے بھی طلاق یافتہ
عورت کی ہمارے معاشرے میں کوئی عزت نہیں ہے، لوگ کہتے ہیں جو ایک
گھر نہ چلا سکی وہ دوسرا کیسے بسائے گی۔ پاکستان میں طلاق ہو جائے نا تو عورت
کی وقعت ختم ہو جاتی ہے، کسی مرد کے استعمال میں رہی عورت کے ساتھ کوئی
دوسرا مرد شادی کرنا پسند نہیں کرتا ہے، استعمال شدہ مال کسی کو بھی اچھا نہیں
لگتا ہے، اسی لیے پھر کسی بچوں کے باپ کے ساتھ یا کسی بوڑھے کے ساتھ بیاہ
دی جاتی ہیں۔ کہ چلو کہیں نہ کہیں تو ٹک جائیں۔ طلاق یافتہ عورت پر اعتبار
کوئی نہیں کرتا ہے، اتنا بہت ہے یا میں مزید گہرائی میں جا کر اس پر روشنی ڈالوں
؟" امل پیچھے ہو کر بیڈ پہ بیٹھ گئی اور بولی۔

"یہ اصول کس نے بنائے ہیں؟ تم جیسے لوگوں نے۔۔۔ جن کے لیے
عورت صرف ایک وجود ہے۔ جو اس کو ایک حیثیت دینے کو تیار نہیں ہیں۔
اور جو عورت و مرد یہ کہتے ہیں نا کہ طلاق یافتہ عورت کی کوئی عزت نہیں ہوتی
ہے، وہ اسلام کی تعلیم سے کھلا انحراف کرتے ہیں۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ
طلاق یافتہ سے نہ بیٹے کی شادی کرنی ہے نہ بھائی کی۔۔۔ وہ لوگ نبی پاک
ﷺ کی سنت کی توہین کرتے ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں، جو بہنوں اور بیٹیوں کی
لاشیں اٹھانے کو تو تیار ہوتے ہیں، مگر ان کو جینے کا حق دان نہیں کرتے ہیں۔
ہمارے اس معاشرے میں ان گندے اور بد بودار رواجوں کے پلنے میں مرد
سے کئی گنا زیادہ عورت قصور وار ہے، کیونکہ وہ اپنے بیٹوں کی تربیت ہی نہیں
کر پائی ہے، اس لیے فاز صاحب مجھے معاشرے کا ڈر سنا کر متاثر نہ کیا جاسکے گا،

میں ایسے بے رحم رواجوں کو پیر کی جوتی پر رکھتی ہوں۔ شادی نام ہی عزت
 حفاظت اور سکون کا ہے، پیار تو اللہ نے دلوں میں ڈالنا ہوتا ہے۔ مگر عزت کرنا
 تو مرد کے بس میں ہوتا ہے اور جس شادی میں یہ بنیادی اجزاء ہی شامل نہ
 ہوں۔ اس کا ختم ہو جانا ہی بہتر ہوتا ہے۔"

فاز اس کو دیکھ کر طنز یہ مسکرایا۔ "اٹل کاش تمہیں اندازہ ہو۔ جب تم
 خاموش رہتی ہو نا؟ تمہارا حسن قیامت ڈھاتا ہے۔ مگر جیسے ہی زبان کھولتی ہو،
 تمہارے خیالات تمہیں بے انتہا بد صورت کر دیتے ہیں۔ کوشش کرو اپنی اس
 خامی پر قابو پا لو۔ زندگی اچھی گزرے گی۔ ورنہ ساری عمر تمہیں یہ طعنے سننے کو
 ملیں گے کہ اٹل اتنی خوبصورت ہو کر بھی فاز کا دل نہیں جیت پائی، وہ بچا رہ
 باہر مال دیکھنے پر مجبور ہے، سارے لوگ مجھ سے ہمدردی کریں گے۔ اس لیے خود
 کو بدلو۔"

اٹل نے تھوک نگلا۔۔ بڑی مشکل سے اپنے غصے کو اظہار سے روکے
 رکھا۔ ورنہ جی چاہ رہا تھا فاز کو شیشہ دکھا کر گھر سے نکال دے۔ مگر چپ رہی۔۔
 فاز بولا۔

"تمہارے پاس تین دن ہیں۔ چار دن بعد تمہیں لینے آؤں گا۔ مجھے
 فضول کے ڈرامے نہیں چاہیے ہیں، تیار رہنا۔ ابھی چلتا ہوں۔ تمہارے بغیر
 میری راتیں بے رونق ہیں۔ دن تو چلو کام میں گزر جاتا ہے، رات کو تمہاری
 کمی شدت سے محسوس ہوتی ہے۔ مگر اماں نے سختی سے منع کیا ہے جب تک
 موسیٰ دو ماہ کا نہیں ہو جاتا۔ اٹل کے پاس مت جانا، ان سے کوئی پوچھنے والا ہی
 نہیں ہے۔"

وہ اپنے جبرے کو اتنی سختی سے میچے ہوئے تھی کہ دانت درد کرنے لگے۔
 فاز نے اس کے گال پہ پیار کیا اور چلا گیا۔ کمرے کا دروازہ بند ہونے کے
 بعد امل نے اپنا دوپٹہ اتار کر بیڈ پہ پھینکا اور واش روم میں جا کر صابن ہاتھ پہ لگا
 کر اپنی گال کا وہ حصہ رگڑنے لگی، جہاں پہ فاز کے لب لگے تھے۔۔۔ خوب رگڑ
 رگڑ کر جب تسلی ہو گئی تو سامنے لگے آئینے میں ابھرتے اپنے عکس کو دیکھتے
 ہوئے پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ بولی۔

"فاز اور نگزیب یہ آخری بار تھی کہ تمہارے ناپاک لبوں نے مجھے چھوا
 ہے۔ آئندہ ایسا نہیں کر پاؤ گے۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆

"شیری راستے میں مارکیٹ سے ہوتے ہوئے جانا ہے، مجھے دوپٹے پہ
 لیس لگوانی ہے۔" امو کے کہنے پر شیری نے اکتائی ہوئی شکل بنائی۔

"آپ صبح آکر اپنے کام کر داتی رہنے گا، میں نہیں لے جا سکتا ہوں۔"
 امل نے سیٹ کے پیچھے سے شیری کے سر پہ تھپڑ جھڑا۔

"آرام سے گاڑی مارکیٹ لیکر چلو۔۔۔ جانتی ہوں گھر جا کر تم نے کون سے
 کارنامے سرانجام دیئے ہیں۔ اتنے ہی مرے جارہے ہو تو یہیں ہمارے
 سامنے اس کا نمبر ملا لو، جس کے ساتھ ساری رات من من چلتی رہتی ہے، بے
 شرم انسان۔ ایک لڑکی رات کے ڈھائی بجے ایزی لوڈ مانگے اسی وقت بھاگ
 کھڑے ہوتے ہو۔ ماں کوئی کام کہہ دے تو ساتھ ہی موت پڑ جاتی ہے۔"

شیری اپنا سر پیچھے سے سہلاتے ہوئے بولا۔

"شادی کے بعد تمہارے ہاتھ کتنے بھاری ہو گئے ہیں۔ لگتا ہی نہیں کہ سر تھپڑ پڑا ہے، ایسے لگا جیسے اینٹ مار دی ہو۔۔ اُف تم اپنے گھر کب جاؤ گی؟ جم ہی گئی ہو۔"

"بے فکر رہو میں کہیں نہیں جا رہی ہوں۔ اپنے گھر پہ ہی ہوں۔"

"کیوں کیا فاز کو گھر داماد رکھ رہی ہو؟"

"تمہیں پتا چل جائے گا، کیا کروں گی، فلحال تو مارکیٹ چلو۔"

"یار آپ پہلے تمہارے بیٹے کے چیک اپ کے سلسلے میں ہسپتال میں دو گھنٹے لگے ہیں۔ اب تم لوگ مارکیٹ گھس گئیں تو رات یہیں نکلنی ہے، ایسے پلیز کل آجانا۔"

"کل نہیں ناکام آج ہے، صبح امو لوگ شادی پہ جا رہے ہیں۔ ان کو دوپٹہ چاہیے ہے۔"

"تو امو کوئی پرانا دوپٹہ لے لیں نا۔"

"تم ہمیں مارکیٹ اتار دو۔ اور موسیٰ کو گھر لے جاؤ۔ ایک گھنٹے بعد ڈرائیور کو لینے بھیج دینا۔"

امو نے مشورہ دیا جو شیرمی کے دل کو لگا۔ وہ ان دونوں ماں بیٹی کو مارکیٹ اتار کر گھر چلا گیا۔ امو اپنے دوپٹے کو لیس لگنا دینے کے لیے پہلے پیکو والے کے پاس گئیں۔

لیس والے نے ان کو آدھے گھنٹے کا انتظار بتایا، انہوں نے کپڑوں کی دکان کا رخ کیا۔ امو نے امل کے لیے دو سوٹ پسند کئے، دو ایمان کے لیے اپنی دفعہ وہ ٹال رہی تھیں۔ مگر امل نے ان کو کھاڑی کے دو سوٹ اپنے پلے سے لیکر دیئے۔ دو سوٹ تائی امی کے لیے بھی خریدے۔

اس بل فاز کا اس کو پیسے دیکر جانا یاد آیا۔ یہ پیسے اس نے موسیٰ کی پیدائش کے وقت دیئے تھے، مگر خرچ سارا پھر اس نے خود ہی کیا تھا، اہل سے نہیں مانگے تھے، اور اس کے علاوہ جو ضرورت پڑی وہ ابی امو نے پوری کر دی اسلئے فاز والے پیسے اس کے بیگ میں ویسے کے ویسے ہی دھرے ہوئے تھے۔

اہل نے اپنے لیے سادہ میروں چمڑے کا کھس لیا، ایمان کے لیے پمپس اور امو کے لیے انگوٹھے والی فینسی چپل لی، جو سوٹ انہوں نے کل شادی پہننا تھا، وہ اس کے ساتھ بیچ کرتی تھی۔

بچوں کے سیکشن سے گزرتے ہوئے اس نے زندگی میں پہلی دفعہ بچوں کے کپڑوں کو توجہ سے دیکھا۔ موسیٰ دو ہفتے کا ہو رہا تھا، مگر کپڑے اس کو ایک ماہ کے بچے والے آسانی سے آرہے تھے۔ ابھی اس کو بہت سے تحفے ملے ہوئے تھے، مگر پھر بھی اہل نے اس کے لیے ایک کمبل لیا اور تین سوٹ لیے ساتھ میں میچنگ جرابیں وغیرہ لیں۔ دوپٹہ بھی واپس مل گیا مگر ان کا ڈرائیور ابھی نہیں پہنچا تھا۔ اہل امو کو ساتھ لیکر ڈھابے کے سٹائل میں کھلنے والے نئے ٹی سٹال پہ لے آئی۔ ایک طرف لگے میزوں میں سے ایک کا انتخاب کر کے وہ دونوں بیٹھ گئیں اہل اپنے سوٹ کو نکال کر اس کا رنگ دیکھتے ہوئے اس کے پرنٹ پہ تبصرہ کرنے لگی۔ امو نے کہا۔

"اس کے ساتھ جامنی رنگ کی لیس لینا۔ سامنے بٹن لگوا کر اچھی سی شرٹ تم پہ بہت چمچے گی۔" اہل بولی۔

"ابھی تو میرے پاس بہت کپڑے سلائی ہوئے پڑے ہیں۔ میرا وزن تھوڑا کم ہو جائے پھر یہ والے سلواؤں گی۔ ابھی تو میرا پیٹ نظر آتا ہے۔ ڈائینگ کر کے کنٹرول کروں گی۔"



چائے آگنی ساتھ میں دال کے بنے بسکٹ تھے۔ اپنی چائے کا ایک سپ
لینے کے بعد امونے کہا۔

"چائے تو بہت عمدہ بنی ہوئی ہے، اسی لیے ان کے پاس اتنا رش ہوتا
ہے۔"

اٹل نے ان کی ہاں میں ہاں ملائی۔ امو کہنے لگیں۔

"ڈائیننگ وغیرہ کا ابھی سوچنا بھی نہیں ہے، ابھی بچے کو فیڈ کروا رہی ہو،
تمہیں خود اچھی خوراک کی ضرورت ہوگی، دوسرا چھ ماہ تک ویسے ہی تمہارا
جسم پرانی ساخت میں چلا جائے گا۔ اگر نہ ہو تو پھر کر لینا ڈائیننگ۔۔۔ مگر ابھی
نہیں۔" اٹل نے امو کو غور سے سُنتے ہوئے نظر اٹھا کر سامنے دیکھا۔ فاز کی
گاڑی پارک تھی۔ پہلی نظر میں وہ یہی سمجھی کہ شیری نے اس کو انہیں لینے
کے لیے بھیج دیا ہے۔ مگر پھر اگلی سیٹ پہ براجمان لڑکی پہ نظر پڑی۔ اٹل کو اپنی
نگاہ پہ یقین نہ آیا۔ یہ آدمی کس قدر ذلیل انسان ہے۔ آج اپنے ساتھ ایک نیا
چہرہ لیے گھوم رہا ہے۔ ایسے لوگ شادی کیوں کرتے ہیں؟ اور یہ دو دن پہلے
مجھے اخلاقیات پہ لیکچر دے رہا تھا۔ اس نے امو کو اشارہ کیا۔

"اپنے پیچھے دیکھیں کون کس کے ساتھ چائے پینے کے لیے آیا ہوا ہے۔"

"کون ہے؟" امونے یہ کہتے ہوئے گردن موڑ کر دیکھا۔ اپنے پسندیدہ
داماد کو کسی انجان چہرے کے ساتھ ہنستے دیکھ کر امو کے منہ کا ذائقہ بدل گیا۔
بولیں۔

"کوئی کو لیگ ہوگی۔۔۔"

اٹل کا قہقہہ دل جلا گیا۔

"ماں میری پیاری ماں۔۔۔ ماں لو۔۔۔ داماد ایک نمبر کا کھلاڑی ہے، مگر یہ اب آپ کا داماد نہیں رہے گا۔"

امو سیدھی ہو کر بیٹھ گئیں۔ گہرا سانس بھر کر آنکھ میں اٹڈ آنے والے پانی کو ٹشو میں جذب کرتے ہوئے گویا ہوئیں۔

"مجھے علم ہے کہ تم باپ بیٹی نے فیصلہ کر لیا ہے، تمہیں اپنا اچھا برا سوچنے کا پورا حق حاصل ہے۔ مگر امل مجھے تم دونوں کی جوڑی بہت زیادہ پسند ہے، میں نے کل رات تہجد میں دعا کی تھی۔ کہ اللہ تم دونوں کے لیے بہت اچھا فیصلہ کرے، اگر وہ تمہارا نصیب ہے، تو اللہ اس کو تمہارے حق میں بہت اچھا کر دے، اور تمہارے دل میں بھی اس کے لیے نرمی پیدا کر دے۔" امل کو اپنی ماں کے لیے دکھ محسوس ہوا۔

وہ ناممکن کے ممکن ہونے کی دعائیں مانگ رہی تھیں۔ ہائے ان دیوں کے جلانے کی منت مانگ رہی تھیں، جو کبھی جلنے ہی نہیں تھے، ڈرائیور کی بجائے ابی لینے آئے تھے۔ فاز کی گاڑی کے بالکل سامنے انہوں نے گاڑی روکی۔ فاز نے ان کو دیکھ کر اپنی ساتھ بیٹھی لڑکی سے کچھ کہا اور اپنی گاڑی سے نکل کر چچا کے پاس آیا۔ تب ہی امل کو گاڑی کی جانب آتا دیکھ کر اس کی موجودگی سے بھی واقف ہو گیا۔ منہ میں لا حول پڑھی۔ اس کی اپنی ہنسی نکل گئی بولا۔

"سالا جب بھی کسی کے ساتھ کہیں نکلوں یہ دیکھ لیتی ہے۔ اچھی قسمت ہے، بیٹا آج تو ساس سسر بھی ساتھ ہیں۔ پتا نہیں کون لوگ ہیں جو ایک وقت میں دس کھلا لیتے ہیں اور بیویاں سالوں کی پاکدامنی کی قسمیں کھاتی ہیں۔ اپنا تو کیس پہلے ہی خراب ہے۔"

"السلام علیکم سرجی آپ چائے پیس گے؟"
چچا کی کھڑکی پہ رک کر پوچھا۔ ساتھ ہی ایک نظربیوی کے پھولے منہ پہ
ڈالی۔

"نہیں میں بس ان ماں بیٹی کو لینے آیا ہوں تم پیو چائے۔ وہ کون ہے؟"
فاز نے ان کے اشارے کی سمت دیکھا۔
"وہ حسان کی بہن ہیں۔ اس نے کہا ذرا ان کو گھر سے اٹھا کر میکے چھوڑ
دوں۔ میں نے سوچا چلو راستے میں چائے پلا دیتا ہوں۔۔۔ چچی آپ ٹھیک ہیں؟"

داماد کے منہ سے وضاحت سن کر وہ اس کو معاف کرتے ہوئے بولیں۔
"ہاں میری جان میں ٹھیک ہوں۔ تم کئی دن سے گھر پہ نہیں آئے، کل
رات کا ڈنر گھر پہ کرو۔"

اٹل اس دوران لا تعلقی سے باہر دیکھتی رہی۔
"ہاں جی کل اٹل کو لینے آؤں گا، پھر ڈنر بھی ضرور کروں گا۔ اٹل کل تیار
رہنا۔۔۔ میں آفس سے سیدھا اس طرف ہی آؤں گا۔" ابی نے فاز کو الوداع بول
کر گاڑی آگے بڑھادی۔ سارا راستہ امونے ایک ہی بات تین دفعہ کی تھی۔
"دیکھو نا فاز نے ایک دفعہ بھی موسیٰ کے بارے میں نہیں پوچھا ہے۔"
اٹل خاموش رہی۔ ابی نے بھی کچھ نہ کہا۔ گھر پہ پہنچے تو ایمان بھانجے کے ساتھ
اٹل کرٹی وی دیکھ رہی تھی۔ موسیٰ کار سیٹ میں سو رہا تھا۔ امونے فاز کا غصہ
بھی ایمان پہ نکال دیا۔

"موسیٰ کو تب سے اس موسیٰ کار سیٹ میں ہی ڈالا ہوا ہے، نیپی وغیرہ بھی
نہیں دیکھی ہوگی۔"

ایمان مزے سے شاپنگ بیگز پہ حملہ آور ہوتے ہوئے بغیر شرمندگی کے
بولی۔

"وہ آپ کا ڈپارٹمنٹ ہے، نیپی تو اس کی ماں نہیں بدل سکتی میں تو پھر
معصوم سی خالہ ہوں۔ میرے لیے بھی کچھ لائی ہیں؟"
اٹل نے سارے بیگ اس کے سامنے رکھے فقط اپنا ہینڈ بیگ لیکر اپنے
کمرے کی طرف جاتے ہوئے ماں سے بولی۔

"امو آپ موسیٰ کی نیپی بدل دیں۔۔ پھر میں اس کو فیڈ کروادوں گی۔"
ایمان اپنا جوتا دیکھ کر خوشی سے چمکی۔
"یہ کس نے پسند کیا تھا؟ پتا میں ابھی کل آن لائن ان جو توں کو ڈھونڈ
رہی تھی۔"

امو نے بتایا۔

"اٹل نے لیے تھے۔"

"تھینک یو تھینک یو تھینک یو آپی۔۔ جیو۔۔ اللہ تمہیں ایک اور چاند سا بیٹا
دے۔۔ نہیں اس دفعہ کیوٹ سی بیٹی آئے۔۔ اُس کے میں اپنے جیسے کپڑے
بنوایا کروں گی۔ اُف کتنا مزہ آئے گا۔ ہے نا مو"

امو نے دلگرفتگی سے بڑی بیٹی کو جاتے ہوئے دیکھا اور بولیں۔

"اللہ تمہاری زبان مبارک کرے۔ اللہ ان کے لیے کوئی راہ نکال دے
اللہ ان کے دل پھیر دے، اللہ ان کا سکون ایک دوسرے کی سنگت میں لکھ
دے، آمین یا اللہ آمین۔"

اٹل نے ماں کی بات پہ کچھ نہ کہا۔

"گھر محبت کی مٹی سے بنے ہوں، یا نفرت کی مٹی سے۔ جب ٹوٹے ہیں تو ایک دفعہ تکلیف تو ہوتی ہی ہے۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆

اس رات دیر تک وہ سب لوگ ٹی وی کے آگے جمع رہے، ابی جو عام طور پر جلد سو جاتے تھے اس دن بیٹیوں کے ساتھ گپیں مارتے رہے، اموسارا وقت موسیٰ کو گود میں لیے رہیں۔ ڈیڑھ بجے اطلاعی گھنٹی بجی۔ آنے والا فاز تھا۔ آتے ہی چچا کے پاس بیٹھ کر بولا۔

"وہ میری کچھ نہیں لگتی ہے، شادی شدہ عورت ہے، بس اچھی دوست ہے، ایسا ویسا کچھ بھی نہیں ہے۔" جہانگیر نے اس کو گھورا۔

"میں نے تمہیں کچھ کہا ہے؟"

"کہا نہیں اسی لیے تو میں جان گیا ہوں کہ ناراض ہیں۔ ابھی میں گھر جانے کے لیے نکلا تھا، مگر گاڑی ادھر کو موڑ لی۔ آپ کی ناراضگی کا سوچ کر بے چینی سی محسوس کر رہا تھا۔"

"یہ صفائیاں اپنی بیوی کو دو۔ میں کیوں ناراض ہوں گا۔"

"بیوی تو صفائیاں مانے گی ہی نہیں۔ وہ تو آنکھ بند کر کے مجھے لفنگا مانتی ہے۔ وہ مجھے اچھی طرح جانتی ہے، اس کو مجھ سے کوئی امید نہیں ہے، مگر آپ کو ہے، اس لیے میں آپ کی ناراضگی نہیں بھگت سکتا ہوں۔ چاچو جی بندہ ان کو کھونے سے ڈرتا ہے، جو اس کے اپنے ہوں، سکھ دکھ کے ساتھی ہوں، وہ تو میرے لیے آپ ہی ہیں۔ امل کے ساتھ تو بس لڑائیاں ہی ہیں۔" ابی کے لبوں پہ نرم سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔

اٹل بڑے غور سے ان کو دیکھ رہی تھی۔ وہ فاز کو بہت زیادہ پسند کرتے تھے، وہ بھی اپنی ہر بات بلا جھجک ان کے ساتھ کرنے کا عادی تھے۔ نوجوانی سے ہر ہفتے وہ ان کے گھر کا چکر ضرور لگاتا تھا، دونوں چچا بھتیجا گھنٹوں بیٹھ کر باتیں کرتے۔۔۔ فرمائشی کھانے بنوا کر کھاتے۔ بزنس پہ تبادلہ خیال کرتے۔ ابھی بھی وہ اپنے فون سے تصویریں کھول کر ان کو دکھاتے ہوئے بتا رہا تھا۔

"یہ فلیٹ مل رہا ہے۔ دو بیڈ روم کا ہے۔ اباجی کو کوئی خاص پسند نہیں آیا۔ وہ کہہ رہے ہیں لینا ہے تو گھر لو۔ مگر میں سوچ رہا ہوں اٹل کے لیے بہت بڑا گھر دیکھنا بھی مشکل ہو گا۔ ابھی وہ موسیٰ کے ساتھ مصروف رہا کرے گی۔ گھر بعد میں لے لیں گے۔ کیا خیال ہے؟"

اٹل کی ابی کے ساتھ نظر ملی۔ ابی نے سر خم کر کے اس کے ان کہے سوالوں کے جواب آنکھوں سے دیئے۔

"پریشان نہ ہو۔ وہی ہو گا جو تم چاہو گی۔"

مگر ہو وہ گیا جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا امو اور ابی اپنے دوست کے بیٹے کی شادی پہ گئے، واپسی پہ ان کی گاڑی ایک ٹرالر سے ٹکرا گئی۔ یوں چند گھنٹوں میں زندگی کے سارے رنگ ہی چھن گئے۔ امو کو گھر سے جاتے وقت موسیٰ کی فکر ہو رہی تھی، بار بار اٹل کو کہہ رہی تھیں۔ دلہے کی ماں کا اتنا اصرار نہ ہوتا تو میں موسیٰ کو چھوڑ کر بالکل نہ جاتی۔ اب دیکھو اس کی نیپی وقت پہ بدل لینا۔ یہ نہ ہو اس کو ریش کروادو اور فیڈ کروانے کے بعد کندھے سے لگا کر ڈکار ضرور دلوانا۔ پریشان نہ ہونا۔

اٹل نے جواب میں کہا تھا۔ "نیپی بدلتے ہوئے مجھے ڈر لگتا ہے، کہیں اس کو درد نہ ہو۔"

"پاگل نہ ہو تو۔ کچھ نہیں ہو گا اور اگر فاز اٹھنے کے بعد تمہیں ساتھ چلنے کا بولے تو جھگڑا مت کرنا۔ بس ایک دفعہ اپنی ماں اور بیٹی کی خاطر اس کو ایک موقع دیکر دیکھنا۔ اگر تمہارا دل اس کی طرف مائل نہ ہو تو جیسے تم چاہو وہی ہو گا۔ اچھا اب آپ کو اس وقت ہی ساری باتیں یاد آرہی ہیں۔ واپس آئیں گی تو بات ہو گی۔"

اس پہ امونے اس کو ساتھ لگا کر پیار کیا اور دعا دی تھی۔
 "اللہ تمہیں بہت ساری خوشیاں دے میری بیٹی۔ دیکھو اس نے تمہیں موٹی دیا ہے۔"

اس پہ امل ہنس دی تھی۔ "آپ پہلے موٹی کے باپ کی دیوانی تھیں۔ اب موٹی مل گیا ہے۔" امل فاز کی آمد سے بے خبر رہی جس نے اس کو پیچھے سے بانہوں کے گھیرے میں لیکر امل کے سامنے کھڑی امو کے ماتھے کو چوما۔
 "دنیا کی سب سے اچھی چچی اور اب ساس۔۔۔"

امو بلبش کرتے ہوئے باہر کو بڑھ گئیں۔ امل وہیں کھڑی ہو کر ان کو جاتا دیکھتی رہی۔ گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ سنبھالنے سے پہلے ابی نے فاز کو آواز دی۔ جو ابھی تک بیوی کے پیچھے چھپا اس کے کندھے پہ سر رکھ کر ساس سر کو ہی دیکھ رہا تھا۔ چچا کے بلانے پہ سیدھا کھڑا ہوتے ہوئے بولا۔

"جی سر جی۔۔۔؟"

"آفس جاؤ۔ گھر پہ رہ کر میری بیٹی کا خون نہ جلانا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔

"جی سر۔"

وہ آفس میں تھا جب کال موصول ہوئی۔ شیریں زار و قطار روتے ہوئے
بول رہا تھا۔

"ابی چلے گئے۔۔۔ فاز بھائی۔۔۔ میرے ماں باپ چلے گئے۔ فاز بھائی ایسے
کیسے ہو سکتا ہے، آپ آکر ان ہسپتال والوں سے بات کریں۔۔۔"

اگلا سارا وقت کسی فلم کی طرح ہی گزرا۔ ہر کوئی صدمے سے نڈھال
تھا۔ پھوپھیوں کی حالت غیر تھی، اور نگزب کی کمر ٹوٹ گئی۔ ایمان بار بار بے
ہوش ہوتی رہی۔ شیریں کبھی صدمہ بھائی کے گلے لگ کر روتا۔ کبھی تایا سے لپٹ
جاتا۔ آخری رسومات گاؤں میں ادا ہوئیں۔

خاندانی قبرستان میں دونوں پیاروں کی تدفین کر دی گئی۔ فاز بظاہر مضبوط
بنا سارا کچھ دیکھتا رہا۔ مگر تنہائی میں صدمہ بھائی کے سامنے پھوٹ پھوٹ کر
رویہ اس سارے میں جہاں اپنے تواپنے غیر کی آنکھ بھی نم تھی۔ ایک دیوانی
لڑکی ایسی بھی تھی۔

جس کی آنکھ سے ایک آنسو تک نہ بہہ سکا۔ جس کے اعصاب بالکل شل
تھے۔ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ہی گم گئی۔ نہ اپنا ہوش رہا نہ بیٹے کا۔ چپ
کر کے بیٹھی سب کی شکلیں دیکھ جاتی۔ اگر کوئی اپنے ساتھ لگا کر روتے
ہوئے اس کو بھی زلزلے کی کوشش کرتا۔ وہ وحشت زدہ ہو کر ان سے الگ
ہو جاتی۔ موسیٰ مسلسل فاطمہ بھابھی کے پاس تھا۔ مگر اس نے خواتین کے
ساتھ مل کر امو کو آخری غسل خود دیا تھا۔

جب تک وہ اپنے اصلی گھر چلے نہیں گئے، ان کے سرہانے کھڑی ہو کر ان
کے خوبصورت چہروں کو آنکھوں کے راستے دماغ میں محفوظ کرتی رہی۔ ایک
دو عورتوں کے فقرے بھی کان میں پڑے۔

"توبہ ہے بیٹی کی تو پلک تک نہیں بھیگی۔۔"

"ارے یہ وہی ہے، پہلے ماں باپ کا کونسا خیال کیا تھا۔ مرضی سے جا کر شادی رچالی۔ ایسی لڑکیوں کو ماں باپ کا کیا درد ہونا ہے۔"

وہ اپنے گھر جانا چاہتی تھی، مگر جب یہ خیال آتا وہاں نہ ماں ملتی ہے نہ باپ تو گھر جانے کا سوچ کر ہی دل ڈوبتا۔ عیس تک سارا خاندان گاؤں ہی رہا۔ اہل ساری ساری رات سو نہ پاتی۔ سب کے سامنے کھانا زہر مار کر لیتی۔ مگر بڑی کوشش کر کے بھی چند ایک لقمے اندر جا پاتے۔

اس کا وزن گر گیا۔۔ رنگ دھلے ہوئے لٹھے جیسا ہو گیا۔ آنکھوں کے گرد گہرے سیاہ ہلکے بن گئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ موسیٰ کو خوراک نہ ملتی وہ کوشش کرتی مگر موسیٰ کی بھوک نہ پوری ہوتی۔ پھر کوشش بھی بند کر کے اس کو فیڈر ہی دینا شروع کر دیا۔ جب جب وہ موسیٰ کو گود میں لیتی۔ امو کا چہرہ سامنے آ جاتا۔ وہ موسیٰ کو چھمو کے حوالے کر دیتی۔ شدید ترین ڈپریشن میں جاتی جا رہی تھی، فاز بھی بہت چپ تھا، دس دن گزر جانے کے باوجود دونوں کی آپس میں بات نہ ہوئی۔ وہ سارا دن حویلی میں ہوتا۔ افسوس کرنے آنے والوں کا رش لگا رہتا۔

اہل بظاہر سب خواتین کے ساتھ بیٹھ کر کلمہ وغیرہ پڑھنے کی کوشش کرتی مگر کبھی یہ بھول جاتی کہ کیا پڑھنا ہے۔ کبھی تعداد بھول جاتی۔ سب ہی اس کے رویے کو لیکر پریشان تھے۔ فاطمہ بھابھی نے صمد بھائی سے ذکر کیا۔ انہوں نے تسلی دی اور باہر جا کر آدمیوں میں بیٹھے بھائی کو ایک طرف بلایا۔ فاز ان کا اشارہ دیکھ کر ان کے پیچھے آ گیا۔ حویلی کے خاموش کونے میں جا کر صمد بھائی بھینس کی کھری کے اوپر بیٹھ کر بولے۔

"اٹل کی خبر لو۔۔ وہ ٹھیک نہیں ہے۔"
فاز نے بھائی کا چہرہ دیکھا۔ پھر سر اثبات میں ہلایا۔
"ٹھیک ہو جائے گی۔ اس کو وقت چاہئے۔"

"تو اس کو وقت دو۔"

فاز نے گہری سانس کھینچی۔

"میں جان بوجھ کر اس کو انگور کر رہا ہوں۔ کیونکہ مجھے علم ہے، جب مجھے سامنے دیکھے گی، میری شکل میں چاچو کی مشابہت دیکھ کر سنبھلنے کی بجائے مزید بکھرے گی۔"

صد بھائی نے اس کے کندھے پہ تسلی سے تھپکی دی۔
"اس کو قبرستان لے جاؤ۔ ہو سکتا ہے۔ ان کی آخری آرام گاہ دیکھ کر وہ تھوڑی پر سکون ہو جائے۔"

"اور اگر معاملہ مزید خراب ہو گیا تو؟"

"تم مرد ہو سنبھال لینا۔ یہی تو تمہاری اصل ڈیوٹی ہے۔"

اسی وقت کسی کے آنے پہ فاز کو واپس ڈرائنگ روم میں جانا پڑا۔ شام کو عصر کے بعد چھت پہ چار پائیوں پر پھوپھو لوگ لیٹی ہوئی تھیں۔ اٹل آنکھیں موندے پڑی تھی، مگر جاگ رہی تھی۔ شیریں نے اس کا شانہ ہلایا۔

"آپی؟"

"ہوں۔۔ جی؟"

"نیچے آؤ۔"

"کیوں؟"

"تم سے کام ہے اٹھو۔"

"اچھا۔"

وہ اٹھ گئی۔ شیریں اسی طرح اس کو ہاتھ سے پکڑ کر نیچے لایا۔ پھر بیرونی دروازے کی طرف چل پڑا۔

"کہاں لیکر جا رہے ہو؟"

"یہیں۔"

گیٹ کے سامنے فاز گاڑی میں انتظار کر رہا تھا۔ شیریں نے فرنٹ پیئجر سیٹ کا دروازہ کھول کر اس کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ امل نے استفسار کیا۔

"پتا تو چلے کہ جانا کہاں ہے؟"

"بیٹھو تو میں بھی ساتھ ہی چل رہا ہوں۔"

وہ بھائی کی مان کر بیٹھ گئی۔ ساتھ ہی فاز پہ بھرپور نظر ڈالی۔ جو نظریں سامنے ٹکائے خاموش بیٹھا تھا۔ جیسے ہی شیریں نے دروازہ بند کیا فاز نے گاڑی آگے بڑھادی۔ امل نے مڑ کر پیچھے دیکھا۔ پھر پوچھا۔

"کیا شیریں نہیں جائے گا۔"

فاز نے گیر بدلتے ہوئے دھیرے سے جواب دیا۔

"نہیں۔ ہم اکیلے ہی جائیں گے۔"

"مگر جانا کہاں ہے۔"

"کسی اپنے بہت پیارے سے ملنے جا رہے ہیں۔"

امل تیز لہجے میں بولی۔

"فاز مجھے قبرستان لیکر مت جانا۔۔ پلیز۔ اگر وہاں جانے کا ارادہ ہے تو مجھے واپس چھوڑ دو۔" فاز اس کے اتنے ٹھیک اندازے پہ اس کی سمجھداری سے متاثر ہوا۔

"ایک دفعہ مل آؤ۔ وہ لوگ تمہارے منتظر ہوں گے۔"
 "گاڑی روکو۔۔۔ فاز گاڑی روکو۔۔۔ مجھے نہیں جانا ہے۔"
 "ریلیکس کرو کچھ نہیں ہوگا، میں تمہارے ساتھ ہوں نا۔"
 "ہر بات میں زبردستی نہیں چلتی فاز! تمہارے وہاں ہونے یا نہ ہونے
 سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑنا ہے۔ تم ہو کون؟ کیوں تم ہر دفعہ ہر بات پہ
 زبردستی خود کو مجھ پہ مسلط کرتے ہو؟"
 فاز نے لب بچھینچ کر اس کو انگور کر دیا۔ گاڑی اندر سے لاک کر دی۔ اور
 جا کر قبرستان کے دروازے پہ روک دی۔
 "میں جانتا ہوں۔ تم ٹھیک نہیں ہو، یہاں آنا تمہارے لیے بہت مشکل
 ہے، میں جانتا ہوں، تمہارا نقصان بہت بڑا ہوا ہے۔"
 امل غصے سے بولی۔

"میں نے ابی سے بات کر لی تھی، ابی نے مجھے اجازت دے دی تھی، وہ
 تمہیں مجھے طلاق دینے کا کہنے والے تھے، اگر تم طلاق نہ دیتے۔ ابی مجھے خلا
 دلوانے والے تھے۔"

فاز ہر بات بھول کر اس کو دیکھنے لگا۔
 "چچا کبھی ایسا نہ کرتے۔ کم از کم میرے ساتھ وہ ایسا کر ہی نہیں سکتے
 تھے۔"

"ایسا ہی ہونا تھا فاز۔۔۔ تم ان کو کتنے بھی عزیز ہوتے، ان کی بیٹی سے بڑھ
 کر نہیں تھے، ان کو تمہارے میرے ساتھ سے زیادہ میری زندگی عزیز تھی۔
 انہیں میری زندگی کی قیمت پر ہمارا رشتہ منظور نہیں تھا، کیونکہ میں نے کہہ دیا
 تھا، میں خود کو ختم کر لوں گی۔"

فاز نے آرام سے اس کو جھٹلاتے ہوئے کہا۔
"بکو اس کر رہی ہو۔"
"مجھے گھر چھوڑ کر آؤ۔"

"خود چلی جاؤ۔۔۔ راستے میں وہ جو دو تازہ قبریں ہیں نا۔ وہ دونوں وہیں
لیٹے ہوئے ہیں۔۔۔ دعا سلام کرتی جانا۔"

"اپنی بکو اس بند کر لو۔ تم ہمیشہ ان لوگوں میں شامل رہو گے جن سے
مجھے نفرت ہے، بلکہ تم سے زیادہ نفرت مجھے کسی سے نہیں ہے۔"

"تو پھر کیوں تب سے میرے چہرے کو دیکھے جا رہی ہو؟ جن سے نفرت
ہو ان کی تو شکل دیکھنا بھی برداشت نہیں ہوتی۔" فاز کے اتنا کہنے کی دیر تھی۔
وہ جسے خواتین کے طعنے نہ رلا سکے۔۔۔ جسے اپنے بہن بھائیوں کی سسکیاں نہ رلا
سکیں۔۔۔ کانپتے ہوئے نٹوں کے ساتھ سرگوشی میں بولی۔

"تمہاری شکل میرے ابا سے بہت ملتی ہے فاز۔۔۔" پھر تو جیسے ندی کا
بندھ ٹوٹ گیا۔ اس کے منہ سے سسکیوں کے ساتھ بس دو نام ہی نکلے۔
"ہائے میرے ابا۔۔۔"

"ہائے میری امو۔۔۔" فاز تیزی سے اپنی طرف کا دروازہ کھول کر تیز
تیز ڈگ بھرتا اس کے دروازے کے پاس آیا۔ دروازہ کھول کر امل کو بازو سے
پکڑ کر اپنے برابر کھڑا کیا۔ جو بری طرح سے کانپ رہی تھی۔ فاز نے اس کے
روتے سسکتے وجود کو احتیاط سے بانہوں میں بھر کر اس کے سر کو سینے سے لگایا
۔۔۔ وہ باآواز بلند روتی گئی۔۔۔ وہ اس کی کمر سہلاتے تسلی دیتا۔

"بس۔۔۔۔۔ باااااا اس۔۔۔!"

"میرے اتنے قیمتی چہرے مٹی کے نیچے چھپ گئے ہیں۔ میں کیسے جیوں گی؟ ان کی جدائی کیسے سہ لوں؟ میرا دل کیوں نہیں بند ہوا؟ اتنے دن گزر گئے ان کی سانس اس فضا سے نکل گئی ہے، پھر میں کیسے زندہ ہوں؟ میری ماں چلی گئی فاز۔۔۔ میری ماں چلی گئی ہے۔۔۔ اب میری غلطیوں پر پردہ کون ڈالے گا۔ اب میرے عیبوں کے باوجود مجھے سینے سے لگا کر دعا کون دے گا؟ میرا تو سب کچھ لٹ گیا ہے، لوگوں کو دیکھو امل کتنی غریب ہو گئی۔ مرنے تک ماں باپ کی شکل نہیں دیکھ سکے گی۔ میلہ ختم ہو گیا ہے۔" وہ فاز کی بانہوں میں بے جان سی ہو کر جھول گئی۔

وہ دو منٹ تک اس کو یو نہی پکڑے کھڑا رہا۔ ارد گرد پھولوں کے سٹال لگے ہوئے تھے، وہیں پہ کھڑے ایک لڑکے کو اس نے اشارہ کر کے تھوڑی دور موجود دکان سے پانی لانے کا کہا۔ خود امل کو دونوں بانہوں میں اٹھالیا۔ قبرستان سے اباجی برآمد ہوئے فاز اور امل کو وہ دور سے دیکھ چکے تھے، انہوں نے گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولا فاز نے امل کو اس پہ لٹا دیا۔ اباجی اس کے سر پہ پیار دیتے ہوئے بولے۔

"امل اللہ تمہیں صبر دے۔ ہمیں بھی تو دیکھو۔ ہم بھی تو زندہ ہیں۔ اپنے چہیتے بھائی کے چہرے پہ ان گناہگار ہاتھوں سے مٹی ڈالنے کے بعد بھی زندہ ہیں۔ اللہ ایسا دکھ کسی دشمن کو بھی نہ دے۔"

فاز کی قمیض اس کے آنسوؤں سے تر تھی۔ اباجی اور امل کو وہیں سے گھر لے آیا۔ اس دن کھل کر رو لینے کے بعد تو جیسے امل مزید چپ ہو گئی۔ دو ماہ گزر گئے، زندگی جیسے تیسے چلنے لگی تھی، اس دن وہ چھت سے موسیٰ کے

سوکھے کپڑے اتار کر نیچے آرہی تھی، جب ابا جی کی گفتگو میں اپنا نام سن کر اس کے قدم رک گئے۔

"اُمّ تو بہت بدل گئی ہے، اب تو وہ تمہارے ساتھ لڑتی بھی نہیں ہے۔"

جواب میں فاز کا لاپرواہ قہقہہ اس کے سارے زخم اُدھیر گیا وہ بولا۔

"پھر مانتے ہیں اپنے بیٹے کی سمجھداری کو؟ اولاد ایسی چیز ہے، بڑی سے

بڑی منہ زور عورت بھی مجبور ہو جاتی ہے، اب یہ کہیں نہیں جائے گی۔ ایک سال مزید رک جائیں۔ یہی اُمّ مجھ سے محبت کی دعویدار بھی ہو گی۔"

اس کے آگے بھی وہ کچھ بول رہا تھا، مگر اُمّ کے کانوں میں ہونے والی سائیں سائیں نے مزید کچھ سننے نہ دیا۔ دل مزید چھانی تب ہوا۔ جب سیڑھیوں کے نیچے ڈرائینگ روم کی دیوار کے پاس صمد بھائی کو کھڑے پایا۔ وہ بھی یقیناً ساری بات سن چکے تھے۔ اُمّ کی ٹانگیں اس شدت سے کانپ رہی تھیں کہ اگر وہ برقت نیچے نہ بیٹھتی، تو منہ کے بل گر جاتی۔ وہ جو اپنے والدین کی جدائی کے غم کی وجہ سے اپنی ازدواجی زندگی کی تلخیوں کو نظر انداز کیے بیٹھی تھی، وہ جو گھن لگی لکڑی کی طرح اندر ہی اندر ختم ہو رہی تھی، وہ جو گیلی لکڑی کی طرح اندر ہی اندر سلگ رہی تھی۔ وہیں سیڑھیوں پہ بیٹھے بیٹھے فیصلے پہ پہنچ گئی۔

اس رات جب فاز اپنے کسی کام کی وجہ سے گھر سے باہر گیا تھا اُمّ صمد بھائی کے پاس گئی۔ وہ اپنے بیڈ روم میں ٹی وی دیکھ رہے تھے، اُمّ کو دیکھ کر سیدھے ہو بیٹھے۔

"آؤ بیٹے۔"

"میں لمبی تمحید نہیں ہاندھوں گی، مجھے آپ کی مدد کی ضرورت ہے، اگر آپ مجھے واقعی اپنی بہن یا بیٹی سمجھتے ہیں، تو مجھے اتنی تھرڈ کلاس زندگی گزارنے پہ مجبور نہیں کریں گے، آج آپ نے اپنے کانوں سے اس شخص کی سوچ سن لی ہے۔ اس نے اتنا بھی لحاظ نہیں کیا ہے کہ میں ابھی تک صدے میں ہوں۔ ایسے شخص کے ساتھ رہنا بذاتِ خود ایک خودکشی ہے۔ مجھے یہاں سے جانا ہے، میری خالہ میرا سپانسر شپ بنوا رہی ہیں، میں آپ کو اپنے پاسپورٹ سمیت تمام کاغذات مہیا کر دوں گی۔ ایکسپریس سے ویزا لگوانے کا کام آپ کا ہوگا۔"

صد بھائی نے صرف ایک ہی سوال کیا۔

"موسیٰ کہاں رہے گا؟"

اٹل کی آنکھ میں آنسو تھے، جب اس نے کہا۔

"موسیٰ اپنے باپ کے پاس رہے گا۔ جسے یہ لگتا ہے کہ عورت کی جیسے مرضی تذلیل کرنے کے بعد اس کو ماں کی سند دیکر ایک غلام سمجھ کر بھول جاؤ۔"

صد بھائی نے اس کی مدد کر دی۔ فاطمہ بھابھی تک کو خبر نہ ہوئی۔ اٹل یہ بات جانتی تھی کہ فاز کا رویہ اس کے بھائی بہن کے ساتھ بہت اچھا ہے، وہ لوگ ابھی تک گاؤں میں ہی تھے۔ گھر جانے پر راضی نہ تھے، کیونکہ ماں باپ کے بغیر اس گھر میں جانا ایک الگ امتحان تھا، اٹل جانتی تھی اس کی کوئی دلیل کام نہیں آئے گی۔ ایمان اور شیر کی کاوؤٹ فاز کے حق میں ہی جائے گا۔ اس لیے اس نے ان کو بھی اپنے ارادے سے واقف نہ کیا۔

مریم کی ساس بیمار تھی۔ تائی امی فاز کے ساتھ ان کی عیادت کو جا رہی تھیں۔ اٹل نے موسیٰ کو مالش کے لیے ان کے حوالے کیا۔ دونوں بھابھیاں

اور ایمان شہر شاپنگ کرنے کے لیے تیار ہو رہی تھیں۔ شیری ان کو لیکر جا رہا تھا۔ بیڈ پہ شال ڈال کر اس کے اوپر موسیٰ کو لٹایا ہوا تھا۔ اماں بادل و غن سے دھیرے دھیرے اس کی ٹانگوں کو دبا رہی تھیں۔ فاز فون پہ بات ختم کر کے اندر آیا۔ ماں کو دیکھتے ہی بولا۔

"اماں آپ نے جانا ہے کہ نہیں؟ مجھے فون پہ فون آرہے ہیں۔ آپ کی وجہ سے میں فیکڑی سے لیٹ ہو رہا ہوں۔"

"لو پڑ گیا پیچھے۔ صبر کر لو۔ موسیٰ کی مالش کر کے اس کو نہلا دوں۔ پھر چلتے ہیں۔"

"موسیٰ کو اس کی ماں کے حوالے کریں۔"

"نہیں وہ کب اس کو نہلا پاتی ہے، اتنی مشکل سے تو اب اس کی نیپی بدلنے لگی ہے، وہ بھی ڈرتے ڈرتے۔"

فاز نے مسکراتی نظروں سے امل کی پشت کو دیکھا جو الماری کے ایک خانے میں موسیٰ کی چیزیں سیٹ کر رہی تھی۔ وہ کہنے لگا۔

"یہ واحد ماں دیکھی ہے، جو اپنے ہی بچے کو اٹھاتے ہوئے ڈرتی ہے۔"

امل نے کوئی رد عمل نہ دیا۔ اماں ہنستے ہوئے بولیں۔

"جب امل پیدا ہوئی تھی نا۔ اللہ بخشے تمہاری چچی بھی اس کو میرے

حوالے کر دیا کرتی تھی، تمہاری دادی نے ہنسنا دیکھو تو پنچی سے ڈرتی ہے، مگر

اس نے کہنا اتنی چھوٹی سی ہے اگر کہیں سخت ہاتھ لگ گیا اس کی کوئی ہڈی نہ

ٹوٹ جائے۔"

اٹل کے ہاتھ رک گئے۔ میری ماں اتنی جلدی اتنی دور چلی گئی ہو، تمہارے ذکر کے ساتھ اب جنتی اور اللہ بخشے آتا ہے۔ بے اختیار آنکھ سے دو چار موتی ٹوٹ کر دوپٹے میں جذب ہو گئے۔

فاز بھی خاموش ہو گیا وہیں اماں کے پاس بیٹھ گیا۔ مگر نظریں اٹل پہ مڑ مڑ کر جاتیں۔ وہ ابھی تک الگ کمرے میں سو رہا تھا۔ موسیٰ کا بہانہ بنا کر اٹل نے اماں کے ساتھ مل کر ساتھ والے کمرے میں ڈیرے ڈالے ہوئے تھے۔ کچھ وہ اتنی خاموش اور سنجیدہ ہو گئی ہوئی تھی کہ وہ اس کے ساتھ پہلے کی طرح چھیڑ چھاڑ کرنے سے بھی گریز برت رہا تھا۔ ابھی چچی کے ذکر کی اداسی دور کرنے کی خاطر بولا۔

"اماں کب تک بہو پہ قبضہ رکھنا ہے؟ بیٹے کا بھی کوئی خیال کر لو؟"

"اس کو ابھی اس کے حال پہ رہنے دو۔ چند دن صبر کر لو۔ کہیں بھاگی نہیں جا رہی ہے، اللہ کرم کرے ساری عمر اکٹھے ہی رہو گے۔ اس کی صحت تو دیکھو سوکھ کر کاٹنا ہو رہی ہے۔ ایک تو ابھی اس کا بیٹا چالیس دن کا بھی نہیں ہوا تھا کہ بچاری پر غم کا پہاڑ ٹوٹ گیا۔ اس کے جسم میں ابھی اتنی طاقت نہیں ہے کہ وہ تمہارے ناز نخرے دیکھتی پھرے۔"

"جتنی آپ بہوؤں کی سگھی بنتی ہیں انہوں نے کون سا آپ کو میڈل پہنا دیئے ہیں۔"

"مجھے کسی میڈل کی ضرورت بھی نہیں ہے اللہ ان کو زندگی دے نہتی بستی رہیں۔ مجھے کچھ نہیں چاہیے۔"

"ٹھیک ہے آپ اس کو آرام کروائیں۔ میں ایک اور شادی کر لیتا ہوں۔"

زہر نجدائی پیوین او کھاساتی ہن تاجیون او کھا
 لگد اے ہن مکدے ساہ ہن آخری دے دیدار ساول
 مار مکا یا بیڈے پیار وے ساول
 اماں نے اس کو شرمندہ کرنا چاہا۔

"پتر ایک کیوں دو تین بیاہ کر لو۔ ایک سے جوتے کھا کر دوسری کی
 طرف جاناد دوسری سے ذلیل ہو کر تیسری کی طرف جانا۔۔۔ یہاں ایک تم سے
 بات نہیں کرنا چاہتی تم نئی کی بات کر رہے ہو۔"

"اسی لیے تو کہہ رہا ہوں۔ میں اس کی دسترس میں ہوں نا۔ اس لیے اس کو
 میری قدر نہیں ہے، میرا حال تک نہیں پوچھتی ہے، اس سے اچھی تو وہ ہیں جو
 صبح شام باقاعدگی سے گڈ مارنگ اور گڈ نائٹ کے پیغام بھیجتی ہیں۔ آپ کی
 دوسری بہوئیں بھی تو ہیں نا اپنے شوہروں کے واری صدقے جاتی ہیں۔ ساتھ
 بیٹھ کر کھانا کھاتی ہیں۔ ان کے سارے کام کرتی ہیں۔ دس منٹ لیٹ ہو جائیں
 فون یہ فون کرتی ہیں ابھی تک گھر کیوں نہیں پہنچے۔ یہاں کسی کو پرواہ ہی نہیں
 ہے۔ گھر آیا ہوں یا نہیں آیا ہوں۔۔۔ کھانا کھایا ہے یا نہیں کھایا ہے۔۔۔ کسی کی
 صحت پہ کوئی اثر نہیں ہے بلکہ جب میں نظر نہ آؤں یہ خوش رہتی ہے۔"
 اماں نے بیٹے کی بات سن کر اس کو آڑے ہاتھوں لے لیا۔

"اچھا تم بھی کم نہیں ہو۔ کتنی دفعہ اس سے آکر اس کا حال پوچھتے ہو؟
 کبھی اس سے پوچھا کہ اس نے کھانا کھالیا ہے یا نہیں؟ اس کا دن کیسا گزرا؟
 موسیٰ نے اس کو زیادہ تنگ تو نہیں کیا؟ وہ میرے ساتھ والی چار پائی پہ ساری
 رات جاگ کر گزارتی ہے۔ تم نے کبھی اس کی آنکھیں دیکھ کر اس کا پیلا رنگ
 دیکھ کر یہ سوچا ہے کہ اس کو کسی ڈاکٹر کے پاس لے جاؤں شاید ماں باپ کی

اچانک جدائی کے صدمے کو سہ نہیں پار ہی ہے۔ کبھی یہ سب سوچا؟ ہے کہ جب بھی تم کبھی اپنی ضرورت کے لیے اس کو فون پہ فون کر کے اپنے کمرے میں بلاتے ہو وہ چپ چاپ کیوں چلی آتی ہے؟ پہلے کی طرح تمہارے ساتھ ڈٹ کر بات کیوں نہیں کرتی؟ اتنی خاموش کیوں ہو گئی ہے؟ عورت کو تو الزام دینا بہت آسان ہے، میرا بیٹا اپنے گریبان میں بھی جھانک لیا کرو۔ "امل الماری کا پٹ بند کر کے کمرے سے نکلنے کے چکر میں تھی۔ کم از کم آج کے دن وہ ایسی کسی گفتگو کا حصہ نہیں بننا چاہتی تھی، فاز اس کا ارادہ بھانپ گیا تھا۔ اس کو روکنے کو بولا۔

"ایک منٹ ادھر آؤ۔"

وہ نہیں رُکی۔

"مجھے کام ہے۔۔۔"

"بھاڑ میں گئے تمہارے کام۔ واپس آؤ امل۔"

مگر وہ چلی گئی۔ وہاں کو جتاتے ہوئے بولا۔

"آپ اس کی اکڑ دیکھ رہی ہیں۔ مجھے تو ایسے انور کرتی ہے، جیسے میں

شوہر نہیں نوکر ہوں۔"

اماں موسیٰ کو گود میں اٹھا کر مسکراتے ہوئے بولیں۔

"پُتر شوہر نوکر ہی ہوتا ہے، بیوی کو ہر سرد گرم سے بچانے والا۔ اس کو

گھر کی چار دیواری میں محفوظ رکھ کر باہر کی دنیا کو خود جھیلنا ہے۔۔۔ نوکر ہی تو

ہے۔ اسی لیے تو اس کا درجہ بلند ہوتا ہے، کیونکہ اپنے سے پہلے وہ اپنے سے

وابستہ لوگوں کو رکھتا ہے۔ پہلے بیوی کی ضروریات پوری کرنے کو دھوپ سہتا

ہے، پھر اولاد کے آرام کے لیے دوڑ لگاتا ہے۔ ساری عمر اپنے پیاروں کی

نوکری ہی تو کرتا ہے، اسی لیے تو اللہ نے اس کو ولیوں اور پیغمبروں جیسی عزت سے نوازا ہوا ہے۔ درجہ بھی تو دیکھو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر کسی کو سجدہ واجب ہوتا تو شوہر کو ہوتا۔" جو شخص اپنی بیوی کے حق میں اچھا ہوتا ہے اس کا درجہ کس قدر بلند رکھا گیا ہے۔ میرا پتر مشقت کے بغیر درجے نہیں ملتے۔ تم اپنے بڑے بھائی کو سو باتیں کر جاتے ہو کہ یہ ایسا ہے ویسا ہے۔ کام نہیں کرتا۔ کبھی غور سے اس کا اپنی بیوی کے ساتھ معاملہ دیکھتا۔ آج تک اس نے کسی کے سامنے فاطمہ کی برائی نہیں کی ہے۔ کبھی وہ فاطمہ میں نقص نہیں نکالتا ہے۔ کبھی بھی اس کو آج تک دیکھا ہے کہ وہ فاطمہ پر رعب ڈال رہا ہو؟ ایک دفعہ اپنی مرضی سے پسند کا سوٹ سلوا کر لایا تھا، دوست کی شادی پہ جانے کو تیار ہو رہا تھا، فاطمہ اس کا سوٹ استری کر رہی تھی۔ کپڑا نازک تھا۔۔۔ شلواری بڑی طرح جل گئی۔۔۔ میں قسم کھانے کو تیار ہوں افضل یا تم ہی کیا اس کی جگہ تمہارے ابا بھی ہوتے تو میری بے عزتی کر دیتے۔ مگر میں اپنے بیٹے کے صدقے جاؤں۔۔۔ دو منٹ چپ رہا۔۔۔ پھر بیوی سے بولا۔ کوئی بات نہیں، کوئی اور سوٹ نکال دو۔ یہ جو تم کہہ رہے تھے ناکہ تمہاری بھابیوں شوہروں کے بغیر کھانا بھی نہیں کھاتی ہیں۔ تو بیٹا اس میں تمہارے بھائیوں کے رویے کا سب سے زیادہ اثر ہے۔

عورت سے عزت کروانا ہر مرد کے بس کی بات نہیں ہے یہ مخلوق اسی کی عزت کرتی ہے، اسی کی جوتیاں سر پر رکھتی ہے۔ جو مائی کا لال یہ ثابت کر دیتا ہے کہ وہ عزت کروائے جانے کے لائق ہے۔ تمہارا تو رشتہ پہلے ہی بڑا نازک ہے۔ اس پہ جس طرح تم آتے جاتے اس کو سب کے سامنے کوئی نہ کوئی فقرہ لگا جاتے ہو۔ اس کے دل میں تمہاری جگہ کیسے بنے گی؟"

"آپ بھول گئی ہیں۔۔ اسفند کے ساتھ مل کر سارے خاندان کے سامنے اس نے میرا مذاق بنایا تھا۔۔ کون عورت ایسا کرتی ہے؟ میں نے اس کو کچھ کہا؟"

"یہی بات تو میں کہہ رہی ہوں۔ تمہارا اور اس کا رشتہ نارمل نہیں ہے۔ تم وار کرتے ہو۔ پھر وہ بھی بدلہ لیتی ہے، مگر اب تو وہ کچھ کہتی ہی نہیں ہے۔ تم بھی اس کے حق میں نرمی برتو۔ اس کا درد بانٹو۔ یاد ہے نہ جو کسی کے ساتھ نہ روئی۔ تمہارے سامنے رو پڑی۔ کیونکہ وہ جانتی ہے تم اس کے ماں باپ کے لاڈ لے تھے، اس ایک بات پر اس کے دل میں تمہارے لیے نرمی آئے گی، آگے اپنے رویے سے اس کو اپنے قریب لاؤ۔ یہ کیا ہوا جب اپنی ضرورت ہو۔ بیوی کو اپنے پاس بلا لیا۔ آگے چپھے اس کے وجود سے بے خبر رہو۔" فاز نے ماں کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے۔

"او میری ماں۔۔۔ بس کر دیں۔ سارے قصور میرے کھاتے میں ڈال کر اس کو بری الذمہ کر دیا۔ اور جو آپ اپنے بڑے بیٹے کی اتنی تعریفیں کر رہی ہیں نا۔ وہ ایک نمبر کارن مرید ہے، بیوی کے آگے بولنے سے ویسے ہی ڈرتا ہے۔ میرے سے امید مت رکھئے گا کہ میں ایسا لگو قسم کا شوہر بنوں گا۔ بیوی کو اس کی حد میں ہی رکھنا پڑتا ہے، ورنہ سر پہ چڑھ کر ناچتی ہیں۔ آپ کسی اچھے زمانے کی باتیں کر رہی ہیں، جو آج کے لوگوں پہ لاگو نہیں ہوتی ہیں۔" اماں موسیٰ کو نہلانے لے جاتے ہوئے بولیں۔

"تم جیتے میں ہاری۔۔ اپنی من مانیوں میں لگے رہو۔" جب اہل موسیٰ کے کپڑے لینے آئی، فاز نے گھیر لیا۔

"اب میں سمجھا کہ کیوں اتنی خاموش رہتی ہو کیونکہ اب تم نے اپنے لیے سب رکھ لیے ہیں۔ جو میرے آگے تمہارا دفاع کر رہے ہیں۔ یہ بھی اچھی پالیسی ہے، دشمن کو زیر کرنا ہو تو اس کے اپنوں کو اپنے کیمپ میں شامل کر لو۔"

امل نے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش ترک کرتے ہوئے اپنا رخ پوری طرح فاز کی جانب موڑا۔ دونوں بالکل آمنے سامنے کھڑے تھے۔ امل بڑی بے باکی سے اس کے چہرے کو دیکھے گئی۔ پہلے تھوڑا سا مسکرایا۔ پھر سنجیدہ ہو گیا۔

"ایسے کیوں دیکھ رہی ہو؟"

امل اس کی آنکھوں میں دیکھ کر اعتماد سے بولی۔

"بس میرا دل کیا تمہیں پیار سے دیکھوں۔ سو دیکھ لیا۔"

فاز کی تو بولتی ہی بند ہو گئی کیونکہ امل کا اگلا عمل پہلے سے بھی نمبر لے گیا۔ اس نے فاز کے چہرے کو اپنے ہاتھوں کے پیالے میں بھرا اور مسکراتے ہوئے بولی۔

"میرا دل کر رہا تھا تمہارے چہرے کو پیار سے تھاموں۔ لودل کی چاہت پہ عمل کر دیا۔"

اس کے بعد وہ دونوں پیروں کے پنچوں پہ کھڑی ہو کر اس کے چہرے کے برابر آئی اور فاز کے دائیں گال پہ بوسہ لے لیا۔

"میری شادی اگر واقعی میری مرضی سے میرے پسند کے شخص سے ہوئی ہوتی تو میں اپنے شوہر پہ ہر پل یونہی پیار نچھاور کرتی۔ میں دنیا کے سامنے بڑے فخر سے کہتی یہ جو سب میں جُدا نظر آتا ہے نایہ جو سب سے الگ اور اجلی

سوچ رہا تھا ہے۔ وہ میرا ہے اور میں اس کی ہوں۔ "فاز کے سینے میں رقابت
خنجر کھونچا۔ تڑپ کر پوچھا۔

"وہ کون ہے؟ کس کو پسند کرتی ہو؟"
اٹل کا ایک ہاتھ ابھی تک اس کے گال پہ رکھا تھا وہ مسکرائی۔
"کاش کوئی ہوتا۔۔۔ یا کاش وہ ہی ایسا ہوتا۔ جو میرے جسم تک رسائی پا گیا
ہے۔ کاش وہ ویسا نہ ہوتا جیسا وہ ہے، کاش وہ ویسا ہوتا جیسے مجھے پسند ہے۔"
وہ مسلسل اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔ اٹل کی آنکھیں پانیوں سے
چمکنے لگیں۔

"کاش وہ ویسا ہوتا جیسا میری ماں اس کو دیکھتی تھی۔ کاش میرے باپ کی
پسند میرے حق میں بڑی اچھی ثابت ہو جاتی۔ کاش وہ جسم سے نکل کر روح کی
سُنے والا ہوتا۔۔۔ تو شاید۔۔۔ شاید زندگی خوبصورت ہو جاتی۔"
فاز بولا۔

"تم نے آج کیا کھایا ہے؟"

اٹل بولی۔

"کبھی تمہیں خیال آیا کہ تمہیں مجھ سے معافی مانگنی چاہیے؟"

فاز قہقہہ مار کر بولا۔

"کیا تم پاگل ہو؟ میں نے کیا کر دیا جو میں معافی مانگتا پھروں؟ میرے
ساتھ تو الٹا وہ ہوا۔ نیکی کر دریا میں ڈال۔۔۔"

اٹل نے مزید کچھ نہ کہا کمرے سے چلی گئی۔ مگر فاز کتنی دیر وہیں کا وہیں
کھڑا رہا۔ جیسے اس کی بیٹری کے سیل نکال دیئے گئے ہوں۔

پہلے بھابھیاں شاپنگ کے لیے نکلیں۔ پھر اماں اور فاز بھی چلے گئے۔ ان کے جانے کے کوئی دس منٹ بعد صمد بھائی کی مس کال موصول ہوئی۔ اہل نے موسیٰ کو سینے سے لگا کر سسکی لی۔ اس کے دونوں ہاتھ چومے۔ پیر چومے۔ اس کی پیشانی چومی۔ ساتھ آنسو گرتے جا رہے تھے۔ پھر اپنے آنسو صاف کر کے چھمو کو کمرے میں بلا کر موسیٰ کو اس کے حوالے کرتے ہوئے بولی۔

"اس کا اچھا خیال رکھنا۔ فاز ایک گھنٹے تک آجائے گا، میں ذرا ڈاکٹر کے پاس جا رہی ہوں۔ اگر تو میں اس کے آنے سے پہلے واپس آگئی تو ٹھیک۔۔۔ ورنہ میں کال کر دوں گی۔"

"کس کے ساتھ جا رہی ہیں، حویلی میں تو کوئی گاڑی بھی نہیں ہے۔"

"شیری آرہا ہے، اس کے ساتھ جا رہی ہوں۔ دھیان سے اس کو فیڈر دینا۔"

"بے فکر رہو باجی یہ تو میرا ڈالا ہے۔ میرا گولو ہے۔" وہ الماری سے اپنا ہینڈ بیگ اٹھائے اسی سادہ سے سوٹ کے اوپر چادر لیکر باہر نکل آئی۔ گلی کے آخر پہ صمد بھائی کھڑے تھے۔ اس نے گھر سے نکلنے سے پہلے ہی اپنا چہرہ جھپٹا لیا۔ گھر پہ اس وقت یا تو صفائی والی تھی یا چھمو تھی۔

اُرپورٹ تک وہ ڈرتی ہی رہی صمد بھائی سے آخری دفعہ مل کر پھوٹ پھوٹ کر روئی۔

"میرے موسیٰ کا خیال رکھیے گا۔"

صمد بھائی نے اس کے آنسو صاف کیے۔ اپنی جیب سے ایک پیکٹ نکال کر اس کے ہاتھ پہ رکھا۔

"اگر بہادر بن کر یہ قدم اٹھا رہی ہو تو ہمت سے مضبوط رہنا۔ یہ کچھ پاؤں
زہیں تمہارے کام آئیں گے۔ میں ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں۔ کبھی خود کو اکیلا
مت سمجھنا۔ ہو سکتا ہے تم سے دور ہو کر اس گدھے کو کوئی عقل آجائے۔ اس
کو اپنی غلطی کا احساس ہو جائے۔"

وہ مجروح سے انداز میں مسکراتے ہوئے بولی۔
"آج ہی میں نے اس سے پوچھا ہے کہ کبھی لگا نہیں کہ تمہیں مجھ سے
معافی مانگنی چاہیے۔ جانتے ہیں وہ کیسے ٹھٹھا لگا کر ہنسا تھا۔ وہ کبھی نہیں بدل سکتا
ہے کیونکہ وہ خود کو حق پہ سمجھتا ہے۔"
"نہیں تمہارے یوں لاپتہ ہونے سے ایک دفعہ تو وہ پاگل ہونے والا ہے
۔"

"پلیز اس کو مت بتائیے گا کہ میں کہاں ہوں۔ وہ میرے پیچھے آئے گا۔"
"بے فکر رہو۔ اس کو بھنک بھی نہیں پڑے گی۔"
"بہت شکریہ۔ زندگی رہی تو شاید پھر کبھی ملاقات ہو جائے۔"
اس کے لہجے کی مایوسی پہ صمد بھائی نے اس کے گال تھپتھپائے اور اعتماد
سے کہنے لگے۔

"انشاء اللہ ضرور ملیں گے۔"
جہاز کے اڑنے سے پہلے اس نے فاز کی فیس بک آئی ڈی پہ میسج چھوڑا
۔ تم پہ اسلیے میسج نہ کیا کیونکہ وہ اسی وقت دیکھ لیتا۔ فیس بک وہ کبھی کبھار ہی
کھولتا تھا۔

"اگر تم نے میرا پیچھا کیا۔ تو اپنی ملاقات عدالت میں ہوگی۔ تمہارا میرا زبردستی کا ساتھ بس یہیں تک تھا۔ ابھی میں اپنے ماں باپ کے غم کو جی رہی ہوں۔ جس دن مضبوط ہو جاؤں گی، تم سے خُلاؤں گی۔"

دہائی تک تو وہ وقفے وقفے سے روتی رہی۔ سب کچھ پاکستان چھوڑ گئی۔ ساتھ صرف وہی جو تن پہ کپڑے تھے۔ ماں باپ کی لاڈلی چُپ چاپ خاموشی سے اتنی بڑی جنگ لڑ گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

صمد بھائی نے ٹھیک کہا تھا کہ امل کو لاپتہ پا کر فاز پاگل ہو جائے گا۔ یہی ہوا۔ گھر میں بھونچال آگیا۔ پہلے تو وہ یہی سمجھا کسی کام سے ہی گئی ہوگی۔ مگر جوں جوں شام ڈھلی فاز کو یقین ہو گیا کہ وہ چلی گئی ہے۔ گاڑی لیکر نکلا۔ چچا کے گھر گیا اور کہاں جائے گی؟ ماں باپ کے گھر ہی جانا تھا؟ مگر وہاں پہ ملازموں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"یہاں تو کوئی نہیں آیا۔" پھر بھی اس نے اندر جا کر ایک ایک کمرہ خود چیک کیا۔ جب نہ ملی تو اس نے ایمان کو فون کر کے شبنم کے گھر کا پتہ لیا اور وہاں جا کر بھی جب کوئی اچھی خبر نہ ملی تو اس نے شبی کو دھمکی بھی دے دی۔

"اگر تم جھوٹ بول رہی ہو نا تو یاد رکھنا میں تمہیں بھی جیل بھجواؤں گا۔"

شبی نے دکھ سے کہا۔

"فاز بھائی بڑے افسوس کی بات ہے جو آپ ایسا سوچ رہے ہیں۔ میں کیوں جھوٹ بولوں گی۔ میں تو خود اس کے لیے پریشان ہو گئی ہوں۔ کیا آپ

نے اپنے رشتے داروں پہ پتا کیا؟ ہو سکتا ہے آپ کی کسی بہن یا پھوپھو کی طرف
گئی ہو؟"

وہ وہاں سے آگیا۔ دل میں خیال آیا کہیں اس نے خود کو کوئی نقصان نہ
پہنچایا ہو۔ تھانے سے سارے علاقے میں ہونے والے واقعات کی تفصیل
نکلا والی۔ ہسپتالوں کے ایمر جنسی وارڈ سرد خانے دیکھ لیے۔

رات کے تین بجے مریم نے کال کر کے بتایا اہل کسی رشتے دار کے گھر
نہیں گئی۔ شیری اور ایمان الگ اس کو ڈھونڈ رہے تھے۔ دو دن بعد وہ گھر آیا۔
اس کی سُرخ آنکھوں کی وحشت نے ماں کو دل دہلا دیا۔ جو پہلے ہی روتی رہی
تھیں۔ وہ ماں کی آنکھوں میں بھر آنے والے تازے آنسو دیکھ کر نفرت سے
دھاڑا۔

"آپ نے دیکھ لیا؟ میں کیوں اس کے پہرے دیتا تھا؟ وہ ایک بدکردار
عورت ہے، اس نے ثابت کر دیا ہے، اس کو نہ میرا پیار اس آیا ہے، نہ عزت
اس آئی ہے۔ چلی گئی کسی کے ساتھ منہ کالا کر کے۔ فاز تو بڑا بے غیرت مرد
ثابت ہوا ہے۔ ایک عورت نہیں سنبھالی گئی۔ چلی گئی ہے۔ میں اپنے باپ کا
نہیں ہوں۔ اگر وہ کسی مرد کے لیے مجھے اور میرے بیٹے کو دنیا کے سامنے دو
کوڑی کا کر کے ننگا کر گئی ہے نا۔ تو میں اپنے باپ کا نہیں ہوں جو اگر اس کو اور
اس کے یار کو اپنے ہاتھوں سے قتل نہ کروں۔۔۔ میں دنیا کو کیا منہ دکھاؤں گا
؟ لوگ ماں یاوے میرے پہ تھوکیں گے کہ یہ ہے وہ جس کی بیوی کسی کے
ساتھ بھاگ گئی ہے۔۔۔ دل کر رہا ہے خود کو گولی مار لوں۔۔۔ مگر ایسے نہیں
مردوں گا۔ پہلے اس کو اور اس کے یار کو ماروں گا۔ کہاں؟ جائے گی؟ مجھ سے بچ
کر کہاں جائے گی؟ دنیا کے دوسرے کونے میں بھی چھپی ہوئی میں اس کو

دھونڈاؤں گا۔ اس کو نہیں چھوڑوں گا۔" وہ بک جھک کر اپنے کمرے میں بند ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد اس کے کمرے کا دروازہ کھلا۔ اس نے کمرے میں موجود اہل کا سارا سامان اٹھا کر کمرے سے باہر پھینکنا شروع کر دیا۔ ساتھ ساتھ اہل کو گالیاں دیتا رہا۔

"آج کے بعد اس گھر میں کیا اس خاندان میں بھی کوئی اس کا ذکر نہیں کرے گا۔ اصل موت تو اس کو ابھی آنی ہے مگر میرے لیے اور موسیٰ کے لیے وہ اسی وقت مر گئی تھی، جب اپنے ناپاک ارادے سے اس نے میرے نکاح میں ہوتے ہوئے اس گھر کی دہلیز کسی غیر کے ساتھ کے لیے پار کی تھی۔ بے وفا عورت وہ زہر ہے، جو ڈس کے جیتے جی سارے خاندان کو قبر میں اتار دیتی ہے۔"

گھر کی فضا ایسی ہو گئی جیسے کسی کی مرگ ہو گئی ہو اور اگلا پورا مہینہ سوگواری ایسے ہی رہی۔ ننھیال والے بھی افسوس کرنے آئے۔ سب نے اپنی سی کوشش کی مگر اس کا سراغ نہ ملا۔

یہ اہل کے جانے کے دو ماہ بعد کی بات ہے، ہمسایوں کی بہو جو کراچی اپنے میکے سے واپس آئی تھی۔ جب اس کے کان میں اڑتی خبر پڑی کہ جہانگیر تارڑ کی بڑی بیٹی اور اورنگزیب تارڑ کی چھوٹی بہو گھر سے چلی گئی ہے۔ اور یہ ان دنوں کا واقعہ ہے۔ جب وہ میکے رہنے کے لیے گئی تھی، تو وہ انہیں قدموں پہ دوڑتی ہوئی اماں جی کے پاس آئی۔

موسیٰ کو دودن سے بخارا رہا تھا۔ ماں جی اس کو گود میں لیے بیٹھی ہوئی تھیں۔ ساتھ ساتھ اس کو دم کر رہی تھی۔ موسیٰ نے دودھ پینا چھوڑ دیا تھا، وہ

ماں کی آغوش ڈھونڈتا تھا رو رو کر بُرا حال کر لیتا۔ اس کی حالت دیکھ دیکھ کر
اماں روتیں اور امل سے ہزاروں شکوے ہو گئے۔

"تم اتنی ظالم کیسے ہو گئی۔ اتنا بے حس تو جانور بھی نہیں ہوتا ہے، میں
اپنے بیٹے کو تمہارے لیے بُرا بھلا کہتی تھی، تم نے تو میری محبت کی بھی انجانہ
رکھی۔" فاز فیکڑی سے واپس آکر سیدھا ماں کے پاس آیا کہ اگر مولیٰ کو
ہسپتال لیکر چلنا ہے تو لے جاتا ہوں۔ مگر ابھی دروازے سے اماں کے کمرے
میں داخل نہیں ہوا تھا، جب اس عورت کی بولی لائن نے اس کے قدم لڑکھڑا
دیئے۔

"قسم لے لیں اماں جی میں سچ کہہ رہی ہوں۔ اپنی امل باجی اس دن
وڈے پا جی کے ساتھ ہی گئی تھیں۔ پر جس گاڑی میں وہ گئے تھے، وہ گاڑی
آپ لوگوں کی نہیں تھی، میں تو یہی سمجھتی تھی کہ صد پانے نئی کار لی ہے،
اڈے تک ان کی کار ہمارے آگے رہی تھی۔"

فاز نے وہیں سے آواز دی۔

"مولوی کدھر ہے؟"

اماں جی کے تو ہاتھ پیر پھول گئے۔

"ہائے میں مر جاواں نی اے کدو آیا جے۔"

انہوں نے جلدی جلدی مولیٰ کو اس عورت کی گود میں ڈالا اور کانپتی
ناٹگوں سے فاز کے پیچھے بھاگیں جو ایسے منہ زور طوفان کی طرح سیڑھیوں کی
جانب بڑھ رہا تھا جو اپنے راستے میں آنے والی ہر چیز تہس نہس کر دیتا ہے۔
جب تک اماں سیڑھیوں تک پہنچی۔ وہ ایک وقت میں دو تین تین سٹیپ
بھلانگ کر چھت پہ پہنچ گیا تھا۔

"دے فاز تینوں رب دا واسطہ۔۔ رک جا۔۔ بائے کوئی حویلی سے کسی
مرد کو بلاؤ۔۔"

اسی وقت افضال اور اباجی گھر میں داخل ہوئے۔ اماں جی نے وہیں بیٹھے کمر
رور و کر افضال کو کہا۔

"جاؤ اس کو روکو۔ وہ صمد کے ہاتھ پڑے گا۔۔ وہ صمد کو مار دے گا۔"

افضال پوری بات تو نہ سمجھا مگر دوڑ لگا دی۔۔ وہی ہوا۔۔ جب وہ صمد کے
کمرے میں پہنچا فاز نے بھائی کو گریبان سے پکڑا ہوا تھا۔ فاطمہ بھابھی دونوں
کے درمیان آکر فاصلہ پیدا کرنے کے چکر میں ہلکان ہو رہی تھیں۔ افضال
نے فاز کو پیچھے سے دونوں بازو ڈال کر اپنی طرف کھینچا۔ وہ منہ سے کف
اڑاتے ہوئے بک رہا تھا۔

"تم جانتے تھے وہ کہاں گئی ہے، تم اس کو لیکر گئے تھے۔ میں تمہیں زندہ
نہیں چھوڑوں گا مولوی۔ تم اتنے بے غیرت کب ہوئے۔؟ تم تو میرے بھائی
ہو؟" صمد بھائی نے ایک جھٹکے سے اپنا گریبان چھڑوایا۔۔

"ہاں بھائی ہوں اور صرف تمہارا ہی نہیں اس کا بھی بھائی ہوں۔۔۔ جو
تمہاری سنگت میں پل پل مر رہی تھی۔"

فاز کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ اس نے افضال کو ایک طرف دھکا دے
کر خود کو آزاد کیا اور صمد بھائی کے جڑے پہ ایک ساتھ دو مکے جڑ دیئے۔
"تو تم مان رہے ہو کہ وہ تمہارے ساتھ گئی۔ میرے گھر میں نقب لگانے
والے تم ہو۔"

صمد نے کونے میں پڑا بیٹ اٹھایا اور فاز کو ایسے پیٹا جیسے سامنے گیند آگیا ہو
اور صمد ماہر بیٹس مین کی طرح سکسر پہ سکسر دیتے گئے۔ جب تک فاز بیٹ

چھیننے میں کامیاب ہوا اباجی بھی پہنچ گئے۔ انہوں نے آکر دونوں بیٹوں کے

منہ پہ ایک ایک جڑھ دی۔
"کچھ تو خیال کر لو۔۔۔ باپ کی سفید داڑھی کا کچھ ادب کر لو اور کچھ نہیں تو
گھر میں موجود معصوم بچوں کا خیال کر لو؟ کیا سکھا رہے ہو؟ ایسی کون سی
قیامت برپا ہو گئی ہے، جو یوں ایک دوسرے کو نوچ رہے ہو؟"

فاز نے پہل کی۔ سُرخ آنکھوں سے صمد کو گھورتے ہوئے دھاڑا۔
"اس کو پوچھیں۔ وہ اس کے ساتھ گئی تھی، اس منافق کے ساتھ گئی
تھی۔ پوچھیں اس کو وہ کہاں ہے۔ یہ اس سارے وقت میں میرا تماشا دیکھتا رہا
ہے۔ بھائی کے نام پہ گالی ہو۔ گندی گالی ہو۔۔۔"

اباجی نے صمد کی طرف دیکھا۔

"کیا یہ سچ کہہ رہا ہے؟"

"اباجی یہ تو کہہ رہا ہے اہل کے میرے ساتھ ناجائز تعلقات تھے، میرے
ساتھ بھاگی ہے۔ تو اس عقل کے اندھے کو کہہ دیں۔۔۔ وہ میری بیٹی تھی اور
ہے بھی۔۔۔ اور اسی لیے جب اس نے مجھ سے مدد مانگی تھی، میں نے اس کی مدد
کی۔ اس نے جہاں چھوڑ کر آنے کا کہا۔۔۔ میں چھوڑ آیا۔ اس سے زیادہ میں
کچھ نہیں بتا سکتا ہوں۔ میں اس کے منہ سے اہل کے لیے نکلنے والے برے
القابات سُن کر ان تین ماہ میں جس قدر اذیت کا شکار رہا ہوں۔ یہ میرا اللہ
جانتا ہے۔ مجھے میری بہن کا دیا وعدہ نہ روکتا تو میں کب کا اس کا منہ توڑ چکا
ہوتا۔ میں آپ سب کے سامنے قسم کھا کر کہتا ہوں اہل کل بھی باکردار باوفا
لڑکی تھی، آج بھی وہ باکردار باوفا ہے۔ غلطی اس کتے کی ہے، جس نے غلط بنیاد

پر اس کے ساتھ نکاح کیا تھا، وہ اس کو بار بار کہتی آئی ہے کہ وہ اس کو چھوڑ دے گی، اگر یہ اس کی بات مان لیتا۔ تو اس کو یوں اپنے بیٹے کو چھوڑ کر نہ جانا پڑتا۔" کمرے میں ایک دم خاموشی چھا گئی۔

"آپ سب لوگ قصور وار ہیں۔ سب کچھ جانتے بوجھتے آنکھیں بند کی رکھی۔"

فازیک ٹک بھائی کو دیکھ رہا تھا۔ ایک دم بڑے ٹھہرے ہوئے انداز میں بولا۔

"بس ایک سوال کا جواب دے دو۔"

دوپل کو وہ خود بھی چپ ہو گیا کیونکہ جو لفظ زبان کی نوک پہ آئے تھے، جو خیال اس کو مسلسل آگ پہ لٹا رہے تھے وہ کہنا بھی آسان نہ تھا۔

"کیا وہ کسی اور مرد کی خاطر مجھے چھوڑ کر گئی ہے؟" صد بھائی نے نفی میں سر ہلایا۔ "جب تمہارا غصہ اترے گا۔ تمہارا اپنا دل بھی اس کے حق میں گواہی دے گا، وہ کسی اور کے لیے نہیں گئی ہے فاز اس نے تمہاری وجہ سے تمہیں چھوڑا ہے۔ تمہاری وجہ سے موسیٰ کو بھی یہ سب دیکھنا پڑا ہے۔"

"تم جتنی بھی اس کے امر کے ٹھیک ہونے کی دلیلیں دے لو مولوی ایک بات ہمیشہ تمہارے اور میرے درمیان حائل رہے گی۔ اور وہ یہ کہ تم نے میری پیٹھ میں چڑا کھو نپا ہے۔ تمہارے سامنے میں اس کو ڈھونڈنے کے لیے دن رات کافرق بھول کر کتوں کی طرح جگہ جگہ ذلیل ہوتا رہا۔ تم نے ایک لفظ نہیں کہا۔ خاموش تماشا کی کارکردار ادا کیا ہے۔ یہ بات کبھی نہیں بھولوں گا۔ ابا جی میں جانتا ہوں آپ اپنے بڑے بیٹے کو کبھی نہیں بولیں گے کہ وہ یہاں سے چلا جائے۔ اس لیے آپ کی مشکل حل کر رہا ہوں۔ میں جا رہا ہوں۔"

ایاجی نے فاز کو ایسے دیکھا جیسے وہ کوئی مذاق کر رہا ہو۔
 "کھمکل سے کام لو فاز۔ یہ معاملات ایسے نہیں حل کئے جاتے ہیں۔ اور
 قصور سارا امل کا ہے۔ اپنے بچے کو چھوڑ کر وہ گئی ہے۔ اس میں تمہارے بھائی کا
 کیا قصور ہے؟ اچھا ہے نہ اس نے اس کی مدد کر دی۔ وہ کسی باہر کے آدمی سے
 مدد مانگتی پھر بھی تو ہماری ہی بے عزتی ہونی تھی۔"
 فاز تلخی سے مسکرایا۔

"ہاں جی اب تو جیسے ہمارے نام کے آگے چاند ستارے لگ گئے ہیں۔
 آپ سب کو تو کوئی فرق نہیں پڑا ہے، نہ آئندہ پڑے گا، نقصان میرا اور
 میرے بیٹے کا ہوا ہے، آپ لوگوں کا کچھ نہیں گیا ہے۔"
 اماں نے فاز کا بازو پکڑ کر اس کا منہ اپنی طرف کیا۔

"ہمیں فرق نہیں پڑا؟ بیوی تمہاری بھی کہیں سکون سے بیٹھی ہوگی۔ تم
 بھی دکھی ہونے کے بہانے اپنے آپ کو سب سے الگ کمرے میں بند رکھتے ہو
 ۔ اُس جان کا کیا؟ یہ خیال آیا کہ اس سارے وقت میں اس کی دیکھ بھال کون
 کر رہا ہے؟ ہم لوگ! جن کو بقول تمہارے کوئی فرق نہیں پڑا۔ راتوں کو
 تمہارے بیٹے کے لیے تمہاری ماں اور بھابھی ہی جاگ رہی ہیں۔ یہ جس کا
 گریبان تھام کر مار رہے تھے نا یہی بھائی تمہارے بچے کو دس دفعہ ڈاکٹر کے
 پاس لیکر گیا ہے، جب وہ دودھ نہیں پیتا تھا یہی صدمہ اس کو دم کرتا تھا۔ تم تو اپنے
 خول میں بند ہو۔ بیوی چھوڑ گئی ہے تو بس جوگ لے لیا ہے۔ مجھے تم پہ بھی
 غصہ ہے، اور امل کو تو میں معاف نہیں کروں گی۔ اس پر ایسے کون سے پہاڑ
 ٹوٹ رہے تھے، جو اپنے بیٹے کے ساتھ اتنی بڑی زیادتی کر گئی ہے۔"
 وہ سر ہلاتے ہوئے بولا۔

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ میں نے اتنے دن موسیٰ کو انگور کر کے بہت غلط کیا ہے۔ میں معذرت خواہ ہوں، میری وجہ سے آپ لوگوں کی غیندیں خراب ہوئیں۔ آپ لوگ پریشان ہوئے۔ مگر آج کے بعد ایسا نہیں ہوگا کیونکہ میں اور موسیٰ یہاں سے جارہے ہیں۔"

اماں پریشانی سے بولیں۔۔

"لو یہ کیا بات ہوئی؟ اپنے گھر نہیں رہنا تو پھر کہاں رہنا ہے؟"

"ہم لوگ شہر جارہے ہیں۔ اماں میں اب یہاں نہیں رہ سکتا ہوں۔"

اماں سمجھاتے ہوئے بولیں۔

"چلو ٹھیک ہے، تم چار دن شہر رہ آؤ۔ ہو ابدل جائے گی، تمہارا ذہن بھی

تبدیل ہوگا۔ مگر موسیٰ کہیں نہیں جا رہا ہے۔ وہ یہیں میرے پاس رہے گا۔"

"نہیں ایسا نہیں ہوگا۔ موسیٰ وہیں رہے گا، جہاں میں ہوں گا۔ اس کی ماں

نے اس کو چھوڑ دیا ہے، میں نہیں چھوڑ سکتا ہوں۔"

اماں کے دل کو کچھ ہوا۔

"تم کیسے چھوڑ سکتے ہو، مگر اتنا چھوٹا بچہ تم سے نہیں سنبھلے گا۔ تم نے کب

بچے پالے ہیں۔"

"نہیں پالے تو سیکھ لوں گا۔ مگر وہ میرے ساتھ ہی رہے گا۔ اس پر بحث

نہیں ہوگی ماں۔۔"

وہ وہاں سے ہٹ گیا۔

افضل نے اس کے پیچھے جاتے ہوئے سمجھانا چاہا۔

"دیکھ بھائی بچہ پہلے ہی بیمار ہے، اپنی ہٹ دھرمی میں کوئی بڑا ناقابل

تلافی نقصان نہ کر لینا۔۔ ضد نہ کرو۔"

وہ رُک گیا۔ بڑے تحمل کے ساتھ افضال سے بولا۔

"میں تمہارے جذبات کی قدر کرتا ہوں۔ میں جانتا ہوں تم یہ سب نیک نیتی سے ہی کہہ رہے ہو۔ مگر میرا جو نقصان ہونا تھا نا وہ ہو گیا ہے، مزید کا رسک میں نہیں لوں گا۔ اور ہو سکتا ہے موسیٰ کے ساتھ ہونے سے میں بھی ان سوچوں سے آزاد ہو جاؤں کیونکہ میرے جیسے لوگوں کے لیے ہار ناموت کے برابر ہوتا ہے۔ یا تو یہ مار دیتے ہیں یا مر جاتے ہیں۔ کہنے کو تو مولوی نے کہہ دیا ہے ناکہ وہ کسی مرد کے لیے نہیں گئی ہے، مگر ایک دفعہ ایمانداری سے اپنے دل پہ ہاتھ رکھ کر بتانا کون سی ماں ایک دودھ پیتے بچے کو سینے سے الگ کر کے جاتی ہے سوائے اس بد بخت کے جس کے دل میں اپنے شوہر کے علاوہ کسی اور کے لیے عشق عاشقی کے جذبات پل رہے ہوں۔ نفسانی خواہشات کی ہوس میں عورت اندھی ہو جاتی ہے، اس کو کچھ نظر نہیں آتا۔ ایک دن اس کو میں اپنے ہاتھوں سے قبر میں اتاروں گا۔ بُرے سے بُرا مرد بھی جب اپنی بیوی کو چھو لیتا ہے۔ نیک عورت اسی سے محبت کرتی ہے، یہ نیک ہوتی تو یہ سب نہ کرتی۔ نیک ہوتی تو میری وفادار ہوتی۔ نیک ہوتی تو اپنے ماں باپ کی ہی وفادار ہوتی۔ ماڈلنگ کے شوق نہ پالتی۔" افضال کو اس کی باتوں سے اتفاق نہیں بھی تھا۔ تب بھی اس نے کچھ نہ کہا بھڑکے چھتے میں ہاتھ ڈالنا ہر کسی کے بس کا روگ نہیں ہوتا ہے۔ ایسے کام شاید اس گھر میں صرف صد بھائی نے اپنے ذمہ لیے ہوئے تھے۔ جو نہ جانے کب ان کے پیچھے آکر رُک کے تھے غصے سے بولے

"تم ایسے بے شرم انسان ہو۔ بغیر ثبوت کے تم ایک انسان پہ بہتان بازی کر رہے ہو۔ تمہاری زبان کو لگام نہیں ہے۔ اٹل نے تمہارے ساتھ بالکل ٹھیک کیا ہے۔ تم اسی قابل ہو۔"

اگر افضال بروقت اس کو آہنی گرفت میں نہ جکڑتا۔ صمد کی خیر نہیں تھی۔ ایکشن ایک دفعہ پھر گرم ہوتا دیکھ کر ابا جی نے صمد کو جھڑک کر اندر بھیج دیا۔

"جب جانتے ہو کہ اس وقت وہ غصے میں اندھا ہے، اس کو کچھ نظر نہیں آتا ہے۔ پھر بھی تمہاری لتری چپ نہیں کرتی ہے۔ میں تم لوگوں کی بکواس سے اکتا چکا ہوں۔ یا وہ تمہاری ہڈی پسلی توڑ دے گا یا تم اس کا سر پھاڑ کر سکون کرو گے۔۔۔ دونوں صورتوں میں تکلیف مجھے ہی ہونی ہے بے غیر تو۔۔۔ گھر کو دنگل بنا دیا ہے۔"

فاز کا پارہ ایک دفعہ پھر سوانیزے پہ پہنچ گیا تھا نیچے پلر کے ساتھ کھڑی روتی ہوئی ایمان کو دیکھ کر حکم دیا۔ "موسیٰ کا سامان پیک کر دو۔"

سب نے منت کر لی۔ مگر اس کی نہ ہاں میں نہیں بدلی۔ بخار میں نڈھال موسیٰ کو گود میں اٹھایا۔ ملازم سے سامان اٹھوایا اور چل پڑا۔

ماں نے جب دیکھا کہ ہر جتن کر چکنے کے باوجود وہ نہیں باز آیا۔ تو چادر لی اور اس کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گئیں۔ ایمان بھی خود ہی کسی کے کہے بغیر تائی کے ساتھ گاڑی میں سوار ہو گئی۔

فاز نے کچھ نہ کہا۔

ڈیکی کھول کر ملازم کو سامان رکھنے کا اشارہ کیا۔

خود موسیٰ کو گود میں لیے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔

ایمان نے ہاتھ بڑھایا۔ فاز نے موسیٰ کو اس کے حوالے کر دیا۔
گجڑی اسٹریٹ کی اور حویلی سے نکل آیا۔
سڑک آنے تک ایمان روتی رہی۔
تائی سے کہنے لگی۔

"آپا نے ایسا کیوں کیا ہے؟"

فاز لب بھینچے بیٹھا تھا۔ ایمان کو چپ کروانے کے لیے بولا۔
"کیا چاہتی ہو؟ تم چاہتی ہو میں کار کسی دیوار میں ماروں؟ یا سامنے سے
آنے والے ٹریفک میں ٹھوک دوں؟ پھر چپ کر دو گی؟"
تائی امی نے ایمان کا ہاتھ دبا کر اس کو چپ ہو جانے کا اشارہ کیا۔ ایمان
ایسے چپ ہوئی جیسے اس کی بیٹری نکال دی گئی ہو۔
فاز نے کار کے بلوٹو تھپہ اپنے ایجنٹ کو کال ملائی۔ کوئی چھ میل کے بعد
بچارے کی سوئی ہوئی آواز سنائی دی۔
"ہیلو؟"

"سلام اصغر صاحب میں فاز عرض کر رہا ہوں۔"
"اوہ اچھا اچھا فاز صاحب و علیکم السلام۔۔۔ سوری یار میں سویا ہوا تھا۔"
"نہیں جی سوری تو مجھے کرنا چاہیے آپ کو یوں بے وقت زحمت دی ہے،
مگر ایک کام آپڑا تھا۔" دوسری طرف وہ نیند سے نکل آیا تھا، آواز بھی تیز
ہو گئی۔

"جی جی حکم کریں جناب۔۔۔"

"اصغر صاحب مجھے فلیٹ کی چابی چاہئے تھی۔ آپ نے کہا تھا جلد ری
فرنیشڈ کا کام ختم ہو جائے گا۔"

"ہاں جی۔۔۔ چابی تو میرے پاس ہی ہے، مگر کام ابھی مکمل نہیں ہوا ہے۔ فرنیچر وغیرہ سب آچکا ہے۔ بس اندر کمروں کے دروازے لگنے باقی ہیں۔"

"کیا آپ مجھے اس وقت چابی دے سکتے ہیں۔ میں آج ہی وہاں شفٹ ہونا چاہتا ہوں۔ جو بھی پیپر ورک ہوگا۔ وہ کل میرا وکیل آپ سے رابطہ کر کے اپ ڈیٹ کر دے گا۔"

"جی ٹھیک ہے، آپ مجھے بتادیں چابی کہاں پہنچانی ہے؟ یا میں فلیٹ پہ آجاؤں؟"

"نہیں نہیں آپ کو اس وقت اتنی تکلیف اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے، میں آدھے گھنٹے تک آپ کے گھر سے چابی لے سکتا ہوں۔ اگر آپ کو کوئی مسئلہ نہ ہو۔"

"ہاں یہ ٹھیک ہے، میں آپ کو اپنا ایڈریس ٹیکسٹ کر دیتا ہوں۔ آپ آجائیں۔"

"او کے جی پھر ملتے ہیں۔"

اس نے کال بند کر دی۔

اماں آیت الکرسی پڑھ پڑھ کر اس پہ اور موسیٰ پہ پھونک رہی تھیں۔ پھر درود پاک پڑھنے لگیں۔ موسیٰ ابھی تک ویسے ہی غنودگی میں تھا۔ سڑک پہ کافی رش تھا، مگر ان کی کار ہوا سے باتیں کرتی ہوئی جارہی تھی۔ شہر پہنچ کر پہلے اس نے چابی لی۔ پھر چلڈرن ہسپتال کے آگے گاڑی روک کر اماں اور ایمان کو وہیں رکنے کا بول کر موسیٰ کو لیکر اندر چلا گیا۔ آدھے گھنٹے بعد واپس آیا۔ موسیٰ جاگ رہا تھا۔ پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر موسیٰ کو دادی کی گود میں

دیا۔ خود میڈیکل سنور سے دو الیکٹر آ یا۔ جب دوبارہ گاڑی آگے بڑھائی تو اس نے اس کے سنجیدہ چہرے کی وجہ سے جھجکتے ہوئے پوچھا۔
 "ڈاکٹر نے کیا کہا ہے؟"

فاز نے بیک ویو مرر سے ماں کو دیکھا اور آرام سے بولا۔
 "کہہ رہا تھا کلا خراب ہوا ہے جس کی وجہ سے بخار ہو گیا ہے۔ شربت دیا ہے، ساتھ انجکشن لگایا ہے، کہہ رہا تھا فکر والی بات نہیں ہے۔ ایک دو دن میں ٹھیک ہو جائے گا۔"

اس کے بعد اس نے ایک جگہ سے کھانا پیک کروایا۔ جس وقت وہ فلیٹ کی سیڑھیاں چڑھ رہا تھا، دل پہ اداسی کا وہ حملہ ہوا جس سے وہ آج تک کی زندگی میں واقف نہیں ہوا تھا۔ جی چاہ رہا تھا کہیں بھاگ جائے، کیونکہ یہ فلیٹ اس نے امل کے لیے خریدنے کا سوچا تھا، ارادہ یہی تھا جب وہ چچا کے دکھ سے تھوڑا سنبھلے گی تو اس کو لا کر دکھالے گا، اگر امل کو پسند آ گیا تو خرید لے گا۔ مگر اس کے الٹ ہو گیا تھا، امل اس وقت اس کے نکاح میں تو تھی، مگر زندگی سے جا چکی تھی، اور جو اپنی، مرضی سے چلا جائے وہ واپس پھر گھر والے کی مرضی سے ہی آ سکتا ہے اور جانے والوں کو واپس قبول کوئی کوئی ہی کرتا ہے۔ خاص کر ایسا مرد جو معاشرے کے رسم و رواج کا پابند ہو، اپنے رواجوں کو بہت زیادہ پسند کرتا ہو۔ وہ کیسے اپنی فطرت سے ہٹ کر ایک ایسی عورت کو قبول کر سکتا تھا؟ اماں ایک مہینہ اس کے پاس رہیں اور ہر دن حیران ہوتیں۔ فاز نے آفس کا کام گھر سے کرنا شروع کر دیا۔ موسیٰ کا ہر کام خود کرنے کی کوشش کرتا۔ موسیٰ کی صحت بھی ٹھیک ہو گئی تھی۔
 "فاز بھائی۔"

"ہوں؟"

"آپ اتنے چُپ کیوں رہنے لگے ہیں؟"

وہ موسیٰ کو سُلانے کے بعد لیپ ٹاپ پہ سپریڈ شیٹ پھیلائے اپنے نئے پروجیکٹ کا بجٹ بنا رہا تھا۔ جب ایمان نے سوال کیا۔ فاز نے کی پیڈ پہ انگلیاں نچاتے ہوئے کہا۔

"تمہارا کالج تمہارے انتظار میں لباس کی پڑھائی نہیں روکے گا۔ کیا خیال ہے؟ کب سے جانا شروع کرنا ہے؟"

"اب واپس کالج جانے کا میرا دل نہیں کرتا ہے۔"

"تمہارا دل اتنا فضول کب سے ہو رہا ہے؟"

"کیا فائدہ ہے؟ جب آپ واپس آجائے گی، تب دوبارہ داخلہ لے لوں گی۔"

اٹل کے ذکر پہ وہ ہر دفعہ مکمل چپ ہو جاتا تھا۔ کہیں پانچ منٹ بعد کچن سے پانی لینے گیا۔ فریج سے بوتل نکال کر واپس اپنی جگہ پہ بیٹھتے ہوئے بولا۔
"ایمان امی کے ساتھ جا کر گھر سے اپنی کتابیں وغیرہ لے آؤ۔ کل تم کالج جا رہی ہو۔ میں ایک ہاسٹل میں تمہیں کمرہ لیکر دوں گا۔ سارا ہفتہ وہیں رہنا ویک اینڈ پہ گھر چلی جایا کرنا۔ یا پھر یہاں موسیٰ کے پاس آ جایا کرنا۔"

"کیوں ہاسٹل کیوں؟ یہاں بھی تو رہ سکتی ہوں؟"

"ہاں رہ سکتی ہو۔ مگر کیونکہ میں گھر کے کاموں کے لیے ایک کل وقتی

ملازم رکھ رہا ہوں۔ جو کہ آدمی ہوگا۔ ایسے میں تم یہاں کی بجائے گاؤں میں زیادہ آرام دہ محسوس کرو گی۔"

"سیدھا سیدھا بولیں نامیرے سے جان چھڑو رہے ہیں۔ وہ بھی تو مجھے

چھوڑ گئی ہے۔"

ایمان نے رونا شروع کر دیا۔ وہ وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔ تائی امی نماز پڑھ کر آئی تھیں۔ ایمان کے پاس بیٹھ کر اس پہ پھونک ماری۔ اس کو اپنے ساتھ لگایا۔ جب اس نے اپنا دل ہلکا کر لیا تو پیار سے بولیں۔

"اس کے سامنے امل کا ذکر نہ کیا کرو۔ اس کی اذیت نہیں برداشت ہوتی

ہے، شاید وہ اس کو بھولنا چاہ رہا ہے۔"

ایمان ایک دفعہ پھر رونے لگی۔

"تائی امی ہمارے ساتھ یہ سب کچھ کیوں ہوا ہے، اموا ابی کیوں ہمیں چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ میں کہاں جاؤں۔ ہمارا تو گھر ہی نہیں رہا۔ میں اکیلی وہاں کیا کروں گی؟ مجھے ڈر لگتا ہے۔ آپ کو بولیں نا وہ واپس آ جائے۔ امو تو نہیں آسکتی ہیں۔ ابی بھی نہیں آسکتے ہیں۔ پر آپ تو آسکتی ہے نا؟"

تائی امی بھی رونے لگیں۔

"ماں صدقے جائے مجھے تو یہی علم نہیں ہے وہ گئی کہاں ہے؟ امل تم نے مجھے بھی مایوس کر دیا ہے، تم نے تو اپنے بہن بھائی کی ہمت باندھ لی تھی۔ تم نے سارے خاندان میں اپنے شوہر کو دو کوڑی کا کر دیا ہے۔ ہر وقت بولنے والا چھیڑ چھاڑ کرنے والا انسان اب بلانے پر بھی بات مختصر کر دیتا ہے۔ میں کیا کروں میرے دل کو کیسے چین آئے جب میرے بچے پریشان ہیں۔"

"آپ فاز بھائی کو منع کر دیں۔ میں نے نہیں کالج جانا ہے۔ میں آپ کے

ساتھ گاؤں رہنا چاہتی ہوں۔"

"میرے ساتھ ہی رہو گی۔ میں تمہیں کب کہیں اور رہنے دوں گی۔ مگر پڑھائی چھوڑنا عقل مند ہی نہیں ہے، گھر بیٹھو گی تو بھائی تمہاری شادی کا سوچنے لگ جائیں گے۔ فارغ رہ کر دماغ مزید خراب ہوتا ہے، پڑھائی تمہیں مصروف رکھے گی۔"

ایمان نے ان کی گود میں سر جھپایا۔
"امو کہا کرتی تھیں۔ ایمان ڈاکٹر بنے گی۔"
تائی امی نے اس کے آنسو صاف کئے۔

"انشاء اللہ اللہ تمہاری ماں کے منہ سے نکلی پوری کرے۔ چلو شاپاش جاؤ بھائی بالکونی میں گیا ہے، جا کر اس کو بولو کہ تم کل سے کالج جاؤ گی۔ وہ دیکھو اپنا کمپیوٹر کھلا چھوڑ کر چلا گیا ہے۔" ایمان اٹھ کر فاز کے پیچھے گئی۔ وہ دونوں بازو رینگ پہ رکھ کر نیچے گلی میں کرکٹ کھیلتے بچوں کو دیکھ رہا تھا۔
"سوری بھائی۔"

فاز نے مڑ کر اس کو دیکھا اور اس کے سر پہ ہلکی سی تھپکی دیکر سابقہ پوزیشن میں ہو گیا۔

"مجھے اور تائی امی کو گھر کون لیکر جائے گا تاکہ میں اپنا سامان لے آؤں۔"
"ڈرائیور کو فون کر دیتا ہوں۔ دس منٹ تک آجائے گا، تم لوگ تیار ہو جاؤ۔"

"اور بھائی میں نے ہاسٹل میں نہیں رہنا ہے۔ وہاں میرا دل نہیں لگے گا، میں تائی اماں کے پاس ہی رہوں گی، بچوں کے ساتھ وین میں کالج آجایا کروں گی۔ جیسے کبھی کبھی گاؤں رات رہنے پر آیا کرتی تھی۔"
فاز نے اس کو سمجھانا چاہا۔

"وہ کبھی کبھار ہوتا تھا، ہر روز روٹین میں اتنا زیادہ سفر تمہیں تھا کہ دیا کرے گا۔ تمہاری سہولت کے لیے ہوٹل کا مشورہ دیا تھا۔"

"کوئی بات نہیں۔ باقی لوگ بھی تو آتے جاتے ہیں۔"

"ان کا سکول نزدیک ہے، تمہارا کالج دور پڑتا ہے۔"

"اچھا ہے روز لاہور کے دھویں میں سانس لیا کروں گی۔"

اطلاعی ٹھنٹی بجی۔ فاز نے جا کر دروازہ کھولا۔ مگر سامنے صدمہ کو دیکھ کر ماتھے پہ تیوری پڑ گئی۔

"یہاں کیا لینے آئے ہو؟"

"غصہ نہ کرو چوہدری۔ اماں جی نے فون کیا تھا، ان کو لینے آیا ہوں۔"

فاز وہیں سے پلٹا۔

"اماں آپ کا سپوت آیا ہے، آج آپ کی وجہ اس کو اندر آنے دے رہا ہوں۔ آج کے بعد یہ یہاں نہ آئے۔"

وہ اپنے کمرے میں بند ہو گیا۔ اماں نے ایمان کو تیار ہونے کا بولا۔ خود بھی اپنی چادر لینے لگیں۔ ایمان نے اس کے دروازے پہ دستک دی، پھر ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا۔

"فاز بھائی میں تائی امی کے ساتھ جا رہی ہوں۔ راستے میں صدمہ بھائی گھر کا چکر لگوا دیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ کیا تمہارے پاس گھر کی چابیاں ہیں؟"

"نہیں پر نوکر ادھر ہی ہوں گے نا۔ تو گھر کھلا ہوا ہی ہو گا۔"

"ہاں کھلا ہوا ہی ہے، الماریوں کی چابیاں میرے پاس ہیں۔ وہ بھی لیتی جاؤ۔"

"نہیں بھائی میں نے بس اپنی کتابیں اور کپڑے وغیرہ لینے ہیں۔ ان کو کوئی تالا نہیں لگا ہوا ہے۔ میں وہاں زیادہ دیر نہیں رکنا چاہتی ہوں۔" فاز نے اپنی ڈریسنگ کا دراز کھول کر اپنا والٹ نکالا۔ اسے کھول کر پانچ پانچ ہزار کے چھ نوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھائے۔ ایمان نے تعجب سے پوچھا۔

"ان کا میں کیا کروں گی؟ مجھے ضرورت ہو تو تائی امی دے دیتی ہیں۔"

"اپنی ضرورت کے لیے تمہیں کسی سے بھی مانگنے کی ضرورت نہیں ہے، اماں تمہیں دیتی ہی رہیں گی۔ مگر یہ تمہارے اپنے پیسے ہیں۔ چچا کا سارا کاروبار اس وقت میرے پاس ہے، یہ پیسے تمہارے ہیں۔ میں تمہارا اکاؤنٹ بنوا دوں گا۔ ہر مہینے تمہارا خرچہ اکاؤنٹ میں آجایا کرے گا۔ اس کے علاوہ بھی جو ضرورت ہو مجھے بتا دیا کرنا۔"

ایمان نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"کیا آپ اٹل آپی کے حوالے سے میری ذمہ داری لے رہے ہیں۔"

فاز کے چہرے سے ساری نرمی جاتی رہی۔ بولا تو لہجہ پتھر یلا تھا۔

"وہ بھاڑ میں جا چکی ہے، اس کے حوالے سے میں کسی کی شکل دیکھنا بھی

گوارا نہ کروں۔ تم میری بہن ہو۔ وہ کون ہے؟ کوئی نہیں۔۔۔ تم بہن ہو تمہارا

خیال کرنا میرا فرض ہے، آج کے بعد یہ موضوع نہ اٹھے۔ اب جاؤ۔"

ایمان پیسے پکڑ کر سوئے ہوئے موٹی کے پاس آئی اس کے گال پہ پیار

کیا۔ کمرے سے نکل رہی تھی جب فاز نے اس کو آواز دیکر بیس ہزار مزید دیا۔

"یہ اماں کو دے دینا۔"

اماں اندر اس کو ملنے آرہی تھیں اس کی بات پہ جتاتے بولیں۔

"اماں کو دے دینا، مطلب تم نے مجھ سے ملنا بھی نہیں تھا، موسیٰ کا خیال رکھنا۔ کوئی ضرورت ہوئی مجھے اسی وقت کال کرنا، میں آ جاؤں گی۔"

وہ ان کی فکر پہ مسکرایا۔
"کیا آپ کو لگتا ہے کہ میں ابھی بھی نہ تجربہ کار ہوں؟ آپ بے فکر ہو کر جائیں۔۔۔ میں سیکھ گیا ہوں اور پھر بھی اگر ضرورت پڑی آپ کو بلانا کون سا مشکل ہے۔"

"مجھے تو تم اپنے والے فاز لگتے ہی نہیں ہو۔ بہن بھائیوں کے بچے اکٹھے ہوئے شور کرتے تھے تو تم اس دن حویلی میں سویا کرتے تھے کہ ان کے بچے سونے نہیں دیتے ہیں۔ کہاں اب اپنے بیٹے کے رونے پہ اس کو اس قدر پیار سے بہلاتے ہو۔ رات کو اسے فیڈر گرم کر کے پلاتے ہو۔ اس کو نہلاتے ہو۔ تمہارے اندر کس کی روح آگئی ہے۔"

وہ ہلکے پھلکے انداز میں بولا۔

"شاید اسی کی سزا ملی ہے۔"

اماں نے بھی موسیٰ کو پیار کیا۔

"میرا سارا دھیان اس کی طرف رہنا ہے۔"

"اگلے ہفتے ڈرائیور کو بھیجوں گا۔ آپ آکر مل جانا۔"

"اچھا بوڑھی ماں راستوں میں ہڈیاں رولے گی۔ تم نہیں آؤ گے۔" ان

کے شکوے پہ وہ چُپ رہا۔

اماں اور ایمان چلے گئے۔ وہ انتظار کر رہا تھا یہ لوگ باہر جائیں تو وہ دروازہ بند کر لے گا۔ مگر صدمہ بھائی اس کے کمرے میں آگئے۔ فاز ایسے ہو گیا جیسے اس

کے علاوہ وہاں اور کوئی نہیں ہے۔ صمد بھائی کچھ پل دروازے کے پاس خاموش کھڑے رہے پھر بولے۔

"میں جانتا ہوں، تم مجھے اپنا دشمن سمجھ رہے ہو۔ تم ایک بیٹے کے باپ ہو۔ جب تم ایک بیٹی کے باپ بنو گے۔ تب میری جگہ خود کو رکھ کر دیکھو گے ناتو تم کو مجھ سے نفرت نہیں ہوگی۔ جب میں نے اس کو روتے دیکھا تھا، پہلا سوال یہی آیا تھا، اگر امل کی جگہ میری بیٹی کے ساتھ ایسا ہوا ہوتا تو میں کیا کرتا؟ بس اسی لیے میں نے اس کی مدد کی ہے کیونکہ آج اگر میں نے کسی کی بیٹی کا خیال کیا ہے تو کل کو میری اولاد پہ آنے والی کوئی پریشانی شاید اسی کے صدقے ٹل جائے۔" اپنی بات کہہ کر وہ چلے گئے۔

فاز کھڑکی کے سامنے کھڑا تھا۔ مٹھیاں اتنی زور سے میچی تھیں کہ اس کی انگلیوں کے جوڑ سفید نظر آرہے تھے۔ فون کی بیل نے اس کی توجہ اپنی جانب کھینچ لی۔ کمرے سے باہر آیا۔ ہال میں رکھے ڈنر کی میز پہ اس کا لیپ ٹاپ اور فون پڑے تھے، فون کال اٹھاتے ہوئے اس نے باہر کا دروازہ اندر سے لاک کیا۔

"ہیلو۔۔؟"

"السلام علیکم فاز۔۔ کیسے ہو یار؟"

"وعلیکم السلام۔ صابر کیسے فون کیا؟"

"یار مانا کے تم امیر آدمی ہو۔ مگر اب ہر بندہ تمہیں مطلب کے لئے ہی فون نہیں کرتا ہے۔ کس قدر بے مروت قسم کا جواب دیتے ہو، منہ کا ذائقہ کڑوا کر دیا۔"

"اب اصل بات کی طرف بھی آنا ہے یا اسی کام کے لیے میرا وقت برباد

کیا ہے؟" شاکر کی وفات ہو گئی ہے۔ تم جنازے میں شریک نہیں ہوئے۔ یہی

پوچھنے کو کال کی تھی۔ مگر تم مرد آئندہ نہیں کروں گا۔" یار معاف کر دے۔ مجھے اس بات کا پتا نہیں تھا، مگر اس کو کیا ہوا۔ یوں

اچانک چلا گیا ہے۔ اور تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا۔" اس کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا یار، میں نے دس دفعہ فیس بک پہ پوسٹ میں تمہیں ٹیگ کیا تھا۔ تم نہ جانے کہاں غائب ہو۔"

"سوری میں نے تو مہینوں سے فیس بک ہی نہیں کھولی ہے۔" سارے کلاس فیلو اس کی عیادت کو گئے تھے، تم تب بھی شامل نہ ہوئے، اب اس کے جنازے میں بھی نظر نہ آئے، اس لیے فون کیا ہے، پرسوں اس کے قل ہیں۔ یاد سے شامل ہونا۔ انکل وغیرہ سے آفسوس کر کے ان کو تسلی بھی دینا۔"

"انشاء اللہ کل ہی چکر لگتا ہوں۔ بہت زیادہ افسوس ہوا ہے۔" ہاں یار ابچارے کی منگنی ہوئی تھی۔ جلد شادی کی تیاریوں میں تھا۔" اللہ کی جو مرضی انسان کیا کر سکتا ہے۔"

"یہی تو بات ہے یار۔ چل ٹھیک ہے پھر بات ہوتی ہے، جب تم جاؤ مجھے فون کر دینا میں بھی آ جاؤں گا اور موسیٰ ٹھیک ہے؟"

"ہاں ٹھیک ہے۔"

"او کے پھر بائے۔"

"بائے۔۔۔ کال بند ہو گئی اس نے فیس بک کھولی۔"

صابر کے ساتھ وہ شروع میں روڈ ہو کر اس لیے بولا تھا کیونکہ صابر اس کے ساتھ والے گاؤں کا رہنے والا تھا۔ اس کا کلاس فیلو بھی رہ چکا تھا۔ دیہاتوں میں خبریں آگ کی طرح پھیلتی ہیں۔ یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ صابر کو اہل کے کارنامے کی خبر نہ ہوتی۔ اور جس طرح اینڈ پہ اس نے موسیٰ کی خیریت دریافت کی تھی۔ اس بات سے ثابت ہو گیا تھا، کیونکہ اگر وہ لاعلم ہوتا تو بھابھی بچے کا پوچھتا، خالی موسیٰ کا نہیں۔

فیس بک پہ واقعی بہت سے دوستوں نے شاکر مرحوم کی تصویریں اپ لوڈ کی ہوئی تھیں۔ شاکر کی وفات کا سن کر اسے دلی طور پہ بہت دکھ لگا تھا۔ اس نے شاکر کے بھائی کی آئی ڈی کھولی اور اس کو میسنجر پہ کال ملائی۔ دوسری طرف سے کال اٹھالی گئی۔ اس نے باری باری اس کے بھائی اور ابو سے افسوس کیا اور بتایا کہ وہ گھر پہ بھی حاضر ہوگا۔ آدھے گھنٹے بعد کال بند کر کے وہ باقی آئے میسج دیکھنے لگا۔ اور ٹھٹک گیا۔

اہل کی آئی ڈی سے میسج آئے ہوئے تھے وہ بھی ایک ماہ پہلے کے، اس کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ اس میں کیا لکھا ہوگا؟ اس نے فون بیڈ پہ رکھ دیا۔ خود چپ چاپ اس کے پاس بیٹھ گیا۔

مجھے یہ میسج کھولنا ہی نہیں چاہیے ہے۔ پرائیویٹ انویسٹیگیٹر نے بتایا تھا وہ پاکستان میں نہیں ہے، یا تو کینڈا میں اپنے ماموں کے پاس گئی ہے۔ یا پھر انگلینڈ میں اپنی خالہ کے پاس ہے، کیونکہ ان دونوں کے علاوہ اگر وہ کہیں اور گئی ہوتی تو بڑی رقم لگتی، مگر بڑی رقم کہیں سے بھی غائب نہیں ہوئی ہے۔ نہ چچا کے بزنس اکاؤنٹ سے نہ ہی چچا چچی کے جوائنٹ اکاؤنٹ سے۔ اس کا ماموں اتنی رقم دینے والوں میں سے نہیں ہے۔ خالہ کا چانس ہے۔ خالہ کا بیٹا بھی تو ہے؟ تو



کیا وہ انگلینڈ میں ہے؟ بیٹے تو ماموؤں کے بھی ہیں۔ کیا اب یہ اہم ہے کہ میں اس کا میسج پڑھوں؟ اگر نہیں پڑھوں گا تو الجھتا رہوں گا اور نا ہی میرے دماغ سے اسکی آخری ملاقات کے مناظر جائیں گے۔ جانے سے پہلے مجھے پیار کی مار سے بھی مار گئی ہے۔

جیسے اس نے فاز کو نرم نگاہوں سے دیکھا تھا وہ نگاہیں فاز کی یادداشت میں پیوست تھیں۔ جیسے امل نے اسکے چہرے کو اپنے ہاتھوں میں بھرا تھا، جب اس کے لبوں نے فاز کے چہرے کو چھوا تھا۔ اس دن سارا راستہ وہ اس کے ساتھ رہی تھی۔ اماں کو مریم کے پاس لے جاتے ہوئے وہ مسلسل اسی کو سوچ رہا تھا کہ گھر جا کر امل کو آج اپنے کمرے میں شفٹ ہو جانے پہ زور دے گا۔ مگر وہ کمرے میں کیا شفٹ ہوتی، وہ تو گھر سے ہی دفعہ ہو گئی۔ تم نے اس آخری پل میں میرے پہ بالکل ویسے ہی جھوٹا پیار لٹایا تھا، جیسے قربانی والے جانور کو چھری پھیرنے سے پہلے چارہ اور پانی دکھایا جاتا ہے۔

کس طرح آئے گا قرار مجھے

اُس نے دیکھا ہے بار بار مجھے

کھو گیا ہوں غموں کے صحرا میں

تو کہاں ہے ذرا پکار مجھے

اس نے امل کا میسج کھولا۔

"اگر تم نے میرا پیچھا کیا۔"

"تو اپنی ملاقات عدالت میں ہو گی۔"

"تمہارا میرا زبردستی کا ساتھ بس یہیں تک تھا۔"

"ابھی میں اپنے ماں باپ کے غم کو جی رہی ہوں، جس دن مضبوط
ہو جاؤں گی، تم سے خلاء لوں گی۔"

فاز نے پورا میسج پڑھنے کے بعد جواب میں امل کو گالیاں لکھ دیں مگر بھیجنے
سے پہلے ہی ڈیلیٹ کر کے اس کی آئی ڈی بلاک کر دی۔ یہ الگ بات ہے کہ
اگلے مہینے اس نے دوبارہ سے آئی ڈی ان بلاک کی۔ دوبارہ سے گالیاں دیں پھر
سے بھیجے بغیر ڈیلیٹ کر دی۔

یہ سلسلہ کافی دیر تک چلتا رہا۔ بھائی سے ناراضگی کی وجہ سے وہ گاؤں
نہیں جاتا تھا، مگر جس دن اس کو فون آیا کہ صمد کا موٹر سائیکل پہ ایکسڈینٹ
ہو گیا ہے، ساری ناراضگی بھول کر بھائی کی خیریت جاننے چلا گیا۔ صمد نے اس
سے معافی مانگ لی۔

تب تک ویسے بھی فاز کی طبیعت میں ایک ٹھہراؤ آچکا تھا۔
رہی سہی کسرتب پوری ہو گئی جب اس نے امل کو خود جا کر دیکھ لیا۔ وہ جو
کہتا تھا میرے سامنے آگئی تو اس کو جان سے مار دوں گا۔ وہ لندن اس کو لینے گیا
تھا، مگر دور سے دیکھ کر اس سے ملے بغیر ہی واپس آ گیا۔ اس نے ایسا کیوں کیا۔
اس کا جواب آج تک نہیں ملا تھا۔ کیا اس نے اپنی شکست تسلیم کر لی تھی؟ یا
موسیٰ کی خاطر ہر بات پس پشت ڈال دی تھی۔ چلو تب کی بات اور تھی، اب
بھی تو وہ اکیلا ہی واپس آ گیا تھا۔ اس کو موسیٰ کی سوالیہ نظریں اندر ہی اندر کاٹتی
تھیں۔ جس وقت وہ لوگ ایڈنبرا ایر پورٹ پہ بورڈنگ کر رہے تھے، موسیٰ
نے باپ سے پوچھا تھا۔

"کیا می ہمارے ساتھ نہیں جا رہی ہیں؟"

اور وہ بیٹے کے سامنے لا جواب تھا اور شکر بھی کرتا تھا کہ گھر آنے کے بعد
موسیٰ نے دوبارہ اہل کا ذکر نہیں کیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆ آخری باب

"آپ آفس واپس کیوں جا رہے ہیں؟"

"ایک میٹنگ دیکھنی ہے، اس کے بعد سیدھا گھر آؤں گا، پراس کر رہا
ہو۔ پھر اکٹھے ڈنر کریں گے۔ آپ تب تک جمال انکل کے ساتھ لچ کر کے
تھوڑی دیر آرام کر لو۔ میں شام میں آکر آپ کو جگالوں گا۔ ٹھیک ہے؟"
"اوکے بابا میں آپ کا انتظار کروں گا۔"

فاز نے جھک کر موسیٰ کو گلے سے لگا کر اس کے گال پہ پیار کیا۔

"میرا پیارا شیر بیٹا۔ بابا کی جان۔"

موسیٰ کے چہرے پہ فخریہ مسکراہٹ تھی۔ فاز نے ہمیشہ کی طرح جمال
کو اس کا خیال رکھنے کی تلقین کی اور گھر سے نکل آیا۔ لبرٹی چوک سے گزر رہا
تھا، جب سامنے نظر آنے والے بل بورڈ نے اس کے پیر بے اختیار گاڑی کے
بریک پیڈل پہ رُک گیا۔

یوں بیچ سڑک اچانک بغیر انڈی کیٹر دیے رُکنے سے اس سے پچھلی گاڑی
اس کی کار میں لگ گئی۔ مگر وہ ہونق بنا سامنے بل بورڈ کو ایک ٹک دیکھ رہا تھا،
پورے کمرے کے سائز کی سکرین پہ وہ مسکراتی ہوئی اس کی جانب آکر ایک
پوز دینے کے بعد واپس مڑ جاتی اور دو سیکنڈ بعد پھر وہی عمل دوبارہ دہراتی
تھی۔

اس چہرے کو وہ لاکھوں کڑوڑوں میں بھی ایک پل میں پہچان سکتا تھا،
کیونکہ وہ کوئی اور نہیں اہل فاز تھی۔ جس نے عربی کلچر کی عکاسی کرتا لباس پہنا

ہوا تھا، عبا یہ ساتھ میں ہائی، ہیلز اور سر پہ سکارف تھا۔ نیچرل رنگوں کا میک تھا۔ اہل کے شارپ فیچر بڑے نمایاں ہو رہے تھے اور پچھلی ٹریفک والے ہارن پہ ہارن دینے کے بعد اس کی سائیڈ پہ آکر باقاعدہ گالیاں دے رہے تھے۔ وہ ہوش کی دنیا میں آیا۔ اور گاڑی ایک سائیڈ پہ لگالی۔ اس کی سیکرٹری کی کال آگئی۔

"ہیلو۔۔؟"

"سر آپ کہاں رہ گئے۔ دوسری پارٹی یہاں آپ کے انتظار میں ہے۔"

"میٹنگ کینسل کر دو۔"

"ہیں؟"

"یار میں نے کہا ہے کہ میٹنگ کینسل کر دو۔ کسی اور وقت پہ رکھ لیں گے۔ اس وقت میرا موڈ نہیں ہے۔" اس کی اسسٹنٹ کی عمر اس سے بیس سال زیادہ تھی، اسی بات کا فائدہ اٹھا کر وہ گاہے بگاہے اس کو ڈانٹ لیا کرتی تھی۔ ابھی بھی غصے سے بولی۔

"تمہارا موڈ کب سے اتنا اہم ہو گیا کہ اس کی بنیاد پہ کام کو ٹالا جانے لگا ہے، یاد نہیں ہے تو میں یاد کرواؤں میری بہن کی آج ویڈنگ اینیورسری ہے، جس کی پارٹی میں جانے کے لیے میں نے آج جلد گھر جانے کی بات کی تھی اور تم نے کہا آج ہر حال میں یہ میٹنگ ہونا ضروری ہے۔ میں نے دو گھنٹے ضائع کر کے دوسری فرم کے لوگوں کو آفس آنے پر رضامند کیا۔ اب جب وہ لوگ آگئے ہیں۔ سارا انتظام ہو گیا ہے، تو تمہارے موڈ کو کچھ ہو گیا ہے، میں یہی کہوں گی جو بھی موت پڑی ہے اس کو میٹنگ کے بعد دیکھ لینا ابھی جلد از جلد آفس میں نظر آؤ۔ ورنہ میرا استعفیٰ پہلے سے تیار پڑا ہے۔"

فاز نے اپنے آنکھیں ملتے ہوئے اذیت سے کہا۔
 "یار کون سی منحوس گھڑی تھی، جب میں نے تمہیں نوکری پر رکھا
 تھا۔ تم کیوں یہ بات بھول جاتی ہو کہ تم میری اسسٹنٹ ہونا کہ میری ماں۔"
 "تم اپنی بکواس کسی اور وقت پہ ڈال دو۔ ابھی آفس پہنچو۔ تمہارے پاس
 صرف چودہ منٹ ہیں۔"

"منز نواب آپ میری طرف سے برطرف ہیں۔"
 "تمہارے اتنے اچھے نصیب نہیں ہیں میرا کنٹریکٹ ابھی دو سال باقی ہے۔ ہاں
 اگر میں اپنی مرضی سے نوکری چھوڑنا چاہوں تو تم مجھے روک نہیں سکو گے۔"
 "تم مجھے سر درد دے رہی ہو۔ فون بند کرو۔ میں آرہا ہوں۔" فون بند
 کرنے کے بعد اگلے پانچ منٹ وہ وہاں سے ہل نہ پایا۔ نظریں بل بورڈ پہ چپکی
 تھیں۔ آفس آیا تو موڈ بہت اداس تھا۔ سیدھا میٹنگ روم میں گیا۔ اس کی ٹیم
 اور مخالف پارٹی آمنے سامنے بیٹھ کر ضروری کاغذات دیکھ دکھا رہے تھے۔ اس
 نے اپنی سیٹ سنبھالی، دوسری کمپنی کا سارا پر پوزل سنا۔ جو جو اعتراضات تھے،
 ان کو کھل کر بتا دیئے۔ سائن ہونا باقی تھے۔ جب اس کی اسسٹنٹ نے شیٹ
 کے دروازے میں منہ دے کر اس کی توجہ حاصل کی۔

"سر آپ سے ملنے کے لیے کوئی آیا ہے۔"

فاز نے سر اٹھا کر دیکھے بغیر کہا۔

"اس وقت میں کسی سے نہیں مل سکتا ہوں۔ مجھے گھر جانا ہے، موٹی سے
 وعدہ کر کے آیا ہوں۔ جو بھی ہے اس کو کل صبح کا وقت دے دو۔"
 وہ تیزی سے قلم چلاتے ہوئے سائن کرنے لگا۔ مہناز نے پھر کوشش
 کی۔

"سر؟"

"تم وقت دیکھ رہی ہو؟ چھ بج رہے ہیں۔ اس وقت میں کسی سے نہیں ملوں گا۔ کلیر ہو گیا؟ اب جاؤ۔"

"سر۔۔! ملنا ضروری ہے۔"

"مہناز۔۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم نے گھر نہیں جانا ہے؟ یا کل کا دن نہیں چڑھنا ہے؟ کیوں میرا اور اپنا وقت برباد کر رہی ہو؟ اور ایسی کون سی عظیم ہستی آگئی ہے جس کے لیے تم مجھے اتنا زور دے رہی ہو؟" مہناز نے اس کے اکتائے ہوئے تاثرات کو دیکھتے ہوئے بتایا۔

"کیونکہ ملنے کے لیے آپ کی بیوی آئی ہیں۔"

فاز کی سارہ توجہ اس پہ فوکس ہو گئی۔ اس کو لگا غلط سنا ہے۔ فوراً تصدیق چاہی۔

"کیا؟۔۔۔ کون؟"

"امل آئی ہیں۔"

فاز کے چہرے پہ دنیا جہاں کی سختی در آئی۔ دونوں ہاتھ سامنے میز پہ رکھے تھے، سیدھے ہاتھ میں پین پکڑا ہوا تھا۔ گردن موڑ کر مہناز کو سنجیدگی سے متنبہ کرتی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔

"ایسے مذاق پہ تم اپنی نوکری سے ہاتھ بھی دھو سکتی ہو۔"

"جانتی ہوں۔ مگر میں مذاق نہیں کر رہی ہوں۔ امل آئی ہے۔ اس کو میں

نے تمہارے آفس میں بٹھایا ہے۔"

اگلے لمحے وہ اپنے قد سے کھڑا ہو گیا۔

"قیوم صاحب میری طرف سے سائن ہو گئے ہیں۔ پراجیکٹ آپ کو مل گیا ہے، اب باقی کا کام میرے لوگ دیکھ لیں گے۔ مجھے اجازت دیں۔"

قیوم کے ساتھ ہاتھ ملا کر لمبے مگر مستحکم قدم اٹھاتا ہوا وہ میٹنگ روم سے نکل کر اپنے آفس کی جانب بڑھ گیا۔ اپنے آفس کا دروازہ کھولا اور بت بن گیا۔ سامنے وہ دشمن جان اپنے پورے جمال کے ساتھ جلوہ فرما تھی۔

آف وائٹ لونگ سٹریٹ ٹراؤزر کے اوپر اسی رنگ کی لونگ سوٹ جیکٹ تھی، اس کے ٹراؤزر کے نیچے سے سفید جوتوں کی نوک نظر آرہی تھی۔ سفید سکارف سر پہ لیکر دونوں کندھوں سے پیچھے کو پھینکا ہوا تھا۔ ہاتھ میں سفید بیگ تھا۔ جب فاز کو یک ٹک اپنی جانب دیکھتے پایا تو بولنے میں اٹل کو ہی پہل کرنی پڑی۔

"السلام علیکم!"

وہ جواب بھی نہ دے پایا۔

"سوری آنے سے پہلے میں نے بتایا نہیں۔ مجھے لگا تھا اگر بتاؤں گی، تو تم مجھ سے ملنے سے انکار کر دو گے۔" فاز کے دونوں ہاتھ ٹراؤزر کی جیبوں میں تھے، سر کو تھوڑا سا خم کئے وہ اس کو دیکھے جارہا تھا، جو اس کے ایک دم سنجیدہ تاثرات کے سامنے اپنا اعتماد کھونا نہیں چاہ رہی تھی۔ ایک دفعہ پھر بات بڑھاتے ہوئے بولی۔

"تم نے آفس بہت اچھا سجایا ہوا ہے۔ لوکیشن بھی اچھی ہے۔ دوسری منزل پہ ہونے کی وجہ سے اگلا پچھلا باغ اچھے سے نظر آرہا ہے۔ اس کے علاوہ دور تک کھیت بھی نظر آرہے ہیں۔ بابا کا آفس بھی یہاں سے قریب ہی ہے۔"

عمر میں حیران ہوں کہ میں وہاں آتی جاتی رہی ہوں۔ مگر تمہارے آفس میں ایک دفعہ بھی نہیں آئی حالانکہ تمہارا آفس بابا سے پہلے آتا ہے۔"

"کیا بابا کا آفس بند کر دیا ہے؟"

اٹل کمرے میں ادھر سے ادھر جاتے ہوئے مڑ مڑ کر چور نظروں سے اس کو بھی دیکھ رہی تھی۔ جو ابھی تک ایسے ہی کھڑا تھا۔ جب فاز نے اس کے اتنے سارے سوالوں کے جواب میں بی بی خاموشی ہی دکھائی تو وہ اپنا ہینڈ بیگ صوفے پہ پھینکنے کے انداز میں رکھتے ہوئے بولی۔

"میں جانتی تھی۔ تم میرا یہاں آنا پسند نہیں کرو گے، مگر اب میں آ ہی گئی ہوں تو میری بات سن لو۔۔ مجھے تم سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔"

فاز نے بیرونی دروازے کی جانب دیکھا۔ وہاں سے ڈاک دینے والا لڑکا گزر رہا تھا، اس نے اس کو آواز دے کر اندر بلایا۔

"جی سر؟"

"کیا یہاں کمرے میں کوئی لڑکی موجود ہے؟"

اس لڑکے کے ساتھ ساتھ اٹل نے بھی اس کو ایسے دیکھا جیسے وہ مذاق کر رہا ہو۔ مگر لڑکے کی کچھ کہنے کی جرات نہیں تھی۔ ایسے تصدیق کرتے ہوئے بولا۔

"جی سر، سفید پینٹ شرٹ میں ایک عورت موجود ہے۔"

"اچھا کیا اس کے پیرسیدھے ہیں؟ کوئی بدروح بھی تو ہو سکتی ہے۔"

اٹل مصنوعی ہنسی ہنستے ہوئے اس کو چڑا کر بولی۔

"ہا ہا ہا ویری فنی۔" فاز نے اس لڑکے کو جانے کا اشارہ کیا۔ ایک دفعہ پھر

تنہائی ملتے وہ دو ٹوک بولا۔

"اٹل یہاں کیوں آئی ہو؟"

وہ اتنی زیادہ نروس تھی۔ لندن سے دبئی اور پھر دبئی سے لاہور تک کی فلائٹ میں اس نے لاتعداد مرتبہ یہ لائن دہرائی تھی۔ ایسے کہوں گی، اتنے اعتماد سے کہوں گی۔ مگر اب ایک دم سے بول گئی۔

"میں موسیٰ کو لینے آئی ہوں۔"

دونوں جہاں تھے، وہیں تھم گئے۔ فاز کی آنکھیں پھیل گئیں۔ اٹل کو رکا اب وہ اس کو طعنہ مارے گا، وہ سارا سوچ کر آئی تھی، جو کچھ کہے گا وہ چپ چاپ سن لے گی۔ موسیٰ کو پانے کے لیے وہ اتنی سی قربانی تو دے ہی سکتی تھی، مگر فاز نے اس کو حیران کر دیا۔ وہ اپنے ڈیسک کے پیچھے جا کر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"موسیٰ اس وقت گھر پہ ہے۔ اگر تم تھوڑی دیر انتظار کر لو۔ میں نے ایک کال کرنی ہے، اس کے بعد گھر لے چلوں گا۔"

اٹل جلدی سے وضاحت دیتے ہوئے بولی۔

"تم شاید میری بات نہیں سمجھے ہو۔"

"میرا خیال ہے کہ میں نے ٹھیک ہی سنا ہے کہ تم موسیٰ کو لینے آئی ہو

"ہاں۔۔ مگر کوئی ایک دو گھنٹے کے لیے نہیں۔۔۔ ہمیشہ کے لئے اس کو

ساتھ لے جانے کو آئی ہوں۔"

فاز نے جیب میں سے موبائل نکال کر سکرین لاک کھولتے ہوئے عام

سے انداز میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔"

اٹل اس کے ردِ عمل پہ شاکڈ رہ گئی۔

"تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہے؟"

ایک پل کو اس کی آنکھوں میں دیکھا جو اس کے ڈیسک کے بالکل سامنے
کھڑی حیران آنکھوں سے اس کو دیکھ رہی تھی۔ وہ اسی طرح عام سے انداز میں
بولا۔

"نہیں۔"

اٹل کے ماتھے پہ تیوری چڑھ گئی۔

"فاز میں موسیٰ کو اپنے ساتھ لندن لے جانے کے لیے آئی ہوں۔ مجھے
وہاں پہ ایک انٹرنیشنل ایڈورٹائزنگ کمپنی میں ماڈل کی جاب مل گئی ہے، میں
نے ایک اچھے ایریے میں فلیٹ کرائے پہ لیا ہے۔ جہاں قریب میں اچھے
سکول ہیں، شاپنگ سٹورز بھی ہیں۔ میں اور موسیٰ اب وہاں رہیں گے۔"
فاز نے انگوٹھا اٹھا کر اس کو داد دی۔

"ویری گڈ، بیسٹ آف لک۔"

اٹل نے دوسرے انداز میں سوچا اور فوراً سے کہہ بھی دیا۔

"اوہ تو آخر تم اکتا ہی گئے۔ پھر تو میں نے آکر تمہارا بھلا کیا ہے، اچھا ہے
ہم ماں بیٹا ایک طرف ہو جائیں گے پھر تم آرام سے شادی کر کے اپنا گھر بنا
لینا۔"

فاز کے ہاتھ تھم گئے اس نے ہاتھ میں پکڑے فون سیٹ کو دیکھا اور
دوبارہ جیب میں ڈالتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پاس آیا۔ بالکل اس
کے سامنے رُک کر اس کی آنکھوں میں دیکھ کر نرمی سے بولا۔

"جب ہم یو کے سے واپس آرہے تھے۔ تو میرے بیٹے نے اُرپورٹ پہ
مجھ سے سوال کیا تھا کہ بابا کیا ماما ہمارے ساتھ نہیں جائیں گی۔ میں اس کو کوئی

جواب نہیں دے پایا تھا، کیونکہ میرے پاس کوئی جواب تھا ہی نہیں۔ میں جانتا ہوں وہ تمہارے ساتھ وقت گزارنا چاہتا ہے جو کہ اس کا حق ہے، اور میرے منت کرنے کے بغیر ہی تم نے آکر اس کو ساتھ رکھنے کی بات کی ہے تو میں کیوں کوئی اعتراض کروں گا؟ میں نے اس کو بہت محبت دی ہے، مگر پھر بھی وہ ماں کو یاد کرتا ہے، میں چاہتا ہوں اس کے پاس ماں کی یادیں ہوں۔ اس لیے میں اپنی مرضی سے اس کو تمہارے ساتھ بھیج دوں گا۔"

امل نے آنکھوں کی نمی جھپانے کی خاطر نظر جھکالی۔ فاز میز پر سے اپنی کار کی چابی اٹھا کر باہر کو جاتے ہوئے بولا۔

"آ جاؤ میں گھر تک لے چلتا ہوں۔ موسیٰ تمہیں مل کر خوش ہوگا۔"

وہ اپنے بیگ کو اٹھانے کی جانب بڑھتے ہوئے بولی۔

"نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ نیچے میری ٹیکسی کھڑی ہے۔" وہ کچھ

بھی کہے بغیر آگے آگے چل پڑا۔ امل اس کے پیچھے تھی، درمیان میں چند قدم کی دوری تھی۔ اس لیے جب وہ کچھ یاد آنے پر یکدم مڑا تو امل اس کے ساتھ ٹکرائی۔ بہت پرانا ایک ٹکراؤ یاد آ گیا۔ فاز نے تھوک نگلا۔

امل نے فوراً دور ہو کر اس کو سوالیہ نظروں سے اس کو دیکھا۔

"سوری میں بھول گیا۔ میں نے تمہیں کھانے پینے کے لیے کچھ بھی آفر

نہیں کیا۔ تمہاری باتوں سے لگ رہا ہے ایرپورٹ سے سیدھی ادھر آئی ہو۔

بھوک نہ سہی پیاس تو ہوگی ہی۔ کیا پیوگی؟ میں منگواتا ہوں۔ سوری میرے

دماغ سے یہ نکل گیا۔"

امل نے کہا۔

"یہاں آنے سے پہلے میں گھر پہ اپنا سامان چھوڑ کر آئی ہوں اور اس وقت مجھے نہ بھوک ہے نہ پیاس ہے، مجھے بس موسیٰ سے ملنا ہے۔ اس کو لیکر گھر پہ جاؤں گی۔ اکیلی تھی ناتوان در نہیں جاسکی، باہر سے ہی واپس آگئی ہوں۔"

فاز نے مزید استفسار نہیں کیا ایک دفعہ پھر چل پڑا فون نکال کر نمبر ملایا۔ لفٹ میں وہ اٹل کے ساتھ جانے کا سوچ کر ہی ارادے کو بدل گیا۔ سیڑھیوں کا رخ کیا۔

"ہیلو۔۔۔ تم ایسا کرو۔۔۔ نوبے کی فلائٹ سے لاہور آ جاؤ۔ میرے پاس تمہارے لیے بڑا اچھا سر پرانز ہے۔"

ایمان نے کئی سوال پوچھ ڈالے۔ مگر وہ سب ٹال گیا۔

"کس بات کی بے صبری ہے؟ دو گھنٹے کی بات ہے۔ اپنا جو بھی سامان لینا ہے لو اور ٹیکسی پکڑ کر ایئر پورٹ پہنچو تمہاری ٹکٹ کاؤنٹر پہ دستیاب ہوگی۔ میں مہناز سے کہتا ہوں ابھی بک کروادے گی۔ شاباش جو بھی سر کھانا ہے، گھر پہنچ کر کھانا، اللہ حافظ۔"

اتنا کہہ کر اس نے کال کاٹ دی۔ دوسرا نمبر مہناز کا ملایا۔

"میڈم گھر جانے سے پہلے ایک آخری کام کرتی جائیں۔ ایمان کی سیٹ بک کروادیں۔ نوبے کی فلائٹ سے وہ یہاں ہو۔"

کال کاٹ کر تیسرا نمبر ملایا۔

"تم کہاں ہو؟"

"میں نے کہاں ہونا ہے؟ وہیں ہوں جہاں خاک چھاننے کے لیے مجھے جناب نے بھیجا تھا۔ دھوپ میں جل جل کر میرا رنگ گہرا سا نولہ ہو گیا ہے، اگر کل کو کسی نے مجھے یہ کہہ کر رشتے سے انکار کیا نا کہ لڑکا کالا ہے، تو یاد

رکھنا میں نے رنگ گورا کرنے والے نیلے آپ کے خرچے پہ لگوانے ہیں
کیونکہ فیشل وغیرہ سے جلی ہوئی چمڑی مزید جل تو سکتی ہے۔ سفید نہیں ہو سکتی
ہے۔"

فاز کو آمادہ کیجھ کر چوکیدار نے دروازہ کھول دیا۔
"تم پہ نیلے بھی اثر نہیں کریں گے بیٹا کیونکہ وہ انسانوں کے لیے بنے ہیں
گدھوں کے لیے نہیں۔ عمداً دھر ہی ہے یا گھر کے لیے نکل آیا ہے؟"
"ابھی نکلنے والے ہی ہیں۔"

"تم بھی اس کے ساتھ گاڑی میں بیٹھو۔ ڈنر میرے ساتھ کرو۔"
"نہیں جی آج ایسا ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ آج میری متوقع سسرال کی
طرف کھانے کا اہتمام ہے، اس لیے آپ کل پہ رکھ لیں۔"
"ہاں ہاں۔۔۔ ڈنر پہ ملتے ہیں بائے۔۔۔"

اُس نے فون بند کر کے جیب میں رکھا اور اپنے ملازم سے بولا۔
"اُس ٹیکسی کو اس کا کرایہ دیکر فارغ کر دو۔"

اس کی کار نزدیک ہی پارک تھی۔ اس نے اٹل کے لیے دروازہ کھولا اور
روٹین میں جیسے ماں یا موسیٰ کے لیے فرنٹ پیئجر سیٹ کا دروازہ کھولتا تھا۔
ابھی بھی وہی کیا۔ پھر خیال آیا۔ وہ شاید میرے برابر نہ بیٹھے مگر اٹل بیٹھ گئی،
دوسری طرف سے آکر اس نے اپنی سیٹ سنبھالی۔ ابھی وہ کار کو ڈرائیو سے
نکال کر روڑ پہ بھی نہیں لایا تھا کہ بلوٹو تھ پہ گھر کے نام سے نمبر کی بیل
بجنے لگی۔ اس نے کار کی سپیڈ کم کر کے کال لے لی۔

"ہاں جی؟" کار میں موسیٰ کی آواز ابھرتی سن کر اٹل کے دل کی دھڑکن
تیز ہو گئی۔

"بابا آپ نے کہا تھا۔ آپ جلدی واپس آرہے ہیں۔"
"میں راستے میں ہوں، بیس منٹ میں آپ کے پاس ہوں گا۔ آپ کو کچھ
چاہیے؟"

"بابا دادو کی کال آئی تھی، وہ کہہ رہی تھیں موسیٰ تم فروٹ سیلڈ ضرور
کھایا کرو۔"

روڈ پہ دونوں طرف دیکھ کر گاڑی کو سڑک پہ ڈالتے ہوئے وہ موسیٰ کی
بات پہ ہنس رہا تھا۔

"دادو نے یہ بھی کہا ہو گا کہ موسیٰ بس بسم اللہ فروٹ چاٹ والوں کا بنا
سیلڈ ہی کھانا۔"

موسیٰ کی سرگوشی سنائی دی۔

"جمال انکل بابا کو پتا چل گیا ہے، اب کیا بولنا ہے؟"
فاز کھل کر ہنسا۔

"جمال صاب آپ خود بھی مجھے بتا سکتے ہیں کہ سیلڈ کھانا ہے۔"

"نہیں سراسل میں اچھا نہیں لگتا نامیرایوں منہ پھاڑ کر فرمائش کرنا، مگر

اب کیا کریں وہ دکان ہے ہی آپ کے آفس کے پاس۔ اگر یہاں پاس میں
ہوتی تو میں خود دن کے وقت جا کر لے آتا۔"

"سلاد آجائے گا۔۔ کچھ اور۔۔؟"

"نہیں جی اور کچھ نہیں۔ ہاں وہ مریم بی بی کی کال آئی تھی۔ آپ کا پوچھ

رہی تھیں کہہ رہی تھیں آپ کا نمبر نہیں مل رہا ہے۔"

فاز نے ماتھا مسلا۔

"اوہ فارگاڈ سیک ان کانیت ورک اتنا تیز ہے۔ اچھا بائے۔ اب اگر اس کی کال آئے، کال نہ اٹھانا۔"

اس نے کال کاٹ کر مہناز کا نمبر ملایا۔ جیسے ہی دوسری طرف سے جواب ملا وہ چھوٹے ہی بولا۔

"مریم کو کیا بتایا ہے؟"

وہ بھی ڈرے بغیر بولی۔

"یہی کہ امل آگئی ہے۔"

فاز غصے سے بولا۔

"اپنا سامان پیک کرو۔ تم جاب سے فارغ ہو۔"

"تم کیا نکالو گے۔ میں خود چھوڑتی ہوں۔ اتنے بکو اس ترین اوقات ہیں۔ ہر بندہ حد چار بجے گھر پہنچ جاتا ہے، میں رات کے چھ سات تک یہاں پہنچ جاتی ہوں۔"

"کل سے مت آنا۔ وہ بی بی سی پورے خاندان کو کالز ملا کر ہیڈ لائن دے چکی ہوگی۔ اور ابھی دو گھنٹے بعد سارے میرے سر پہ سوار ہونے کو پہنچ جائیں گے۔ تمہیں اللہ اٹھائے۔"

"ہاں پھر تم ماں بن کر میرے بچوں کی رخصتی کرنا۔"

"کردوں گا۔"

"بد تمیز انسان۔۔۔"

"لاپرواہ عورت۔۔۔"

مہناز کے جواب دینے سے پہلے ہی فاز نے کال کاٹ دی۔

اٹل کی طرف دیکھے بغیر اس سے بولا۔ "خاندان کا سامنا کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ بہت بڑے بڑے حملے ہونے ہیں۔ میں کو شش تو کروں گا کہ وہ تمہاری شامت نہ بلائیں۔ مگر ایسا ہونا بہت مشکل ہے۔"

"میں ان لوگوں سے نہیں ڈرتی ہوں، بُرا بھلا ہی کہیں گے نا۔ تو پہلے کون سا میری شان میں قصیدے بولے جاتے تھے۔ پہلے بھی تو سُنتی ہی تھی۔ اب بھی سُن لوں گی۔"

وہ نظر پھیر کر کھڑکی سے باہر لاہور کی رونقیں دیکھنے لگی۔ اندر سے اتنی پریشان تھی کہ اتنے سالوں بعد وطن کی ہوا میں سانس لینے کی خوشی بھی نہیں منا پا رہی تھی۔ دوسرا فاز کے ساتھ تنہائی میں کار کا سفر کرتے ہوئے پرانی یادیں جاگ رہی تھیں۔ ایک وقت تھا جب انہوں نے کار پہ ملک کے ایک کونے سے دوسرے تک کا سفر کیا تھا۔ ملک وہی تھا، راہیں وہی تھیں، مگر وہ دونوں لوگ وہ ہو کر بھی ویسے نہ رہے تھے۔

تب اور اب میں جو بات سب سے زیادہ بدلی تھی، وہ فاز کی سوچ تھی۔ فاز ایک بدلا ہوا انسان تھا، کیونکہ اگر یہ وہ والا فاز ہوتا تو کبھی بھی اٹل کے موسیٰ کو لے جانے والے مطالبے پہ اتنی آسانی سے نہ مانتا۔ نہ ہی اس کو گھر والوں کی باتوں سے بچانے کی آفر کرتا۔ گاڑی میں محسوس کی جانے والی خاموشی تھی۔ اس نے کار فروٹ سالاد والی دکان کے باہر روکی۔ اندھیرا چھانا شروع ہو چکا تھا۔ اس کی موجودگی کو محسوس کرتے ہی ایک پندرہ سولہ سال کا لڑکا آرڈر لینے کے لیے آگیا۔

"السلام علیکم بھائی۔۔ آج موسیٰ کیوں نہیں آیا ہے؟"

"وعلیکم السلام کیونکہ میں گھر کی بجائے سیدھا آفس سے آیا ہوں۔ مولیٰ گھر پہ ہے۔"

"کیا لینا پسند کریں گے؟"

"دس پلیٹیں فروٹ سالاد کی پیک کر دو اور مینگو شیک کے دو گلاس ابھی لے آؤ۔" امل اس لمحے کو کوس رہی تھی جب وہ اس کے ساتھ فرنٹ سیٹ پہ براجمان ہو گئی۔ پیچھے ہونے سے درمیاں میں کچھ فاصلہ تو ہونا تھا نا۔ فاز اس کی موجودگی کو محسوس کرتے ہوئے خود کو بے نیاز محسوس کر رہا تھا اور وہ اس کے چہرے کو دیکھنے کی خواہش کو دوبارہ ہی تھی۔

ایک عورت نے امل کی سائیڈ پہ ناک کیا۔ وہ اپنے دھیان میں تھی اسلئے ڈر کر اُچھلی جبکہ ادھیڑ عمر عورت اس سے کہنے لگی۔ "با جی ازار بند لے لو۔ خالص پشتم کے بنے ہوئے ہیں۔ رنگ خراب نہیں ہوگا۔ نہ ہی ٹوٹتے ہیں۔ ان کی لمبائی بھی ٹھیک ہے۔ ہزار کے پانچ ہیں۔"

امل کو امو کی یاد آگئی۔ وہ ہمیشہ مارکیٹ جب رات کو آئس کریم وغیرہ کھانے کے لیے آتیں۔ اس طرح چیزیں بیچنے والوں سے اشیاء خرید لیتی تھیں۔ امل اکثر ان سے الجھ پڑتی تھی، کہ امو ان چیزوں کا معیار اتنا اچھا نہیں ہوتا ہے آپ کیوں لے لیتی ہیں۔ اس پہ امو نرمی سے کہتیں۔ میں اس انسان کے جذبے کی قدر کر رہی ہوں۔ جو مانگنے کی بجائے محنت کر رہا ہے۔ حلال کما رہا ہے۔ آج ماں کی یاد تازہ کرتے ہوئے ماں کی نخریلی بیٹی نے شیشہ نیچے گرایا اور مسکرا کر اس عورت سے بولی۔

"میں لے لوں گی۔ مگر مجھے بیس روپے کم کریں۔"

فاز نے اس کی مسکراتی ہوئی آواز پہ چونک کر اس کی جانب دیکھا تھا۔

"اگر آپ بیس روپے کم کریں گی تو میں پانچ پیکٹ خرید لوں گی۔"
وہ عورت خوشی سے مسکرا دی۔

"ٹھیک ہے بیٹی۔ تم بیس روپے کم دے دو۔"

خوشی خوشی اس نے پانچ پیکٹ گن کر ایک تھیلے میں ڈال کر امل کی جانب بڑھا دیئے۔ امل نے تھیلا پکڑ لیا اور اپنے بیگ کی زپ کھول کر پیسے نکالنے لگی تو یاد آیا کہ اس نے تو ابھی تک کرنسی ہی نہیں بدلوائی تھی۔ اس نے پریشان ہو کر فاز کی جانب دیکھا۔ منہ پہ ہاتھ رکھ کر بولی۔

"ہائے میرے پاس تو پیسے ہی نہیں ہیں۔"

فاز اس کی پریشانی بھانپ کر اپنی مسکراہٹ نہ روک پایا۔ اس نے اپنی ٹراؤزر کی دائیں جیب سے پیسے نکال کر دوسرے ہاتھ پہ رکھ کر ایک پانچ ہزار کا نوٹ امل کی طرف بڑھایا۔ امل نے شرمندگی سے وہ پیسے لیے۔
"میں تمہیں واپس کر دوں گی۔"

وہ بولا۔

"ہاں پلیز یاد سے واپس کرنا۔ پیسوں کے ساتھ ساتھ باقی سب کچھ بھی لوٹا دو تو مہربانی ہوگی۔" امل نے اس سے ڈر کر اس کے چہرے کو غور سے پڑھنا چاہا مگر تب ہی لڑکا شیک لیکر آگیا۔ فاز اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ امل نے ان خاتون کو پیسے دیئے۔ وہ پیسے لیکر بولی۔

"کیا ٹوٹے ہوئے نہیں ہیں؟ تم میری پہلی گاہک ہو۔ میرے پاس کھلے پیسے نہیں ہیں۔"

امل اس کا حل نکالتے ہوئے بولی۔

"آپ ایسا کریں نا۔ مجھے پیسے واپس کرنے کی بجائے اس کے حصے کا ایک ازار بند دے دیں۔"

اس عورت نے خوشی خوشی اس کے مشورے پہ عمل کیا اور اس کو ازار بند دے کر خوشی خوشی آگے چلی گئی۔

فاز نے امل کا گلاس اس کی طرف بڑھایا۔ امل نے گلاس لینے کے لیے ہاتھ آگے کیا دونوں کی انگلیاں ہلکی سی مس ہوئیں۔ امل انجان بند گئی۔ فاز مزید سنجیدہ ہو گیا۔

دونوں نے ایک ساتھ اپنے اپنے گلاس میں پڑا پائپ منہ میں رکھا۔ فاز نے لمبا سا گھونٹ بھرا جبکہ امل نے تھوڑا سا پی کر سانس لی۔ سالاد والوں نے اونچی آواز میں میوزک لگایا ہوا تھا۔

تیرے نام ہم نے کیا ہے

جیون اپنا سارا صنم

پیار بہت کرتے ہیں تم سے

عشق ہے تو ہمارا صنم

امل نے فاز کی جانب سے رخ ہی موڑ لیا

تیرے عشق نے ساتھ میرا حال کیا کر دیا

فاز کو اچھو لگ گیا۔ بری طرح کھانسنے لگا۔ امل نے گردن موڑ کر اس کو

دیکھا۔ جبکہ اُدت نارائین کہہ رہا تھا۔

گلشن بھی اب تو ویرانہ لگتا ہے

ہر اپنا ہم کو بیگانہ لگتا ہے

ہم تیری یادوں میں کھوئے رہتے ہیں

لوگ ہمیں پاگل دیوانہ کہتے ہیں
 تیرے بنانا ممکن ہے زندگی کا گزارا صنم
 فاز کی جانب پھولوں کے گجرے لیے ایک بچہ آیا۔ فاز نے پہلے تو اس کو
 اگنور کیا۔ مگر وہ اس کا ریگولر کسٹمر تھا اس لیے بچہ وہاں سے ملنے کو تیار نہ ہوا۔ شیشہ
 کھٹکھٹاتا رہا۔ آخر فاز کو شیشہ نیچے کرنا ہی پڑا۔

"تم اشارہ نہیں سمجھتے ہو؟ آج پھول نہیں لوں گا۔"

بچے نے حیرانی سے کہا۔

"تم عجیب آدمی ہے، جب اکیلا آتا ہے تو تم پھول ضرور خریدتا ہے۔ اب
 آج ساتھ میں پھول پہننے والی بیٹھی ہوئی ہے تو کہتا ہے پھول نہیں لینا ہے۔"
 وہ بے تکلفی سے امل سے پوچھنے لگا۔

"تم فاز بھائی کا کیا لگتی ہے؟"

فاز کو ایک دفعہ پھر اچھو کا لگا۔ امل بولی۔

"میں اس کی وہ لگتی ہوں، جس کا نام سن کر ہی اس کو غوطہ لگ جاتا

ہے۔"

وہ بچہ زور سے ہنسا۔ فاز نے ٹشو سے اپنا منہ صاف کیا اور بتاتے ہوئے

بولی۔

"یہ ایمان باجی کی بڑی بہن ہے۔"

وہ لڑکا حیرت سے بولا۔

"تم ڈاکٹر کا بڑی بہن ہے؟"

امل نے سر اثبات میں ہلایا جس پہ وہ مزید بولا۔

"تم پہلے کبھی کیوں نہیں آیا؟ کیا تم شادی شدہ ہے؟"

اے اس بچے کی اتنی بے تکلفی پہ حیران ہوتے ہوئے بتانے لگی۔
"کیا تم موسیٰ کو جانتے ہو؟"

وہ خوشی سے بولا۔

"موسیٰ تو اپنا پیار ہے اپنا جگر ہے۔"

"میں اُس کی ماں ہوں۔"

لڑکے کا حیرت کے مارے منہ کھل گیا۔ وہ فاز سے پوچھنے لگا۔

"استاد کیا یہ سچ کہہ رہا ہے؟"

فاز خود اہل کے جواب پہ حیران تھا، مگر پھر بھی سر اثبات میں ہلا کر اس کی تصدیق کر دی۔

"پھر تم آج سے پہلے یہاں کیوں نہیں آیا ہے؟"

"کیونکہ تمہارا فاز بھائی مجھے ساتھ نہیں لاتا تھا۔ آج زبردستی آئی ہوں۔"

"او استاد کیا تم اتنا ظالم مرد ہے یا۔ ایک منٹ۔۔۔ اگر یہ، موسیٰ کا ماں

ہے، اور تم موسیٰ کا باپ ہے، تو اس کا مطلب یہ تمہارا بیوی ہے؟"

اس کے انداز پہ اہل کی ہنسی چھوٹ گئی جبکہ فاز بس اس کا چہرہ دیکھ کر رہ

گیا۔

"بھابھی یہ لو یہ پھول تمہارے لیے ہیں۔ میں یہ تم کو بیچ نہیں رہا ہوں بلکہ تمہارے لیے میرا تحفہ ہے۔" اہل نے آگے کو جھک کر اس کے ہاتھ سے پھول لیے تو اہل کا کندھا فاز کے سینے کو چھو رہا تھا۔

وہ سیدھی ہوتے ہوئے بولی۔ "بہت شکریہ۔ پھول بہت پیارے ہیں۔"

ساری کار موتیے اور گلاب کی خوشبو سے مہک اُٹھی۔ اہل نے گجرے

ناک کے آگے رکھ کر لمبی سی سانس اندر لی۔۔۔ پھر اس لال گالوں اور بلوچی

ٹوپی والے گیارہ بارہ سال کے بچے سے بولی۔ یہ لو اب تم ہی مجھے یہ پہنا بھی دو۔
وہ مسکراہٹ چھپاتے ہوئے سر نفی میں ہلا کر ارد گرد دیکھنے لگا۔ اٹل ہنسی۔
"تم شر مار رہے ہو۔"

وہ مزید لال ہوتے ہوئے بولا۔ "لڑکیوں کو پھول انکا شوہر پہناتا ہے یا
بوائے فرینڈ۔۔ تمہارا شوہر ساتھ ہے اس کو بولو تمہیں پھول پہنائے۔"
"یہ نہیں پہناتا ہے نا تبھی تو تم سے کہہ رہی ہوں۔ تم میرے بوائے فرینڈ
بن جاؤ۔ تم تو پہنا سکو گے نا۔"

وہ لڑکا ہنستے ہوئے اپنے دونوں کانوں کو ہاتھ لگانے لگا۔
"توبہ توبہ تم کیسی باتیں کرتا ہے، میں تو کبھی بھی گرل فرینڈ نہیں بناؤں
گا۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ میرے بڑے بھائی نے بنائی تھی نا تو میری ماں نے اس کو روٹی
والے چمٹے سے مار مار کر کمرے میں روٹی دیئے بغیر بند کر دیا تھا، چلو نا فاز بھائی
تم کیسا مرد ہے، اپنی بیوی کو پھول پہناؤ نایار۔۔" فاز جانتا تھا وہ صرف اس بچے
کے ساتھ ہونے والی گفتگو کو انجوائے کرنے کی وجہ سے بات کو طول دے رہی
تھی۔ پھول پہننے کی خواہش نہ رکھتی تھی، اسلیے وہ خاموشی سے جوس پیتا رہا
جبکہ اٹل مزید بولی۔

"وہ مجھے پھول کبھی نہیں دیتا ہے۔ بس اپنی گرل فرینڈ کو دیتا ہے۔"

"بھائی تمہاری بھی کوئی گرل فرینڈ ہے؟"

"کبھی دیکھی ہے؟"

"نہیں نہیں بھائی یہاں پہ ہمیشہ اکیلا آتا ہے، یا موسیٰ اور ڈاکٹر ہاجی کے ساتھ آتا ہے۔ بھائی ہاجی کو پھول پہناؤ میں تصویر بنانا ہوں۔ پھر وہ تصویر تم اس پر لگانا۔ اپنا انسا کرام پر۔"

اٹل ہنستے ہوئے بولی۔

"تمہیں سب پتا ہے، بڑی پچنچی ہوئی چیز ہو۔"

"میں دو سال سے ہر روز رات کو پھول بیچتا ہوں۔ اتنے لوگوں کو دیکھا ہے، سب سیکھ گیا ہوں۔ جو آدمی پھول لیکر فوراً سے لڑکی کو پہنا دیتا ہے نا۔ وہ اس کا شوہر نہیں ہوتا۔ جو شوہر ہیں نا ان کی عورت خود ہاتھ آگے کرتی ہے، یہ لیں پھول ڈال دیں۔ وہ منہ بنا بنا کر پہناتا ہے۔ جبکہ کرل فرینڈ والے خوشی خوشی پھول پہنا کر تصویریں بھی وہیں لے لیتے ہیں۔ اٹل کے ساتھ ساتھ فاز بھی مسکرا پڑا۔

"بھائی پھول ڈالو یار۔۔۔"

فاز نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔ وہ جانتا تھا اٹل انکار کر دے گی، بات ختم ہو جائے گی۔ مگر اپنی جگہ ہر چیز جیسے تھم سی گئی۔ جب اٹل نے اپنا نرم ہاتھ اس کی پھیلی ہتھیلی پہ رکھ دیا۔ اٹل بھی ایک پل کے لیے گڑبڑا گئی اس کو پھول پکڑانے کی بجائے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پہ کیسے رکھ گئی۔ فاز نے اس کا ہاتھ دبا کر چھوڑ دیا۔ پھول لیا اور اس کی کلائیوں پہ ایک ایک گجر اڈال دیا۔ اٹل نے اپنا سیدھا ہاتھ ہلایا۔ مگر لمس کی تپش روح میں محسوس ہو رہی تھی۔ وہ لڑکا تھوڑی دیر مزید رکا پھر ایک نئی کار کے آنے پر وہاں سے ہٹ گیا۔ ان کا آرڈر تیار ہو کر آگیا۔ وہ بھی گھر کو روانہ ہو گئے۔ ایک دفعہ پھر خاموشی کا راج ہو گیا۔ جسے وقتی طور پہ فاز نے توڑا۔

"تمہیں ایئرپورٹ سے کال کرنی چاہیے تھی۔ مجھے نہیں تو شیر ی کو کر لیتیں یا کم از کم صدمہ کو ہی بلا لیتی۔ ہم میں سے کوئی چلا جاتا۔ یا ڈرائیور بھیج دیتے۔ اس طرح اکیلے ٹیکسی پہ آنا محفوظ نہیں ہے۔"

امل دھیرے سے بولی۔

"اپنے کام خود کرنے کی عادت گئی ہوئی ہے نا اس لیے کسی کو مدد کے لیے بلانا عجیب لگتا ہے۔"

"میں چاچو کے ڈرائیور کو کال کر دوں گا۔ کل صبح وہ اپنی ڈیوٹی پر آ جائے گا۔"

امل نے حیرت سے پوچھا۔ "کیا ابی کے بعد ان کو نوکری سے نکال دیا گیا تھا؟"

"نہیں۔ بس جگہ بدل دی تھی، آفس میں فی میل سٹاف کو پک اینڈ دراپ دیتے ہیں۔"

"تو وہ کون کرے گا؟"

"اس کے لیے بہت سے لوگ ہیں۔ نہ بھی ہوا تو کوئی نیا ڈرائیور رکھ لوں گا۔ مگر گھر پہ تو قابل اعتبار آدمی ہی چاہیے ہے۔"

"ویسے میں بس ایک ہفتہ ہی رکوں گی۔ اس دوران خود بھی ڈرائیور کر لوں گی۔" خاموشی کا وقفہ آیا۔ پھر امل نے پوچھا۔

"ایمان مجھ سے ناراض ہے۔ کیا وہ مجھ سے ملے گی؟"

فاز کی نظریں سامنے سڑک پہ تھیں۔ وہ بولا۔

"تمہیں سامنے دیکھ کر بڑے بڑوں کو ناراضگی بھول جاتی ہے، وہ تو پھر تمہاری چھوٹی بہن ہے۔ کتنی دیر ناراض رہ سکے گی، جبکہ وہ تمہیں بہت یاد کرتی رہی ہے۔"

امل نے گہری سانس بھری۔

"یہ تو ان لوگوں سے ملنے کے بعد ہی پتا چلے گا۔"

فاز نے سر اثبات میں ہلا دیا۔ موتیے کی خوشبو امل کو بہت بھلی محسوس ہو رہی تھی، کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے اُس نے دو دفعہ گجرے کو ناک کے قریب لا کر سونگھا تھا، کارفلیٹ کے نیچے روک کر وہ بولا۔

"اگر تم سر باہر نکال کر اوپر دوسری منزل کی بالکونی میں دیکھو تو کوئی نظر آئے گا۔" امل نے نا سمجھی سے اس کو دیکھا۔ مگر اس کی بتائی ہدایت پہ عمل کرتے ہوئے کھڑکی کا شیشہ نیچے کھسکا کر اوپر کو دیکھا۔ بالکونی میں بڑے سائز کا بلب جل رہا تھا، اور رینگ سے ایک سر جھانک رہا تھا۔ اگلے پل آواز آئی 'بابا؟' ساتھ ہی ہاتھ ہلایا گیا۔ امل کا دل بھر آیا۔ وہ فاز سے بولی۔

"کیا تم ہر روز اتنا شاندار استقبال وصول کرتے ہو؟"

فاز بولا۔ "الحمد للہ۔"

اگلے پل وہ کار سے باہر نکلا اور موسیٰ کو واپس ہاتھ ہلایا۔ امل ابھی تک اوپر کو ہی دیکھ رہی تھی۔ موسیٰ کا ہیولا ہی نظر آ رہا تھا۔ فاز کے باہر نکلتے ہی موسیٰ وہاں سے ہٹ گیا۔ امل نے فاز سے پوچھا۔

"کیا وہ اندر چلا گیا ہے؟"

"ہاں اب دروازہ کھول کر کھڑا ہو گا۔ تم بھی اوپر چلو؟"

"پتا نہیں مناسب لگے یا نہیں۔"

"آجاؤ۔ ویسے بھی موسیٰ نے اگر تمہارے ساتھ گھر جانا ہے تو اس کی پینگ میں تھوڑا وقت لگ جائے گا۔"
"اوکے۔"

اٹل گاڑی سے نکل آئی۔ فاز نے سامان اٹھایا۔ گاڑی لاک کی اور آگے چل پڑا۔ اٹل اس سے دو قدم پیچھے تھی۔ جیسے ہی وہ آدھی سیڑھیاں عبور کر کے اوپر آئے۔ موسیٰ کا مسکراتا چہرہ سامنے تھا، وہ بھاگ کر فاز کی جانب آیا۔ فاز نے سامان ہاتھ میں ہونے کے باوجود جھک کر اس کو گود میں اٹھالیا۔ موسیٰ نے باپ کے گال پہ پیار کیا۔ جمال نے آکر فاز کے ہاتھ سے بیگ پکڑ لیے۔ موسیٰ کا دھیان ابھی بھی اٹل کی جانب نہیں گیا تھا، کیونکہ جہاں وہ کھڑی تھی، وہاں بلب کی روشنی اتنی تیز نہیں تھی۔ فاز نے موسیٰ سے کہا۔

"کوئی آپ کے لیے لندن سے آیا ہے اور ایئر پورٹ سے سیدھا آپ کے کوئلے آئیں ہیں۔" موسیٰ نے اشتیاق سے پوچھا۔

"کون آیا ہے بابا؟"

اٹل نے آگے ہو کر موسیٰ کو مخاطب کیا۔

"السلام علیکم موسیٰ۔"

جیسے ہی موسیٰ نے اٹل کو پہچانا اس کا چہرہ کھل اٹھا۔ خوشی سے بولا۔

"بابا یہ تو وہ ہیں۔"

فاز ہنس دیا۔

"ہاں وہ ہیں ہیں۔۔۔ ملو گے نہیں؟"

موسیٰ اسی پل باپ کی گود سے نیچے اتر اور بھاگ کر اٹل سے لپٹ گیا۔

اس کو اپنی آغوش میں سماتے ہوئے خوشی سے ہنستے ہنستے رو دی۔

"ماشاء اللہ تین ماہ میں تم کتنے بڑے ہو گئے ہو۔"

امل کو جو جواب ملا اس کی توقع کوئی نہیں کر رہا تھا۔

"بھابھی جی تین ماہ نہیں۔ موسیٰ اب چار سال چھ ماہ کا ہو گیا ہے، تین ماہ کا تو تب تھا، جب آپ اس کو چھوڑ کر گئیں تھی۔"

مریم کی آواز پہ امل تو چونکی ہی۔ فاز نے بھی تیزی سے مڑ کر پوچھا۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو؟ کب آئی ہو؟"

مریم کے پیچھے فاطمہ بھابھی بھی فلیٹ سے برآمد ہوئیں اور خوشی سے امل کی جانب بڑھتے ہوئے بولیں۔

"صدقے جاؤں۔ تمہاری تو شکل دیکھنے کو آنکھیں ترس گئیں تھیں۔"

فاطمہ اس کو ایسے گلے لگ کر ملیں جیسے ان کے درمیان ان ماہ و سال کی دوری آئی ہی نہ ہو۔

"تمہیں کبھی اس بہن کی یاد نہ آئی۔ بندہ کال ہی کر لیتا ہے۔ ہیں؟ ناراضگی ایک فاز سے تھی، تم نے اس کے ساتھ ساتھ ہم سب کو بھی چھوڑ دیا۔ پیار کرنے والوں کو تو ایسے نہیں چھوڑتے ہیں امل۔"

وہ اس قدر پیار لٹا رہی تھیں۔ امل کی ہچکی نکل گئی۔ وہ سارے بل یاد آ گئے جب رونے کے لیے کوئی کندھا میسر نہ ہوتا تھا، جب اپنے آنسو خود صاف کرتی تھی۔ وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"مجھے ڈر تھا کہ آپ مجھ سے بات نہیں کریں گی۔ آپ بھی مجھ سے ناراض ہوں گی۔"

"دیکھو جھلی نہ ہو تو۔ بھلا ناخنوں سے ماس بھی کبھی جدا ہوا ہے۔"

فاطمہ بھابھی نے اس کے آنسو صاف کیے۔ فاز نے مریم کا بازو پکڑا اور
 بکولیت کے اندر لے گیا۔ "تم لوگ ادھر کیسے؟"

"بیٹا تم تو ہمیں کبھی نہ بتاتے۔ وہ تو شکر ہے میری نند تمہارے دفتر میں
 ہوتی ہے۔ جب مہناز کا میسج آیا تھا۔ میں اور بھابھی بازار میں تھے، میں نے
 باجی کو بتایا۔ بھابھی شاپنگ بھول کر بولیس چلو فاز کی طرف چلیں۔ ڈرائیور
 ابھی آیا نہیں تھا، اس لیے ہم نے وہاں سے رکشہ پکڑا اور ادھر پہنچ گئے۔ فکر نہ کرو
 میں نے گھر پہ بتا دیا ہے۔ امی ابو بھی آرہے ہیں۔ مہمانوں کے کھانے کا انتظام
 کرلو۔ پھوپھو لوگ بھی آرہی ہیں۔"

فاز نے جیسے سر پیٹ لیا وہ اپنے بیٹے کو لینے آئی تھی، اور اس کی فیملی یوں
 فوش ہو رہی تھی، جیسے بیٹا گھوڑی چڑھ رہا ہے۔
 "یا میرے خدا۔"

وہ مریم کو چھوڑ کر اندر کمرے کی جانب جاتا دکھا۔ واپس پلٹ کر مریم کے
 مانے آیا۔

"اٹل کے سامنے اپنی زبان کو ذرا کنٹرول رکھنا۔ اپنا غصہ نکالنے کی
 ضرورت نہیں ہے۔"

"میں ڈرتی نہیں ہوں۔ جو دل چاہا کہوں گی۔ جو رو کی غلامی تم ہی کو
 مبارک ہو۔ ہم سے نہیں ہوتی ملکہ عالیہ کی جھوٹی خوشامدیں۔ اور اس کی دیدہ
 دلیری تو دیکھو۔ چھوڑ کر تو بڑے نخرے سے گئی تھی، اب کس منہ سے اور
 کیسے واپس آئی ہے؟ اور جس شوہر کے سر میں بدنامی کی خاک ڈال کر گئی تھی،
 آئی بھی سیدھی اسی کے پاس ہے۔ اپنے گھر جاتی، اپنے بہن بھائی سے ملتی، جو
 اس سے نفرت کرتے ہیں۔"

فاز مریم کو زبردستی کھینچ کر اندر کمرے میں ہی لے گیا۔ اپنے پیچھے دروازہ بند کر دیا۔

"تم مجھے اندر کیوں بند کر رہے ہو تمہیں کیا ڈر ہے؟ کیا پرانی محبتیں جاگ گئی ہیں؟ مجھے اس کو پوچھنے تو دو؟ آخر وہ کس حق سے موسیٰ کو گلے لگا کر پیار کر رہی ہے۔ بلی کے بچے جتنا تھا جب یہ اس کو انگور کر کے اپنے شوق پورے کرنے نکلی تھی۔ وہ چوک میں اس کی فوٹو لگی ہوئی ہے، یہی سب یہ چاہتی تھی، تو اب واپس کیوں آئی ہے؟"

فاز نے اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیرا۔

"وہ واپس نہیں آئی ہے۔"

مریم نے تعجب سے پوچھا۔

"اس کا کیا مطلب ہے؟"

"مطلب سادہ ہے یا وہ میرے لیے نہیں آئی ہے، نہ وہ میرے پاس آئی ہے، وہ فقط اپنے بیٹے سے ملنے کے لیے آئی ہے۔"

مریم تو تپ ہی گئی۔

"کون سا بیٹا؟ تمہیں ہو کیا گیا ہے؟ تم کیسی باتیں کر رہے ہو۔ اس کا بیٹا ہوتا تو وہ اس کو چھوڑ کر کیوں جاتی؟ تب تو وہ دن رات تمہارا بیٹا تمہارا بیٹا کرتی تھی، پچھلے پانچ سال سے وہ تمہارا بیٹا تھا، جب اس کی پوٹیاں صاف کرنی تھیں وہ تمہارا بیٹا تھا، جب راتوں کو اس کے لیے جاگتا تھا، تب وہ تمہارا بیٹا تھا۔ آج وہ بل گیا ہے تو اب اچانک سے اس کا بیٹا بھی ہو گیا ہے؟ واہ جی کمال ہے۔"

فاز نے سوچا امل کے موسیٰ کو ملنے پر اتنا دوا دیا کر رہی ہے، اگر جو اس کو بتا
دوں کے وہ موسیٰ کو انگلیٹنڈ لے جانے کو آئی ہے تو یہ کیا کرے گی۔ سختی اختیار
کرتے ہوئے بولا۔

"مریم میں مانتا ہوں تم مجھ سے اور موسیٰ سے بہت محبت کرتی ہو۔ اس
کے لیے میں تمہارا شکر گزار ہوں اور مجھے بھی تم سے اتنا ہی پیار ہے، مگر میں
تمہیں اپنی ذاتی زندگی میں مداخلت کی اجازت نہیں دوں گا۔ بلکہ کسی کو بھی
کچھ کہنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ وہ اس کے پاس تھی یا نہیں تھی، مگر ہے تو اس
کی ماں۔۔ اور تاحیات رہے گی۔ یہ حقیقت نہ تم بدل سکتی ہو، نہ میں بدل سکتا
ہوں۔ اگر بات یک طرفہ صرف امل کی چاہت کی ہوتی کہ وہ موسیٰ سے ملنا
چاہتی ہے، میں تب بھی اس کو ملنے سے نہ روکتا۔ اب تو بالکل نہیں روکوں گا
جب مجھے علم ہے کہ میرا بیٹا بھی اس سے ملنا چاہتا ہے۔"

مریم نے اس کو غصے سے دیکھا اور پوچھنے لگی۔۔

"کیا تم وہی فاز ہو جو کہتا تھا مجھے کہیں مل جائے میں اس کو گولی مار دوں
گا۔ تم وہی ہو یا کوئی اور ہو؟ جو کہتا تھا میں جب تک اس کو قتل نہ کر لوں چین
نہیں پاؤں گا۔ جس نے اپنے بڑے بھائی پر اس لیے ہاتھ اٹھایا تھا کہ انہوں نے
اس عورت کی مدد کی تھی، تم بھائی کی جان لینے کے درپہ آگئے تھے۔ تم نے گھر
چھوڑ دیا، پورا ڈیڑھ سال تم نے اپنے بڑے بھائی سے کلام نہیں کیا تھا۔ یہ
ساری باتیں تم بھولے ہو گے۔ مجھے ابھی تک یاد ہیں۔ کیسے سارے گاؤں میں
سارے خاندان میں ہماری بدنامی ہوئی تھی۔ لوگ ہماری پیٹھ پیچھے ہم پہ
تھوکتے تھے، کہ ان کی بہو بھاگ گئی ہے۔"

فاز بولا۔۔

"وہ لوگ تم پہ نہیں مجھ پہ تھوکتے تھے، اور بہت اچھا کرتے تھے، میں اسی قابل تھا۔ وہ تمہیں نہیں مجھے چھوڑ کر گئی تھی، اور اس نے بالکل ٹھیک کیا تھا کیونکہ میں اسی قابل تھا۔ جو جو کچھ میں نے اس کے ساتھ کیا تھا، اس کے بعد اس کا میرے ساتھ رہنا بنتا ہی نہیں تھا۔ میں اس کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے چھوڑا، مجھے ٹھوکر لگی، میں اس قابل ہوا کہ اپنی اوقات دیکھ سکتا، اگر وہ چُپ چاپ میرے ساتھ رہی رہتی تو مجھے اپنی غلطی کا کبھی احساس نہ ہوتا۔ اگر وہ میرے ساتھ رہتی تو ہو سکتا ہے آج بھی وہ میرے لیے فقط ایک جسم ہی ہوتی، میں یہ بات جان ہی نہ پاتا کہ وہ بھی میری طرح ایک انسان ہے۔ میری طرح اس کو بھی تکلیف ہوتی ہے، اس کا بھی دل ٹوٹتا ہے، اس کی بھی عزتِ نفس مجروح ہوتی ہے۔ اس کے بھی خواب ہیں۔ میں سمجھتا تھا عزت والا مرد وہ ہے، جو اپنی عورت کو دبا کر رکھتا ہے، جو اس کو حد سے باہر نہیں جانے دیتا ہے۔ عورت اس مرد کی عزت کرتی ہے جو بات بے بات گالی دینا جانتا ہو، جو بیڈروم میں اس کو خوش رکھنا جانتا ہو، مگر مجھے پتا چلا میں غلط تھا۔ عزت اس مرد کی ہوتی ہے، جو عورت کی عزت کرنے والا ہو۔ میں تو عورت کی خود ہی عزت نہیں کرتا تھا۔ معاشرے میں اس کو کیا عزت دلواتا۔

"یہ تم جیسے لوگ ہیں۔ جو مجھ جیسے شیطانوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ میں اس کو اپنے پیر کی جوتی سمجھتا تھا۔ نفرت کرنی ہے تو مجھ سے کرو۔ غصہ نکالنا ہے تو مجھ پہ نکالو۔ میری وجہ سے اس کی زندگی خراب ہوئی، میری وجہ سے وہ پچھلے پانچ سال سے دکھی ہے۔ میری وجہ سے اس نے اپنے بیٹے سے دوری برداشت کی۔ تاکہ وہ مجھے میری کوتاہیوں کا احساس دلوا سکے۔ اس نے مجھے بہت سی باتوں میں غلط ثابت کر دیا ہے۔ میں سمجھتا تھا جب

لڑکیاں گھر سے نکلتی ہیں تو خراب ہو جاتی ہیں۔ میں سمجھتا تھا ایک عورت اپنے مرد کو صرف دوسرے مرد کے لیے ہی چھوڑتی ہے، مگر امل نے مجھے ہر بات میں غلط ثابت کر دیا ہے، یہ اس قدر مضبوط عورت ہے کہ مجھے فخر ہے کہ یہ میرے خاندان کی لڑکی ہے۔ یہ چار سال سے ایک مادر پدر آزاد معاشرے میں اکیلی رہ رہی ہے۔ مردوں کے ساتھ نوکری کرتی آئی ہے، مگر کوئی اس کے کردار پر انگلی نہیں اٹھا سکتا ہے، اس کی زندگی میں میرے علاوہ اور کوئی مرد نہیں آیا ہے۔ اگر یہ چاہتی تو مجھ سے خلاء لیکر شادی کر چکی ہوتی، اب تک تو اس کے دو بچے اور ہو گئے ہوتے۔ اس وقت اپنے شوہر اور بچوں کے ساتھ خوش و مگن زندگی جی رہی ہوتی، پیسے کی تو اس کے پاس نہ کل کمی تھی، نہ آج کی ہے۔"

وہ دمنٹ کی خاموشی کے بعد آہستگی سے بولا۔

"ہم اپنے رسم و رواج کے نام پر اپنی بہن بیٹیوں بیویوں کے پرکاش کر سمجھتے ہیں کہ ہم ان کو محفوظ کر رہے ہیں۔ ہم ان کو اس بات کی اجازت نہیں دیتے ہیں کہ وہ کھل کر ہمارے سامنے اپنی خواہشات کا اظہار کریں۔ بلکہ ہم ان کو اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ وہ اپنے اندر ایک بہت بڑا قبرستان بنا لیں، جہاں وہ اپنی جائز خواہشات اور حسرتوں کو دفناتی رہیں۔ ہم ان کو صرف استعمال کرنا جانتے ہیں۔

"جانتی ہو اس سب کا نتیجہ کیا نکل رہا ہے، معاشرے میں بے اعتباری اور بے بسی بڑھ رہی ہے، جو مل کر بے حسی کو بڑھا رہی ہے۔ ہم اپنی بیٹیوں کو اعلیٰ تعلیم دلوا رہے ہیں، مگر اس لیے نہیں کہ ہم ان کو امپاور کریں، ان کو جدید سکھائیں تاکہ یہ نئے جہاں دریافت کریں۔ نئی ٹیکنالوجی ایجاد کریں۔ بلکہ

اس لیے دلوار ہے ہیں تاکہ اچھی جگہ رشتہ ہو جائے، اور ایک بات جو میں نے دیکھی ہے، وہ بھلا کیا ہے، لڑکیاں اعلیٰ تعلیم یافتہ جو شادی سے پہلے نوکری کرتی ہیں، یا نہیں شادی کے بعد ان کے شوہر ان کو فون رکھنے کی اجازت نہیں دیتے ہیں، کیوں؟ کیونکہ فون رکھنے سے بہو بیوی خراب ہوتی ہے، اپنے گھر والوں کو چٹغلیاں لگاتی ہے۔ اب وہ لڑکی جو پچیس چھبیس سال اتنے وقار کے ساتھ جی ہو اس کو اس عمر میں آکر یہ سننے کو ملے کہ فون رکھنے سے خراب ہو جائے گی تو کیا وہ اندر سے اپنے شوہر کی اس بات کو پسند کرے گی؟ کیا اس بات سے انکار رشتہ مضبوط ہوگا؟"

مریم بولی۔

"تم نہ جانے کس زمانے کی بات کر رہے ہو۔ آج کون فون کے بغیر رہتی ہے، منہ دکھائی میں آئی فون ملتے ہیں۔"

فاز بولا۔

"تمہیں ہی ملا ہوگا۔ مجھے تو نہیں ملا تھا۔"

"تم شادی کے لیے ہاں تو کرو میری جان ایک چھوڑ دو فون مل جائیں گے۔"

"مہربانی۔۔۔ اپنے لیے فون میں خود ہی خرید لوں گا، شادی تم اپنے شوہر کی کروالو۔"

"میرا شوہر کون سا چھڑا چھانٹ گھوم رہا ہے۔ اس کی روٹی پک رہی ہے، شادی تو وہ کرے جو باورچی کے ہاتھ کے کھانے کھاتا ہے۔"

"تم اپنے جیسے مشورے اپنے پاس رکھو۔ اور اب یہاں سے نکلو اور جا کر موسیٰ کی پیکنگ کر دو۔"

"کیوں موسیٰ کہاں جا رہا ہے؟"

"اپنی ماں کے ساتھ اپنی ننھیال جائے گا۔"

"وہاں جانے کی کیا ضرورت ہے۔ اس کو بولو گاؤں چلے۔ اب آہی گئی ہے، تو سسرال میں رہے۔"

"میرا اس پہ کوئی حق نہیں ہے۔ جو میں اس کو حکم صادر کرتا پھروں۔ اس کو اپنے گھر جانے دو، تاکہ دو چار دن وہ بہن بھائی اکٹھے رہ لیں۔ چلو شباش موسیٰ کا سامان پیک کر کے لاؤ۔"

مریم ناک چڑھا کر کمرے سے نکل گئی۔ فاز نے گاؤں کا نمبر ملایا، اس کے بھتیجے نے کال اٹھائی تھی، فاز نے اس کو پیغام دیا۔

"دادو سے کہنا فاز کہہ رہا ہے، اس وقت لاہور آنے کی ضرورت نہیں ہے، آنا ہوا تو کل صبح کو آجائیں۔" ☆☆☆☆☆☆

مریم نے امل کو گلے ضرور لگایا تھا، مگر اس میں فاطمہ بھابھی والی گرمجوشی نہیں تھی۔ امل کے ذہن میں فاز کی باتیں گھومتی رہیں۔ کمرے کا دروازہ نیم واہ تھا۔ دونوں بہن بھائی میں ہونے والی گفتگو امل کے ساتھ ساتھ جمال اور بھابھی فاطمہ نے بھی سنی تھی۔ مریم ابھی موسیٰ کی چیزیں بیگ میں ڈال ہی رہی تھی، جب صمدان کو لینے آگیا۔ شیریں بھی ساتھ تھا۔ امل کو دیکھ کر دونوں ہی حیران نہیں ہوئے کیونکہ فیملی گروپ سے وہ بھی میسج پڑھ چکے تھے۔ شیریں نے بہن کو دونوں بازوؤں کے گھیرے میں لیکر اپنے ساتھ لگا کر زور سے بھینچا۔ اپنے بیڈ پہ ٹانگیں لٹکا کر بیٹھا فاز فون پہ اسلام آباد سے آنے والی پرواز کے اوقات چیک کر رہا تھا، وہ شیریں کے گلے مل رہی تھی۔ فاز نے فون سے نظر ہٹا کر اس منظر کو بڑے غور سے دیکھا۔ تب ہی امل نے اس کی نگاہوں کو

محسوس کر کے اس کی جانب دیکھا۔ دونوں کی نظر ملی۔ فاز کی آنکھیں امل کو
ایک ہی وقت میں کئی مختلف جذبات دیتی ہوئی محسوس ہوئیں۔
اداس۔۔۔ خالی۔۔۔ خاموش، حسرت۔۔۔

شیری کے بعد صمد بھائی نے اس کے سر پہ پیار دیا۔ امل خود سے آگے بڑھ
کر ان کے گلے ملی۔ فاز نے نگاہ پھیر لی۔

کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کو تم میسر ہے

جو تیری خوشبو پارے ہیں

جن کو دیکھ کر تیری آنکھوں کی خوشی بڑھ جاتی ہے

ان کے بخت روشن ہوئے جنہیں تو گلے لگاتی ہے

سب نے ایک ساتھ کھانا کھایا۔ فاز سارا وقت بہت خاموش تھا، اگر کوئی
بات کرتا تو وہ جواب دے دیتا، خود سے کچھ نہ کہتا۔ امل کی نگاہ بار بار اس کی
جانب جاتی۔ کبھی وہ اس کو دیکھ رہا ہوتا تو امل کو متوجہ ہوتا دیکھ کر نظر پُچرا لیتا۔
صمد بھائی اس کے ساتھ والی کرسی پہ تھے، سرگوشی میں پوچھ لیا۔

"اتنے خاموش کیوں ہو؟"

فاز نے بلا جھجک کہا۔

"تھک گیا ہوں۔ آج کام بہت تھا، صبح پانچ بجے کا اٹھا ہوا ہوں، نیند بھی

آ رہی ہے۔"

امل پلیٹ میں تھوڑا سا کھانا لیکر کھا رہی تھی۔ مگر وہ خود کو ایک دم سے
سب کے درمیان پا کر نروس بھی ہو رہی تھی۔ خاص کر جب وہ خود کے
بارے میں مریم کے خیالات کو جان گئی تھی۔ کھانے کے فوراً بعد
اس نے شہریار کو اشارہ کیا کہ چلو گھر چلیں۔ شہریار پہلے تو حیران ہوا۔ کونے

گھر جانا ہے۔ پھر سمجھتے ہوئے اس نے فاز کی جانب اجازت طلب نظروں سے دیکھا۔ فاز نے کہا۔

"میری گاڑی لے جاؤ۔ چابی انڈر بیڈ سائیڈ پر رکھی ہے۔"

"آپ کو کہیں جانا پڑا تو؟"

"کوئی نہیں میری دوسری کار نیچے ہی ہے۔ تم لوگ جاؤ۔ میں ایمان کو لے آؤں گا۔"

صد بھائی بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ سارے آگے پیچھے وہاں سے نکل گئے۔ موسیٰ نے باپ کی گود میں چڑھ کر پیار کیا اور وعدہ لیا کہ وہ بھی ساتھ آئے گا۔ اس نے وعدہ کر لیا کہ مانی خالہ کو لیکر آ رہا ہوں۔ اہل باپ بیٹے کے قریبی تعلق کو ایڈنبرا میں ہی دیکھ اور جان چکی تھی۔ اس لیے اب انجان بن رہی تھی۔ کیونکہ اسی میں اس کی بھلائی اور مطلب تھا۔

اگر وہ زیادہ گہرائی میں جاتی تو موسیٰ کو کیسے لیکر جائے گی۔ فاز بھی ان کے پیچھے ہی نیچے آ گیا، دوسری کار کا کور اتار کر ڈبئی میں رکھا۔ تب ہی جمال ہاتھ میں ایک ٹفن لیکر اس کے پیچھے آیا۔

"سرجی آپ مانی باجی کو لینے جا رہے ہیں۔ اگر انہوں نے یہاں نہیں آنا ہے تو یہ ان کا کھانا لے جائیں۔ وہ گھر کے کھانے کو یاد کریں گی۔"

اس نے اس کے ہاتھ سے ٹفن لے لیا اور ایئر پورٹ کو روانہ ہو گیا، کیونکہ اگلے پندرہ منٹ میں ایمان کی فلائیٹ پہنچ رہی تھی۔ وہ گاڑی سائیڈ پر لگا کر ایئر پورٹ کی جانب گیا تو سامنے ایک پلر کے پاس ایمان کھڑی نظر آ گئی۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر ایمان کی توجہ حاصل کی اور واپس کار کی جانب چل پڑا۔ ڈرائیونگ سیٹ سنبھال کر سائیڈ والی سیٹ کا دروازہ ایمان کے لیے کھولا۔

اس نے کھلے دروازے سے جھک کر اپنا بیگ پچھلی سیٹ پر پھینکا اور دونوں ہاتھ سینے پہ باندھ کر فاز کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔

"تو یہ بات سچ ہے کہ آپ کی بیوی واپس آگئی ہے۔"
قاز نے سر پھیر کر سامنے کی جانب دیکھا پھر دوبارہ ایمان کی طرف دیکھ

کر بولا۔

"میری بیوی نہیں آئی ہے، ہاں تمہاری بڑی بہن آگئی ہے۔"
"آپ نے مجھے اس کے لیے بلایا ہے، جس نے ان چار سالوں میں مجھے
مرا ہوا سمجھ کر اگنور کیا ہے، آپ کو لگا میں اس کو ملنے کے لئے اتنی بے تاب
ہوں گی؟"

"میں جانتا ہوں تم اس سے ناراض ہو۔ مگر ناراضگی جیسی بھی ہو بہن

بھائیوں کی محبت تو ختم نہیں کر سکتی ہے۔"

"قاز بھائی اس عورت نے کبھی مجھے ایک کال تک نہیں کی۔"

"میری وجہ سے نہیں کی کیونکہ اس کو پتا تھا تم میری نگہداشت میں ہو۔
اس کو یقین تھا تم اس کو میرے حق میں پریشانیز کرو گی اور میں گواہی دے
سکتا ہوں کہ بالکل ایسا ہی ہوتا۔ تمہارے لیے تو میں سب سے اچھا بھائی ثابت
ہوا ہوں نا۔ تم نے اپنی بہن کے آگے میری ہی حمایت کرنی تھی۔ اچھا کیا جو
اس نے کسی سے بھی رابطہ ہی نہیں رکھا۔"

"مجھے اپنے کانوں پہ یقین نہیں آ رہا ہے بھائی کہ آپ یہ سب کہہ رہے

ہیں۔ آپ کیسے اس کو معاف کر سکتے ہیں۔"

"اگر میں یہ کہوں ایمان کہ تمہاری یہ گفتگو مجھے تکلیف دے رہی ہے۔

کیا پھر بھی تم اہل کے بارے میں اپنی بدگمانی کو ختم نہیں کرو گی؟ میں اب تم
سب کو ایک ایک کر کے تو بتانے سے رہا کہ وہ عورت نہ میری قصور وار ہے نہ
میری اولاد کی نہ کسی اور فرد کی۔ بلکہ اگر کوئی کسی کا قصور وار ہے تو وہ میں ہوں
۔۔ صرف اور صرف میں ہوں۔ تم تو اس کو جانتی ہو۔ کم از کم تم تو اس کی
مخالفت مت کرو۔"

"قصور وار آپ تھے، تو اس نے مجھے بھی اس کی سزا کیوں دی؟ میرا کبھی سوچا؟"

"یہ ساری باتیں اس سے کرو، اس کی سُنو اپنی کرو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا، چلو شاہاش اب کار میں بیٹھو گھر چلیں۔ آج تم تینوں ایک ساتھ اپنے گھر میں رہو گے۔ آج چچی کی یاد تازہ ہونی ہے۔"

ایمان نے پلکیں جھپک کر اپنے آنسو واپس بھیجنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے ہٹ دھرمی سے کہا۔

"میں کار میں صرف ایک ہی شرط پہ بیٹھوں گی۔"

فاز نے نکل سے کہا۔

"بولو؟"

"آپ بھی وہیں رہیں گے۔"

"نہیں میری موجودگی میں وہ آرام وہ محسوس نہیں کرے گی۔" سمجھئے

"تو ٹھیک ہے پھر میں ابھی سیٹ لیکر واپس چلی جاتی ہوں۔ یہ نہ سمجھئے

گا کہ میرے پاس پیسے نہیں ہے۔ آخر کار میری بہن نے ایک اتنی بڑی عرب کمپنی کے لیے اشتہار کیا ہے۔ پیسے کی کمی نہیں ہونی ہے۔"

"اچھا میری ماں بیٹھو کار میں۔"

"ایک دفعہ پھر سوچ لیں۔ اگر آپ وہاں سے غائب ہوئے۔ میں آپ کے ساتھ ہی جاؤں گی۔"

"نہیں جاؤں گا۔ اب چپ چاپ بیٹھو۔ اس مہینے شاپنگ کے لیے تمہیں ایک کوڑی نہیں ملے گی۔" وہ بھائی کے برابر بیٹھتے ہوئے بولی۔

"کوئی نہیں میں ادھار لے آؤں گی۔" فاز گاڑی کو اسٹارٹ کر کے بیرونی سمت جانے والے راستے پہ ڈالتے ہوئے بولا۔

"میں اس کی پے منٹ ہی نہیں کروں گا۔"

"آپ پہلے ایسے ہی کہتے ہیں۔ پھر خود ہی ہاں کر دیتے ہیں۔"
 "جس دن سختی کروں گا تا تب ہی تم سدھرو گی۔"
 "مجھے بھوک لگی ہوئی ہے۔ میں نے لٹچ میر۔ فقط ایک۔ سینڈ ویج لیا تھا۔ اور
 مجھے جمال بھائی کے ہاتھ کا کھانا کھانا ہے۔"

فاز ہنس پڑا۔
 "ماں گئے بھائی جمال نے پہلے ہی تمہارا ثفن دیکر بھیجا ہے، اگر تو آپ کی
 یہ کوشش اس لیے تھی کہ آپ اپنے گھر نہ جاؤ۔۔ تو ناکام ہوئی ہیں۔ وہ پیچھے سیٹ
 پہ رہا آپ کا کھانا۔"
 "مجھے واقعی ہی جمال انکل کے ہاتھ کا کھانا بہت اچھا لگتا ہے۔ اتنا سکھربندہ
 نہ جانے سے آپ کو کہاں سے مل گیا۔:
 "تمہارے کہنے پہ یاد آیا جمال کو بھی تمہارے ساتھ ہی بھیجنا چاہیے
 کیونکہ تم لوگوں کے پاس باورچی نہیں ہے۔"
 "وہ ہے نا آپ کی زوجہ، وہی یہ سارے کام کرے گی۔"

فاز نے سر نفی میں ہلایا۔
 "اگر تم نے اس کے سامنے بھی ایسے ہی بولنا ہے تو میں تمہارے ساتھ
 نہیں رکوں گا۔ کیونکہ میں اس کو بے آرام نہیں دیکھ سکتا ہوں۔ تم اپنی زبان کا
 سوچ سمجھ کر استعمال کرو گی۔ میری بیوی ہونے کا اس کو کوئی حوالہ نہیں دو گی
 وہ میری کزن ہے۔ اب سے اس کی اور میری بات صرف اسی حوالے سے
 ہو گی۔"

"آپ دونوں ہی میری سمجھ سے باہر ہیں۔"
 ایمان کی بات پہ فاز نے کوئی جواب نہ دیا۔ جس وقت وہ لوگ گیٹ پہ
 پہنچے اسی وقت شہریار والی کار بھی ان سے صرف دو منٹ آگے پہنچی تھی۔ وہ

یقیناً راستے میں کہیں رک گئے تھے۔ چوکیدار نے دروازہ کھول دیا۔ شہریار اپنی کار آگے لے گیا۔ فاز نے لا کر اپنی کار اس کے پیچھے روکی۔

ایک وقت میں گھر میں گاڑی کے دروازوں کے کھلنے اور بند ہونے کی آوازیں گونج گئی۔ نوکرانی بھی اپنے کواٹر سے نکل کر آئی۔ امل نے گاڑی سے نکلنے ساتھ ہی مڑ کر پیچھے ایمان کو دیکھا۔ بہن کے ساتھ نظر ملی مگر ایمان کے چہرے پہ کوئی نرمی نہ آئی۔

امل نے جن نظروں سے اس کو اور فاز کو غور سے دیکھا تھا، فاز دل ہی دل میں لا حول پڑھ کر گاڑی سے نکلا اور امل کو جتنی ہوئی ملامتی نظروں سے دیکھتا ہوا شہریار اور موسیٰ کو ساتھ لیکر اندر کی جانب چلا گیا۔ امل نے شرمندگی سے اس کے پیچھے دیکھا۔ پھر واپس ایمان کی جانب متوجہ ہوئی جواب گاڑی سے نکل آئی تھی۔ امل نے پہل کی۔

"میں جانتی ہوں تم مجھ سے ناراض ہو۔"

"اچھی بات ہے، ورنہ مجھے بتانے پر انرجی ویسٹ کرنی پڑتی۔"

امل دو قدم اس کی جانب آئی۔ ایمان دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔

"میرے قریب آ کر جھوٹا پیار جتانے کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔ جہاں

پیار ہو وہاں لفظوں سے صفائیاں اور تسلیاں نہیں دینی پڑتی ہیں۔ میں یہاں

صرف فاز بھائی کے مجبور کرنے پر آئی ہوں۔ کیونکہ ان کی کوئی بات ماننا

میرے بس میں نہیں ہوتا ہے، ان کے مجھ پہ بڑے احسانات ہیں۔ جو کام

میرے بہن بھائی کے کرنے کے تھے، وہ بھی انہوں نے کئے ہیں۔"

"مجھے معاف کر دو۔"

ایمان نے اس کو غصے سے دیکھا۔

"اگر اتنا آسان ہوتا ہے معاف کرنا تو چلیں کر دیتی ہوں میں آپ کو

معاف۔ کیا بد لے میں آپ فاز بھائی کو معاف کر سکیں گی؟"

"اسی لیے آج ہم چار سال بعد مل رہی ہیں۔ مجھے علم تھا تم ہر فون کال پہ اس کا مقدمہ لڑو گی۔ کیونکہ تم میرے احساسات کو سمجھ ہی نہیں سکتی ہو۔ ایمان کسی کو زبردستی کسی انسان کے حق میں نہیں کیا جاسکتا ہے، اگر کوئی اپنے تعلق میں ایک گیپ لا رہا ہے تو اس کو اس کے حال پہ چھوڑ دو، اگر تعلق میں دم ہو تو وہ خود کو خود ہی بچا لیتا ہے، کسی ریسکیو آپریشن کی ضرورت نہیں پڑتی ہے۔ تم فاز کو اپنا کیس خود لڑنے دو۔ مجھے بس اتنا بتا دو۔ کیا تم مجھے گلے لگ کر ملو گی یا مجھے ابھی مزید ترسنا ہے؟"

اس کی آخری بات پہ ایمان کے آنسو بھر آئے، امل نے آگے بڑھ کر اس کو گلے لگا لیا۔ دونوں بہنیں رونے لگ گئیں۔ مگر اتنا شکر ہوا کہ رونے کے بعد مطلع صاف ہو گیا۔ امل نے اس کو چھیڑا۔

"ڈاکٹر صاحبہ آپ تو کتنی بڑی ہو گئی ہیں۔"

"جی جناب ایک دن ڈاکٹر کے کوٹ میں دیکھیں گی۔ بس کچھ سال کی کھجل خرابی بچی ہے۔" امل نے آنسو ہاتھ کی پشت میں جذب کئے۔

"امو بہت خوش ہوں گی۔"

ایمان رندھی آواز میں بولی۔

"وہ خوش ہیں، مجھے خواب میں ملتی ہیں تو ہر دفعہ مسکرا رہی ہوتی ہیں۔ مگر میرا ان کے بغیر دل نہیں لگتا، اب تو لاہور اپنا گھر ہی نہیں محسوس ہوتا ہے، میں یہاں مہینوں بعد آتی ہوں۔ وہ بھی اگر کوئی چیز یعنی ہو، ورنہ اس گھر کا خالی صحن کاٹ کھانے کو دوڑتا ہے، ابھی بھی یوں لگتا ہے نہ جانے کس وقت امو بچن سے نکل آئیں۔ ابی کہیں سے آواز دے دیں۔ میں تو ان کی آواز سننے کو ترس گئی ہوں۔"

امل نے ایک دفعہ پھر اس کو اپنے ساتھ لگا لیا۔ خاموش آنسو نکل رہے تھے۔ اس کی کمر سہلاتے ہوئے بولی۔

"اللہ کسی دشمن کو بھی قیمتی کا غم نہ دے، بندہ بڑا اکیلا ہو جاتا ہے۔ کوئی آپ کی خبر نہیں لیتا۔ انسان سائے سے نکل کر کڑی دھوپ میں کھڑا ہو جاتا ہے۔ زندگی کے تمام رنگ ماند پڑ جاتے ہیں۔ امو کے بغیر ان چار سالوں میں کسی نے عید نہیں دی۔ کسی نے دعا نہیں دی۔ کسی نے یہ نہیں کہا تم بُری بھی ہو مگر ہو تو میری نا۔ کسی نے سینے کی گرمی میں بچھا کر دنیا کی فکر سے آزاد نہیں کیا ہے۔ ابی کا سر پہ سے ہاتھ اٹھا ہے تو سمجھ آیا بے سرو سامانی کیا ہوتی ہے۔" دونوں کو شیر کی وہاں آنے کی خبر نہ ہوئی۔۔ جب اس نے دونوں بہنوں کے گرد اپنی بانہیں پھیلائیں دونوں پہلے چونک گئیں۔۔ پھر تینوں مسکرا دیئے۔۔ امل بولی۔

"موٹے ہو گئے ہو۔۔ دوڑو غیرہ نہیں لگاتے ہو؟"

شیری نے بالوں کو ہاتھ سے سیٹ کرتے ہوئے سامنے کھڑکی کے شیشے میں خود کو دیکھ کر کہا۔

"فاز بھائی مجھے ایک ٹانگ پر بچا رہے ہیں۔ اینٹوں والی بھٹی لگائی ہے، اس کا سارا کام میرے پہ ڈال دیا ہے۔ انچارج ہوں۔ کئی دفعہ تو کھانا کھانے کا بھی ہوش نہیں رہتا ہے، صمد بھائی تو کل مجھے کہہ رہے تھے کہ باہر برگر پزے کھا کھا کر جو پیٹ نکلا، ہوا تھا، اب ساتھ لگ گیا ہے۔"

"جب ہم ایڈنبرا میں ملے تھے، تب تو تمہارا پیٹ نہیں تھا۔"

"ہاں وہاں سے آنے کے بعد پورا مہینہ حویلی میں کیبل کے آگے لیٹ کر اور کھاتے ہوئے گزرا تھا، وہ تو فاز بھائی پیچھے پڑ گئے ورنہ میں نے اب تامل کیا انگلش کیا کسی سینے کی فلم نہیں چھوڑ لی تھی۔ گینس بک آف ریکارڈ میں تمہارے بھائی کا نام آنا تھا۔"

امل شفقت سے مسکرا دی۔ شیری بولا۔

"ابنی سناؤ۔۔ واہ بھئی۔۔ لبرٹی چوک میں یہ بڑا سا بل بورڈ لگا ہوا ہے۔
 پیاری لگ رہی ہو۔ پہلی نظر میں پہچانی بھی نہیں جاتی ہو۔"
 "ہاں عربی لکد میں میک اپ کیا گیا ہے اس لیے الگ ہے۔"
 وہ جھجکتے ہوئے بولی۔
 "تم لوگوں کو بُرا تو لگا ہو گا؟"

ایمان بولی۔ "نہیں اب ہم نے اتنی ٹھو کریں کھا کر ایک چیز تو سیکھ ہی لی
 ہے، اگر کوئی جائز طریقے سے کچھ کرنا چاہتا ہے، اس کو کرنے دیا جائے۔ چلو
 اندر چلیں موسیٰ سے تو میں ابھی ملی ہی نہیں ہوں۔ ویسے بھی امل تم نے
 پورے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ سر ڈھانپا ہوا تھا، اس پہ تو کسی کو بھی اعتراض
 نہیں ہو گا، عبا یا پہنا تھا وہ بھی سکن ٹائٹ نہیں تھا، جبکہ پاکستان کے ہر برینڈ کی
 تصویر پہ ماڈل ہو یا عام زندگی میں لڑکیوں کے پہننے اوڑھنے کا طریقہ ایک چیز
 بہت عام کی جارہی ہے۔ فیشن کے نام پر عورتیں تنگی پنڈلیاں لیکر گھوم رہی
 ہوتی ہیں۔"

شیری ایک دم بولا۔ "ہاں یار مانی میں بھی اس دن ٹی وی شو میں دیکھ کر
 سوچ رہا تھا کہ یار یہ کیا بات ہوئی۔ میڈیا کا تو اللہ ہی حافظ ہے، مجال ہے جو کسی
 چینل نے ریٹنگ سے نکل کر کنٹینٹ کا سوچا ہو۔۔۔ خیر مٹی پاؤ۔۔ امل تم فاز
 بھائی کو یہاں سے جانے کا مت کہہ دینا۔ ان کو میں زبردستی اپنے ساتھ لائی
 ہوں۔ اگر وہ گئے نا تو میں بھی ان کے ساتھ ہی چلی جاؤں گی۔"
 امل نے انکھیں گھمائیں۔ "جی بہن میری مجال کہ میں مہمان سے کوئی
 بے ادبی کروں۔"

شیری شرارت سے بولا۔ "یہ کیسے ان کو کچھ کہہ سکتی ہے آخر یہ بھی تو
 ان کے گھر میں رُکی تھی۔" ایمان حیرت سے بولی۔
 "کب؟"

"جب فاز بھائی پچھلی دفعہ یو کے گئے تھے۔"
 "ہیں کیا تب ان دونوں کی ملاقات ہوئی تھی؟ بڑے میسنے ہو تم لوگ
 مجھے تو نہ بتایا۔"

شیری بولا۔ "جس طرح فاز دکھی واپس آیا تھا۔ میں نے تو جان بوجھ
 کر کبھی ذکر ہی نہیں کیا تھا۔ ویسے باجی جی آپ نے واپس آکر بہت اچھا کیا
 ہے۔"

باتوں کے دوران وہ لوگ اندر آ گئے۔ امل نے جان بوجھ کر اس وقت یہ
 بات نہ کھولی کہ وہ صرف ایک ہفتے کے لیے آئی تھی۔ جب جانے کا وقت
 آئے گا تب دیکھی جائے گی، فلحال تو وہ بہن بھائی کے ساتھ وقت گزارنا چاہ
 رہی تھی۔ اندر آئے تو فاز اور موسیٰ کو دیوار پہ لگی تصویروں کے
 سامنے کھڑے پایا۔ موسیٰ باپ سے پوچھ رہا تھا۔

"اگر یہ نانا جان ہیں تو یہ کون ہیں؟"
 "یہ بھی نانا جان ہی ہیں۔ یہاں وہ آپ کے بابا کی عمر کے تھے۔ اور
 دوسری جگہ وہ تھوڑے ضعیف ہو چکے ہیں۔"

"اور بابا نانا جان کے ساتھ کون ہے؟ کیا یہ میں ہوں؟"
 "نہیں یہ میں ہوں۔"

موسیٰ نے حیرت سے آنکھیں پھیلا کر پوچھا۔
 "کیا سچ بابا؟ کیا یہاں پہ آپ موسیٰ کی عمر کے ہیں؟"
 "ہاں جی تقریباً یا شاید ایک سال بڑا ہوں۔"

"بابا۔۔؟"

"جی"

"یہ کون ہے؟"

"یہ آپ کی ماما ہیں۔"

"شی از لو کنگ ٹوینگ۔"

"جی۔۔ کیونکہ یہاں پہ وہ صرف دو سال کی ہیں۔"

مانی نے پیچھے سے جا کر موسیٰ کو اٹھالیا۔

"میرا جانو تو مجھ سے ملا ہی نہیں ہے۔۔۔ ہیں۔۔۔"

"مانی خالہ آپ کو پتا ہے جمال انکل اور میں طوطے خرید رہے ہیں۔ ہا ہا

نے بھی اجازت دے دی ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے، مگر آپ کی بلی طوطے کو کھا جائے گی۔"

"نہیں بابا کہتے ہیں وہ بڑا سا پنجرہ لا کر دیں گے۔ بلی کو اس پنجرے کے

اندر جانے کی اجازت نہیں ہوگی۔ نہ طوطے کو باہر آنے کی اجازت ہوگی۔"

شیری بولا۔

"مگر وہ تو بہت زیادہ شور کرتے ہیں۔ تم لوگوں کا فلیٹ تو چڑیا گھر بن

جائے گا۔"

فاز نے اے بڑے پیار سے کہا۔۔

"موسیٰ شیری ماموں ہمیں اپنے جیسا سمجھ رہے ہیں، ان کو بتاؤ کہ ہمارا گھر

چڑیا گھر بس تب ہی لگتا ہے، جب یہ وہاں صوفے پر پسر کر دن رات ٹی وی

دیکھتا ہے۔ عام طور پر وہاں انسان ہی رہتے ہیں۔"

اٹل نے ان کو تحائف دیئے۔ موسیٰ کے لیے زیادہ چیزیں نہیں تھیں۔

جس پر اٹل کے منہ سے نکل گیا۔

"موسیٰ کا سارا سامان میں اس کے کمرے میں سیٹ کر کے آئی ہوں۔

جب یہ وہاں جائے گا تو سب دیکھ کر بہت خوش ہوگا۔"

مانی چونکی۔ شیری شاید پہلے سے ہی یہ سب توقع کر رہا تھا۔ ایمان کو اٹل کا

ارادہ جان کر بہت صدمہ ہوا۔

"تم موسیٰ کو لینے آئی ہو؟ ایسا تم سوچ بھی کیسے سکتی ہو؟"

اٹل نے چور نظر سے فاز کی جانب ایک نظر دیکھا۔ جس کا ایک دم سے سارا فوکس ٹی وی کی جانب ہو گیا۔

"ایمان اس میں اتنا حیران ہونے والی کیا بات ہے؟ موسیٰ میرا بیٹا ہے۔ وہ میرے ساتھ رہ سکتا ہے۔"

"ہاں رہ سکتا ہے۔ پاکستان میں رہونا۔ جہاں اس کا باپ بھی اس کے پاس ہو۔ جو بچہ ساری عمر ایک دن کیا چند گھنٹے سے زیادہ کبھی باپ سے دور نہیں ہوا۔ اس کو تم ایک دم سے سات سمندر پار اس کے باپ سے دور لے جانے کی بات کر رہی ہو۔"

"اس کے باپ کو جب کوئی اعتراض نہیں ہے۔ تو تمہیں کیا مسئلہ ہے؟"

"فاز بھائی کو مسئلہ کیوں نہیں ہوگا؟ فاز بھائی اس کو بتائیں کہ یہ ایسے ویسے منصوبے نہ بنائی پھرے۔ آپ موسیٰ کو ہم سب سے دور نہیں جانے دیں گے۔"

"پلیز مانی تم خواجواہ کی بحث شروع نہ کرو۔ فاز نے اجازت دے دی ہے۔ میں فلحال پاکستان شفٹ نہیں ہو سکتی ہوں۔ میری نئی نئی جاب ہے۔ مجھے مختلف ملکوں میں جانا پڑ سکتا ہے۔ مگر زیادہ کام یو کے کا ہے۔"

"بھائی آپ نے اس کو کیسے اجازت دی ہے؟"

مانی کے براہ راست پوچھنے پر فاز بولا۔

"یہ ماں ہے۔ جتنا حق میرا ہے، اس سے دو گنا اس کا ہے، اگر یہ اس کو ساتھ لیکر جانا چاہتی ہے تو میں منع نہیں کروں گا۔"

"حد ہو گئی ہے بھائی۔ کیا آپ نے یہ فیصلہ لینے سے پہلے تائی امی وغیرہ سے پوچھا ہے؟ وہ کبھی بھی اجازت نہیں دیں گی۔ مانا یہ ماں ہے، مگر ہم سب کے ساتھ بھی تو زیادتی ہے ہم کیسے موسیٰ کو اتنی دور جانے دیں۔"

فاز سمجھاتے ہوئے بولا۔

"دیکھو اماں کے سامنے ایسی ایمو شٹل باتیں مت کرنا، ان کو سمجھانا ویسے ہی مشکل ثابت ہونا ہے، اور یو کے کون سا دور ہے۔ موسیٰ ہر چھ ماہ بعد آکر مل جائے گا۔ میں خرچہ بھیج کر منگوا لیا کروں گا۔ یا ہم خود چلے جایا کریں گے۔ میرا پانا بھی ہو جائے گا اور تمہاری تو ویسے بھی اب میں شادی کر رہا ہوں۔ ہو سکتا ہے تمہارا شوہر یو کے میں ہی رہنے چلا جائے پھر موسیٰ کے ساتھ ملتی رہنا۔"

ایمان غصے سے بولی۔۔

"بھائی مجھے تسلیاں دے رہے ہیں یا خود کو؟ آج تک کبھی موسیٰ کو اپنے بغیر گاؤں رکنے کی اجازت تو دی نہیں۔ اس کو یو کے بھیجنے چلیں ہیں۔" ایمان اپنی جگہ سے اُنھی امل کے لائے تھنے اپنی گود سے اٹھا کر صوفے پہ ڈالتے ہوئے امل کو دیکھ کر بولی۔

"اگر تم ہمیں نئے طریقے سے تکلیف سے دوچار کرنے آئی ہو نا تو تم نہ ہی آتی تو اچھا تھا۔ ہو سکتا ہے ایک دن ہمیں صبر آ ہی جاتا۔"

اتنی بات کہہ کر وہاں سے چلی گئی۔ شیریں بولا۔

"میں اس کو دیکھ کر آیا۔"

بہانہ بنا کر وہ بھی کھسک گیا۔ امل کا چہرہ سُرخ ہو رہا تھا۔ فاز نے جھکی گردن سے آنکھ اٹھا کر اس کو دیکھا اور بولا۔

"میں جانتا ہوں۔ تم بہت مضبوط ارادوں کی مالک ہو۔ اگر فیصلہ لے چکی ہو تو ان لوگوں کی باتیں تمہیں متاثر نہیں کریں گی۔"

امل اپنی گود میں آدھا جسم رکھ کر سوئے موسیٰ کے بالوں کو ہاتھ سے سیٹ کرتے ہوئے بولی۔

"پہلے مریم اب ایمان۔۔ تم مجھے کس کس کے غصے سے بچاؤ گے۔ ان کو کہنے دو جو جو یہ کہنا چاہتی ہیں۔ پتا چلتا ہے ان کے دل میں میری کتنی عزت اور چاہت ہے۔"

"تم غلط سمجھ رہی ہو۔ ایمان تمہارے جانے کا سن کر زیادہ اپ سیٹ ہوئی ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ تم ان لوگوں کی زندگی کا حصہ رہو۔"
اٹل بولی۔

"اس سب میں وقت لگے گا نا۔ سب کچھ ایک پل میں تو واپس نارمل نہیں ہو سکتا ہے۔ میں اسی لیے موسیٰ کو وہاں لے جانا چاہتی ہوں۔ مجھے تو بچہ منجائے گا اگر کچھ ہنر آیا بھی ہو کبھی مگر اب تو سب بھول چکی ہوں۔ مجھے تو سب کچھ نئے سرے سے سیکھنا پڑے گا، اور یہ کام میں یہاں رہ کر تو ہرگز نہیں کر سکتی ہوں۔ جہاں انسان کو بات بات پہ جج کیا جاتا ہے، ہر عمل پہ رائے دی جاتی ہے۔ میں نے یہ جاب لی ہی اس لیے ہے تاکہ میں موسیٰ کو اچھا لائف سٹائل دے سکوں۔"

"اس کی تم فکر نہ کرو۔ میں اس کا خرچہ بھیج دیا کروں گا۔"

اٹل نے سر اٹھا کر اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"تم جانتے ہو نا مجھے پیسے کی کمی نہیں ہے؟ مگر میں خالی ہاتھ نہیں بیٹھنا چاہتی ہوں۔ نہ ہی اپنے بچے کی پرورش اپنے باپ کی دولت پہ کرنا چاہتی ہوں۔ اس لیے جاب کرنا میری مجبوری ہے۔"

فاز بولا۔

"چاچو کا بزنس آج بھی تمہارا مستطری ہے، تمہاری جگہ خالی ہے۔"

اٹل نے اس کو غور سے دیکھا۔ کیا یہ ذومعنی جملہ تھا؟ اور بولی۔

"وہ تمہارا اور شیر کا ہے۔ مجھے اس کام کا کوئی تجربہ نہیں ہے۔"

"کیوں نہیں ہے، فیشن تمہاری فیلڈ ہے۔"

"ہاں مگر میں نے گرافک ڈیزائننگ نہیں پڑھی ہوئی ہے۔ کیا میں تم سے

ایک بات کہہ سکتی ہوں؟" فاز نے سنجیدگی سے کہا۔

"بولو۔"

"جب میں یہاں آرہی تھی تو مجھے پورا یقین تھا کہ ہو سکتا ہے اپنی بات منوانے کے لیے تمہارے ساتھ لڑنا جھگڑنا پڑے۔ میں ذہنی طور پر تیار ہو کر آئی تھی کہ شاید عدالت سے رابطہ کرنا پڑے۔ کسڈی کا کیس لڑنا پڑے۔ مگر تمہارا ردِ عمل میری سوچ کے بالکل الٹ ثابت ہوا ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ تم نے اتنے آرام سے ہاں کیسے کر دی ہے؟"

"اس بات کا جواب میں پہلے دے چکا ہوں۔"

"وہ جواب کافی نہیں ہے، موسیٰ کی خوشی کے لیے بھی جانے دیتے تب بھی تم یہ شرط رکھ سکتے تھے کہ میں موسیٰ کو دینے کو تیار ہوں، مگر تم رہو گی یو کے میں۔"

فاز کی لہجہ مزید ٹھنڈا اور سنجیدہ ہو گیا اور بولا۔ "مجھے کسی نے سکھایا ہے زبردستی کسی کے فیصلے تبدیل نہیں کیے جاسکتے ہیں۔ دوسرا مجھے لالچ بھی ہے۔"

اٹل چوکنی ہوئی۔

"کیسا لالچ۔"

"ہو سکتا ہے اس طرح سے ایک دن تم مجھے معاف کر دو۔"

اٹل اس کا چہرہ دیکھتی رہ گئی۔ فاز نے نظر جھکالی۔ تھوک نگلا۔ پھر سر اٹھا کر دیکھا تو وہ ابھی بھی اس کو پک ٹک دیکھ رہی تھی۔ وہ حیرت سے بولی۔

"کیا مجھے سُننے میں غلط فہمی ہوئی ہے۔"

فاز نے سر نفی میں ہلا کر جواب دیا۔

"اگر معافی کے خواہش مند ہو تو منہ سے کیوں نہیں کہتے ہو؟"

"کوشش کرتا ہوں۔ مگر زبان ساتھ نہیں دیتی ہے۔"

"کیا انا آگے آتی ہے؟"

وہ مجروح سا مسکرایا۔

"انا تو کب کی اپنی موت آپ مر گئی ہے۔"

"تو پھر کیا ہے؟"

"ڈر لگتا ہے۔"

"کس بات کا؟"

"اگر تم نے انکار کر دیا تو؟"

"تو تم پھر کوشش کر لینا۔"

اس دفعہ چونکنے کی باری فاز کی تھی۔ وہ اس سے نظر پڑا کا بولا۔

"انتظار کی سولی بڑی بے رحم ہوتی جا رہی ہے۔ اور وسوسے اس سے بھی

بے رحم ہیں۔ یہاں کھڑے رہنا آسان نہیں ہے۔"

"کیا میرے معاف کر دینے سے ساری اذیت ختم ہو جائے گی؟"

"ہو سکتا ہے کم ہو جائے۔ یا یہ بھی ممکن ہے کہ مزید بڑھ جائے۔"

"وہ کیسے؟ معاف کر دینے سے تو تم خوش ہو جاؤ گے۔"

"اگر تم معاف کرو گی تو دل خوش فہمیاں پالے گا، جیسے ابھی اس تذبذب

میں مبتلا ہے کہ شاید تم معاف کر دو پھر نئی امید لگالے گا کہ شاید تم مل جاؤ۔"

اگلے گلے میں گولا سا پھنسنے لگا۔

"یاد ہے جانے سے پہلے میں نے تم سے پوچھا تھا۔"

"ہاں تم نے کہا تھا کیا تمہیں نہیں لگتا کہ تمہیں مجھ سے معافی مانگنی

چاہیے۔ وہ سوال تم نے بند کانوں سے کیا تھا۔ جہاں تمہاری آواز ہی نہ پہنچ

پائی۔"

"پھر آج کس چیز کی معافی چاہیے؟"

فاز نے نم آنکھوں سے اس کی نظروں میں دیکھا دونوں کے درمیان کافی

فاصلہ تھا، وہ ڈبل صوفے پہ تھی اور وہ کمرے کے دوسرے کونے میں پڑے

سنگل صوفے پہ براجمان تھا۔

"تمہاری ذات کی بے حرمتی کرنے پر، تمہیں جذباتی طور پر کمزور کرنے پر۔ تمہاری مرضی کے خلاف تمہیں حاصل کرنے پر۔۔۔ زبردستی بلیک میلنگ کے ساتھ نکاح پڑھوانے پر۔۔۔ تمہارے ذہنی طور پر تیار نہ ہونے کے باوجود تم سے جنسی تعلق قائم کرنے پر، تمہیں بے اعتباری کے اس مقام پر لانے کے لیے کہ جہاں تم موسیٰ کے ابارشن کا سوچنے پر مجبور ہوئیں۔ میری غلطیوں کی فہرست بہت لمبی ہے۔ مگر میں اس بات پہ بالکل بھی شرمندہ نہیں ہوں کہ میں نے تمہیں ابارشن سے روکا۔"

اٹل کی آنکھ سے ٹوٹ کر آنسو موسیٰ کے بالوں میں گم ہو گیا۔ موسیٰ کی غیر موجودگی کا سوچ کر ہی اٹل کے کلیجے پہ ہاتھ پڑا تھا۔ روتے ہوئے بولی۔
 "اس کے لیے میں تمہاری شکر گزار ہوں۔ تمہارا شکریہ فاز کہ مجھے اس کمزور لمحے سے بچا لیا چاہے میں نے اس وقت بُرا ہی منایا تھا۔ مگر گزرتے وقت کے ساتھ میں اپنے آپ کا سامنا نہ کر پاتی، میں تمہارا غصہ اس پہ نکالنے والی تھی۔ جس کا کوئی قصور ہی نہیں تھا۔ اس وقت میرے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سلب تھی۔ اور اگر تم بیچ میں نہ آتے میں موسیٰ کو کھودیتی۔ میں ذہنی طور پہ ہر نفع نقصان سے بے نیاز ہو چکی تھی۔ تمہاری اس نیکی کے بدلے میں باقی کی ساری باتیں معاف کرتی ہوں۔ موسیٰ کو تمہارے پاس چھوڑ کر جانے میں ایک سوال میرے دماغ میں یہ بھی تھا کہ میں تو اس کے ساتھ برا کرنے والی تھی، یہ دنیا میں آیا تو تمہاری وجہ سے ہے تو میں کس منہ سے اس کو لیکر جاتی۔ مگر اب میں مزید اس سے دور نہیں رہ سکتی ہوں۔ تم جب چاہے اس کو ملنے آسکتے ہو۔ جتنا وقت چاہے اس کو اپنے پاس بلا سکتے ہو۔ مگر میں موسیٰ کی زندگی کا حصہ رہنا چاہتی ہوں۔"

فاز نے ایک ہاتھ سے اپنا چہرہ صاف کیا اور اثبات میں سر ہلا کر اٹھ کھڑا

ہوا۔

"تم چاہو تو دو کیل سے اگر مینٹ بنوا سکتی ہو۔ کل کو اگر تم شادی کرتی ہو تب بھی میں موسیٰ کو تم سے دور نہیں کروں گا۔ ہاں اگر تمہارے شوہر کو اچھا نہ لگے تب موسیٰ کو یہ بات سمجھانا میری ذمہ داری ہوگی۔"

"تم ایسا کیوں کہہ رہے ہو؟ اس کو چھوڑ کر میں کسی سے شادی یہ کیوں راضی ہوں گی؟ جس کو میرا بیٹا قبول نہیں ہوگا۔ اس کو میں کیسے قبول کروں گی؟ اور یہ شادی کی بات آئی کہاں سے ہے؟"

"شادی کی بات آئے گی ہی زندگی ایک مقام پہ کب تک رُکے گی؟ آگے بھی تو بڑھو گی۔"

"تم مجھے مشورے نہ دو۔ میں آگے ہی بڑھ رہی ہوں۔ ورنہ اس وقت ریسٹورانٹ پہ ویٹری ہی کر رہی ہوتی۔ اور آگے بڑھنے کا مطلب شادی ہی نہیں ہوتا۔"

فاز نے ہاتھ کھڑے کر دیئے اور امل کے پاس آکر نیچے جھکا۔ امل بدھک کر پیچھے ہوئی۔

"کیا کرنے لگے ہو؟"

فاز اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا۔

"موسیٰ کو بیڈ پہ لٹانے لگا ہوں۔ ایسے اس کی تھکاوٹ نہیں جائے گی۔"

اس نے ایک ہاتھ موسیٰ کی گردن میں ڈالا۔ دوسرے میں اس کی ٹانگیں

بھر کر اس کو گود میں اٹھالیا۔

"کس کمرے میں سونا ہے؟"

"میں تمہارے ساتھ کمرہ کیوں شیر کروں گی؟"

"کس نے کہا ہے کہ تم میرے ساتھ کمرہ شیر کرو گی؟"

"تو پھر کیوں پوچھا ہے۔ کس کمرے میں سونا ہے؟"

فاز نے اس کو غور سے پڑھا۔ پھر بولا۔

"تمہاری طبیعت ٹھیک ہے؟"

وہ گھورتے ہوئے بولی۔

"مجھے کیا ہونا ہے؟"

"تمہارا چہرہ سُرخ ہو رہا ہے اور تمہیں وہ باتیں سنائی دے رہی ہیں جو میں نے کہی ہی نہیں تم سے۔ کہاں سونا ہے بھی اس لیے پوچھا ہے تاکہ موسیٰ کو

تمہارے بیڈ پہ شفٹ کر دوں۔"

وہ خفیف سی ہو کر بولی۔

"میرے کمرے میں۔"

گنبد مزید کچھ کہے بغیر آگے بڑھ گیا۔ اہل نے دور تک اس کی پشت کو گھورا۔ منہ میں بڑبڑائی۔

"کمینہ۔۔۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆

رات کو دیر سے سونے کے باوجود وہ صبح فجر کے وقت ہی جاگ گئی۔ اپنے ساتھ زبردستی ایمان کو بھی جگا دیا۔ شیری اور موسیٰ تھوڑا لیٹ اُٹھے تھے۔ ان کے اُٹھنے سے پہلے وہ دونوں بہنیں نماز پڑھ کر واک سے ہو کر آنے کے بعد مارکیٹ سے ناشتے کا سامان بھی لے آئیں تھیں۔ فائز رات کو ہی واپس چلا گیا تھا۔

شیری جب نیند سے بھری آنکھیں مسلتے ہوئے کچن میں آیا۔ اہل سر پہ سکارف لیے چولہے کے آگے کھڑی ہو کر آلودالے پر اٹھے بنا رہی تھیں۔ جبکہ ایمان اس کے دوسری جانب میز پہ بیٹھ کر پراٹھے کے ساتھ انصاف کر رہی تھیں۔ شیری ایمان کے سامنے پڑے چھابے میں سے سے ایک نوالا توڑ کر منہ میں رکھتے ہوئے بولا۔

"مانی کیا میری گناہگار آنکھیں کوئی خواب دیکھ رہی ہیں؟"

"نہیں بد تمیز انسان بندہ ہاتھ ہی دھولیتا ہے، نہ برش کیا ہے۔ آتے ہی میرے رزق پہ حملہ آور ہو گئے ہو۔"

"ایک نوالے پہ تمہاری جان نکل رہی ہے، اور لے لینا نیدی۔"

وہ شیریں کو جواب دیتے ہوئے بولی۔

"آج زندگی میں پہلی دفعہ میری بہن نے اپنے ہاتھ سے پکا کر کچھ کھلایا

ہے۔ آج کادن ہسٹری کی کتابوں میں شامل ہو گا۔"

شیریں مزید ایک نوالا توڑنے کو پر تول رہا تھا، جب ایمان نے اس کے ہاتھ

پہ تھپڑ مار کر اس کو ایک طرف دھکیل دیا۔

ابھی ناشتے سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ گاؤں سے تائی امی اور تایا ابو

آگئے۔

کافی ایمو شنل سین ہو گیا تھا۔ سب شکوے شکایتیں ہونے کے بعد منظر

صاف ہو گیا۔ پھوپھیاں بھی آگئیں۔ ایک دفعہ تو گھر کی پرانی رونقیں لوٹ

آئیں۔ اسی دوران ایمان کا رشتہ دیکھنے بھی گئے۔ جواہل کو پسند آیا مگر اس نے

آخری فیصلہ ایمان پہ چھوڑ دیا۔ ایمان کو کیا اعتراض ہونا تھا، یوں اہل کی واپسی

سے ایک دن پہلے ایمان کی ممکنہ کردی گئی۔ رشتہ بھی فاز لایا تھا، سارا انتظام

بھی اسی نے دیکھا تھا۔

ابھی ایمان کو انگوٹھی پہنا کر وہ لوگ گئے تھے۔ جب اہل نے سب کی

موجودگی میں اپنی سیٹ کا ذکر کیا۔ جو اس نے کل رات ہی بج کر وائی تھی،

کیونکہ جب اس کو یہ پتا لگا کہ موسیٰ کے پاسپورٹ پہ دو سال کا ویزہ پہلے ہی

موجود ہے۔ جو فاز نے پچھلی دفعہ لگوا یا تھا۔ اب تو بس اس نے ٹکٹ ہی لینی تھی

سب کے سنجیدہ چہرے دیکھ کر اس نے کہا۔

"آپ لوگوں کو اتنا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں جلد موٹی کو ملوانے کے لیے لے آؤں گی۔" نوجوان نسل کو وہاں سے جانے کا اشارہ کیا گیا۔ امل کو صمد بھائی نے میٹھنے کا اشارہ کیا۔ خود بھی اس نے سامنے والی سیٹ پر اماں جی کے برابر بیٹھ گئے۔ تایا ابو گہری نظروں سے اپنے بیٹے کا جائزہ لے رہے تھے، جو اس وقت دونوں ہاتھ کمر پہ باندھے سر بلند کئے کھڑا کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا۔ کمرے میں محسوس کی جانے والی خاموشی تھی۔ اباجی نے پہل کی

--
 "تم دونوں کا کیا فیصلہ ہے؟"
 امل نے باری باری سب کی شکل دیکھی۔ جب ان دونوں میں سے کوئی نہ بولا۔ تو اباجی ایک دفعہ پھر بولے۔
 "فاز تم کیا چاہتے ہو؟"

"اباجی جو میں چاہتا ہوں، وہ پورا کرنا آپ کے بس میں نہیں ہے۔ آپ امل سے پوچھ لیں یہ کیا چاہتی ہے، جو اس کو منظور ہوا میں اس پہ عمل کر دوں گا۔"

امل کی ہتھیلی میں پسینہ آگیا۔
 "امل پتر کبھی کبھار بڑوں سے بھی غلطی ہو جاتی ہے، جو بھی غصہ ہے، اس کو ایک طرف رکھ کر اپنے مرحوم باپ کے اس بھائی کو معاف کر دو۔ جو اس کے جانے کے بعد اس کی اولاد کا خیال نہیں کر سکا ہے، فاز کا تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا، کیونکہ اس کی ماں نے اس پہ شادی کا جتنا زور دیا ہے، اس کی نہ ہاں میں نہیں بدلی۔ نہ مجھے ایسا ہوتا نظر آ رہا ہے۔ حالانکہ ہمارے معاشرے میں بڑھی روٹھ کر میکے جائے پیچھے سے شوہر دوسری شادی کھڑکا لیتا ہے، میرا بیٹا جس نے نوجوانی سے لاپرواہ بے فکر زندگی گزاری ہے، جو سر عام لڑکیوں

کے ساتھ نظر آتا تھا، اب وہ عورت کا نام بھی نہیں لیتا ہے، اور ایسا کیوں ہے؟
ہم سب تو جانتے ہیں۔ وہ احساسِ جرم میں ہے۔"

"سنا یا ابو میں نے اس کو معاف کر دیا ہوا ہے۔"

"پھر تم واپس انگلینڈ کیوں جا رہی ہو؟ اگر تم دونوں میں معافی تلافی ہو
چکی ہے، تو اصولی طور پر تم دونوں کو اب اکٹھے رہنا چاہیے؟"

سائی امی کی بات یہ وہ ہونٹوں پہ زنا پھیر کر بولی۔

"ہم لوگ اکٹھے نہیں رہ سکتے ہیں۔"

سائی امی بولیں۔

"ٹھیک ہے پھر طلاق لے لو۔ اس قصے کو یہیں ختم کرو۔ اور دونوں اپنی
الگ الگ راہ لو۔"

اٹل کچھ دیر ان کی شکل دیکھتی رہی۔ پھر بولی۔

"اگر فاز طلاق دینا چاہتا ہے، تو دے سکتا ہے۔"

"اس نے اگر اپنی مرضی سے تمہیں طلاق دینی ہوتی تو یہ چار سال کم
نہیں تھے۔ کب کا دے چکا ہوتا۔ تم اس سے مانگو۔ وہ تب ہی دے گا۔ میں
تمہاری دشمن نہیں ہوں۔ اس لیے اس بات یہ زور دے رہی ہوں۔ ٹھیک ہے
تمہارا میرے بیٹے کے ساتھ دل نہیں ملا۔ تو کوئی بات نہیں ہے، کوئی قیامت
تھوڑی نہ آئے گی، اللہ نے طلاق رکھی ہی اس لیے ہے۔ تم جوان ہو ہمارے
معاشرے میں تو ویسے ہی لڑکیوں کے اچھے رشتوں کا مسئلہ ہے، طلاق یافتہ کا تو
اور بھی مشکل ہو جاتا ہے۔"

ان کی باتوں سے اٹل کا دل گھبرانے لگا وہ تیزی سے بولی۔

"سائی امی مجھے شادی نہیں کرنی ہے۔"

"جب کوئی اچھا سا تھی ملا۔ میں فاز کو نوٹس بھیج دوں گی۔ مگر ابھی میں

نے اس سب کے بارے میں سوچا نہیں ہے۔ مجھے بس موبی کے ساتھ وقت

گزارنے کی خوشی ہے۔ میرا سارا فوکس اس پہ ہو گا کہ اس کا وہاں دل لگ جائے۔"

تائی امی نے تایا ابو کی طرف دیکھا۔۔ پھر صمد کو مخاطب کر کے بولیں۔۔
"تم ہی ان کو سمجھا دو۔۔ تمہاری تو بہن ہے۔ اس کی طلاق کروادو۔ اور
وقت سے کسی اچھی جگہ دیکھ کر اس کا نکاح کروادو۔ اس پہ رہا تو اگلے چار سال
بھی اسی طرح گزرنے ہیں۔ نہ بننے بسنے والوں میں۔۔ نہ اُجڑوں میں"
صمد بھائی اپنے بھائی کے دل کی لے کو سن سکتے تھے کہ جب جب طلاق کا
ذکر آتا تھا، فاز کے چہرے کا رنگ بدل جاتا تھا، وہ جانتے تھے وہ کسی صورت
بھی امل کو طلاق دینے کا ارادہ نہیں رکھتا ہے، پراگرا مل نے ایسا فیصلہ کر لیا۔ تو
فاز اس کو نہ بھی نہیں کرے گا۔ مگر اس وقت وہ امل کے جواب پہ حیران تھے،
کہ وہ کیوں انکار کر رہی تھی؟ وہ کیوں نہیں اس بات کو ختم کر رہی؟ وہ بولے
"اماں جی میرا خیال ہے ان دونوں کو ان کے حال پہ چھوڑ دیتے ہیں۔
ہو سکتا ہے آنے والے مہینے سال میں یہ لوگ کوئی بہتر فیصلہ لینے کے قابل
ہو جائیں۔"

"مگر ہم لوگ موسیٰ کے بغیر کیسے رہیں گے۔ ان دونوں کی وجہ سے وہ
کیوں برداشت کرے۔، میرا تو دل کرتا ہے، موسیٰ کو اپنے ساتھ لے جاؤں
۔۔ اور ان دونوں سے ہر تعلق توڑ دوں۔"
اماں جی آبدیدہ ہو کر وہاں سے چلی گئیں۔ ابا جی بھی افسردہ سے چلے گئے
۔۔ فاز بھی چپ چاپ ان کے پیچھے چلا گیا۔ امل نے صمد بھائی کی طرف دیکھا

--
"کیا میں غلط کر رہی ہوں؟"

"غلط وہ ہوگا جو تم لوگ ایک چھت تلے رہنے لگ جاؤ مگر دل میں ہنوز نفرت پلتی رہے، اس کا موسیٰ یہ بہت بُرا اثر پڑے گا۔ مگر میں اس بات پہ حیران ہوں۔ تم اس سے علیحدگی کیوں نہیں مانگ رہی ہو؟"

"پتا نہیں صدمہ بھائی۔۔ میں نے ابھی تک اس بارے میں سوچا ہی نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے آنے والے کل میں، کچھ تبدیلی آجائے، فی الحالیہ میں موسیٰ کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔"

"وہ تم سے محبت کرتا ہے۔ جو بھی سوچو اس بات کو مد نظر ضرور رکھنا۔ اگر وہ کل والا فاز ہوتا، تو میں کبھی تمہیں اس کے حق میں قائل کرنے کی کوشش نہ کرتا، مگر یہ فاز وہ آدمی ہے جس نے اپنی غلطی مانی ہے۔ نہ صرف شرمندہ ہے، بلکہ اس نے اپنی ہر بری عادت سے چھٹکارہ حاصل کر لیا ہے، جب انسان بہتری کے لیے اتنی کوشش کرے۔ ایک چانس دینا تو اس کا حق بنتا ہے۔ مگر پھر کہوں گا یہ تم دونوں کی زندگی ہے، ارد گرد کے ماحول کے اثرات سے جو ہونا تھا ہو گیا، اب کسی غلطی کی گنجائش نہیں ہے۔"

اٹل گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ گہری سانس لیکر رہ گئی، کل اس کی فلائیٹ تھی اور ابھی تک اس نے پکینگ بھی نہیں کی تھی۔ سب نے باری باری اس کو سمجھا کر دیکھ لیا۔ مگر اٹل کی نہ ہاں میں نہ بدلی۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

صبح آٹھ بجے کا وقت تھا، وہ لوگ دس منٹ لیٹ ہو گئے تھے، باقی سب گھر پہ ہی مل لیے تھے، ان کو چھوڑنے شیریں اور فاز آئے تھے، ایمان نے یہ کہہ کر انکار کر دیا تھا کہ میں مزید دکھی ہو جاؤں گی۔ اٹل چیک ان کے کھلنے کا انتظار کر رہی تھی، شیریں باہر ہی رک گیا تھا، مگر فاز کوئی کارڈ دکھا کر اندر لاؤنج میں آ گیا تھا، موسیٰ کے ساتھ کھڑا ہو کر ہنس ہنس کر باتیں کر رہا تھا۔

"آپ خوب تصویریں لینا۔۔ پھر مجھے بھیجنا۔"

"پر بابا آپ ساتھ کیوں نہیں چل رہے ہیں۔ پہلے تو ہم ہمیشہ اکٹھے ہی لندن جاتے تھے،"

"مجھے تھوڑا کام ہے، میں وہ ختم ہوتے ہی آپ کے پاس آ جاؤں گا۔"

"کیا آپ پرامس کر رہے ہیں؟"

"بالکل ایک دم پکے والا پرامس۔۔ آپ کا جب دل کرے آپ مجھے کال کر لینا۔ ماما کو تنگ نہیں کرنا ہے۔"

"بابا موسیٰ اچھا بچہ ہے۔"

فاز کا دل اندر سے ڈوب رہا تھا۔ مگر موسیٰ کے سامنے مضبوط بنا ہنسا رہا۔ اہل ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔۔ چیک ان کی اناؤنس منٹ ہو گئی۔۔ فاز نے آخری دفعہ موسیٰ کو گلے لگایا۔۔ اور اس کے گال پہ پیار کر کے باہر چلا گیا۔ موسیٰ کتنی دیر تک شیشے کے پاس کھڑا ہو کر باپ کو باہر کی بھیڑ میں گم ہوتا دیکھتا رہا۔۔ چیک ان کرنے کے بعد وہ لوگ ڈیپارچر لائن میں آ گئے۔۔ ابھی بورڈنگ میں آدھا گھنٹہ باقی تھا، اہل موسیٰ کو واش روم کا چکر لگوا کر لائی۔۔ سارا وقت وہ اس کو نوٹ کرتی رہی۔۔ وہ بہت زیادہ خاموش تھا۔ چہرے پہ اداسی کے ڈیرے نظر آرہے تھے۔ بار بار مڑ کر باہر کی جانب دیکھتا۔۔ دو تین دفعہ ایک ہی سوال دہرایا۔۔

"کیا بابا چلے گئے ہیں؟"

ادھر سے بورڈنگ کا اعلان ہو گیا۔۔ اہل نے سوچا جب رش ختم ہو جائے گا گیٹ کی جانب جائے گی، یونہی موسیٰ کو مخاطب کر کے بولی۔۔

"کیا موسیٰ ماما کے ساتھ خوش نہیں ہے؟"

موسیٰ نے سر اثبات میں ہلایا۔۔ اور بولا۔۔

"ماما موسیٰ سیڈ ہے؟"

اہل نے اس کے چہرے سے بال ہٹاتے ہوئے شفقت سے پوچھا۔۔

"میری جان کیوں اداس ہے۔۔؟"
 "جب موسیٰ کے پاس بابا تھے، تو ماما نہیں تھی۔ آج ماما ہیں تو بابا موسیٰ
 سے دور ہوں گے۔ کیا موسیٰ دونوں کے ساتھ نہیں رہ سکتا جیسے ماماؤں میں
 سب بچے اپنے ماما بابا کے ساتھ رہتے ہیں۔ میرے پاس بس ایک ہی کیوں
 ہوتا ہے؟۔۔"

اٹل بت بنی اس کا چہرہ دیکھتی رہ گئی۔۔ جو ایک دفعہ پھر اداس نظروں
 سے مجمع میں اپنے باپ کو ڈھونڈ رہا تھا۔ اٹل کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب
 بہنے لگا۔۔ اس نے موسیٰ کو سینے سے لگا کر سسکی بھری۔۔ اس کا چہرہ ہاتھ میں
 لے کر

والہانہ چوما۔

"کیا میرے بیٹے نے بابا کے پاس رہنا ہے؟"
 موسیٰ بولا۔۔

"سوری ماما میں آپ کو تنگ کر رہا ہوں۔ بابا نے منع کیا تھا آپ کے
 سامنے ان کو یاد نہیں کرنا ہے۔۔ مگر ماما ایسا کیوں ہے؟ بڑی اماں بڑے بابا کی
 وائف ہیں، وہ تو سب ایک ساتھ ایک گھر میں رہتے ہیں، آپ اور بابا کیوں الگ
 رہتے ہیں؟"

وہ روتے ہوئے بولا۔۔

"موسیٰ کو دونوں ایک ساتھ کیوں نہیں مل سکتے،"

to live with both of you . Musa wants
 اٹل اس کو روتا دیکھ کر مزید شدت سے روتی لگی۔ اس نے موسیٰ کے
 آنسو صاف کئے۔ کیونکہ ان کو بورڈنگ کی کال آرہی تھی۔۔ اب وقت نہیں
 تھا۔

جیسے ہی امل اور موسیٰ اندر گئے تھے، شیریں واپس چلا گیا تھا، وہ اداس تو تھا مگر پھر بھی پر امید تھا کہ اب امل سے جلد ملاقات ہو کرے گی۔ فاز باہر آیا اور گاڑی سے ٹیک لگا کر کھڑا بے نیالی میں آتے جاتے لوگوں کو دیکھ رہا تھا، وہ آدمی جو صبح ناشتے سے پہلے اپنے سارے دن کی مصروفیت کا ٹائم ٹیبل پڑھنے کے بعد اردو انگلش اخبار چھان لیتا تھا۔ اس وقت یوں اپراہ کھڑا تھا۔ جیسے دنیا میں کرنے کو کوئی کام نہ بچا ہو۔۔۔ یا شاید اندر کی چاہت ختم ہو گئی تھی۔

سائیڈ سے گردن موڑ کر سامنے دیکھا۔۔۔ تو پہلی جھلک میں امل اپنی جانب آتی دکھائی دی۔۔۔ مگر وہ یہاں کیا کرے گی، فاز نے فون نکال کر سکرین پہ وقت دیکھنے کے بعد واپس جیب میں

ڈال لیا۔۔۔ جہاز اڑنے میں صرف دو منٹ باقی بچے تھے۔۔۔

"پھر یہاں سے کہاں جاؤں گا؟" پہلے اس کی نظر اپنے بالکل سامنے اکر رکنے والے لیڈیز جوتے پہ پڑی۔۔۔ نظر اوپر کو ہوتی ہوئی آنسوؤں سے بھری آنکھوں سے ٹکرائی۔۔۔

"امل۔۔۔؟"

"کیا ہوا ہے؟ روکیوں رہی ہو؟ کیا کوئی ایشو نکل آیا ہے؟"

وہ سیدھا ہوتے ہوئے ایک ہی سانس میں کئی سوال کر گیا۔ امل نے ہاتھ میں پکڑا بیگ نیچے رکھا اور گاڑی کا پچھلا دروازہ موسیٰ کے لیے کھول کر اس کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔۔۔ موسیٰ نے کار میں بیٹھنے سے پہلے باپ کو دیکھ کر شرمندگی سے کہا۔۔۔

"سوری بابا۔۔۔"

فاز نے امل کو پھر سے پوچھا۔۔۔

"ہوا کیا ہے؟ کچھ بتاؤ بھی تو؟ موسیٰ کیوں سوری کہہ رہا ہے؟ اور تم رو

کیوں رہی ہو؟"

اٹل نے کار کا دروازہ بند کیا۔ اور بھرائی ہوئی آنکھوں سے بولی۔
 "تم واپس کیوں نہیں گئے؟ ابھی تک یہیں کیوں کھڑے ہو؟"
 فاز تھوڑی دیر کے لیے کچھ کہہ نہ سکا۔ ارد گرد کا جائزہ لینے کے بعد
 دھیسے سے بولا۔

"مجھے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اب یہاں سے کہاں جانا ہے؟"

اٹل آنسو صاف کرتے ہوئے بولی

"گھر جاتے اور کہاں جانا تھا؟"

فاز نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔

"گھر تو میرا بیرون ملک روانہ ہو رہا ہے۔"

اٹل کے رونے میں مزید تیزی آگئی۔ بولی

"تم یہاں اداس کھڑے ہو۔ وہ اندر رو رہا تھا۔ جب اس کے بغیر رہ نہیں

سکتے ہو تو اس کو میرے ساتھ اتنی آسانی سے کیوں بھیج رہے تھے۔"

"رہ تو میں تمہارے بغیر بھی نہیں سکتا ہوں۔ مگر زندگی کے دن گزر ہی

رہے ہیں نا۔ مجھے یہ سکون رہتا وہ تمہارے پاس ہے۔"

اٹل کے رونے کو بریک لگنے کی بجائے مزید تیزی آگئی۔ جس پر وہ

سُرخ آنکھوں سے پوچھنے لگا۔

"رو کیوں رہی ہو؟"

"حالات کی ستم ظریفی پہ رو رہی ہوں۔ جانتے ہو اس نے مجھ سے کیا کہا

ہے؟"

فاز نے ہاتھ بڑھا کر اٹل کے گال کو صاف کرنا چاہا۔ اٹل نے ہاتھ جھٹک

دیا۔ روتے ہوئے بولی۔

"موسیٰ کے سوال نے میرا دل چیر دیا ہے، وہ اتنی سی عمر میں میری وجہ

سے اتنا بڑا دکھ اٹھانے جا رہا تھا۔ وہ کہتا ہے موسیٰ کو ماں اور باپ میں سے کسی

ایک کو کیوں پھنسا پڑتا ہے، وہ دونوں کو اپنے ساتھ کیوں نہیں رکھ سکتا ہے۔۔۔
جیسے اس کے باقی کزنز کے پاس ماما بھی ہیں اور بابا بھی ہیں۔ موسیٰ کے پاس
ایک وقت میں ایک ہی رشتہ کیوں ہوتا ہے۔۔۔"

فاز کے لب سختی سے ایک دوسرے میں پیوست ہو گئے
اٹل روتے ہوئے بولی۔۔۔

"نہ جانے یہ بات اس کے دل میں کتنی دفعہ آئی ہوگی، جو آج لبوں تک
آئی ہے۔ تم نے اس کے لیے بہت کچھ کیا ہے۔۔۔ اب میری باری ہے۔ سو فاز
اور نگزیب اگر تمہیں اعتراض نہ ہو۔۔۔ تو کیا ہم کوشش کر سکتے ہیں۔؟ دیکھو نا
فاز جس جس رشتے میں میری جان رہی ہے، تم ہر اس رشتے کی جان رہے ہو
۔۔۔ اب تمہارے گردیدہ تھے، میری امو تمہاری دیوانی تھیں، اب میرے جگر کا
ٹکڑا تمہیں دیکھ دیکھ کر جیتا ہے۔۔۔ تمہاری جڑیں میری زندگی میں اس قدر
گہری ہیں۔ میں کس کس حوالے سے تمہیں اگنور کروں؟"

محبت کا غم ہے ملے جتنا ہو کم ہے

یہ تو زمانہ نہیں جان پائے گا

"میں اپنے بیٹے کو اس کی خوشی دینا چاہتی ہوں۔"

فاز نے نفی میں سر ہلایا۔۔۔ اٹل ٹھنکی۔۔۔

"کیا مطلب ہے؟ تم نفی کیوں کر رہے ہو؟"

"میں تمہاری زندگی میں تمہاری مجبوری بن کر نہیں رہوں گا۔ موسیٰ بچہ
ہے۔ ابھی نا سمجھ ہے، وقت کے ساتھ سچ جانے گا سمجھ جائے گا، بچے تو ضد
کرتے ہی ہیں۔ مگر میں موسیٰ کی خاطر تمہاری زندگی میں نہیں آؤں گا، اگر
مجھے ایسا کوئی سمجھوتا کرنا ہوتا تو میں اس وقت کرتا جب یہ بہت چھوٹا تھا، تب
میں اس کی خاطر تمہارے پیر پڑ جاتا۔ جیسے پہلے تمہیں ایمو سنلی بلیک میل کیا
تھا اس دفعہ بھی کر لیتا، لندن کون سا دوسرے سیارے پر تھا۔ میں موسیٰ کا

بہانہ بنا کر تمہیں اپروچ کر لیتا۔ مگر نہیں کیا ہے۔ یاد ہے تم نے مجھ سے ایک دفعہ میری قیمت پوچھی تھی۔ میرا جواب آج بھی وہی ہے، میرے پاس آنا ہے تو میری چاہت میں آنا۔ چالیس دن تک کوئی صدقِ دل سے چلکرے اس کو بھی مقصود مل جاتا ہے، کیا میری اتنی سالوں کی تڑپ نے تم پر کوئی اثر نہیں کیا ہے؟ میں خالی جھک ہی مارتا رہا ہوں؟"

اٹل رونا بھول کر اس کی شکل دیکھ رہی تھی۔ فاز بولا۔۔

"ابھی فلائٹ گئی نہیں ہے، ماں بیٹا اپنے بیگ اٹھاؤ اور چلتے بنو۔۔"

اٹل پہلے اس کو بے یقینی سے دیکھنے لگی پھر اس کو گاڑی کے فرنٹ پیسینجر سیٹ کے دروازے کے آگے سے ہٹایا۔۔

"ہٹو سامنے سے۔۔"

اپنا ہینڈ بیگ پکڑا اور دروازہ کھول کے کار میں بیٹھ گئی۔۔ فاز نے اس کی کھڑکی بجائی۔۔

"ارے تم لوگ یہاں کہاں گھس رہے ہو۔۔ جہاز اس طرف ہے۔"

فاز کے چہرے پر دنی دبی مسکراہٹ دیکھ کر اٹل اس کا منصوبہ سمجھ گئی۔۔ اس لیے بے نیاز ہو کر بیٹھ گئی

وہ دوسری طرف سے آکر کار میں بیٹھ گیا۔۔ اٹل اس کو وارننگ دیتے ہوئے بولی۔۔

"تم جو اگلو انا چاہ رہے ہو نا وہ نہیں ہو گا۔ ہاں البتہ تمہارا بھانڈا کل صدمہ بھائی نے پھوڑا تھا۔ کچھ تجھے ابی نے بہت پہلے بتا دیا تھا۔"

فاز نے گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے پوچھا۔۔

"کیا بتا دیا تھا؟"

"ابا نے کہا تھا فاز کی باتوں اور حرکتوں سے ہمیشہ سے یہ تاثر ملا ہے کہ وہ تمہیں یعنی مجھے اٹل کو پسند کرتا ہے۔"

فاز بڑے عرصے بعد اپنی پرانی جون میں بولا۔۔
"ہائے میرے معصوم چچا۔۔ اور مولوی نے تمہارے کیا کان بھرے
ہیں؟"

"یہی کہ تم مجھ سے محبت کرتے ہو۔۔"
"یہ سالا ہمیشہ تمہارے حق میں بیان دیتا ہے۔"
"اب بتائیے بیگم صاحبہ خادم کے لیے اگلا کیا حکم ہے؟ کہاں لے کر
چلوں؟"
اٹل نے گردن موڑ کر پچھلی سیٹ پہ موسیٰ کو دیکھا۔۔ جو ماں کو دیکھ کر
بولا۔۔

"کیا آپ دونوں لڑ رہے ہیں؟"
دونوں بیک وقت بولے۔۔
"نہیں تو۔۔"

اٹل نے فاز کو دیکھا فاز نے اٹل کو۔۔ آنکھوں میں نرمی تھی۔ اٹل واپس
موسیٰ کو دیکھتے ہوئے یقین دہانی کروانے لگی۔۔
"ہم کیوں لڑیں گے؟"

اٹل سیدھی ہو کر بیٹھی۔۔ فاز نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔ اٹل نے
ایک دفعہ اس کے ہاتھ کو دیکھا، ایک دفعہ بیک مرر میں نظر آتے موسیٰ کو اور
دھیرے سے اپنا ہاتھ فاز کے ہاتھ میں دے دیا۔ وہ جانتی تھی یہ خالی جیسپر
نہیں تھا۔ وہ ہاتھ مانگ کر اس کی رضامندی مانگ رہا تھا، اس کا وعدہ مانگ رہا
تھا، اگلے شروع ہونے والے سفر میں اٹل کا ساتھ مانگ رہا تھا۔ اس کی
آنکھوں سے ایک دفعہ پھر قطرہ قطرہ آنسو نکلنے لگے۔ جسے محسوس کر کے فاز
نے اس کے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں کی گرمی میں چھپالیا۔ اٹل کے رونے
میں مزید تیزی آگئی۔ فاز نے اس کا ہاتھ چھوڑا۔۔ گاڑی سے نکل کر دروازہ بند

کرتا امل کی جانب گیا۔ دروازہ کھول کر اس کو ہاتھ سے پکڑ کر گاڑی سے باہر آنے کا اشارہ کیا۔ امل باہر نکلی۔۔ اور فاز کے گلے میں بانہیں ڈال کر زار و قطار رونے لگی۔ جواب میں فاز نے اس کی کمر کے گرد بازو ڈال کر اس کو مزید اپنے قریب کیا۔۔ ایک ہاتھ امل کے سر کے پیچھے دوسرا اس کی کمر میں ڈالے کسی بچے کی طرح اس کو اپنی آغوش میں لیکر کھڑا رہا۔۔ کئی آنے جانے والے ان کو دیکھ رہے تھے، مگر کسی نے کہا کچھ نہیں کیونکہ ائر پورٹ پر ایسے مناظر اکثر اوقات نظر آتے ہیں۔

پروڈیسی واپس آ کر جب ائر پورٹ پہ اپنے پیاروں سے ملتے ہیں، تو خوشی کے آنسو بہاتے ہیں ساتھ اس جدائی کے درد میں روتے ہیں جو سہ کر وہاں تک آئے ہوتے ہیں۔ اور جب واپس بیرون ملک جا رہے ہوتے ہیں۔ تو پڑنے والی جدائی پر روتے ہیں۔۔ وسوسوں پہ روتے ہیں نہ جانے اب دوبارہ یہ چہرے دیکھنے نصیب ہوں گے۔ کبھی آپ پاکستان آنے والے جہاز کا ماحول دیکھیں۔ ہر مسافر کا چہرہ خوشی سے کھلا ہوا ہوتا ہے۔ ریلیکس آنے والے لمحوں کو سوچ سوچ کر مسکراتا ہوا۔ مگر جب جہاز پاکستان سے مسافر لیکر جا رہا ہوتا ہے تو جہاز کے اندر کا ماحول بہت خاموش ہوتا ہے، ہر بندہ اس نظر آ رہا ہوتا ہے۔

فاز نے اس کے چہرے کو اوپر اٹھا کر اس کی آنکھوں میں دیکھا۔۔ نم آنکھوں سے مسکرایا۔۔

"ہیلو۔۔"

امل بولی۔۔

"ہائے۔۔"

اس کی سفید شرٹ کے کندھے پر مسکارا لگا دیکھ کر کہنے لگی۔۔

"تمہاری شرٹ خراب ہو گئی ہے۔"

وہ مسکرایا پھر دھیرے سے بولا۔۔

"مگر زندگی بن گئی ہے۔"
اس کی بات پہ امل کی ہنسی نکل گئی۔۔۔ وہ اس کو ہنستے دیکھتا رہا۔۔۔ عجیب
دھوپ چھاؤں سا منظر تھا۔ امل نے اپنا سر اس کے کندھے پہ رکھا۔ فاز نے
اس کے بالوں پہ بوسہ لیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"مانی خالہ مانی خالہ اٹھ جائیں ماما کہہ رہی ہیں کتنا سونا ہے؟"
مانی نے کسسا کر آنکھیں کھولیں۔۔۔
"تم کہاں سے آئے ہو؟ کیا میں اتنی دیر تک سوتی رہی ہوں کہ تم یو کے
سے ہو کر بھی آگئے ہو؟"

کیونکہ شیریں ان کو جہاز میں بٹھانے کے بعد کب کا واپس آگیا تھا، اس
کے بعد رونے کا سیشن چلا پھر کہیں مانی کو نیند نے آلیا۔ موسیٰ نے سر پیٹا۔۔۔
"کیا کہہ رہی ہیں۔ ہم تو کہیں گئے ہی نہیں۔۔۔"
مانی کی ساری نیند اڑ چھو ہو گئی۔۔۔ اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولی۔۔۔

"تمہاری ماں کدھر ہے؟"

"ممی؟ وہ نیچے بابا کو ناشتہ دے رہی ہیں۔"

"ہیں۔۔۔؟ تم لوگ گئے نہیں؟"

موسیٰ نے اس کے برابر لیٹتے ہوئے سر نفی میں ہلایا۔

"کیا ہوا تھا؟ کیا بابا نے نہیں جانے دیا؟"

"نہیں بابا تو ہمیں اندر چھوڑ کر واپس آگئے تھے، میں ان کے لیے اداس

ہو گیا۔ ممی رونے لگیں۔ اور میرا ہاتھ پکڑ کر بابا کے پاس لے آئیں۔ گاڑی میں

ماما بابا نے کچھ دیر بات کی۔۔۔ پھر ماما رونے لگیں۔۔۔ بابا نے ان کو گلے لگایا۔۔۔

پھر دونوں ہنسنے لگے۔"

ایمان بولی۔۔۔

"تم ادھر رکو میں ابھی آئی۔۔"

اپنا سکارف گلے میں لپیٹ کر ننگے پیر نیچے کو بھاگی۔۔ کچن سے باتوں کی آواز آرہی تھی۔

"فلیٹ کا میں نے دو ماہ کا کرایہ اڈوانس دیا ہوا ہے۔ مگر مجھے وہاں سے سامان اٹھوانا ہو گا۔۔" امل کو جواب فاز دے رہا تھا۔

"میں حدید کو کہہ دوں گا، جب بھی اس کا لندن کا چکر لگایہ معاملہ دیکھ آئے گا۔" ایمان کچن کے دروازے میں ہونقوں کی طرح دونوں کی شکلیں دیکھنے لگی۔۔ پھر حیرت کی انتہا پہ بولی۔۔

"یہ میری آنکھیں کیا دیکھ رہی ہیں؟ بھائی صاب۔۔! میرے کان کیا سن رہے ہیں؟"

امل کی آنکھوں کا میک اپ پھیلا ہوا تھا جسے اس نے لٹو کے ساتھ ہلکا سا سیٹ کیا تھا۔ کالے ٹراؤزر پہ سُرخ کرتا پہنا ہوا تھا، جس پہ کالے دھاگے کی کڑھائی تھی۔ اپنے بالوں کو ہائی پونی میں باندھا ہوا تھا۔ سر پہ سفید سکارف اوڑھ رکھا تھا، جو اس کے سوٹ سے میچ نہیں کھا رہا تھا، مگر چونکہ وہ کچن میں کام کر رہی تھی تو بال ڈھانپے ہوئے تھے۔۔ اپنے ازلی اعتماد سے بولی۔۔

"ایمان میں امی کے گھر میں رہنا چاہتی ہوں کیا تم لوگوں کو کوئی اعتراض ہو گا؟ فاز کہتا ہے میں جہاں کہوں گی وہ وہیں گھر بنوالے گا، مگر میں اس گھر میں رہنا چاہتی ہوں۔ ابی نے یہ مکان بڑے شوق سے بنوایا تھا، میں اس کو دوبارہ سے بند کر کے نہیں جانا چاہتی ہوں۔ جو پیسے ہم نے نئی جگہ بنانے میں لگانے ہیں۔ اس گھر کا جو تھوڑا بہت کام ہونے والا ہے، وہ کروا لیتے ہیں۔۔ تمہارا کیا خیال ہے فاز؟"

"تم یہاں رہنا چاہتی ہو، تو سمجھو آج سے یہ گھر تمہارا ہے۔ میں اس کی مارکیٹ ویلیو بتا کر واکر ایمان اور شیریں کو اس کی پے منٹ کر دوں گا۔"

ایمان آگے بڑھی اور بہن کو گلے لگایا زور سے بھینچا۔۔ پھر اس کا گال چوما

--
"تم نے مجھے بہت بڑی خوشی دے دی ہے، اللہ تمہارے چہرے پہ نظر آنے والا یہ سکون سدا سلامت رکھے۔۔ اپنا ارادہ بدلنے کے لیے بہت بہت شکریہ۔۔ تمہارے جانے کا جان کر سارا خاندان اداس تھا۔۔ میں جا کر فیملی گروپ میں بتاتی ہوں۔۔"

ایمان فاز کے پاس آئی۔

۔ "بہت مبارک ہو فاز بھائی۔۔ آخر آپ کی محبت اور آپ کی لگن دونوں کی ہی جیت ہوئی۔۔ آپ کو وہ مل گئی جسے آپ چاہتے تھے۔ اور اللہ نے آپ کے لیے امل کا دل بدل دیا۔"

فاز نے مانی کے سر پہ پیار دیا۔۔
"شکریہ مانی۔۔ خیر مبارک۔۔"

امل بولی۔۔

"تم کیا ناشتہ کرو گی؟"

ایمان بہن کو دیکھ کر پورے دل سے مسکراتے ہوئے بولی۔۔
"نہیں ابھی میں اور مونی سونے لگے ہیں، ساری رات تو فینشن کے مارے آنکھ تک نہیں لگی۔۔ ناشتہ اٹھنے کے بعد کروں گی۔"

مانی وہاں سے یا ہو کا نعرہ لگا تیچھت کی سیڑھیاں چڑھ گئی۔ امل فاز کو دیکھ رہی تھی۔۔ جب فاز نے اس کی نظروں کو محسوس کرتے ہوئے کہا
ادھر آؤ۔۔"

امل اس کے پاس آئی۔ اس کو اپنے بالکل سامنے میز اور کرسی کے درمیان کھڑا کر کے گردن اٹھا کر اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولا۔
"اب کہو کیا کہنے جا رہی تھیں۔"

اٹل نے میز کی کے ساتھ ٹیک لگا کر کہا
 "تمہیں کیسے پتا چلا کہ میں کچھ کہنے جا رہی تھی؟"
 "تمہارے تاثرات سے۔۔"

"میں تمہیں کچھ بتانا چاہتی ہوں۔"
 فاز نے اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے نرمی سے اس کی
 انگلیوں میں انگلیاں ڈالتے ہوئے بولا۔
 "بولو۔۔"

"میں تمہاری شخصیت کے بعض پہلوؤں پہ بہت حیران ہوں۔"
 فاز نے اس کا ایک ہاتھ آزاد کر دیا۔ دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی اپنے سامنے
 کھول کر اس کی لکیروں پہ انگلی پھیرنے لگا۔ بالکل آہستہ آہستہ انگلی کو لکیر
 کے ایک سرے سے ٹریس کرتے ہوئے دوسرے سرے تک جاتا۔
 "مثلاً۔۔؟"

"تم جس طرح سے موسیٰ کے ساتھ بات کرتے ہو۔ جس طرح تم نے
 اس کی تربیت کی ہے۔ تمہیں دیکھ کر کبھی یہ احساس نہیں ہوا تھا کہ تمہاری
 طبیعت میں اس قدر نرمی بھی پائی جاتی ہے۔" فاز بولا۔ "کیسے پتا چلتا میں نے
 تو موسیٰ سے پہلے کبھی کسی بچے کو پیار تک نہیں کیا۔ بہن بھائیوں کے بچوں سے
 پیار تھا، مگر سب دور دور سے۔۔" اٹل نے اپنا پہلو میں گرا ہاتھ اٹھا کر فاز کے
 گھسنے بالوں کی نرمی کو محسوس کیا۔ "ایک بات اور بھی کہنا چاہتی ہوں۔"
 فاز نے آنکھیں موند کر اپنا سراٹل کے جسم پہ ٹکا دیا۔
 "بولو۔۔"

"ہماری بہت لڑائیاں ہوئیں۔۔ ہم نے ایک دوسرے کو بہت برا بھلا کہا
 ۔۔ تمہاری گفتگو بہت غیر مناسب بھی ہوتی تھی، مگر اس سب میں ایک چیز
 ایسی بھی تھی جو میں تمہیں کبھی کہہ نہیں سکی۔"

"وہ کیا۔۔؟"

"وہ یہ کہ تم نے کبھی بھی مجھے گالی نہیں دی۔۔ کبھی مجھ پہ ہاتھ نہیں اٹھایا۔ اگر تم اس حد کو بھی پار کر جاتے تو میں کبھی تمہارے لیے نہ سوچتی۔ مجھے لگتا ہے تمہارے رویے میں بہت سی باتیں غلط تھیں۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ تمہاری شخصیت میں بہت سی خوبیاں بھی ہیں۔"

فاز اسی پوزیشن میں بیٹھے بیٹھے بولا۔۔

"شکر ہے میرے اللہ نے مجھے اس قدر نیچے کرنے سے محفوظ رکھا۔"

امل اس کے بالوں کو ہاتھ سے سنوارتے ہوئے مزید بولی۔۔

"تمہارے اندر حالات کا سامنا کرنے کی صلاحیت بھی ہے۔ میں اس بات پر آج تک حیران ہوں۔ بہت سوچنے پر بھی مجھے سمجھ نہیں آتا کہ جب میں یہاں سے گئی تھی، تب مجھے ایمان اور شیری کے بارے میں یہ یقین کیوں تھا، کہ تم ان کو سنبھال لو گے۔ تم ان کا خیال کرو گے۔ مجھے ایک پل کو بھی یہ سوچ نہیں آئی کہ تم ان کے ساتھ مخلص نہیں ہو گے۔ اور یہی سچ ثابت ہوا۔ تم نے ان دونوں کو نہ صرف سنبھالا بلکہ مضبوط بھی بنایا ہے۔ مانی کی تعلیم پھر اس کا اتنی اچھی جگہ رشتہ کروانا، شیری کو کاروبار میں لگانا۔۔ تم نے ابی کا اعتماد سچ کر دیا ہے، وہ تمہیں اپنے بیٹوں کی جگہ رکھتے تھے، اس معاملے میں تم نے خود کو ان کا بیٹا ہی ثابت کیا ہے۔ ابی اور امو تم پہ بڑے خوش ہوں گے۔" وہ بولا۔۔

"امل مجھے لگتا ہے وہ دونوں مجھ سے خفا ہوں گے۔" "ایسا کیوں لگتا ہے؟"

"کیونکہ جب چچا نے مجھ سے ہماری شادی کی بات کی تھی نا۔۔ چچا نے کہا تھا فاز امل میری بڑی لاڈلی بیٹی ہے، بڑے ناز و سے پالی ہے اس کے ساتھ نرمی کا رویہ رکھنا۔" باپ کے الفاظ فاز کے منہ سے سن کر امل کے آنسو بھر آئے۔۔

"ہر باپ کو اپنی بیٹی اسی طرح پیاری ہوتی ہے، میں نے ان کی بیٹی رول دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ کبھی کبھی میں سوچتا ہوں کہ اگرے تم

اتنی مضبوط نہ ہوتیں۔۔۔ تم بھی ہمارے معاشرے کی ان لاکھوں لڑکیوں کی طرح ہوتیں جو ساری عمر ظلم برداشت کرتی ہیں، مگر کبھی اپنے حق کے لیے کھڑا ہونے کی جرات نہیں کر پاتی ہیں، جو یہ سمجھتی ہیں شادی تو ہے نا۔۔۔ شوہر تو ہے نا چاہے برا ہی ہے، چاہے چیڑ ہی ہے، اور جو اس سوچ کی عکاسی کرتی ہیں کہ اگر مرد خراب ہے تو باہر کے لوگوں کا قصور ہے، کبھی اس کی صحت پہ ڈال دیا۔ اور پھر وہ مرد کی برائی کو خود ہی جیٹائی کرنے بیٹھ جاتی ہیں۔ کبھی محبت کے نام پر۔۔۔ کبھی مالی طور پر مرد کی محتاج ہونے کے نام پر۔۔۔ اگر تم خود اپنے لیے کھڑی نہ ہوتیں۔۔۔ میں کبھی نہ بدلتا۔ کیونکہ مجھے اپنا عمل کبھی غلط نہیں لگا تھا۔"

"میں نے تمہیں بہت یاد کیا ہے امل۔۔۔"

امل کے ہاتھ اس کے بالوں میں رک گئے۔۔۔ وہ سیدھا ہو بیٹھا۔۔۔ مزید کہہ رہا تھا۔۔۔

"جس دن تم گئی تھی تم نے میرا منہ چوما تھا۔ مجھے ایسا لگتا ہے، وہ تم نے اپنے دل سے کیا تھا، کیونکہ میں آج تک اس ایک لمحے کی قید سے نکل نہیں پایا ہوں۔ وہ لمحہ میرے لیے جہاں بہت اذیت کا باعث بنا ہے، وہیں مجھے اس کو سوچ سوچ کر خوشی بھی ملتی تھی۔ ایک امید بھی بندھاتی تھی کیسی خوشی۔۔۔"

وہ کسی ٹرانس میں یک ٹک اس کی آنکھوں میں دیکھے جا رہی تھی۔

"یہی کہ اگر ایک دن میں تمہارا دل جیتنے میں کامیاب ہو گیا تو میں تمہاری محبت کا محور ہوں گا۔ تب کیسا محسوس ہو گا جب تمہاری نظر میں میرے لیے نفرت یا بیزاری کی بجائے وارفتگی ہوگی۔ میں ہر روز رات کو اس ایک بات کو یاد کر کے خود سے سوال کرتا تھا، کیا زندگی میں کبھی ایسا وقت بھی آئے گا، جب میں تمہاری توجہ کا مرکز بنوں گا، جب تم مجھ پہ سب سے زیادہ اعتماد کروگی

- جب میرے بغیر تمہارا گزرا نہیں ہوگا۔ جب تمہارے دل میں بھی میرے لیے ویسی ہی تڑپ ہوگی، جو میرے دل میں اس گزرے وقت میں پیدا ہوئی ہے۔"

اٹل کا ہاتھ ابھی ابھی اس کے ہاتھ میں تھا۔ فاز نے گہری سانس خارج کی اور کچن کی کھڑکی سے باہر آسمان پر نظر ڈال کر اداسی سے کہنے لگا۔ "چچا نے سچ کہا تھا۔ میں تمہیں پسند کرتا تھا، مگر یہ وہ والی پسند تھی جس میں مجھے تمہارا خڑا ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا، جس میں میں مسلسل تمہیں نیچا دکھانے کا سوچا کرتا تھا۔ اب مجھے علم ہوا ہے کہ تب جو تم سب لڑکیوں میں مجھے نمایاں نظر آتی تھیں، تو وجہ تمہارا چہرہ یا قد کا ٹھ نہیں تھا، بلکہ تمہارا رویہ تھا، تم اپنی بات کہنے میں کبھی جھجکتی نہیں تھیں۔ سوائے میرے تم نے کبھی کسی کو نیچا دکھانے کی کوشش نہیں کی۔ شادی کے بعد تم بھابیوں کو میری بہنوں کو کپڑوں پر مشورے دیتی تھیں۔ اپنی طبیعت ناساز ہونے کے باوجود ان کے میک اپ کر رہی ہو، تب مجھے یہ احساس ہوا تھا کہ تم سیلف سینٹرڈ نہیں ہو۔ میں بہت عرصہ تمہیں سیلف سینٹرڈ سمجھتا رہا۔ اب احساس ہوا ہے کہ اگر تم خاندان میں منہ پھٹ اور بد تمیز مشہور ہوئی تو اس کے پیچھے بھی وجہ میں ہی تھا، کیونکہ ہر فیملی فنکشن میں جان بوجھ کر میں تم سے کوئی نہ کوئی ایسی بات کرتا تھا جس پر تم بھڑک کر میری ماں بہن ایک کرنی تھیں۔ میری بات تم نے کبھی برداشت نہیں کی ہر دفعہ منہ توڑ جواب دیا، اور میں ٹھہرا سارے خاندان کا لاڈلا چہیتا پھرتا۔۔۔ تو میری بے عزتی کرنے پر سب تم پہ خفا ہوتے تھے، تمہیں بد تمیز اور منہ پھٹ بول دیا جاتا تھا۔ پھر ماڈلنگ کی بات پہ تو سب تمہارے خلاف تھے۔"

اب وہ مسکرا رہا تھا۔

"تمہیں یاد ہو شادی کے بعد میں نے تمہیں آفر کی تھی، کہ اگر تم میرے ساتھ اپنا رویہ ٹھیک کر لو تو میں ہی وہ آدمی ہوں۔ جو تمہارا ماڈلنگ کرنے کا شوق پورا کروا سکتا ہے۔ یہاں یہ پھر تم نے اپنی مضبوطی کا مظاہرہ کیا اپنی خواہش کے سامنے ہار کر غلط آدمی کو تسلیم کرنے کی بجائے میری آفر واپس میرے منہ پہ مار دی۔ میں تب سوچ رہا تھا اس بات پہ تو پکا جھک جائے گی۔ مگر باپ رے"

فاز قہقہہ مار کے ہنسا تو وہ بھی مسکرا دی پھر ہونٹوں کو دانتوں میں دبا کر مسکراہٹ روک کر ایک دم سے سنجیدہ ہو گئی۔۔۔ فاز سوالیہ نظروں سے ہی دیکھ رہا تھا۔ وہ بولی۔۔۔

"میں اچھی بیٹی اور اچھی ماں نہیں بن پائی۔"

فاز نے اس کا ہاتھ دبایا۔۔۔

"ایسا کیوں سوچتی ہو؟"

"میں موسیٰ کو چھوڑ کر جو چلی گئی تھی۔ یہ چیز مجھے بہت کھاتی ہے،"

"تمہارا جانا ضروری تھا، ایک بات جو میں نے سیکھی ہے، میاں بیوی ساتھی ہیں۔ ٹیم ورک ہیں، ایک کی غیر موجودگی میں دوسرے کو دونوں کے حصے کا کام کرنا ہوتا ہے، اور مجھے نہیں لگتا کہ موسیٰ کے جو کام تم نے کرنے تھے وہ میں نے ایک پل کو بھی اگنور کئے ہیں۔ میں نے تمہاری اور اپنی ذمہ داری نبھائی ہے، موسیٰ ابھی چھوٹا ہے، مگر اس کی شخصیت ابھی سے بڑی مضبوط ہے۔ مجھے نہیں لگتا کہ اس میں کوئی ایسی عادت اور بات ہے جسے دیکھ کر کوئی یہ کہے کہ ہائے ماں سر پہ نہیں تھی نا اس لیے اس کی شخصیت میں یہ کمی رہ گئی، یا باپ نے بے جالا ڈیپار سے بیٹے کو بالکل بگاڑ دیا ہے۔ تم اگر یہاں نہیں تھی۔ تو میری وجہ سے نہیں تھی۔ میں نہیں چاہوں گا کہ تم کبھی بھی خود کو الزام دو۔ یا کسی قسم کے احساسِ جرم کو پالو۔"

"جس وقت سے ہم گزر رہے ہیں نا امل اگر وہ وقت بیچ میں نہ آتا تو ہم کبھی بھی ایک فیملی نہ بن پاتے۔"

"مگر تم یہ بھی بھول رہے ہو کہ نتیجہ اس کے الٹ بھی نکل سکتا تھا،" ہاں ہونے کو تو بہت کچھ ہو سکتا تھا، مگر میں کوئی منفی بات نہ سوچنا چاہتا ہوں، نہ کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ جب اللہ نے میرے دل کو سنبھال لیا تو پھر شکوہ کیسا؟"

امل اس کے بھنویں کو چھوتے ہوئے رندھی آواز میں بولی۔۔۔
"فاز۔۔۔ جب میں ابی سے پاڈلنگ کی اجازت مانگا کرتی تھی۔ تو میں ان کے ساتھ بہت بد تمیزی کر جاتی تھی۔ میں اللہ سے بڑی معافی مانگتی ہوں۔ وہ باتیں میں دل سے نہیں کرتی تھی، بس غصے میں منہ سے نکل جایا کرتی تھیں۔ مگر مجھے افسوس ہوتا ہے کہ ان کے جانے سے پہلے میں ان سے معافی نہ مانگ سکی۔"

فاز نے اس کے آنسو صاف کئے اور نرمی سے کہنے لگا۔
"پہلی بات تو یہ ہے، ایک باپ ہونے کی حیثیت سے ایک بات کہہ سکتا ہوں کہ ماں باپ کا دل بہت وسیع ہوتا ہے، وہ اولاد سے زیادہ دیر ناراض نہیں رہ سکتے ہیں۔ اور دوسری بات یہ کہ ان کے دنیا سے جانے سے پہلے تمہارے ان کے ساتھ بہت اچھے تعلقات تھے۔ وہ تم سے خوش تھے، چچا کہیں نا کہیں مجھ سے تمہاری شادی کروانے کی وجہ سے گلٹ محسوس کرتے تھے، مگر وہ تم سے ناراض نہیں تھے، اس لیے ایسا ویسا کچھ نہ سوچا کرو، بس ان کے لیے ڈھیروں دعائیں کیا کرو۔۔۔"

"کیا تم مجھے ان سے ملوانے قبرستان لے چلو گے؟"

وہ دھیمے سے مسکرایا۔

"کب چلنا ہے؟"

"آج ہی چلتے ہیں۔ موسیٰ تھوڑی دیر پوری کر لے۔ کیونکہ صبح وہ جلدی اٹھ گیا تھا۔ اور میں چاہتی ہوں۔ ہم کچھ دن گاؤں میں رہیں۔ مجھے لگتا ہے تائی امی مجھ سے خفا ہیں، میں ان کے ساتھ کچھ وقت گزارنا چاہوں گی۔"

"تائی امی کے بیٹے کے بارے، میں کیا خیال ہے؟ اس کے ساتھ بھی کچھ وقت بتالیں۔"

اٹل بٹتے ہوئے اس کے چہرے پہ جھکی۔۔۔ فاز کے چہرے کو سابقہ انداز میں اپنے ہاتھوں کے پیالے میں بھرا۔۔۔ فاز کی آنکھیں نیم دانتیں، چہرے پہ دلفریب مسکراہٹ۔ اٹل نے پہلے اس کی پیشانی پہ اپنے لب گلوڑ کا نشان چھوڑا پھر لبوں کے قریب۔۔۔ فاز کی مسکراہٹ گہری ہو گئی، پوچھنے لگا۔

"بیگم صاحبہ ناچیز یہ محبت لٹائی جا رہی ہے یا مروت؟"

اٹل ایک دفعہ پھر کھلکھلا کر ہنسی۔۔۔

"صاب جی محبت کا افسانہ تو وقت پر چھوڑتے ہیں۔

فی الحال اتنا جان لیں مروت میں ہاتھ تو تھامے جاسکتے ہیں۔ مگر منہ نہیں چومے جاتے۔"

فاز اس کی گود میں دونوں ہاتھ باندھ کر اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بٹتے ہوئے کہنے لگا۔

"بیگم صاحبہ آپ خاکسار کو خوش فہم بنا رہی ہیں۔"

اٹل نے اس کو ایک اور بوسے سے نوازا۔۔۔ اپنے ہونٹ ہاتھ کی پشت سے صاف کرتے ہوئے بولی۔۔۔

گاؤں میں جو ہمارا کمرہ تھا کیا آج بھی ہمارا ہے؟"

وہ بتانے لگا۔۔۔

"جس دن تم گئی تھیں۔ میں نے تمہارا سارا سامان اٹھا کر کمرے سے باہر پھینک دیا تھا۔ کپڑے جوتے یہاں تک کہ تمہارا میک اپ کریمیں سب کچھ۔

ٹوٹھ برش بھی۔۔ آئی واز آ میس۔۔ دوسری دفعہ میں نے کمرے سے ڈریسنگ ٹیبل ہٹا دیا تھا، کیونکہ اس کے شیشے میں اپنی شکل دیکھ کر مجھے وحشت ہوتی تھی۔ میرے شہر آ جانے کے بعد وہ کمرہ چھوٹی بھابھی نے بچوں کو دے دیا تھا۔ اب جب جاتا ہوں تو بیٹھک میں چار پائی بچھوا کر بستر لگوا لیتا ہوں۔"

اٹل پر امید انداز میں بولی۔۔

"کیا وہ کمرہ ہمیں واپس مل سکتا ہے؟"

فاز کو تعجب ہوا۔

"کیوں؟"

"کیونکہ میں نہیں چاہتی کہ ساری عمر میری اس کمرے سے یا اس گھر کے ساتھ تلخ یادیں وابستہ رہیں۔ میں وہاں رہ کر نئے سرے سے نئی اور خوبصورت یادیں بنانا چاہتی ہوں۔ پر اگر تمہیں اعتراض نہ ہو تو۔۔"

"تم مجھ سے کتنی چھوٹی چھوٹی سی فرمائشیں کر رہی ہو۔"

"نہیں تو اور کیا بحری جہاز مانگوں۔۔؟"

"مانگ لو مگر اس کو رکھو گی کہا؟ لاہور والی نہر میں یا گاؤں والے سیلابی

نالے میں؟"

اٹل سوچتے ہوئے بولی۔۔

"چلو تم بحری جہاز رہنے دو۔۔ اناروں کا باغ لے دینا۔۔"

فاز ہنس پڑا۔

"وہ آدمی یاد ہے جو ہمارے گھر ہر ہفتے اناروں کی پیٹی دے کر جاتا تھا۔ ایک دن اس کا فون آیا۔ کہتا بھائی جی آپ اب انار کیوں نہیں منگواتے ہیں۔ تمہارے جانے کے دو ہفتے بعد کی بات ہے، جب میں دن رات ایک عذاب مسلسل میں جی رہا تھا۔ میں نے کچھ کہے بغیر اس کی کال کاٹ دی ساتھ ہی اس

کا نمبر بھی ہلاک کر دیا۔ زرا سوچو سالہا میں کس ذہنی کیفیت میں گھوم رہا ہوں۔
اور وہ کیا کہہ رہا ہے۔"

اٹل بولی۔۔

"ہائے بچارہ۔۔"

"فاز بولا۔۔"

"اور کچھ؟"

"میں چھمو کو کچھ تحفے دینا چاہتی ہوں۔ کیونکہ اس نے میرا بہت خیال کیا تھا، میں تمہارا غصہ بھی اس پہ نکال دیتی تھی، مگر وہ برا نہیں مناتی تھی، ایسے لوگ کتنے درویش صفت ہوتے ہیں۔ یہ کہاں آسان ہوتا ہے؟"

"اور۔۔؟" اور یہ کہ میں چاہتی ہوں۔ تم وقاص کو اس کی فیملی سمیت اپنے یہاں آکر رہنے کی پُر زور پُر اسرار دعوت دو۔۔ وہ ہمارے پاس کم از کم ایک دو ہفتے تو رک کر جائیں، ہم ان کی خوب خدمت کریں گے، اپنے سارے روایتی کھانے کھلائیں گے، اپنے پنجاب کی سیر کروائیں گے۔ ان کو اچھے سے تحفے دیں گے۔ کیونکہ میں ان کا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں۔۔"

فاز منہ پہ پُر سوچ انداز میں ہاتھ رکھ کر بولا۔۔

"یہ تم میرے لیے پاکستان میں رہی ہو یا اپنی خواہشات پوری کرنے کے لیے رکی ہو؟"

اٹل ڈرامائی انداز میں بولی۔۔

"تم تو اندر کی بات جان گئے۔۔ اب کیا ہو گا؟"

تب ہی ملازمہ نے بیرونی دروازے سے اندر پیر رکھتے ہی ہانک لگائی۔۔

"ایمان بیٹی کدھر ہو میں تمہیں ناشتہ بنا دوں؟"

اٹل راستے سے فاز کی ٹانگ پھلانگ کر باہر کو آئی۔ کل خالہ کو جب اٹل کے جانے کی خبر ملی تھی تو وہ بہت روئی تھی، کہ اس کے جانے سے مالکن کا گھر

پھر سے بند ہو جائے گا۔ اسلئے اہل اس کو مل کر خوش کرنا چاہ رہی تھی، وہی ہوا
اہل کو دیکھ کر ہی خالہ کی آنکھیں پھیل گئیں۔۔

"خالہ ایمان سو رہی ہے۔ اور ناشتہ میں نے بنا لیا ہے۔ آپ صفائی دیکھ
لیں۔"

"بٹی تم نے تو کہا تھا صبح چھ بجے اُتر پوٹ جانا ہے۔"
"گئی تھی خالہ۔۔ مگر تمہارے لیے واپس آگئی ہوں۔۔ اب میں موسیٰ
اور فاز صاب بھی ادھر رہیں گے۔ اب اس گھر کے دروازے کبھی بند نہیں
ہوں گے۔"

خالہ نے شکرانے میں ہاتھ اٹھائے،
"یا اللہ تیرا شکر اے۔۔ لکھ لکھ شکر اے۔۔"

☆☆☆☆

"چھوٹی چچی موسیٰ کے پیر پہ چوٹ لگ گئی ہے، وہ رو رہا ہے۔"
اوپر والے ہال میں گھر کی ساری خواتین جمع ہو کر ہاتھوں سے میدے کی
سویاں بنا رہی تھیں۔ اماں کی ساری سیٹیاں آئی ہوئی تھیں۔ نندیں بھی یہیں
تھیں، اتنی عوام تھی کہ ایک دن میں وہ لوگ دو سے ڈھائی کلو آٹا سویوں میں
بدل دیتیں۔ پچھلے ایک ہفتے سے انہوں نے دو لوگوں کے لیے پانچ پانچ کلو
سویاں بنالی تھیں۔ سفید سویوں میں کہیں کہیں بے بی پنک اور نیلا ہر ادا نا آتا تھا
، ان کے گاؤں کی سالوں کی روایت تھی تقریباً ہر گھر میں بٹی گرمیوں میں
میکے رہنے آتی تو واپسی پہ سویاں سامان میں شامل ہوتی تھیں۔ اہل ہاتھ میں
پکڑا آٹا گود میں رکھی گندم کی ڈالیوں سے بنی چھابی میں ڈال کر باہر کو بھاگی،
موسیٰ کے رونے کی آواز سیڑھیوں سے ہی آنا شروع ہو گئی تھی، اہل کو دل کی
دھڑکن کانوں میں محسوس ہوئی۔ اندھا دھند سیڑھیاں اتر کر اس تک پہنچی
۔۔ دور سے ہی موسیٰ کے گھٹنے پہ خون کی لکیر نظر آگئی۔۔ اس کے قریب گئی تو

گھنٹے سے تھوڑی سی سکن ہٹی ہوئی تھی۔ کٹ چھوٹا سا تھا، مگر گہرا بہت تھا، امل کے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ اس کے ہاتھ کانپنے لگے، ہونق بنی کبھی ادھر کبھی ادھر دیکھتی جائے، کچھ سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا کہ کرنا کیا ہے؟ اتنے میں حویلی کے دروازے سے فاز اندر آیا۔ دور سے ہی پچکار تے ہوئے پیار بھری آواز میں بولا۔۔

"اودہ موسیٰ کو چوٹ آگئی ہے؟۔۔"

موسیٰ روتے ہوئے بولا۔۔

"جی بابا۔۔"

"اودہ ابھی دیکھ لیتے ہیں۔"

اس نے ایک بچے کو کچن سے فرسٹ ایڈ باکس لانے کا بولا۔ اس کے بھتیجے نے موسیٰ کے سامنے پڑے باکس کی طرف اشارہ کر کے کہا۔۔

"چاچو وہ تو پہلے ہی لے آئے ہیں۔ مگر چچی کو کچھ کرنا نہیں آتا ہے، دیکھیں وہ تو خود بھی رونے لگ گئی ہیں۔"

فاز نے ایک نظر روتی ہوئی امل پہ ڈالی۔۔ اور موسیٰ کے سامنے پنجوں کے بل بیٹھ گیا۔ اس نے کاشن نکال کر ایک گولا بنا کر پانی میں ڈبوایا۔۔ اور موسیٰ کو باتوں میں لگا کر نرمی سے اس کا زخم صاف کرنے لگا، ٹھنڈا پانی لگنے سے موسیٰ مزید رونے لگا۔ امل کے آنسوؤں میں بھی تیزی آگئی۔ فاز نے موسیٰ کا دھیان بنانے کو اس کا پسندیدہ کتے کا ٹاپک چھیڑا۔۔

"موسیٰ صدمہ بھائی کہہ رہے تھے، بلو کے بچے کو بیچ رہے ہیں۔"

"موسیٰ رونا بھول کر جھٹ بولا۔۔

"بابا وہ بلو کا بچہ نہیں ہے اس کا نام جو جو ہے۔ بڑے بابا نے وعدہ کیا تھا

جو جو ہمارے ساتھ شہر جائے گا۔"

فاز نے اس کے دھیان بٹنے کا فائدہ اٹھا کر پھٹی ہوئی جلد کو سیدھا کر کے کاٹن اوپر رکھ کر زور سے دبا دیا۔ اور یونہی باتوں سے باتیں نکالتا گیا۔ دو منٹ دبا کر رکھنے کی وجہ سے موسیٰ کی بلیڈنگ رک گئی۔ اس نے کاٹن ہٹائی اور کھینچ کر ٹیپ لگا دی۔ اس کے اوپر سپرٹ لگا کر پٹی لپٹ دی۔۔ آدھے گھنٹے بعد موسیٰ تو سب کچھ بھول بھال کر باہر کھیل رہا تھا، مگر اس کی ماں کمرے کے واش روم میں بند تھی، اور رو رو کر آنکھوں کی بری حالت کہہ ہوئی تھی۔ وہ دس دفعہ دروازہ کھٹکھٹا چکا تھا، مگر دوسری طرف سے جواب نہیں آ رہا تھا۔ آخری حربے کے طور پر بولا۔۔

"میں دروازے کے پیچ کھول کر اس کو اتار دوں گا۔ تمہارے پاس صرف دو منٹ ہیں۔۔۔"

ایک منٹ بعد دروازہ کھل گیا۔ لال آنکھیں۔۔ لال ناک۔ پسینے میں ڈوبی ہوئی حالت خراب۔ وہ غصے سے بولا۔۔
"یہ کیا حرکت تھی؟"

"میں جانتی ہوں۔ دل ہی دل میں تم میرے بارے میں کیا سوچ رہے ہو۔ اب اوپر اوپر سے ہمدردی جتانے کی ضرورت نہیں ہے۔"
"ہیں؟ اب یہ کیا بکواس شریف ہے؟"

"میرا بچہ میرے سامنے زخمی بیٹھا ہوا تھا، میں اس کی کوئی مدد ہی نہیں کر پائی۔ کس ماں کو یہ سب پتا نہیں ہوتا ہے؟ اس دن میں نے اس کو سٹراپیری کھلا دی جو کھٹی تھی، اس کا گلا خراب ہو گیا، مریم بولی تم کیسی ماں ہو جس کو یہی نہیں پتا تمہارے بچے کو کیا چیز سوٹ کرتی ہے، کس چیز کے کھانے سے وہ بیمار ہو جاتا ہے۔"

مجھے اتنی شرم محسوس ہوئی تھی کبھی میں اس کو مجھروالا لوشن لگانا بھول جاتی ہوں۔ ساری ماؤں کو پتا ہے اپنے بچوں کا خیال کیسے رکھنا ہے، مجھ سے کوئی

کام ٹھیک نہیں ہوتا ہے۔ جب یہ چھوٹا تھا میں تب بھی اس کا پیسہ بدلنے میں
فیل ہو جاتی تھی۔۔۔ فاز مجھے لگنے لگا ہے کہ میرے اندر اچھی ماں بننے والے
جراثیم ہی نہیں ہیں۔۔۔"

وہ جو بڑے غور سے اس کو سن رہا تھا۔۔۔ اس کی آخری بات پہ ہنسا تو پھر
پاگلوں کی طرح ہنستا چلا گیا۔ پہلے اہل نے اس کو حیرت سے دیکھا۔۔۔ پھر غصے
سے گھورا۔۔۔ پھر وارننگ دی۔۔۔ جب وہ پھر بھی اپنی ہنسی نہ روک پایا تو اہل
نے داش روم سے مگ پکڑ کر پانی کا بھرا اور لا کر فاز پہ انڈیلنے لگی جب وہ باہر
نکل گیا۔ اہل اس کے پیچھے بڑبڑائی۔۔۔ "کتا۔۔۔ مکینہ۔۔۔ میں اپنا دکھڑا رو رہی
ہوں۔ اس کو لطیفے لگ رہے ہیں۔ رات تک اس نے فاز سے بات نہ کی۔ سونے
کے لیے بھی جلدی لیٹ گئی۔ جب وہ کمرے میں آیا۔ موسیٰ سویا ہوا تھا، وہ
سونے کی کوششوں میں تھی۔ وہ اس کے پہلو میں لیٹ کر بڑی سنجیدگی سے
بولا۔۔۔ "ویسے کہہ تو تم ٹھیک ہی رہی تھیں۔" اہل کے کان کھڑے ہوئے
۔۔۔ "کس بارے میں۔۔۔؟"

"وہی جراثیم والی بات۔۔۔"

وہ اس کی جانب کروٹ لیکر پریشانی سے بولی

"تو کیا تمہیں بھی ایسا لگتا ہے؟"

فاز منہ کے اند اپنی گال کو دندی کاٹ کر اپنی ہنسی روکنے کی کوشش میں

تھا۔۔۔ بولا۔۔۔

"ہاں مجھے لگتا ہے تمہارے اندر ماں والے جراثیم کم ہیں، جبکہ میرے

میں بہت زیادہ ہیں۔"

اہل جوش سے اٹھ بیٹھی۔۔۔

"بالکل سو فیصد درست۔۔ میں تمہاری بات سے پوری طرح متفق ہوں۔۔ تمہیں موسیٰ کے بارے میں سب پتا ہوتا ہے۔ کب کیا کرنا ہے۔ فاز یقین کرو۔۔ تم ایک دم پرفیکٹ ماں ہو۔۔"

فاز نے بڑا کنٹرول کیا مگر ہنسی چھوٹ گئی۔ اور شام کی طرح کا دورہ ہی پڑا تھا۔۔ باہر سے افضل کی آواز آئی۔۔

"اے اے یہ تمہارا گدھا آدھی رات کو کیوں ہنہنارہا ہے۔"

اے اے نے جواب دیا۔۔

"افضل بھائی میرا خیال ہے یہ آج گھاس کھانا بھول گیا ہے۔"

ساتھ ہی سرہانہ اٹھا کر فاز کو مارنا چاہا۔ اس نے اس کے ہاتھ سے اچک لیا۔

"یوں میرے پہنستے ہوئے ایک دم برے لگ رہے ہو۔۔ میں جا رہی ہوں۔ ہنستے رہو۔۔ موسیٰ کو بھی اٹھا دو گے۔"

فاز نے اس کا بازو پکڑ کر اپنے برابر لٹایا۔ اے اے کا سر فاز کے بازو پہ تھا۔۔

اپنی آنکھوں میں آنے والے پانی کو صاف کرتے ہوئے بولا۔۔

"پہلی دفعہ سنا ہے کہ کسی میں ماں ہونے کے جراثیم بھی ہوتے ہیں۔

میری پیاری اے اے۔۔ جن ماؤں کے ساتھ تم خود کو مل رہی ہو۔ انہوں نے دو دو تین تین بچے پالے ہیں۔ جبکہ تمہارا وقت موسیٰ کے ساتھ بہت کم گزرا ہے، اب اس کو سمجھنے جاننے میں وقت تو لگے گا ہی نا؟ کا من سینس کی بات ہے، اور اس کو تم نے سر پہ سوار کر کے ہوا بنایا ہوا ہے۔ آئی کچھ سمجھ؟"

اے اے کے جواب دینے سے پہلے ہی اے اے کا فون بجنے لگا۔ فاز کی طرف پڑا تھا اس نے ہی اٹھا کر دیکھا، چھوٹی بھابھی کا نمبر تھا۔ فاز نے کال اٹھا کر سیل کان سے لگایا۔۔

"میں نے سنا ہوا تھا، دیورانیاں جٹھانیاں سازشی ہوتی ہیں، مگر اب تو ثبوت بھی مل گئے ہیں۔" دوسری طرف سے آنے والی آوازوں سے پتا چل گیا کہ سپیکر آن تھا، فاطمہ بھا بھی بولیں۔
"فاز تمہاری کب سے دیورانی جٹھانی پیدا ہوئیں ہیں۔"

وہ بولا۔۔

"جب سے مجھے پتا چلا ہے کہ میرے اندر ماں والے جراثیم موجود ہیں اور میری بیوی کے اندر نہیں ہیں۔"

"اچھا تو کیا اس دفعہ بچہ تم پیدا کرو گے؟"

"جس طرح ہر رات آپ میری بیوی کو بہانے بنا کر باہر بلا لیتی ہیں۔ مجھے نہیں لگتا یہاں میری دال گلنی ہے، کل ہی شہر جارہے ہیں۔"

"اچھا اچھا میں سامان پیک کر وادوں گی، ابھی امل کو اوپر بھیج دو۔ بڑی اچھی ہوا چل رہی ہے، ٹھنڈے ٹھار آم ہیں۔ ساتھ میں میٹھا شہد آلو بخارہ۔۔۔"

امل بولی۔۔

"بھا بھی میں ابھی آئی۔۔"

جبکہ فاز بولا۔۔

"اے صمد کی بیوی اے افضال کی بیوی اور بہنوں تم سب کے بچے میو

لڑکیاں بیاہ لائیں۔ جو آتے ہی تم سب کو آگے لگا کر

رکھیں، تم لوگوں سے حویلی کے کام بھی کروائیں۔"

مریم کی آواز آئی۔۔

"میو لڑکیاں ساس سے کام نہیں کروائیں بلکہ اس کی بڑی خدمت کرتی

ہیں۔ اور جہیز بھی بہت لاتی ہیں۔"

فاز بولا۔۔

"تم لوگ اسی لالچ میں مرو گے۔۔ بیٹوں کی بولیاں لگانے والی شوہدی عورتو۔۔ اور امل نہیں آرہی ہے وہ سو گئی ہے،"
اس نے کال کاٹ دی۔۔ امل بولی۔۔

"فاز اتارونے سے نامیرا شو گر لیول لو ہو گیا ہے۔۔"
"امل تم پٹوگی۔۔" "پلیز چلو نا۔۔ صرف دس منٹ کے لیے چلتے ہیں۔"
"تم کل دس منٹ کے لیے گئی تھیں۔ اور پورے دو گھنٹے بعد واپسی ہوئی تھی۔"

"پلیز چلو نا۔۔ اگلے ہفتے تو ویسے بھی ہم واپس جا رہے ہیں۔"
"ہاں جیسے سوسال کی مسافت پہ جا رہے ہیں۔"
"اچھا ٹھیک ہے پھر بھوک ہی سو جاتی ہوں۔ لائٹ بند کر دو۔"
وہ لیٹ گئی۔۔ فاز مسلسل اس کو گھور رہا تھا۔۔
"دس منٹ مطلب دس منٹ۔۔ سنا تم نے۔۔ اب اٹھ جاؤ۔۔"
امل چھلانگ لگا کر اٹھی۔۔ فاز کے گال چٹکیوں میں بھر کر، مسلتے ہوئے بولی۔۔

"جب تم منہ پھلاتے ہو نا۔۔ سارے موسیٰ لگتے ہو۔۔ ہائے تم کتنے پیارے لگتے ہو۔۔" فاز نے جوتا پہنا اور اس کی جانب ہاتھ بڑھایا۔ جسے امل نے تھام لیا۔۔ اپنا دوپٹہ لیا۔۔ جوتا پہنا اور اس کے ساتھ چل پڑی۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

امل کا فون بج رہا تھا۔ مگر وہ خود کمرے میں موجود نہیں تھی۔ موسیٰ اپنی دادی کے ساتھ بیڈ پر بیٹھ کر اپنی بہن کو مساج ہوتے دیکھ رہا تھا۔
جب فون بجا تو اسی نے بیڈ پر سے اٹھ کر سائیڈ میز پر رکھا فون ہاتھ میں لیکر کال اٹھائی۔۔ دو سیکنڈ بعد فون کی سکرین پر فاز کی تصویر ابھری۔۔
"السلام علیکم موسیٰ۔"

"وا علیکم السلام بابادیکھیں آیت کی مالش ہو رہی ہے۔ اور وہ رو تو نہیں

رہی ہے۔"

موسیٰ نے فٹ سے پچھلا کسمرہ کلک کر کے باپ کو بیڈ پر لیٹی آیت کی تصویر دیکھائی۔۔

وہ اپنی بیٹی کو پیر کا انگوٹھا منہ کی جانب لے جاتے ہوئے دیکھ کر مسکرایا

جبکہ موسیٰ نے اس کا پیر واپس کھینچتے ہوئے ٹوکا۔۔

"اوہو۔۔ آیت ایسے نہیں کرتے۔ کیا آپ بھوکى ہو۔۔؟"

ساتھ ہی بلند آواز سے ماں کو بلانے لگا۔۔

"مما۔۔!! دیکھیں نا آیت کو بھوک لگی ہے۔ وہ اپنا پیر کھارہی ہے۔"

"

اٹل کمرے میں آئی تو دونوں بازوؤں میں بچی کے کپڑے بھرے ہوئے

تھے۔۔

شوہر کے فون سے بے خبر اپنی تائی سے مخاطب تھی۔۔

"تائی امی کیا آپ نے ایک بات نوٹ کی ہے؟"

اماں جی پوتی کے پیروں کو نرمی سے دباتے ہوئے بہو سے پوچھنے لگیں

۔۔

"وہ کیا؟"

"جب فاز گھر پر ہوتا ہے تو یہ اتنا بڑا گھر کتنا بھرا بھرا سا لگتا ہے۔ اور جب

وہ گھر پہ نہیں ہوتا ایسا لگتا ہے۔ جیسے سارا گھر خالی ہے۔"

جہاں فاز اُس کی بات پر ساکت ہوا تھا۔ وہیں اس کی ماں کی آنکھوں میں

پہلے حیرت ابھری پھر آنسو چمک آئے۔۔ انہوں نے اٹل کو اپنے قریب آنے

کا اشارہ کیا۔۔

وہ آیت کے تہہ ہونے والے کپڑے صوفے پہ ڈال کر ان کے پاس آئی
تب ہی فون کی سکرین پر نظر پڑی۔۔۔ دونوں کی آنکھیں ملیں۔
تائی امی نے امل کی پیشانی چومی۔۔۔

"ماں صدقے۔۔۔ ماں داری۔۔۔ ماشاء اللہ اللہ میرے بچوں کو ہر بُری نظر
سے محفوظ رکھے۔"

فاز کچھ سیکنڈ اس کے لال پڑتے چہرے کو دیکھتا رہا پھر کال بند کر دی۔۔
امل کے دل کو کچھ ہوا۔۔۔ خیال آیا۔۔
ویسے بھی جب سے آیت ہوئی ہے یہ چُپ چاپ سارہنے لگا ہے " کیا
اس کو میری بات بُری لگ گئی ہے؟"
"مگر میں نے کچھ بُرا تو کہا نہیں ہے۔"

انہی خیالوں میں گم اُس نے آیت کے کپڑے تہہ کرنے کے بعد اُس کی
الماری میں رکھے۔

اماں نے آیت کو نہلا دیا۔ ساتھ ہی کپڑے پہنا کر اس کو امل کے حوالے
کیا۔

امل اس کو فیڈ کروانے لگی۔ جس کے دوران ہی آیت سو گئی۔

اماں اور موسیٰ وہاں سے چلے گئے۔

آیت کو لٹا کر اُٹھی ہی تھی جب فاز لے لے ڈگ بھرتا کمرے میں داخل ہوا۔

چہرے پر انتہا کی سنجیدگی تھی۔ امل جہاں تھیں وہیں جم گئی۔

"اب بولو اماں کو جو کہہ رہی تھیں؟"

امل نے فاز کو دیکھا۔۔۔ پھر نیم وادروازے کو دیکھا۔۔۔ لبوں پر زبان
پھیری۔۔۔

"جلدی بتاؤ۔۔۔"

اٹل نے گہرا سانس بھر کر اس کی آنکھوں میں دیکھا تو فاز کا سوال اپنا جواب سب کچھ بھول گئی۔

فاز کو ایک دفعہ پھر یاد دلوانا پڑا۔

"تم سے کچھ پوچھا ہے؟"

"جب تم میرے پاس ہوتے ہو اپنی ذات مکمل لگتی ہے۔ جب تم مجھے اس طرح سے دیکھتے ہو۔ مجھے اپنا آپ زریعہ صورت لگتا ہے۔"

وہ چند سیکنڈ تک اس کو دیکھتا رہا۔ پھر اس طرح آگے بڑھا جیسے شکار کے لیے بلا حملہ کرتا ہے۔

اٹل کی کمر کے گرد بازو ڈال کر اس کو ہوا میں اٹھایا۔ اٹل کے منہ سے نکلنے والی آواز کو وہ اپنے ہونٹوں سے پی گیا۔ اٹل نے دونوں ہاتھ اس کے بالوں میں ڈال کر اس کو مزید اپنے قریب کیا

فازیوں اس کا منہ چوم رہا تھا۔ جیسے کئی دنوں کے بھوکے کے آگے اس کی پسند کا کھانا آگیا ہو۔ اٹل اس کو اس سے بھی بھرپور انداز میں جواب دے رہی تھی۔

فاز نے سر پیچھے کیا اور بولا۔

مائی پرفیکٹ وائف۔!! جانتی ہو اس دن کا میں نے کتنا انتظار کیا ہے؟
اٹل کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے جنہیں فاز نے چوم لیا۔

"فاز۔!!۔"

"ہوں۔؟"

"کوئی آجائے گا۔"

"میں اماں کو بول آیا ہوں موسیٰ اندر نہ آئے۔"

اٹل نے یک دم خود کو اس سے دور کرتے ہوئے خوفناک نظروں سے اس کو دیکھا۔

فاز کا دل اس کی نظروں میں دھڑک رہا تھا۔ امل کے گلابی لب ہلکے سے
سوج رہے تھے۔۔ اس کے گالوں پر فاز کی داڑھی رگڑنے سے گال ٹماٹر کی
طرح چمک رہے تھے۔۔

"ایسا کیوں کیا؟ تمہیں شرم نہ آئی۔ تائی امی کیا سوچیں گی؟"
"یہی کہ ان کے ترے ہوئے بیٹے کو نہ بیوی رات میں میسر ہوتی ہے۔
کیونکہ تب بچے ظالم سماج کا کردار ادا کرتے ہیں۔ صبح کے وقت کوئی نہ کوئی آیا
رہتا ہے۔ قسم سے میں تو تمہیں بانہوں میں لینے کو ترس گیا ہوں۔"
امل نے دلکشی سے منتے ہوئے فاز کے چوڑے سینے پر مذاق سے مگھارا۔۔
"اُف اللہ تم کس قدر جھوٹے ہو۔ تم نے مجھے چھلے تک کے لیے گاؤں
نہیں جانے دیا تھا۔ رات کو بھی ضد کر کے بچوں کو کاٹ میں سلواتے ہو۔ اس
قدر ظالم باپ ہو۔۔"

"یہ سب تمہارا قصور ہے۔۔"
"میں کسی کام کا نہیں رہا ہوں امل فاز۔۔۔! تمہیں ایک نظر فون پر
دیکھا ہے۔ ہر کام چھوڑ کر بھاگا چلا آیا ہوں"
"تم مجھے زبردستی آفس بھیجتی ہو۔ حالانکہ میں آفس کا کام گھر پہ بھی دیکھ
سکتا ہوں۔ اماں سے میری شکایت کیوں کی تھی؟"
"کیونکہ مجھے ڈر آ گیا تھا۔۔"
"کیسا ڈر۔۔؟"

امل نے اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں کے پیالے میں بھرا ہوا تھا۔ دونوں
نم آنکھوں سے گہرائی تک ایک دوسرے کی نظروں میں دیکھ رہے تھے۔
"جیسے تمہاری نظریں کسی دیوانے کی طرح میرا تعاقب کرتی ہیں۔ مجھے
ڈر لگتا ہے۔ تمہیں کسی کی نظر نہ لگ جائے۔ آیت کے عقیقے پر ساری ٹیبل اور
دوستوں نے یہی بات میرے سے دہرائی تھی۔"

"کیا بات؟"

"سب کہتے ہیں اہل بڑی خوش نصیب ہے۔ کیونکہ فاز کو اہل کے سوا کچھ نظر ہی نہیں آتا ہے۔"

"فاز میں نے ایک بات نوٹ کی ہے، جب سے آیت ہماری زندگی میں آئی ہے، تم بہت خاموش سے ہو گئے ہو؟ ایس کیوں ہے؟"

"میں ڈر گیا ہوں۔"

"کس بات سے؟"

"مولوی نے مجھ سے کہا تھا، جب تم بیٹی کے باپ بنو گے تب تمہیں سمجھ آئے گی۔ جب میں آیت کو تمہاری جگہ رکھ کر سوچتا ہوں۔ تو میرا خون کھولتا ہے، اگر خدا نخواستہ اس کو کوئی فاز ملا گیا۔ میں تو اس سالے کو جان سے مار دوں گا۔" تم نے خود ہی کہا تھا نا کہ نامنفی بات کرنی ہے نامنفی سوچنا ہے تو پھر یہ سب ازیت والی باتیں بھی چھوڑ دو، تم نے مجھ سے معافی مانگی میں نے معاف کر دیا۔ بات ختم ہو گئی ہے۔"

فاز کی سانس پھول رہی تھی۔ جب اُس نے اہل سے کہا۔۔

"بعد میں پوچھ لینا۔" "ایک بات بتاؤ۔؟"

"نہیں ایک جواب ابھی دینا ہو گا۔"

"پوچھو۔۔۔"

"کیا تم مجھ سے محبت کرتی ہو۔۔؟"

اہل کی آنکھ کے کونے سے آنسو نکل کر گال پہ پھسل گیا۔

اُس نے کب سوچا تھا۔ کہ آنے والے وقت میں یہ فاز اُس کے لیے آکسیجن کا درجہ اختیار کر جائے گا۔ جس کو نہ دیکھنے سے سانس اٹکتی محسوس ہو۔

"فاز۔۔"

"یس۔۔"

"کبھی مجھ سے آگتا بھی جاؤ نا تو مجھے بتانا مت کیونکہ تمہارے بغیر اب
زندگی کا کوئی تصور ہی نہیں رہا ہے۔۔"

"بے بی سے داڈیم ورڈز یو لومی۔۔"

"وہی تو کہہ رہی ہوں۔۔"

"بولو۔۔۔"

"فاز۔۔"

"سُن رہا ہوں۔۔"

"مجھے تم سے محبت ہے۔"

ختم شد

ملنے کا پتہ

Facebook Neelam Riasat Novels

Instagram@Neelam Riasat

riasatneelam@gmail.com